سسپنس ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

# آتش فشاں

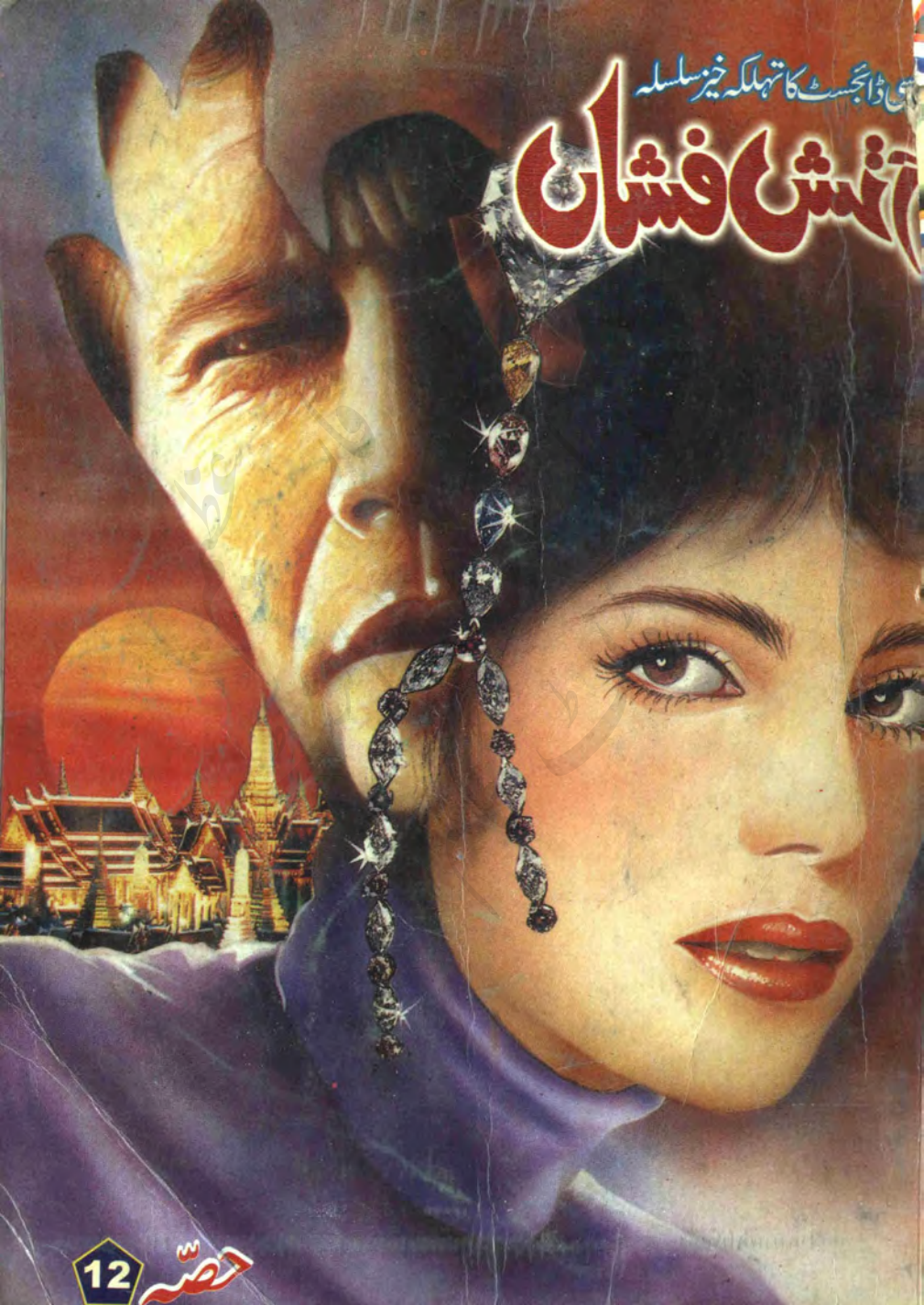

حصّہ 12

جب میں بالوں میں کرل ڈلوانے کے لیے مخصوص گداز سیٹ پر بیٹھا تو دن کے پونے بارہ کا وقت تھا۔ یہ نیویارک کا وقت تھا۔ ربی نے دھمکی دینے والے انداز میں مجھے کہا تھا کہ جب نیویارک کی گھڑیاں بارہ بجائیں گی تو میرے بھی بارہ بج جائیں گے کیونکہ اس وقت تک ساحل اس کے پاس پہنچ چکی ہوگی۔

بارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے لہٰذا میں نے سوچا کہ جب تک ہیئر ماسٹر اپنا کام کرتا، میں ذرا ساحل کی خیر خبر لے آؤں۔ میں نے آنکھیں بند کیں، بند آنکھوں کے پیچھے تیسری آنکھ کو زحمت دی ساحل کے نقوش میری یادداشت میں نقش ہو کر رہ گئے تھے۔ ادھر میں نے اس کا تصور کیا ادھر میرے تصور نے اڑان بھری اور ساحل کے ماحول میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ کام میں کوئی زندگی میں پہلی مرتبہ نہیں کر رہا تھا کہ مجھے کوشش کرنا پڑتی۔ میں نے اپنے تصور کے کوشش کرنے کی جو بات کی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے' میری وہ کوشش بارآور نہیں ہو سکی تھی۔ میرے تصور کی نگاہ ساحل کے سراپا کو چھونے میں ناکام ہو گئی۔

اس ناکامی نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اسی لمحے ربی کے کہے ہوئے سنگین الفاظ میرے دماغ میں چیخنے لگے۔ جب میں نے اسے آئینہ دکھانے کے لیے یہ انکشاف کیا تھا کہ ساحل اس وقت اس کے پاس نہیں بلکہ کسی ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہے تو اس نے میری اس صلاحیت کے پیش نظر بڑے معنی خیز انداز میں کہا تھا ..... میں تمہیں اپ گریڈ کر رہا ہوں وجدان۔ تمہارے بارے میں قائم کردہ میرا اندازہ درست ہے! تم جانتے ہو میں عملیات کی دنیا میں کس درجے پر ہوں۔

تو کیا ربی نے میری ساحل کو کسی عمل سے گزار کر میری تصوراتی نگاہ کی دسترس سے دور کر دیا تھا؟ یہ سوال بڑا بھیانک اور لرزا دینے والا تھا۔ میرے پاس ساحل کی خیر و عافیت جاننے کا صرف ایک ہی وسیلہ تھا۔ اگر ربی نے اس وسیلے پر بھی اپنے کسی عمل کا قفل ڈال دیا تھا تو یہ بڑے گھاٹے والی بات تھی۔ ربی ایسا کرنے کی صلاحیت تو رکھتا تھا۔ ساحل اس کے چنگل میں پھنسی ہوئی ایک بے بس ہرنی تھی..... لیکن نہیں!

اچانک میرے ذہن میں ایک اہم سوال ابھرا ساحل تو ہوائی جہاز میں سفر کر رہی تھی اور ربی اس کا ہم راہی نہیں تھا۔ ساحل کا طیارہ بارہ بجے (نیویارک ٹائم کے مطابق) اسرائیل پہنچنا تھا اور اس میں ابھی کم از کم دس منٹ باقی تھے پھر ربی کیونکر ساحل کو کسی عمل سے گزار سکتا تھا۔

ہاں یہ البتہ ہو سکتا تھا کہ جہاز کی لینڈنگ کے سلسلے میں ربی نے مجھ سے جھوٹ بولا ہو۔ ساحل بارہ سے بہت پہلے اسرائیل کی زمین پر قدم رکھ چکی ہو اور اب تک واقعی ربی نے اس پر کوئی رکاوٹی عمل کر ڈالا ہو۔ یہ خیال قرین قیاس تھا کیونکہ پہلے دیوں کا وہ ربی مربی مجھ سے پہلے بھی متعدد غلط بیانیاں کر چکا تھا۔ اس کی بات کا اعتبار کرنا حماقت کے سوا کچھ نہ تھا۔

میں نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے' ساحل کے ماحول میں پہنچنے کی تین چار مرتبہ کوشش کی۔ جب ہر بار ایک ہی جیسا نتیجہ برآمد ہوا تو جھنجلا کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔

اسی لمحے ایک سریلا قہقہہ میری سماعت میں رس گھول گیا۔ اس نسوانی شہد بھری آواز نے مجھے چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ میری اس اضطراری حرکت کو ہیئر آرٹسٹ نے خاص طور پر نوٹ کیا۔ وہ ہاتھ روک کر مجھ سے پوچھنے لگا۔

''اینی پرابلم سر؟''

''نو پرابلم۔'' میں نے برجستہ یہ کہتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

بند آنکھوں کے پیچھے ایک حسین چہرہ روشن ہو گیا۔ پتا نہیں یہ میرے تخیل کی کارفرمائی تھی یا پھر وہ واقعی اپنی کسی شکتی کے تحت میرے تصور میں مجسم ہو گئی تھی۔ میں اس من موہنی صورت کو لاکھوں کروڑوں چہروں کے بیچ ایک نگاہ میں شناخت کر سکتا تھا۔ وہ نیلگری کی نیلگری تھی!

میں نے بہ آہستگی آنکھیں کھول دیں۔ اس کا تصور ہوا ہو گیا۔ میں نے آزمانے کے لیے دوبارہ آنکھیں بند کیں لیکن وہ پھر نظر نہ آئی۔ پتا نہیں وہ میرے تصور کا دھوکا تھا یا ساعت کا فتور! گزشتہ رات بھی میں نے زمین دوز سب وے ٹریک پر ان کا نقرئی قہقہہ ساعت کیا تھا۔ میں اس مخصوص رسیلی کھنک اور سریلی چمک والی آواز کو شناخت کرنے میں دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ پتا نہیں وہ اسراروں کی شہزادی' کو ہساروں کی ملکہ میری زندگی میں کون سا نیا گل کھلانے کا ارادہ رکھتی تھی!

نیلگری نے کراچی میں' مجھ سے مایوس ہونے کے بعد وعدہ کیا تھا کہ وہ اب کبھی بھی میرے پاس نہیں آئے گی بلکہ مجھے سر کے بل چل کر اس کے پاس پربتوں کے تاج تک پہنچنا ہوگا۔ اگر گزشتہ چوبیس گھنٹے کے اندر مجھے اس کی آواز کا دو دفعہ تجربہ ہوا تھا تو پھر میں یہ سوچنے میں حق بجانب تھا کہ نیلگری نے اپنا وعدہ توڑ دیا تھا اور یہ بہت ہی عجیب بات تھی!

اچانک میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا۔ میں تھرڈ آئی کے توسط سے اپنے ہر شناسا کے ماحول میں پہنچ جاتا تھا..... تو کیوں نہ میں نیلگری کو بھی ٹرائی کرتا۔ اگر میں تصور کی

نگاہ کے سامنے اس کے خال وخط اس کا سراپا فوکس کرتا تو اس کے ماحول میں پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہ مجھ سے چھپی نہ رہتی۔ میں جان جاتا کہ وہ کہاں ہے..... اور کیا کر رہی ہے!

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور پری ڈش ٹیلی گری کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ متعدد بار کی کوشش کے بعد بھی جب میں اس کا اور اس کے ماحول کا سراغ پانے میں ناکام رہا تو مایوس ہو کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔

مجھ پر عجیب سی بیزاری اور اکتاہٹ سوار ہو گئی تھی۔ ہمدر آرٹسٹ کا کام ختم ہو گیا تو ہم ''ویڈل ساسون'' سے باہر نکل آئے۔

ہماری اگلی منزل انڈین ریسٹورنٹ ''دعوت'' تھا جہاں ہم تینوں نے ایک شاندار دیسی لنچ تناول کرنا تھا۔ میں اور وسیم تو پاکستانی تھے۔ عرصے سے خالص دیسی کھانے کو ترسے ہوئے لیکن ونگ ہنگ کسی شامل باجے کی طرح ہمارے ساتھ تھا' بلکہ وہ ہمارا میزبان تھا۔

بعض اوقات مہمان اور میزبان کا ایسا کمبی نیشن بھی دیکھنے کو ملتا ہے!

☆☆☆

ایک نئے ہمدر کٹ اور منفرد اسٹائل نے ہمارے چہروں کو بڑی حد تک تبدیل کر دیا تھا۔ میک اپ والا معاملہ بعد کا تھا۔ وہ مرحلہ ہم نے ونگ ہنگ کے گھر جا کر طے کرنا تھا۔ ونگ ہنگ ایک پروفیشنل فوٹو گرافر ہونے کے ساتھ ہی اعلیٰ پائے کا میک اپ آرٹسٹ بھی تھا۔ ہمارے حلیے کا انتخاب اور ڈاکومینٹس کے لیے تصاویر وغیرہ اسی کو بنانا تھیں ''دعوت'' میں دعوت اڑانے کے بعد' پروگرام کے مطابق ہمیں سیدھا ونگ ہنگ کے گھر جانا تھا۔

اب تک کے حالات بتاتے تھے کہ ونگ ہنگ میرے حوالے سے پولیس یا ربی کے ہرکاروں کی نگاہ میں نہیں آیا تھا لہٰذا اس کی اقامت گاہ ہمارے لیے ایک محفوظ ٹھکانا تھی۔ ویسے بھی صرف آج ہی کے دن کی تو بات تھی۔ ونگ بڑے دعوے سے کہہ چکا تھا' آج کا سورج غروب ہونے سے پہلے وہ ہمیں نیویارک سے نکال کر نیو جرسی پہنچا دے گا۔ بالوں کو ایک نئی لک دینے کے بعد وسیم بالکل بدلا بدلا دکھائی دینے لگا تھا۔ انسان کے حلیے میں دو چیزوں کی بہت زیادہ اہمیت ہیں۔ ہمدر اسٹائل اور آنکھیں۔ ان میں معمولی سی تبدیلی بھی انسان کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔ آنکھیں بدلنے والا محاورہ ایسے ہی نہیں بن گیا۔

فلشنگ ایونیو' مین اسٹریٹ کی سب سے مہنگی اور معروف شاہراہ ہے۔ مصروفیت کے باعث یہاں پارکنگ کا بھی اکثر مسئلہ رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ دیا گمیسر نہیں جیسا لاہور اور کراچی میں نظر آتا ہے۔

ہم فلشنگ ایونیو پر واقع ویڈال ساسون سے نکلے تو ونگ ہنگ نے کہا ''گاڑی کو یہیں پارک رہنے دیتے ہیں۔ تھوڑی چہل قدمی بھی کرنا چاہیے۔ ویسے اب تم دونوں لباس اور ہیئر اسٹائل کی تبدیلی کے بعد اتنے بدل گئے ہو کہ مین اسٹریٹ کی سڑکوں پر بے خوف وخطر گھوم پھر سکتے ہو۔''

''مسٹر ونگ! تم تو یہ بات اس طرح کہہ رہے ہو جیسے دعوت نامی وہ ریسٹورنٹ یہاں قریب ہی ہو؟'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بولا ''بہت زیادہ قریب ہے اور نہ ہی دور۔ ہم اس وقت فلشنگ ایونیو پر اسٹریٹ اتھاون اور السٹھ کے درمیان کھڑے ہیں۔ ''دعوت'' بھی ایسٹ اتھاون اسٹریٹ پر ہی ہے مگر سیکنڈ اور تھرڈ ایونیو کے درمیان۔ ہمیں اسٹریٹ اتھاون پر رہتے ہوئے مشرق کی سمت حرکت کرنا ہوگی۔''

''تو بسم اللہ کریں۔'' میں نے وسیم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''سنا ہے حرکت میں بڑی برکت ہوتی ہے!''

یہ جملہ میں نے اُردو میں ادا کیا تھا۔ مسٹر ونگ چونک کر میری طرف جانب دیکھنے لگا۔ میں نے اپنے جملے کا مطلب جب اس پر واضح کیا تو وہ جلدی سے اثبات میں گردن جھٹکنے لگا' پھر گہری سنجیدگی سے بولا۔

''ویل سیڈ مسٹر وجدان! حرکت زندگی اور سکون موت کا نام ہے۔ زندہ انسان کو کبھی سکون میسر نہیں آ سکتا۔ پتا نہیں' پھر بھی وہ سکون کی تلاش اور حصول کی خاطر کیا کیا کرتا پھرتا ہے!''

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ونگ! اس میں انسان کا کوئی قصور نہیں۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ تلاش اور خواہش صرف اسی شے کی جاتی ہے جو مہیا نہ ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں اگر پوری دنیا میں امن وآشتی کا بول بالا ہو جائے' یہ خطہ کائنات یوٹوپیا کا منظر پیش کرنے لگے تو پھر انسان تھوڑے ہی عرصے میں اس ماحول سے اکتا جائے گا۔ اسے بوریت اور جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگے گی۔ وہ کچھ تبدیلی کا خواہاں ہوگا۔ امن وسکون کے ماحول میں تبدیلی کا مطلب ہے بدامنی اور بے سکونی۔ وہ فضا اور ماحول میں تبدیلی لانے کے لیے عجیب عجیب فتنے جگانے میں مصروف ہو جائے گا۔ جن لوگوں کی زندگی میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا' وہ



فتنہ جگانے میں پہلوتہی رکھتے ہیں۔''

''ایگین ویل سیڈ۔'' مسٹر ونگ نے ستائشی نظر سے مجھے دیکھا ''آئی ایگری ود یو۔''

ہم اسی قسم کی ہلکی پھلکی گفتگو کرتے ہوئے ''دعوت'' کے اندر پہنچ گئے۔ ریسٹورنٹ کا اندرونی ماحول بالکل ویسا ہی تھا جیسا ونگ نے سرسری طور پر بیان کیا تھا۔ اور تو اور' انڈو پاک کے ریسٹورنٹس کی طرح ڈائننگ ہال میں ایک ٹی وی بھی موجود تھا۔ نہ صرف موجود تھا بلکہ اس وقت وہ آن بھی تھا۔ ہم اپنے لیے مخصوص میز پر پہنچے اور تھوڑی دیر بعد ہم مینیو میں سے انتخاب کر رہے تھے۔

سبزی کی دو مختلف ڈشز منگوائی گئیں۔ ایک چکن کی کوئی خصوصی ڈش تھی۔ اس ریسٹورنٹ کے سموسے اور سوپ اپنی مثال آپ تھے۔ پیشکش کا انداز اگرچہ روایتی مشرقی نہیں تھا لیکن کھانے کی لذت اور ذائقہ ناقابلِ فراموش تھا۔ میں نے اور وسیم نے سلوپار ریسٹورنٹ میں بس گزارہ نا شتا کیا تھا' لہٰذا لنچ خوب ڈٹ کر کیا گیا۔ سرد موسم میں ویسے بھی بھوک زیادہ لگتی ہے۔ وہ جنوری کا اختتام تھا۔ دوپہر کا وقت تھا مگر مین ہیٹن میں ابھی تک سورج کی شکل دکھائی نہیں دی تھی حالانکہ یہاں کے اسکائی اسکریپرز (فلک بوس عمارتیں) تو سورج کو چھونے کی دعوے دار نظر آتی ہیں۔ بس وہی بات کہ جو جتنا زیادہ با اختیار نظر آتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ مجبور اور بے بس بھی ہوتا ہے!

لنچ اپنے عروج پر تھا کہ ٹی وی پر بریکنگ نیوز چلنے لگی۔ ہم تینوں بہ یک وقت چونک کر ٹی وی کی جانب دیکھنے لگے کیونکہ وہ نیوز ہمارے ہی متعلق تھی۔ نیویارک کی عوام کو پولیس کے نئے کارنامے سے آگاہ کیا جا رہا تھا۔ نیوز کاسٹر بڑے جوش وخروش سے بتا رہی تھی کہ نیویارک پولیس کو پچھلے دو دن سے جس پاکستانی دہشت گرد کی تلاش تھی' اس کا ٹھکانا ڈھونڈ لیا گیا ہے مگر امریکا دشمن وجدان نامی وہ دہشت گرد پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب ہو گیا۔ وجدان کے لیکسی ڈرائیور ساتھی کا نام وسیم معلوم ہوا ہے۔ وجدان کی طرح وہ بھی پاکستانی ہے۔ وجدان' وسیم کے اپارٹمنٹ میں چھپا ہوا تھا۔ شوگر ہل ہارلم میں واقع مذکورہ اپارٹمنٹ پر پولیس کی بھاری جمعیت نے چھاپا مارا لیکن مطلوبہ وسیم اور وجدان اپارٹمنٹ پر نہیں ملے۔ پولیس کا خیال ہے کہ وہ انہیں دیکھنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے لہٰذا پولیس کی آنکھ بچا کر اِدھر اُدھر ہو گئے ہیں۔ بہرحال پولیس نے اپارٹمنٹ پر کڑی نگرانی مقرر کر دی ہے۔ پولیس پورے نیویارک میں بڑی سرگرمی سے انہیں تلاش کر رہی ہے۔ نیویارک' خصوصاً مین ہیٹن کے تمام ہوٹلز' ریسٹورنٹس' گیسٹ ہاؤسز' بارز' شاپنگ مالز اور ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کے مالکان سے خصوصی درخواست کی گئی کہ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور مجرموں کی گرفتاری کے سلسلے میں پولیس سے بھرپور تعاون کا مظاہرہ کریں۔

آخر میں میرے اور وسیم کے نوٹو گراف کے فریم بھی دکھائے گئے۔ وسیم کی تصویر پتا نہیں کیسے پولیس والوں کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ ٹی وی اسکرین پر کل تین فریم دکھائے جا رہے تھے۔ ایک فریم میں وسیم کی تصویر تھی' دوسرے میں وجدان کی یعنی میری اصلی صورت اور تیسرے میں ڈسلوا کی تصویر تھی۔ این وائے پی ڈی کی کارکردگی واقعی قابلِ داد تھی۔ اس بریکنگ نیوز کی پنچ لائن بڑی سنسنی خیز تھی جس میں بتایا گیا کہ ڈسلوا کی آئی ڈی کا استعمال کرنے والا یہ پاکستانی دہشت گرد وجدان نہایت ہی خطرناک انٹرنیشنل کرمنل ہے امریکا


مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے چشم افروز واقعات ضیا بیتیہ قلم کے تحریر سے
قیمت -/225 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

عظمت کے مینار
ضیا تسنیم بگوی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت -/225 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

-/500 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
یہ عنایت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہوگی

کتاب سرائے پبلی کیشنز
24 اردو بازار کراچی 74200
kitabiati970@yahoo.com

میں قدم رکھنے سے پہلے یہ دنیا کے بہت سے ممالک میں بڑی افراتفری پھیلا چکا ہے لہٰذا اس شخص کی گرفتاری کے لیے عوام پوری طرح پولیس سے تعاون کرے۔

وہ تو شکر تھا' ہم تبدیل شدہ حلیوں میں تھے ورنہ کوئی بھی من چلا نیو یارکر ہم پر ہاتھ ڈال دیتا۔ وسیم نے سرگوشیانہ انداز میں کہا ''صورتِ حال بڑی خوفناک ہوتی جارہی ہے۔''

''کیا تم کسی قسم کا ڈر محسوس کررہے ہو؟'' میں نے استفسار کیا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''بات ڈر اور خوف کی نہیں ہے۔''

''پھر کیا بات ہے؟'' میں الجھ کر رہ گیا۔

مسٹر ہنگ بھی پوری طرح ہماری جانب متوجہ تھا۔ ہمارے درمیان وہ گفتگو انگلش میں ہورہی تھی۔ وسیم میرے استفسار کے جواب میں تامل کرتے ہوئے بولا۔

''یار! میں اپنے گھر والوں کی وجہ سے پریشان ہوں۔''

''کیوں' انہیں وہاں بیٹھے بٹھائے کیا ہوگیا؟''

''وہ جانتے ہیں میں شوگر ہل میں رہتا ہوں اور یہاں پر ٹیکسی چلاتا ہوں۔'' وہ تشویش بھرے لہجے میں بولا ''اگر یہ خبریں ان تک پہنچ گئیں تو وہ کیا سوچیں گے۔ میں تو پوری دنیا میں ایک خطرناک مجرم کے بطور مشہور ہوگیا ہوں۔''

اس کی تشویش بجا اور فکر برحق تھی۔ میں جس راہ کا مسافر تھا' یہ کام فیملی والوں کے بس کا نہیں۔ وسیم نے میرے ساتھ چلنے کا عزم کرکے جس آتش کدے میں چھلانگ لگائی تھی' وہ اسے اور اس کی فیملی کو جلا کر بھسم کردیتا۔ میں نے اسی لمحے فیصلہ کرلیا کہ اسے پاکستان ہی میں کہیں سیٹ کرنے کی کوشش کروں گا۔ تفصیلات کے بارے میں بعد میں سوچا جاسکتا تھا۔ فی الحال اسے ایک بھرپور تسلی کی ضرورت تھی لہٰذا میں نے یہ کام ضرور کیا۔

''دیکھو وسیم! میں نے آواز نیچی رکھتے ہوئے کہا ''اول تو یہ خبر ایک لوکل چینل سے نشر کی گئی ہے اس لیے فی الفور اس کا پاکستان پہنچنا سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ پاکستان پہنچنے کے بعد بھی یہ خبر تمہاری فیملی تک رسائی حاصل کرسکے۔ تم ایک کام کرو!''

''کیا کام؟'' اس نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا۔

میں نے پوچھا ''گھر والوں سے تمہارا رابطہ کس طرح قائم ہے؟''

ٹیلی فون..... دونوں ڈرائیو سے۔''

اس نے جواب دیا ''ادھر سے خط آتا ہے میں ادھر سے فون کرتا ہوں۔''

''آخری رابطہ ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے؟''

''لگ بھگ ایک ماہ!'' اس نے جواب دیا۔

''دیٹس گڈ۔'' میں نے ایک بے آواز چٹکی بجائی ''تم آج ہی اپنے گھر فون کرو اور انہیں بتاؤ کہ چند روز پہلے تم اپنی رہائش اور روزگار تبدیل کرلیا ہے۔ اب تم نیو جرسی میں کسی فوٹو گرافر کی دکان پر کام کرتے ہو۔ ایڈریس وغیرہ انہیں بعد میں بھی بھیجا جاسکتا ہے۔''

''اور وہ جو عید منانے پاکستان گیا ہوا ہے۔'' وسیم کا اشارہ اپنے اپارٹمنٹ ساتھی نوید کی طرف تھا ''وہ میرے گھر بھی جائے گا۔ اس طرح میرا جھوٹ پکڑا جائے گا۔''

میں سر پکڑ کر رہ گیا۔ مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی تو میں نے وسیم سے کہا ''بہت دور کی سوچنے کی فی الحال ضرورت نہیں۔ اپنے تازہ ترین اور ایمرجنسی حالات پر توجہ مرکوز کردو۔ میں تم سے جو کہہ رہا ہوں' بس اتنا ہی کرو۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ میں تمہارے مسئلے کو پوری طرح حل کرنے کی کوشش کروں گا اور مجھے امید ہے یہ مسئلہ ضرور حل ہوگا۔''

وسیم خاموش ہوگیا اور میں سوچنے لگا کہ وسیم کو پاکستان میں سیٹ کرنے کا میرا فیصلہ انتہائی مناسب تھا۔ اگر پاکستان میں اس کے روزگار کا کوئی مناسب سیٹ اپ بن جاتا تو وہ اپنی فیملی کے قریب ہوسکتا تھا اور اس کے لیے یہی بہتر تھا۔ فوری طور پر میں نے اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کرنا ضروری نہ سمجھا۔ یہ بات اسے آرام ہی سے سمجھائی جاسکتی تھی۔

اس دوران میں مسٹر ہنگ خاموش بیٹھا ہماری سنتا رہا۔ جب ہم خاموش ہوئے تو وہ بول اٹھا ''ایک بات ضرور کہوں گا۔ چاہے آپ لوگوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔''

ہم دونوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''آپ دونوں دو مختلف راہوں کے مسافر ہو!''

وہ صد فی صد درست کہہ رہا تھا۔ وسیم کی تازہ ترین کیفیت کو دیکھتے ہوئے میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا تھا۔ ظاہر ہے جس کی فیملی ہوگی وہ ان لوگوں کے لیے پریشان بھی ہوگا۔ اگر نہیں ہوگا تو پھر وہ انسان نہیں ہوگا۔ انسان اور پریشان لازم و ملزوم ہیں!

''مسٹر ہنگ! اس موضوع پر ہم بعد میں بات کریں گے۔'' میں نے نہایت ہی گمبھیر آواز میں کہا اور ساتھ ہی ہنگ



کو آنکھ کا مخصوص اشارہ بھی کردیا۔

وسیم اس وقت ٹیبل پر رکھے اپنے ہاتھوں کو گھور رہا تھا۔

''اٹس اوکے!'' ہنگ میرا اشارہ سمجھتے ہوئے جلدی سے بولا۔

ہم ''دعوت'' سے اٹھنے ہی والے تھے کہ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا۔ ویسے تو میں جس قسم کے واہیات حالات سے گزر رہا تھا، اس میں خوشگواریت کو زیادہ عمل دخل نہیں رہا تھا۔ پھر بھی دعوت میں جو حالات سامنے آئے وہ سنگینی میں بھی مختلف نوعیت کے تھے۔

اچانک دو باوردی پولیس والے ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے اور ریسیپشن پر کھڑے ہوکر بڑی چوکنا نظروں سے ڈائننگ ہال کا جائزہ لینے لگے۔ ہم میں سے ہر ایک نے پیش آمدہ حالات کی روشنی میں یہی سمجھا کہ وہ وجدان اور وسیم کی تلاش میں وہاں جھانکنے آئے ہیں۔

چور کی داڑھی میں تنکا ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ تنکا اتنا بھاری ہوجاتا ہے کہ کسی کے توجہ دلائے بغیر ہی محسوس ہونے لگتا ہے اور تنکے کا حامل چیخ چیخ کر پوری دنیا کو بتا رہا ہوتا ہے۔ میں چور ہوں..... میں ہوں چور!

پولیس والوں پر نگاہ پڑتے ہی وسیم نروس ہوگیا۔ اس کا ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا۔ اسی پریشانی میں اس سے ایک اضطراری حرکت سرزد ہوگئی۔ اس کا ہاتھ سالن والی ایک ڈش (ڈونگے) سے ٹکرا گیا اور ڈونگا میز کو چھوتے ہوئے فرش پر جا گرا۔

ریسٹورنٹ کا چکنا فرش پھولدار عمدہ پالشڈ ٹائلوں سے سجا تھا۔ ڈونگے اور فرش کے باہمی ٹکراؤ سے ایک مخصوص چھناکے..... دار آواز پیدا ہوئی۔ چینی کا بنا ہوا ڈونگا کنکروں میں تقسیم ہوا اور سارا سالن فرش پر بکھر گیا۔

اس وقت ریسٹورنٹ کا ڈائننگ ہال تقریباً بھرا ہوا تھا مگر اس چھناکے کی آواز نے پولیس والوں کو ہماری جانب متوجہ کردیا۔ یہ ان کی ایک عین فطری پیش قدمی تھی۔ وہ اگر اس ریسٹورنٹ میں کسی کی تلاش میں آئے تھے تو انہیں ادھر ہی کا رخ کرنا چاہیے تھا۔

ویٹر صورتِ حال سے آگاہ ہوا تو ایک ڈائپر سنبھالے فی الفور ہماری میز کی جانب بڑھا لیکن اس سے پہلے پولیس والے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے کسی کی طرف دیکھے اور کسی کو مخاطب کیے بغیر گمبھیر آواز میں سرگوشی کی ''کانفیڈنس!''

میرا یہ یک لفظی مشورہ مسٹر ہنگ اور وسیم تک پہنچا یا نہیں بہرحال' میں نے اپنا فرض پورا کردیا تھا۔ اگر اس موقع پر ہم بھرپور اعتماد کا مظاہرہ کرتے تو صورتِ حالات کو اپنے ہاتھ میں لیا جاسکتا تھا اور میں نے اس مظاہرے میں پہل کی۔

وائپر بردار وردی پوش ویٹر پولیس والوں کی وجہ سے ٹھٹک کر رک گیا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے برہمی سے کہا ''کھڑے کھڑے ہمارا منہ کیا دیکھ رہے ہو کیا یہ سارا کچرا یونہی پھیلا رہی گا؟''

امریکا میں ''کسٹمر'' کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی خوشنودی کا ہر صورت خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک کامیاب کاروبار کا یہی اصول اور معقول کاروباری کی یہی نشانی ہے!

ویٹر ''سوری سر..... سوری سر'' کہتے ہوئے آگے بڑھا۔

پولیس والوں نے اس کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ہماری جانب متوجہ ہوگئے۔ ان کی توجہ کا مرکز میں اور وسیم تھے۔ ہنگ شکل وصورت میں ہم سے الگ تھلگ تھا لہٰذا پولیس والوں کا صرف ہمیں مرکزِ نگاہ بنانا یہی ظاہر کرتا تھا کہ وہ ہماری ہی کھوج میں ہیں۔

''یس آفیسر!'' میں نے ایک پولیس والے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ میرے چہرے کے پیچھے جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا ''شو یور آئی ڈی!''

''آئی ڈی؟'' میں نے خفگی آمیز لہجے میں کہا ''کیا میں اپنی فائلیں اور ڈاکومینٹس ساتھ لیے گھومتا ہوں۔ میرا نام سلطان ہے اور یہ میرا دوست سلمان ہے۔'' میں نے وسیم کی جانب اشارہ کیا پھر ہنگ کی ذات کو پردے کی اوٹ میں چھپاتے ہوئے کہا ''انہوں نے اپنا نام ریمنڈ شو بتایا ہے۔ ابھی ابھی اسی ریسٹورنٹ کے باہر ہماری ملاقات..... بلکہ دوستی ہوئی ہے۔''

''یہ امریکا ہے' یہاں کی پولیس سے جھوٹ بولنا ہو تو ٹھیک ٹھاک تیاری تو کرلینا چاہیے۔'' مجھ سے مخاطب آفیسر نے طنزیہ لہجے میں کہا ''ریسیپشن سے ہمیں پتا چل چکا ہے یہ میز دو گھنٹے پہلے کسی مسٹر ہنگ نے تین افراد کے لیے ریزرو کرائی تھی۔'' وہ ایک لمحے کو رکا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''اپنی آئی ڈی شو کرانے کے لیے فائلوں کے پلندے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنا کوئی بھی لیگل پیپر دکھا سکتے ہو۔ آفس کارڈ' سروس کارڈ' ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ وغیرہ۔''

میں نے کہا ''سوری آفیسر! اس وقت میرے پاس ایسی کوئی آئی ڈی موجود نہیں۔'' میرا لہجہ اگرچہ معذرت خواہانہ تھا

تاہم اس میں اعتماد کی کوئی کمی نہیں تھی ''اور تم جو ریزرویشن کی بات کر رہے ہو وہ غلط نہیں البتہ ریسٹورنٹ والوں نے شاید نام سننے میں غلطی کی ہے۔ ریمنڈ کو انہوں نے ہنگ سمجھ لیا۔''

وہ ریزرویشن کے قصے کو پس پشت ڈالتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے تمہارے پاس اتفاق سے اس وقت کوئی آئی ڈی نہیں مگر ان دو کے پاس تو ہوگی؟''

''اتفاق سے نہیں ہے۔'' ہنگ نے نرمی سے کہا۔

''یہ بڑا خطرناک اتفاق ہے۔'' پولیس آفیسر زہریلے انداز میں مسکرایا ''آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا۔''

میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا ''کہیں آپ لوگ ہمیں وہ خطرناک مجرم تو نہیں سمجھ رہے جنہوں نے پولیس والوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ ہم نے اسی ریسٹورنٹ کے ٹی وی پر ان کے بارے میں ابھی بریکنگ نیوز سنی ہے۔''

''تمہارے تمام سوالات کے جواب ہیڈ کوارٹر چل کر مل جائیں گے۔'' وہ رکھائی سے بولا اور گن نکالی لی۔

صورتِ حال کی سنگینی مسلم تھی۔ ربی نے ہماری سرکوبی کے لیے پولیس کو ہائی لیول پر متحرک کر دیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو نگاہوں ہی نگاہوں میں ''عمل کا پیغام'' دیا اور اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''او کے آفیسر! ہم تمہارے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر چلنے کو تیار ہیں۔''

میری دیکھا دیکھی وہ دونوں بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے تاہم انہوں نے میری پلاننگ کے بارے میں کوئی سوال نہ کیا۔ ایسا سوال حماقت کے زمرے میں آتا۔ میرے ذہن میں اس وقت کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ بہرحال یہ طے تھا کہ ہمیں ان کے ساتھ نہیں جانا۔ اگر ایک مرتبہ ان کی کسٹڈی میں چلے جاتے تو پھر یہ راز کھلنے میں ذرا دیر نہ لگتی کہ سلطان اور سلمان نام بتانے والے درحقیقت وہی مفرور خطرناک مجرم ہیں پولیس کو جن کی تلاش تھی۔ مسٹر ہنگ بے چارہ ہماری وجہ سے مصیبت میں پھنس جاتا۔

یہ تمام تر خیالات سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن سے گزرے۔ میں ان لمحات میں ایک لیڈر کا رول کر رہا تھا۔ مجھے جو بھی عملی قدم اٹھانا تھا اسی ریسٹورنٹ کے ڈائننگ ہال میں اٹھانا تھا لوگوں کی موجودگی میں پولیس والے ہم پر بے دریغ فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہمیں یہاں سے رفو چکر ہونا تھا۔ ویسے ایک بات کا میں نے بہ خوبی اندازہ لگا لیا تھا اور وہ یہ کہ انہیں ہم پر مضبوط شک نہیں تھا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ ہمیں گرفتار پہلے کرتے اور بات بعد میں۔ وہ معمول کی کارروائی کے تحت چیکنگ پر تھے اور وسیم کی اضطراری حرکت نے انہیں ہماری جانب متوجہ کر دیا تھا پھر ہم نے آئی ڈی پیش نہ کر کے ان کے شک کو مہمیز کر دیا۔

انہوں نے ہمیں اپنے درمیان رکھ لیا۔ ایک گن بردار پولیس والا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے وسیم اور ہنگ پھر میں تھا۔ دوسرا پولیس والا میرے عقب میں گن سونتے چل رہا تھا۔ جب ہم ڈائننگ ہال کے عین وسط میں پہنچے تو میں نے کارروائی کا آغاز کر دیا۔

میں بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور پولیس والے کی گن پر ہال کک ماردی۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلی۔ وہ مجھ سے ایسے کسی ردِعمل کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ میں نے اس کے پُرحیرت چہرے پر ایک دھواں دھار پنچ رسید کر دیا۔ وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑایا تو میں نے اچھل کر اس کے سینے پر ایک فرنٹ پش کک جڑ دی۔ وہ میزوں اور کرسیوں کو الٹتے ہوئے دس فٹ دور چلا گیا۔

اس دوران میں وسیم بھی حرکت میں آچکا تھا۔ اسے تو میری جانب سے محض اشارے کی ضرورت تھی۔ میں نے دیکھا وہ پولیس والے کی گردن میں لاک لگائے کھڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر پولیس والے کے پیٹ میں ایک طوفانی گھٹنا رسید کیا تو وہ بلبلا اٹھا۔ اسی لمحے وسیم نے اس کی گردن پر سے گرفت ختم کر دی۔ پولیس والا دھڑام سے پختہ فرش پر جا رہا۔

یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ وہاں جم کر کوئی باقاعدہ مقابلہ کیا جاتا۔ پولیس والوں پر جارحانہ ہاتھ ڈال کر ہم ایک سنگین جرم کے مرتکب ہو چکے تھے۔ ہمیں پہلی فرصت میں وہاں سے غائب ہونا تھا۔ اگر ہم بدقسمتی سے ان کے قابو میں آجاتے تو بڑی مصیبت آجاتی۔ میری تقلید میں وسیم اور ہنگ نے ریسٹورنٹ کے دروازے کی جانب دوڑ لگا دی۔

ریسٹورنٹ میں موجود کسی شخص نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو دونوں پولیس والے اٹھ کر ہمارے تعاقب میں چلے آرہے تھے۔ ہم دروازے سے نکلے لگے تو انہوں نے ہم پر فائر کر دیا تاہم ہم محفوظ رہے اور باہر ایسٹ اٹھاون اسٹریٹ پر نکل آئے۔

''دعوت'' ریسٹورنٹ دو سو دس ایسٹ اٹھاون اسٹریٹ پر سیکنڈ اور تھرڈ ایونیوز کے درمیان واقع تھا۔ اس نکڑ سے میں ایڈریس کے ایک سو پینسٹھ سے دو سو پچاس تک نمبر چلتے تھے۔ ہنگ کی سلیٹی گاڑی ففتھ ایونیو پر پارک تھی۔ اگر ہم وہاں تک دوڑتے ہوئے جاتے تو پولیس والوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔



وہ راستے میں کہیں بھی ہمیں شکار کر لیتے۔ انہیں ڈاج دینا ضروری تھا۔

ہمارے پاس اگر کوئی گن ہوتی تو ہوائی فائر کر کے عارضی طور پر ان کا راستہ روکا جا سکتا تھا۔ ایسی کوئی سہولت ہمیں ''میسر'' نہیں تھی۔ ہم آگے پیچھے بھاگتے ہوئے ایک سو ستر ایسٹ تک چلے آئے چند گز آگے تھرڈ ایونیو شروع ہو جاتا۔ ہماری بہ نسبت پولیس والوں نے کم تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں مابینی فاصلہ بہ تدریج بڑھتا چلا گیا۔

اچانک میں نے اپنی رفتار میں کمی کی اور دائیں ہاتھ پر واقع ایک عمارت میں داخل ہو گیا۔ میری دیکھا دیکھی ہنگ اور وسیم بھی اسی بلڈنگ میں گھس گئے۔ ہم لفٹ کو نظر انداز کر کے بلاتکلف سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئے۔ ہمارے انداز میں ایک خاص قسم کی جلد بازی پائی جاتی تھی!

فرسٹ فلور تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے ہی میں نے دائیں بائیں چلتے ہوئے وسیم اور ہنگ سے کہا ''میری بات توجہ سے سنو اگر پولیس والوں سے چھٹکارا پانا ہے تو تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔''

''ہاں بولو تم کیا کہتے ہو؟'' ہنگ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ گویا وہ مجھے باس تسلیم کر چکا تھا۔

میں نے کہا ''ہمیں پہلی فرصت میں بکھر جانا چاہیے۔ اگر ایک ساتھ رہے تو فوراً پولیس والوں کی نظر میں آجائیں گے۔ ہمیں انفرادی طور پر گاڑی تک پہنچنا ہے۔ بتاؤ تمہاری سلیٹی گاڑی کی درست لوکیشن کیا ہے؟''

ہنگ نے میرے سامنے ففتھ ایونیو پر گاڑی کھڑی کی تھی لیکن میں ایڈریس کے حوالے سے وہ سوال پوچھ رہا تھا تاکہ کیب پکڑ کر وہاں پہنچ سکو۔ وسیم اور ہنگ کے لیے وہ ایونیوز اور اسٹریٹس کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ من ہیٹن کی ایک ایک گلی سے آگاہی رکھتے تھے۔

اس دوران میں ہمارے قدم مسلسل اوپر کو اٹھ رہے تھے۔ سیڑھیوں والا راستہ لفٹ کی بہ نسبت زیادہ محفوظ تھا اسی لیے میں نے یہ راہ اختیار کی تھی۔ جب ہم نے فرسٹ سے سیکنڈ فلور کی سمت بڑھنا شروع کیا تو وسیم نے کہا۔

''کیوں نہ ہم ''ویڈال ساسون'' کے سامنے ملیں۔ وہاں سے گاڑی زیادہ دور نہیں۔''

مسٹر ہنگ نے اس کی تجویز کی تردید کی اور کہا ''زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم ''دی پام کورٹ'' میں ملیں ''دی پام کورٹ'' ہوٹل پلازا کی لابی میں واقع ہے۔ ہم کیب یا بس دھیرہ میں بیٹھ کر وہاں پہنچ سکتے ہیں لیکن پہلے ان پولیس والوں سے جان

علم ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے ایک ماہر ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے۔
باتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت 60 روپے ڈاک خرچ 23 روپے
اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں
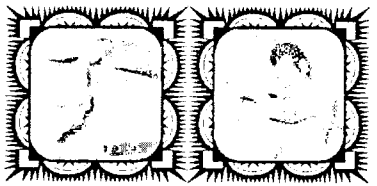

• ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
• جدید طریقے اور مشقیں
• ہپناٹزم کی مشقوں کیلئے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
• بے شمار سوالات کے جواب
• ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں
ارتکاز توجہ کیلئے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کیلئے
حقیقی تصاویر

چھڑانا ہوگی۔"

"سمجھ لو اُن سے تو جان چھوٹ گئی۔" میں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا "دی پام کورٹ والا آئیڈیا ڈن ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔" میں نے ایک لمحے کا توقف کیا پھر اپنے فوری منصوبے سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہم سیکنڈ فلور پر پہنچنے والے ہیں۔ مسٹر ہنگ! تم یہاں ہم سے بچھڑ جاؤ گے۔ ہم دونوں اگلی سیڑھیوں سے تھرڈ فلور کی سمت بڑھیں گے۔ مسٹر ہنگ! تم سیکنڈ فلور پر جتنا چاہو وقت گزار لو۔ اس کے بعد ہاتھ پاؤں بچا کر عمارت سے نکلنا اور سیدھے پلازا ہوٹل کی لابی میں پہنچ جانا۔ او کے؟"

"پیسو لو ٹیلی او کے۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا "میرا خیال ہے میں لوگوں کے ہجوم میں شامل ہو کر لفٹ کے راستے نکل جاؤں گا۔ یہ ترکیب زیادہ موثر رہے گی۔"

"تم بالکل درست اور محفوظ خطوط پر سوچ رہے ہو۔" میں نے تائیدی انداز میں کہا "پولیس والوں کو تین بھگوڑوں کی تلاش ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم یوں بکھر کر لوگوں کے ہجوم میں انہیں جل دے جائیں گے۔ میں اور دیسم بھی یہی طریقہ آزمائیں گے لیکن علیحدہ علیحدہ۔ اس مقصد کے لیے دیسم تھرڈ فلور کو اور میں فورتھ فلور کو استعمال کروں گا۔ ہماری کارروائی میں پانچ پانچ منٹ کا وقفہ ہوگا تاکہ کہیں پھر کسی ایک لفٹ میں ہم تینوں یک جا نہ جائیں۔ پانچ منٹ میں یہ ایگزیکٹو لفٹس اوپر سے نیچے عمارت کے کئی چکر لگا لیتی ہیں۔ ٹھیک ہے مسٹر ہنگ! سیکنڈ فلور آ گیا۔ اب تم ہم سے جدا ہو رہے ہو۔ ہم نہیں جانتے تم کون ہو۔ بائے۔"

اپنی بات ختم کرتے ہی میں دیسم کے ساتھ تھرڈ فلور کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس کی حیرت بھری سرگوشی میری سماعت تک پہنچی۔

"وجدان! تم انسان ہو یا مشین! سنگین ترین صورتِ حالات میں تمہارا دماغ زیادہ تیزی سے کام کرنے لگتا ہے۔ تم مجھے اس وقت ایک ایسا کمانڈر نظر آ رہے ہو جو سیکڑوں سپاہیوں کے دستے کو عین مقامِ جنگ پر کاری ہدایات دے رہا ہو!"

"اور تم....." میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا "ہنگامی حالات میں سالن سے بھرے ڈونگے گراتے رہتے ہو۔ انسان کو اتنا بھی کمزور اعصاب نہیں ہونا چاہیے۔"

"آئی ایم سوری وجدان!" وہ ندامت بھرے لہجے میں بولا "وہ میری ایک غیر ارادی حرکت تھی۔ پتا نہیں کیسے اس ڈونگے سے میرا ہاتھ لگ گیا۔ میں ذہنی طور پر بری طرح الجھا ہوا تھا۔"

"ندامت اور معذرت کا موقع محل تو دیکھ لیا کرو یار۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "تھرڈ فلور آ گیا ہے۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ اعصاب کو قابو میں رکھو۔ اگر اب کوئی غیر ارادی اضطراری غلطی سرزد ہو گئی تو تمہیں چھڑانے کے لیے مجھے پولیس ہیڈ کوارٹر پر دھاوا بولنا پڑے گا۔"

اس نے تشکرانہ جذبات سے بھیگی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور بولا "تم ایک عظیم انسان ہو۔"

"میری تعریفوں میں وقت ضائع کر کے تم پھر وہی غلطی کرنے جا رہے ہو جو پولیس کے ہاتھ تمہاری گردن تک پہنچا دے گی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا "گو آن۔"

"پھر میں پیچھے پلٹے بغیر فورتھ فلور کی جانب جانے والے زینے طے کرنے لگا۔

☆☆☆

ہوٹل پلازا کی شاندار عمارت فضیھ ایونیو اور ویسٹ انسٹھ اسٹریٹ کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کے نزدیک ہی گرینڈ آرمی پلازا پرستادہ ہے۔ ٹھیک تین بجے میں ہوٹل پلازا کی لابی میں داخل ہوا۔ دی پام کورٹ میں موجود تھا۔ ہوٹل پلازا ایک مہنگا ہوٹل ہے لہٰذا دی پام کورٹ بھی عیاشی کے لیے نہیں بنایا گیا۔ اس ریسٹورنٹ میں اگر آپ سہ پہر کی چائے پی کر اچھا وقت گزارنا چاہتے ہیں تو جیب میں کم از کم سات سو ڈالر ضرور ہونا چاہئیں کیونکہ ایک پیالی چائے پچاس ڈالر تک میں پڑتی ہے۔

ہم تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہاں پہنچے تھے اور یہ پہنچنا بہ خیر و عافیت تھی۔ پولیس والے پتا نہیں اس وقت ہمیں کہاں کہاں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میری حکمتِ عملی انتہائی کامیاب رہی تھی۔ بہرحال اس سے حالات کی سنگینی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ہماری تلاش میں شدت ہی آنا تھی۔

"دی پام کورٹ" میں چائے کے بہانے دو تین گھنٹے آرام سے گزارے جا سکتے تھے۔ وہاں کا ماحول بہت ہی پُرسکون اور حسین تھا۔ لگتا تھا جیسے مین ہیٹن کی ساری خوب صورتی وہیں سمٹ گئی ہو۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ وہاں موجود تھی۔

چائے سرو کر دی گئی تو میں نے ونگ ہنگ سے کہا "مسٹر ہنگ! میں اور دیسم تو بدلے ہوئے حلیوں میں ہیں مگر آپ کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوا۔ خاص طور پر یہ بات پولیس کے ریکارڈ پر آ گئی ہے کہ تین افراد کے لیے آپ نے میز بک کرائی تھی۔"

"اس میں خرابی والی کون سی بات ہے؟" ہنگ نے مضبوط لہجے میں پوچھا۔

میں نے کہا "اگر اس ریسٹورنٹ کی مالک مدھر جعفری کے سامنے تمہارا نام آیا اور میز بک کرنے والے نے مدھر کو یہ بھی بتایا کہ تم نے بکنگ سے پہلے اپنا نام اور چائنا ٹاؤن کا حوالہ بھی دیا تھا تو جعفری فوراً پہچان جائے گی کہ تم کون سے ہنگ ہو۔ پھر پولیس والے نیچے جھاڑ کر تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"تمہارا یہ خیال کس بنیاد پر ہے؟"

"دیکھو وجدان!" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا "اول تو یہ کہ دعوت کا اسٹاف مجھے پہچانتا نہیں۔ میں یہاں بہت کم آیا ہوں۔ ریزرویشن کے وقت میں نے فون پر اپنا نام بتانے کے بعد کہا تھا کہ مدھر جعفری میرے پاس چائنا ٹاؤن آتی رہتی ہے۔ یہ تو اچھا ہی ہوا کہ مدھر سے ملاقات نہیں ہو سکی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے تحمل سے اس کی بات سنی اور کہا "یہ تو "اول" ہوا۔ "دوم" کیا ہے؟"

"دوم اول سے زیادہ سادہ اور پُرکار ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ معنی خیز انداز میں خاموش ہو گیا۔ میں اور دیسم منتظر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ مسٹر ہنگ ٹھہری ہوئی طبیعت اور مضبوط اعصاب کا مالک تھا "دعوت" میں ہمیں جو صورتِ حال پیش آئی اس میں وہ ایک لمحے کے لیے بھی گھبرایا نہیں تھا۔

چند لمحات کی پُراسرار خاموشی کے بعد وہ گویا ہوا "دراصل اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ واقعی میں نے فون کر کے تین افراد کے لنچ کے لیے میز بک کرائی تھی۔ میرا نام استعمال کر کے کوئی اور شخص بھی تو یہ حرکت کر سکتا ہے!"

"تمہاری بات میں وزن ہے لیکن اس آئیڈیے میں ایک بہت بڑی خامی بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیسی خامی؟" وہ سنجیدگی سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے کہا "تم نے ریزرویشن والی کال اپنے موبائل فون سے کی ہے۔ ہوٹل والے فون سیٹ پر تمہارا نمبر آیا ہوگا۔ اس طرح یہ ٹریس کیا جا سکتا ہے کہ اس نمبر والی سیلولر لائن کس شخص کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔ اس راہ کو پکڑ کر پولیس بہ آسانی تم تک رسائی حاصل کر لے گی۔"

"دور کی کوڑی لائے ہو۔" وہ ستائشی انداز میں بولا۔ "لیکن یہاں میں شیوی والا آئیڈیا استعمال کر سکتا ہوں۔"

میں نے چونک کر ہنگ کی طرف دیکھا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا "یعنی گمشدگی والا آئیڈیا؟"

"ایگزیکٹلی۔" وہ قدرے بلند آواز میں بولا۔

مسٹر ونگ ہنگ کی دی ہوئی گاڑی شیورلٹ عرف شیوی ایک موقع پر ربی کے آدمیوں کے ہاتھ چڑھ گئی تھی۔ اس گاڑی میں راکیل بھی موجود تھی۔ وہ گاڑی کو وہیں چھوڑ کر راکیل کو اپنے ساتھ لے گئے تھے پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ گئی۔ اس موقع پر میری ہدایت کے مطابق ونگ ہنگ نے گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کروا دی تھی۔

راکیل کی یاد نے میرے دل کو افسردہ کر دیا۔ وہ عجیب و غریب لڑکی الاسکا سے نیویارک تک میرے ساتھ آئی تھی۔ اس دوران میں ہمیں نارتھ پینک اوشین کے ایک مختصر سے جزیرے "زونارا آئی لینڈ" پر بھی کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا تھا۔ ہمارا طیارہ اغوا ہونے کے بعد مذکورہ جزیرے پر پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے راکیل کے ساتھ بہت ہی یادگار اور ناقابلِ فراموش لمحات گزارے تھے۔ اس کے کئی ایک احسانات میرے اوپر تھے۔ ربی موشے ہائمن کے ماؤنٹ مکنلے والے خفیہ ٹھکانے سے مجھے رہائی دلانے کا سہرا بھی راکیل ہی کے سر تھا۔ وہ ربی کے سیٹ اَپ کے اندر رہتے ہوئے بدھ ازم کے لیے کام کر رہی تھی۔ اس بغاوت اور غداری (یہودی کی نظر میں) کی سزا کے طور پر ربی کے حکم پر اسے بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ دراصل اس نے اپنے کاز کے لیے جان دی تھی۔

یہ تو محبت اور جنگ کا اصول ہے۔ ایک ملک کا ہیرو دوسرے ملک کے لیے دہشت گرد کی حیثیت رکھتا ہے! سچی سے سچی محبت کرنے والے بھی معاشرے کی نظر میں ایک سنگین جرم کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ یہ عمومی رویے کی بات ہے۔

مجھے خاموش دیکھ کر اس نے مزید کہا "میں موبائل کمپنی والوں سے رابطہ کر کے اپنی لائن بند کروا دوں گا۔ میں کہہ سکتا ہوں، میرا سیل کہیں کھو گیا ہے یہ عام سی بات ہے، کوئی اس پر زیادہ دھیان نہیں دے گا۔ میں یہاں کا ایک معتبر شہری ہوں۔ میری بات پر یقین کیا جائے گا۔"

"تم جس بات کو معمولی کہہ رہے ہو، وہ میری نظر میں بہت اہم ہے۔" میں نے پُرتشویش لہجے میں کہا "ہم جس قسم کے حالات سے گزر رہے ہیں، ان میں معمولی بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شیوی اور سیل کی چوری یا گمشدگی میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی "پارٹی" کے ہاتھوں استعمال ہوئے..... یعنی امریکا دشمن پاکستانی دہشت گرد

وجدان!'' میں ایک لمحے کے لیے متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''دعوت میں تو تم بہ نفسِ نفیس موجود تھے اور دو ایسے افراد کے ساتھ تھے جو پولیس کی نظر میں انتہائی مشکوک ٹھہر چکے ہیں۔ مسٹر ہنگ تمہاری جان آسانی سے چھوٹنے والی نہیں۔''

وہ ایک لمحے سوچنے کے بعد بولا ''اگر کوئی میرا سیل استعمال کرسکتا ہے تو وہ میرے میک اَپ میں ''دعوت'' میں بھی جاسکتا ہے۔ یہ ناممکن تو نہیں؟''

اس کی بات خاصی وزن والی تھی۔

میں نے تائید کرتے ہوئے کہا ''ہاں یہ ناممکن تو نہیں مگر اس صورت میں تمہارا ایک دشمن جنم لیتا ہے جو تمہاری صورت بنا کر ''دعوت'' پہنچتا ہے اور ''مجرموں'' کے لیے وہ تمہارے ہی موبائل فون سے میسیز ریزرو کراتا ہے۔''

''میرا کوئی دشمن جنم لیتا ہے یا مرجاتا ہے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے وجدان!'' وہ ٹھہری ہوئی آواز میں بولا ''جہاں انسان کے دس دوست ہوتے ہیں وہاں ایک آدھ دشمن بھی ہوسکتا ہے۔ میرے لیے یہ شخص ایک ''اجنبی مجرم'' ہوگا۔''

''بہرحال۔'' میں نے گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے کہا ''تمہیں بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لپیٹے میں آکر کہیں تم بھی رگڑے نہ جانا۔''

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا ''مجھے اس کھیل کے انجام کی پروا نہیں۔ ویسے میں نے احتیاط کے سلسلے میں انتظام کردیا ہے۔ آج کا دن تو میں مین ہیٹن بلکہ نیویارک ہی میں نہیں ہوں۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

وہ بتانے لگا ''کل اور آج کے اخبارات کی خبریں پڑھ کر اور صبح تمہارا فون سننے کے بعد میں نے تمہارے بارے میں ایک اہم فیصلہ کیا تھا۔ تمہارے کاغذات وغیرہ کے بارے میں' میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔ میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنے ملازم سے کہہ دیا تھا کہ آج کا دن میں چائنا ٹاؤن سے باہر بہت مصروف گزاروں گا اور عین ممکن ہے' میں نیوجرسی کا بھی پھیرا لگالوں۔ امکانی بات میں نے دانستہ کہی تھی تاکہ حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے اس میں ضروری تبدیلی کی جاسکے۔ ویسے میں نے سوچا تھا' آج تمہیں نیوجرسی پہنچا ہی دوں گا۔ اس سلسلے میں' میں نے وہاں تم لوگوں کی رہائش کا بندوبست بھی کردیا تھا۔''

''مسٹر ہنگ!'' میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''تمہاری گفتگو میں ''تھا' تھا۔'' کی تکرار سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم نے یہ ارادہ ترک کردیا ہو؟''

''ترک تو نہیں کیا لیکن موجودہ صورتِ حال کا تقاضا یہ ہے کہ اس سلسلے میں پہلے تمہاری رائے جان لوں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''تمہاری طرف آتے ہوئے میں نے ایجنٹ سے سرسری سی بات کی تھی۔ فائنل میں کل کروں گا۔ اب تم مجھے بتادو' ایک آدمی کا کام کرنا ہے یا دونوں کا؟''

میں ہنگ کے تذبذب کو سمجھ گیا۔ دیسم نے جس قسم کے رویے کا مظاہرہ کیا تھا اور اس کی فیملی کے حوالے سے جو باتیں سامنے آئی تھیں، ان کے پیشِ نظر وہ ہچکچاہٹ میں پڑ گیا تھا لیکن میرا ذہن دیسم کے معاملے کو بہت دور تک دیکھ چکا تھا۔ میں نے یقینی لہجے میں کہا۔

''مسٹر ہنگ! کام تو دونوں ہی کا ہوگا۔ میں اپنا نام راجر منتخب کرچکا ہوں۔ کاغذات کے مطابق میں امریکی یہودی ہوں گا جب کہ دیسم کی ڈاکومینٹیشن ''سلمان'' کے نام سے ہوگی۔ ایک ایسا پاکستانی جو طویل عرصہ امریکا میں رہنے کے بعد مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر امریکی شہریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ہمارا ایڈریس اور کام کی نوعیت تم اپنی مرضی سے رکھ سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے' یہی فائنل طے ہوگیا۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا ''میں کل ایجنٹ سے مل کر کام کے ڈن ہونے کا بتادیتا ہوں۔ وہ بہت چلتا پرزہ قسم کا بندہ ہے۔ مجھے امید ہے' دو دن میں تم لوگوں کے تمام ضروری کاغذات تیار ہوکر مجھ تک پہنچ جائیں گے۔''

''ایسا ہوجائے تو یہ بہت بڑی بات ہوگی۔'' میں نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''میرے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر جائے گا۔ ہم امریکا کے اندر اور امریکا سے باہر بہ آسانی موو کرسکیں گے۔ میں تو پہلی فرصت میں اسرائیل جانا چاہوں گا۔''

''تمہارے ارادے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تم اکیلے ہی اسرائیل جانے کا فیصلہ کرچکے ہو؟'' ہنگ نے ٹٹولنے والے انداز میں کہا۔

میں نے کن انکھیوں سے دیسم کو دیکھا اور سرسری انداز میں کہا ''یہ کوئی حتمی بات نہیں۔ میں نے تو ایسے ہی ایک بات کی ہے۔ اصل فیصلہ تو کاغذات بن جانے کے بعد ہوگا۔'' پھر میں نے اس سے پوچھ لیا ''تمہیں ان کاغذات کی تیاری کے سلسلے میں کیا کیا چاہیے ہوگا؟''

''تم لوگوں کے فوٹو گرافس ہنگر پرنٹس اور مخصوص



مقامات پر تمہارے دستخط۔'' اس نے جواب دیا ''نیوجرسی روانہ ہونے سے پہلے یہ کام نمٹانا ہوگا۔ میں فوٹو گرافی کا تمام ضروری سامان ساتھ لے آیا ہوں' میک اپ کے لوازمات ''سینچری ٹوئنٹی ون'' سے خرید لیے ہیں۔ بس اب ایک محفوظ ٹھکانے پر بیٹھ کر تمہارا وہ میک اپ کرنا ہوگا جس شناخت کے مطابق تمہارے کاغذات تیار کروائے جائیں گے۔ میٹر اسٹائل کا مرحلہ طے ہوچکا۔ میک اپ کرتے ہوئے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھوں گا کہ تمہارے چہروں کی معمولی ٹچنگ سے کام چلایا جائے تاکہ دس پندرہ منٹ میں تم خود بھی بہ وقتِ ضرورت یہ کام کرسکو۔ میک اَپ کے بعد میں تمہارے فوٹو گرافس بناؤں گا اور وہیں پر مذکورہ ایجنٹ کو بھی بلواؤں گا۔ وہ اپنی کارروائی مکمل کرنے کے بعد چلا جائے گا۔''

اس کی بات ختم ہوئی تو میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''مسٹر ہنگ! میں محسوس کررہا ہوں' نیوجرسی روانہ ہونے سے پہلے تم ہمیں جس محفوظ ٹھکانے پر لے جانے والے ہو' وہ چائنا ٹاؤن میں تو نہیں!''

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔'' وہ تائید میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''ہم یہاں سے اٹھنے کے بعد سیدھے ''ٹرائی بیکا'' جائیں گے۔ ٹرائی بیکا (TRIBECA) چائنا ٹاؤن سے زیادہ دور نہیں۔ بس مشرق اور مغرب کی سمت کا فرق ہے۔ مین ہیٹن کے دونوں علاقوں کو کینال اسٹریٹ آپس میں ملاتی ہے۔ ٹرائی بیکا میں میرا ایک محفوظ ٹھکانا ہے جہاں رازداری کے ساتھ ہم اپنا کام نمٹا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہم ''ہالینڈ ٹنل'' کے ذریعے دریائے ہڈسن کو کراس کریں گے اور یو۔ ایس انٹراسٹیٹ سیونٹی ایٹ پکڑ کر سیدھے نیوجرسی کے علاقے ''جرسی سٹی'' پہنچ جائیں گے۔ میں نے اپنے جس فوٹو اسٹوڈیو کا ذکر کیا ہے' وہ جرسی سٹی ہی میں واقع ہے۔ ہالینڈ ٹنل کے ذریعے سفر تمہارے لیے عجیب تجربہ ہوگا۔''

اس کے بعد ونگ ہنگ ہمیں مین ہیٹن برج اور ٹنل کے بارے میں بتانے لگا جو مین ہیٹن کو گرد ونواح کے علاقوں سے ملاتے تھے۔ دیسم اس ساری گفتگو کے دوران میں خاموش بیٹھا ہمیں سن رہا تھا۔ ہم خاموش ہوئے تو وہ تشویش بھرے انداز میں بولا۔

''میں اپنے اپارٹمنٹ سے نکلتے وقت صرف بٹوا ہی لاسکا ہوں۔ میرا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات ادھر ہی رہ گئے ہیں۔ اس سے کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوجائے گی؟''

''اول تو کسی گڑبڑ کے امکانات نہیں ہیں۔'' میں نے تسلی آمیز انداز میں کہا ''تم ایک دو دن میں دیسم سے سلمان بننے والے ہو۔ دیسم والا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات تمہارے لیے بیکار ہیں۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ پولیس تمہاری تلاش میں امریکا سے پاکستان تک کا سفر کرے اور خواہ مخواہ تمہاری فیملی کو پریشان کرتی پھرے۔ ویسے انہیں صرف وجدان کی تلاش ہے۔ تم مجھے پناہ دینے کے گناہگار ہو۔ وہ تمہاری خاطر اتنا کشٹ نہیں اٹھائیں گے۔ اس قسم کے منصوبہ جاتی پروگرام وہ ایمبل کا سی جیسے اہم افراد کے لیے چلاتے ہیں۔''

میری اس تسلی سے وہ قدرے مطمئن دکھائی دینے لگا۔

ونگ ہنگ نے اس سے پوچھا ''کیب تمہاری اپنی تھی یا کرایے کی؟''

''اپنی کہاں بھئی۔'' دیسم نے سرسری انداز میں کہا ''کرایے کی تھی۔ میرے دوست لوید نے اپنی گارنٹی پر مجھے دلائی تھی۔ اب وہ واپس آئے گا تو اس بیچارے کے لیے بھی الجھے خاصے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

میں نے کہا ''کچھ نہیں ہوگا۔ تم اندیشۂ دور دراز سے اپنے ذہن کو مت پریشان کرو۔''

ایسی بات نہیں کہ دیسم کوئی بزدل شخص تھا۔ میں اس کی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ بس موجودہ صورتِ حال نے اسے ذہنی طور پر الجھا کر رکھ دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کچھ دن بعد وہ اس کیفیت سے نکل آئے گا۔

ہم لگ بھگ چار بجے ''دم پام کورٹ'' سے نکل آئے۔ باہر ہمارے لیے خطرہ اگرچہ کم ہوگیا تھا مگر بالکل ختم نہیں ہوا تھا۔ اصل مرحلہ ہوٹل سے گاڑی تک پہنچنے کا تھا۔ ایک مرتبہ ہم ٹنٹڈ گلاسز والی سلیٹی گاڑی کے اندر پہنچ جاتے تو پھر فکر والی کوئی بات نہیں تھی۔ ٹنٹڈ گلاسز کی بدولت باہر والے ہمیں گاڑی میں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے جب کہ یہ سہولت ہمیں میسر رہتی۔

ہنگ کی مذکورہ گاڑی ویڈال ساسون کے نزدیک کھڑی تھی جو ہوٹل پلازا سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم یکے بعد دیگرے تھوڑا فاصلہ رکھ کر اسٹریٹ انسٹھ پر چلتے ہوئے فلفھ ایونیو کی طرف چلے آئے پھر ویڈال ساسون کی جانب بڑھ گیا۔ ٹھیک دس منٹ بعد سلیٹی گاڑی فلفھ ایونیو پر شمال سے جنوب کی سمت دوڑ رہی تھی۔

واشنگٹن اسکوائر پہنچنے کے بعد ہم نے سکسھ ایونیو پکڑ لی۔

یہ ایونیو "ایونیو آف امریکا" کہلاتی ہے اور کینال اسٹریٹ کو کراس کرنے کے بعد چرچ اسٹریٹ میں داخل ہو جاتی ہے۔ ہم نے کینال اسٹریٹ پر پہنچ کر AVENUE OF AMERICAS کو چھوڑ دیا اور ٹرائی بیکا میں داخل ہو گئے۔

ٹرائی بیکا کو عموماً (TRI BECA) لکھا جاتا ہے۔ یعنی "ٹرائی اینگل بیلو کینال"۔ یہ مین ہیٹن کا صاف شفاف اور خاصا مہنگا حصہ ہے۔ ونگ کا ٹھکانا واشنگٹن مارکیٹ پارک کے نزدیک تھا۔

ہم اپارٹمنٹ کے اندر پہنچے اور ونگ ہنگ نے ہمارے چہروں پر کام شروع کر دیا۔ اس سے پہلے وہ اس ایجنٹ کو فون کر چکا تھا جو ہماری معاوضے پر ہمارے کاغذات تیار کروانے والا تھا۔ اس "مفید" شخص کا نام جونی تھا۔ جونی نے دس بجے ہمارے پاس پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔

ونگ ہنگ نے میک اپ کا کام ختم کرنے کے بعد ہمارا ایک مختصر سا فوٹو سیشن بھی کر ڈالا۔ کسی بھی اچھے فوٹو گرافر کے لیے آئٹ مائنڈ ہونا بہت ضروری ہے۔ ہنگ ایک مکمل آرٹسٹ تھا۔ اس نے ہمارے حلیوں کی تبدیلی کے لیے میک اپ کی جو ٹیکنیک اپنائی وہ نہایت ہی آسان اور فوری تھی۔ ہم دس پندرہ منٹ صرف کر کے بہ آسانی اس مرحلے سے گزر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں ہنگ نے ہمیں کچھ سود مند ٹپس بھی دیں۔

پانچ بجے تک ہم ضروری کاموں سے فارغ ہو چکے تھے۔ اب صرف جونی کا انتظار تھا۔ وہ اپنا کام نمٹا کر چلا جاتا تو ہم باہر نکلتے۔ اس کے بعد ہمیں ہنگ کے ساتھ نیو جرسی کی طرف جانا تھا۔

لگ بھگ ساڑھے پانچ بجے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ہنگ کے اس اپارٹمنٹ میں ٹیلیفون موجود تھا اور یہیں سے ہنگ نے جونی کو فون کیا تھا۔

ہنگ نے دوسری گھنٹی پر ریسیور اٹھالیا۔ میں یہیں جانتا' دوسری طرف کون تھا تاہم ہنگ کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگالیا کہ کوئی گڑبڑ ہے "ٹھیک ہے..... اور ہوں ہاں۔" کرنے کے بعد ہنگ نے ریسیور کریڈل کر دیا۔

میں نے فوراً پوچھا "ہنگ! کس کا فون تھا؟"

"مسٹر جونی کی کال تھی۔"

"سب خیریت تو ہے نا؟" میں نے تشویش بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

"ہاں' خیریت ہی ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

میں نے کہا "ہنگ! تمہارا چہرہ بتا رہا ہے' کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے!"

"کچھ خاص نہیں۔" اس نے کندھے اچکائے "جونی کو ایک ایمرجنسی پیش آگئی ہے۔ وہ اب کل صبح ہی آئے گا۔"

"کیا امریکا کے "ایجنٹ" بھی اس قسم کی وعدہ خلافیاں کرتے ہیں؟"

"جونی کا پرابلم چینوئن ہے۔" ہنگ نے سنجیدہ لہجے میں کہا "اب تم لوگ کل ہی نیو جرسی روانہ ہو سکو گے۔"

میں نے کسی فوری خیال کے تحت استفسار کیا "یہ مسٹر جونی بھروسے کا بندہ تو ہے نا؟"

"سو فی صد بھروسے کا ہے۔" وہ قطعی لہجے میں بولا "میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کام لے چکا ہوں۔ یہ اپنے کام کا ماہر ہے۔ اس نے آج تک مجھے شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

میں مطمئن ہو گیا "تب تو ٹھیک ہے!"

وسیم نے کہا "ایک اچھی بات یہ ہے کہ ہماری صورت شکل تبدیل ہو چکی ہے۔ اب ہم آزادی اور بے فکری سے باہر گھوم پھر سکتے ہیں۔"

"ضرور..... ضرور۔" ہنگ نے اثبات میں گردن ہلائی "ہم تھوڑی دیر بعد اپارٹمنٹ سے نکلتے ہیں۔ کچھ کھائیں پئیں گے۔ پھر میں تم لوگوں سے رخصت ہو کر چائنا ٹاؤن کی طرف نکل جاؤں گا۔"

"اوہ!" میں نے ایک گہری سانس لی "اس کا مطلب ہے ہم آج کی رات اس اپارٹمنٹ پر تمہارے بغیر گزاریں گے۔"

"ہاں۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا پھر پوچھا "تم کوئی پرابلم محسوس کر رہے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے تو ایسے ہی ایک بات کہہ دی تھی۔"

ہنگ نے کہا "میں یہ گاڑی تمہارے پاس چھوڑ جاؤں گا۔ ٹرائی بیکا سے چائنا ٹاؤن زیادہ دور نہیں۔ میں ٹیکسی پکڑ کر چلا جاؤں گا اور صبح مسٹر جونی کی آمد سے قبل تمہارے پاس ہوں گا۔ اس اپارٹمنٹ میں تم لوگوں کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"اوہ شیور۔" میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔

وہ بولا "جونی صبح نو بجے ہاں پہنچے گا۔ میں ساڑھے آٹھ بجے تک آجاؤں گا۔"

میں نے پوچھا "جونی کو اچانک کیا ایمرجنسی پیش آگئی؟"



"دو روز بعد اس کی بیوی کے ہاں ولادت ہونے والی تھی۔" ہنگ نے بتایا "اس کے کیس میں کوئی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ ابھی سات بجے ہنگامی بنیاد پر اس کا آپریشن کیا جا رہا ہے۔ زچہ اور بچہ کی سلامتی کے لیے ڈاکٹروں کے پینل نے فوری آپریشن کا فیصلہ دیا ہے اور جونی اس فیصلے کو ماننے پر مجبور ہے۔ وہ اس وقت اسپتال میں اپنی بیوی کے پاس ہے۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔" میں نے عام سے لہجے میں کہا۔

ہنگ بولا "ایک رات تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے تمہارے حلیوں کو اس صفائی سے بدلا ہے کہ مین ہیٹن میں اب تمہارے لیے خطرے والی کوئی بات نہیں رہی۔ تم دونوں ریلیکس انداز میں وقت گزار سکتے ہو۔"

وسیم نے کہا "ویسے ایک بات ہے....."

"کون سی بات؟" ہم نے بیک وقت پوچھا۔

ہم نے وسیم کی بات نہیں کاٹی تھی۔ دراصل اس نے ایک مختصر سا جملہ بولنے کے بعد خود ہی وقفہ دے دیا تھا۔ ہم بیک زبان بڑی سرعت سے متفسر ہوئے تو وہ قدرے خجل ہو گیا پھر ٹال کرتے ہوئے بولا۔

"مسٹر جونی کا بچہ بہت اچھا ہے۔"

"کیا تم اتنی دیر سے اس لیے خاموش بیٹھے تھے کہ جونی کے آنے والے بچے کے زائچے پر غور و فکر کر رہے تھے؟" میں نے وسیم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔

"میں نے اس کا زائچہ تو نہیں بنایا مگر یہ کام میں کر سکتا ہوں۔"

"رئیلی!" ہنگ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں "کیا تمہیں ہارواسکوپ (زائچہ) بنانا آتا ہے؟"

وسیم نے اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

میں یہی سمجھا کہ وہ کوئی سنجیدہ مذاق کرنے کے موڈ میں ہے "اگر تم نے آنے والے بچے کے ستاروں پر کمند نہیں ڈالی تو پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ بہت لکی ہے؟" میں نے بے یقینی کے سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے۔" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا "تھوڑی دیر بعد وہ بچہ اس دنیا میں آنکھ کھولنے والا ہے اور مسٹر جونی نے مسٹر ہنگ سے پچاس ہزار ڈالر کی ایک ڈیل کی ہے۔ یہ اس بچے کا نصیب ہی ہوا نا!"

"ویل سیڈ..... ویل سیڈ۔" ہنگ نے بڑی شدت سے اثبات میں گردن ہلائی "مسٹر وسیم! تم نے بڑی گہری بات کی ہے۔" پھر پوچھا "کیا تم واقعی ہارواسکوپ کا علم جانتے ہو؟"

"ہاں میں نے اپنے ایک دوست سے یہ علم سیکھا ہے۔" وسیم نے سنجیدگی سے بتایا۔

"ٹھیک ہے میں کل تمہیں اپنے کوائف نوٹ کروا دوں گا۔" ہنگ نے گہری دلچسپی لیتے ہوئے کہا "تم وہاں نیو جرسی میں بیٹھ کر میرے ہارواسکوپ پر کام کرنا۔"

"مبارک ہو..... مستقبل کے آسٹرولوجسٹ صاحب۔" میں نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "کل سے تم پروفیسر سلمان ہوئے۔"

"شاید تم آسٹرولوجی والی میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو!"

"نہیں یار تم نے کہا اور میں نے یقین کر لیا۔" میں نے کہا "ذرا مسٹر ہنگ کے زائچے سے فارغ ہو جاؤ تو میرے....

زندگی کے سوالوں کا ہر سوال کے حوالے
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب ← تدارک ← علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے
قیمت 30 روپے ڈاک خرچ 23 روپے

ستاروں کی چال بھی دیکھ لینا۔ مجھے بتاؤ ساحل کب ملے گی؟''

آخری جملہ ادا کرتے ہوئے میری آواز بھرا گئی۔ اس جملے سے اس ڈوبنے والے شخص کا کرب جھلکتا تھا جو بیچ سمندر میں ناکام ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے یہ سوچ رہا ہو کہ اس کا ساحل اسے کب ملے گا!

میں اپنی ساحل کے حصول کے لیے دن رات ہاتھ پاؤں کو مصروف رکھے ہوئے تھا مگر میری ہر کوشش آخری مرحلے میں ناکام ہوجاتی تھی۔ میں ساحل کو حاصل کرتے کرتے کھو بیٹھتا تھا۔ تقدیر کی یہ آنکھ مچولی کافی عرصے سے جاری تھی اور میں نہیں جانتا تھا' کب تک جاری رہے گی!

جس طرح ڈوبتا ہوا شخص تنکے کو بھی سہارا سمجھ لیتا ہے بالکل اسی طرح پے در پے ناکامیابی کی وجہ سے وہ جملہ میرے منہ سے نکل گیا تھا کہ ستاروں کی چال کے مطابق میں کب ساحل کو حاصل کرسکوں گا۔

مایوسی ایک بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ منفی سوچ کو جنم دیتی ہے۔ میں زندگی میں کبھی مایوس نہیں ہوا مگر ساحل کی جدائی کبھی کبھی مجھے اس کیفیت میں مبتلا کردیتی تھی۔ درحقیقت یہ مایوسی نہیں بلکہ ایک افسردگی تھی..... افسردگی بھی تھی تو کیوں تھی؟

میں نے جھنجلا کر ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات کو جھٹک دیا تاہم وہ دونوں میری تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ ہوچکے تھے چنانچہ انہوں نے دیگر موضوعات میں الجھا کر میرا دل بہلانے کی کوشش شروع کردی۔ نادان یہ نہیں جانتے تھے' یہ انوکھا لاڈلا آسانی سے ماننے والا نہیں۔ اسے بھلا کون بہلا پایا ہے!

ٹھیک نو بجے ہم ہنگ کی گاڑی میں باہر نکل آئے۔ کھانے کا موڈ ہورہا تھا۔ مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے ہنگ گاڑی کو گرین وچ اسٹریٹ اور فرینکلن اسٹریٹ کے سنگم پر لے آیا' پھر اس نے ''ٹرائی بیکا گرل'' کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس ریسٹورنٹ میں ڈنر ہنگ کا مشورہ تھا۔ ٹرائی بیکا گرل (TRI BECA GRILL) کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے اس نے یہ بھی بتایا کہ مذکورہ ریسٹورنٹ ہالی ووڈ کے سپر اسٹار اور فلم میکر رابرٹ ڈی نیرو کی ملکیت ہے۔

دس بجے ہم ٹرائی بیکا گرل سے باہر نکل آئے۔ پروگرام کے مطابق گاڑی ہمارے پاس رہتی اور ہنگ میلو میڈیٹین پکڑ کر چائنا ٹاؤن کی طرف نکل جاتا۔ یہ دراصل رخصت میں نے یاددہانی کے طور پر اس سے کہا۔

''مسٹر ہنگ! تمہارا موبائل گم ہوچکا ہے۔ اس سلسلے کی کارروائی کو بھولنا نہیں۔''

''مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''اسی لیے میں نے سیل کو مسلسل آف رکھا ہوا ہے۔''

ہنگ ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا تو ہم سلیٹی گاڑی میں واپس اپارٹمنٹ آگئے۔ میں اس وقت اچھی خاصی نیند محسوس کررہا تھا۔ گزشتہ رات کے آخری پہر' بلکہ آج صبح سونے کا بہت کم وقت ملا تھا اور ہنگامی حالات میں ہمیں شوگر ہل والے اپارٹمنٹ سے نکلنا پڑا تھا۔ وسیم کا حال بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ آج کا پورا دن بھاگ دوڑ میں گزرا تھا۔ بدن تھکن سے چور ہورہا تھا لہٰذا ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے نیند پوری کرنا چاہیے۔ مسائل پر سوچنے اور انہیں حل کرنے کے لیے ساری عمر پڑی تھی!

خود کو نیند کی آغوش میں ڈالنے سے پہلے اپنوں کی خیریت معلوم کرنا ضروری تھا اور اپنوں میں سب سے زیادہ اپنا ساحل تھی۔ میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں اور تصور کی نگاہ کو ساحل کی جانب جھانکنے کی زحمت دی مگر اگلے ہی لمحے تصور کا پرندہ پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔ میں اپنی ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

میں نے ہمت نہ ہاری اور کوشش پر کوشش کرتا چلا گیا لیکن پندرہ منٹ کی ناکامی کے بعد میں نے یہ کوشش ترک کردی اور دل ہی دل میں ربی موشے ہائمن کی مکاری کو کھری کھری سنانے لگا۔ اس عیار نے گویا مجھے باندھ کر ڈال دیا تھا۔

ربی کے دعوے کے مطابق' ساحل کو آج دوپہر (نیویارک کے وقت کے مطابق) اسرائیل پہنچنا تھا۔ اگر اس نے اسرائیل کے حوالے سے دروغ گوئی بھی کی تھی تو پھر بھی اب تک ساحل کسی منزل پر پہنچ چکی ہوگی۔ کہاں؟ اس بارے میں' میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں نیلگری کا خیال آگیا۔ ایک طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد پچھلے چوبیس گھنٹے میں' میں نے دوبار اسے محسوس کیا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ میرے تصور کا دھوکا ہو۔ اگر یہ دھوکا بھی تھا تو بڑا ہی خوب صورت دھوکا تھا۔ میں نے اس کے نقرئی قہقہے اور کھنکتی ہوئی ہنسی کو بڑی وضاحت کے ساتھ سماعت کیا تھا۔

نیلگری کا خیال آتے ہی میں نے بیڈروم میں اس کی مخصوص خوشبو کو پایا۔ بے اختیار میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کمرا نیلگری کے وجود سے خالی تھا تاہم اس کی موجودگی کا



احساس' اس کے بدن کی منفرد مہک بیڈروم کے ماحول کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا' نیلگری ذرّوں میں تقسیم ہوکر کمرے کی فضا میں تحلیل ہوچکی ہو۔ وہ ایسی ہی ہستی تھی' ذرے میں بھی آفتاب کو شرمانے کا فن جانتی تھی۔

میرے ذہن میں ایک سنسنی خیز سوال نے سر اٹھایا۔ کیا نیلگری میرے آس پاس کہیں موجود ہے؟ یہ بڑا خطرناک سوال تھا کیونکہ اگر وہ کہیں موجود تھی تو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ میں نے جب بھی اس کے وجود کی مخصوص خوشبو محسوس کی' اگلے ہی لمحے وہ میرے سامنے حاضر ہوتی۔ یہ عجیب ڈھب کی اٹکھیلیاں میری سمجھ سے باہر تھیں۔

میں نے نیلگری کو ٹریس کرنے کے بارے میں سوچا۔ حالانکہ پہلے میری ایسی ہی ایک کوشش سراسر فیل ہوچکی تھی جب میں ہیمر آرٹسٹ کے سامنے ویڈال ساسون میں بیٹھا اپنے بالوں کو کرلی کروا رہا تھا۔

میں نے ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کیں اور تصور کی انگلی پکڑ کر نیلگری کو چھونے کی کوشش کرنے لگا۔ نتیجہ حسبِ سابق برآمد ہوا۔ میری تھرڈ آئی نے نیلگری کا منظر اجاگر کرنے سے انکار کردیا۔

ایسا ہوتا ہے۔ بااختیار شخص بھی بعض معمولی نوعیت کے معاملے میں بے اختیار ہوجاتا ہے۔ انسان کے ساتھ ایسا اتفاق ہوسکتا ہے کہ اس کی جیب نوٹوں سے بھری ہو اور وہ اس قسم کی واہیات مصروفیات میں پھنس جائے کہ اسے دن بھر کھانا کھانے کی فرصت نصیب نہ ہو۔ وہ بھری ہوئی جیب اور خالی پیٹ کے ساتھ پورا دن گزار دے۔

دو مسلسل ناکامیابیوں کے بعد مجھ پر کوفت سوار ہونے لگی۔ اسی کوفت نے نطفی وجدان کی موت کا منظر میری نگاہ میں روشن کردیا۔ وہ بڑی عبرتناک اور بھیانک انجام سے دوچار ہوا تھا۔ میرے ہاتھوں اس کا یہ حشر میری ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اگر وہ فتنہ پرور شیطان زادہ زندہ رہتا تو پتا نہیں کون کون سی آفت ڈھاتا' کیسی کیسی قیامت برپا کرتا اور کن کن فتنوں کو جنم دیتا۔ وہ پہلے ہی زبردست تھا۔ ربی کا ہاتھ لگنے سے میتل ہوگیا تھا۔ وہ کراچی میں میری ایک ساتھی صدف کو دھوکا دینے کی پوری کوشش کرچکا تھا۔ وہ تو میں نے صدف کو بروقت خبردار کردیا ورنہ وہ تو اسے بالکل اصلی وجدان ہی سمجھ رہی تھی۔

صدف کا خیال آیا تو دل بے اختیار اسے دیکھنے کو مچلا۔ صدف کے ساتھ میں نے پاکستان میں بہت اچھا وقت..... گزارا تھا۔ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور، ساڑھے دس گھنٹے کے دقتی تفاوت پر بیٹھی تھی۔ اس وقت نیویارک میں رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے جبکہ پاکستان میں آئندہ روز صبح کے دس بج رہے ہوں گے۔ میں فوری طور پر بہ نفسِ نفیس اس کے پاس پہنچ سکتا تھا لہٰذا تیسری آنکھ کا وسیلہ استعمال کیا اور صدف کے ماحول میں قدم رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔

وہ واہاٹ سنی میں..... ایک روڈ سے گزر رہی تھی اور بہ خیر و عافیت تھی۔ میں نے کراچی میں قیام کے دوران میں تقریباً ساری بڑی چھوٹی سڑکیں دیکھ لی تھیں۔ دس منٹ تک صدف کو واچ کرنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میڈیکل کالج کی جانب جارہی تھی پھر جب وہ اپنے کالج کے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی تو میں نے تصوراتی تعاقب کو توڑ کر واپسی کی راہ اختیار کی۔

صدف زندہ سلامت اور خیریت سے تھی لہٰذا میرے دل کو اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ میں نے سوچا، کل کسی وقت اسے فون کرکے دو باتیں کروں گا۔ افسوس بھی ہوا کہ ابھی تک مجھے اس کا خیال کیوں نہیں آیا تھا!

انسان کی نفسیات بھی عجیب ہے۔ اس کے پاس جو کچھ موجود ہوتا ہے، وہ اس سے بڑھ کر خواہش رکھتا ہے اور خواہشات کا یہ لامتناہی سلسلہ کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ تھرڈ آئی سے استفادہ کرتے ہوئے، میرے دل میں بھی یہ خواہش مچلی تھی کہ کاش! میں جس ماحول کا حصہ بن جاتا ہوں وہاں موجود افراد کی آوازیں بھی سن سکوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ میں نے پنیل گلینڈ اور پچی کے باہمی روابط سے باطنی آنکھ کی روشنی حاصل کی تھی اور اس روشنی میں، میں صرف دیکھ سکتا تھا۔ اگر میں پیچوٹری گلینڈ کو بھی پچی کے تال میل سے متحرک کرنے کی کوشش میں لگ جاتا تو ساؤنڈ والا سیکشن بھی اوپن ہوسکتا تھا مگر محترم سانگ فو نے مجھے ایسی کسی کوشش کے لیے سختی سے منع کردیا تھا..... اور میرے نزدیک مستند تھا، سانگ فو کافر مایا ہوا!

سانگ فو کی یاد آئی تو ڈاکٹر مونگ ریفوشے کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔ ہماری آخری ملاقات واشنگٹن اسٹیٹ کے شہر سینٹل میں ہوئی تھی اور اب اس بات کو بھی چار دن گزر گئے تھے۔ ڈاکٹر مونگ، سانگ فو کی ہدایت پر چار روز پہلے کھٹمنڈو روانہ ہوا تھا۔ اسے بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں ربی کی سرگرمیوں کو روکنا تھا، اس نایاب اور بے بہا خزانے کی حفاظت کرنا تھی جو عبادت گاہ کے تہ خانے میں کئی برسوں سے سو رہا تھا۔ اس راز سے چند افراد ہی آگاہ تھے جن میں ساحل

اور میں شامل تھا۔ ربی ہاتھ دھو کر اور پنجے جھاڑ کر اس انمول خزانے کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ ساحل اور میرا اخوا اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ میں تو اس کی قید سے آزاد ہو گیا تھا تاہم ساحل ہنوز اس کے پنجۂ ستم کی اسیر تھی۔

میں نے ڈاکٹر مونگ کے خدوخال کو تیسری آنکھ کے سامنے ابھارا اور پلک جھپکتے میں اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ ہانپ رہا تھا اور مسلسل دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ اس منظر میں وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کا ہاتھ تھامے کوئی عورت بھی اپنی بساط کے مطابق دوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دور دور تک پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اس سلسلۂ کوہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ کمبنڈو کے مضافات میں پھیلے ہوئے بلند و بالا پہاڑ تھے۔ انہی پہاڑوں میں سے ایک کے دامن میں بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ اپنا وجود رکھتی تھی۔ میں سانس روک کر اس منظر میں جذب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

ڈاکٹر مونگ کی ساتھی عورت اس زاویے سے بھاگ رہی تھی کہ میں ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ پھر مجھے یہ موقع حاصل ہو گیا۔

اس عورت کا پاؤں الٹا اور وہ منہ کے بل پہاڑی زمین کی جانب آ رہی۔ ڈاکٹر مونگ نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا لہٰذا وہ گرنے سے محفوظ رہی۔

اسی لمحے ڈاکٹر مونگ نے پلٹ کر اپنے عقب میں دیکھا اور ایک جھٹکے سے اس عورت کو اپنی گود میں اٹھا لیا، اگلے ہی لمحے وہ اسے کسی ماں کی سی مہارت کے ساتھ پہلو سے چمٹائے دوبارہ دوڑنے لگا۔

اس عورت نے ڈاکٹر کے پہلو میں پہنچتے ہی اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا تھا۔ میری تصوراتی نگاہ اس عورت کے چہرے پر گئی تو میں سناٹے میں آ گیا۔ وہ کوئی اور نہیں، میری ساحل تھی!

میں نے بے اختیار ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ ساحل اور کمبنڈو کے مضافات میں! یہ کیسے ممکن ہے۔ اسے تو اس وقت اسرائیل میں ہونا چاہیے تھا یا پھر وہ جہاں بھی ہوتی، ربی کی کڑی نگرانی میں ہوتی۔

بعض اوقات آنکھوں دیکھی حقیقت پر بھی یقین نہیں آتا۔ میں بھی اس وقت کچھ اسی قسم کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ ان حتمی بذب لمحات میں، میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور ڈاکٹر مونگ کے تصور کے پیچھے لپک گیا۔

منظر میں تھوڑی تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ ساحل کا سر ہنوز ڈاکٹر کے کندھے پر ٹکا تھا اور ڈاکٹر آندھی طوفان کی رفتار سے بھاگ رہا تھا مگر اب ان کے تعاقب میں نصف درجن افراد بھی دوڑ رہے تھے۔ وہ سب کے سب خطرناک ہتھیاروں سے مسلح تھے اور آن واحد میں ڈاکٹر مونگ تک رسائی حاصل کرنے کے متمنی نظر آتے تھے۔

میں نے پہلے جب ڈاکٹر مونگ کو جھانکا تو وہ منظر ایسے متعاقبین کے شر سے پاک تھا۔ پتا نہیں، وہ بدبخت کہاں سے نمودار ہو کر ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔ ڈاکٹر انہی لوگوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے بھاگ رہا تھا اور یہ بات یقینی تھی کہ وہ سب کے سب ڈاکٹر مونگ کے دشمن تھے۔ ساحل اس وقت ڈاکٹر کی تحویل میں تھی لہٰذا وہ یقینی طور پر اس کے بھی کھلے دشمن تھے۔

میں بے بسی اور بے چارگی کی انتہا پر کھڑا اپنا دماغ کھولا رہا تھا۔ نیویارک سے ہزاروں میل دور کمبنڈو کے مضافات میں، میں ان کی کیا مدد کر سکتا تھا! میری ساحل سفاک قاتلوں کے رحم و کرم پر تھی اور میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کیسی ستم ظریفی، کیسا غضب تھا؟

اسی لمحے اس سے بھی بڑا غضب ہو گیا۔

ڈاکٹر مونگ ساحل کو ''سنبھالے'' ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔ متعاقبین چالیس پچاس قدموں کی دوری پر اس کے پیچھے تھے۔ ڈاکٹر جہاں کھڑا تھا، وہ پہاڑی کا آخری کنارہ تھا۔ آگے بڑھنے کا مطلب یہ تھا، پہاڑ سے نیچے اترنا، پھر اس سے پیش تر کہ ڈاکٹر کسی فیصلے پر پہنچ کر کوئی حتمی قدم اٹھاتا، متعاقبین نے اپنی گنوں کے دہانے کھول دیے۔

میں فائرنگ کی آواز سننے سے قاصر تھا۔ گنوں کی مخصوص حرکت نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ میرے ساتھیوں کو گولیوں سے بھوننے کی کوشش کر رہے ہیں..... یا پھر ڈاکٹر مونگ کے ردِعمل نے اس امر کی تصدیق کی کہ ان پر شدید قسم کی فائرنگ کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر مونگ ساحل سمیت ہوا میں اچھلا اور پہاڑی کے نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔ وہ فلائٹ فائٹ کا ماہر تھا مگر فلائٹنگ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وہ پہاڑی ہزاروں فٹ اونچی تھی لہٰذا وہ کسی طاقت ور پرندے کے مانند پرواز کرتے ہوئے زمین تک نہیں جا سکتا تھا۔ اسے لڑھکنا ہی تھا اور وہ ساحل کو ساتھ لیے بے دریغ لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے پہاڑی سے نیچے آ رہا تھا اور..... وہ نصف درجن خون آشام بھیڑیے اپنی گنوں کو ان دونوں کے رخ پر رکھ کر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔



اچانک لڑھکتے ہوئے دو ہیولہ بدن ایک جھٹکے سے رک گئے۔ یہ رکنا بڑا میکانکی تھا۔ ان کے بے حس و حرکت جسم دیکھ کر، میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ خوں چکاں منظر میری تصوراتی نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔ بند آنکھوں کے پیچھے ایک تاریک چادر دور تک پھیلتی چلی گئی۔

میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں۔

اس وقت میرا دماغ کسی تنور کے مانند دہک رہا تھا۔ میں نے بستر چھوڑا اور ایک جھٹکے سے فون کی جانب لپک گیا۔ وہ سب حرکات میں سوچ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک اضطرار میں بے اختیار کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا، میں کیا کرنے والا ہوں۔ میرے دماغ کا کوئی حصہ ان ہنگامی حالات میں آٹو پر نیوٹن ہو گیا تھا۔ اتنی رفتار سے سوچنا میرے بس میں نہیں تھا جتنی تیزی سے میں عمل کر رہا تھا۔

میں نے ریسیور اٹھا کر چائنا ٹاؤن میں ونگ ہنگ کے گھر کا نمبر ملایا۔ تیسری گھنٹی پر دوسری جانب کال ریسیو کر لی گئی۔ مجھے ائرپیس میں مسٹر ہنگ کی ''ہیلو'' سنائی دی۔

''ہاں ہنگ! تمہارے پاس ڈاکٹر مونگ کا کوئی رابطہ نمبر ہے؟'' میں نے چھوٹتے ہی کہا۔

''اس کا سیل نمبر ہے میرے پاس۔'' وہ فکرمندی سے بولا ''کیوں، کیا ہو گیا؟''

''تم فوری طور پر اس کا سیل نمبر دُہراؤ۔ میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔''

''کچھ بتاؤ تو سہی وجدان؟''

''میں نے کہا نا، مونگ کا سیل نمبر دُہراؤ۔'' میرے لہجے میں سنگینی اتر آئی تھی ''فضول باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔''

وہ بحث میں پڑے بغیر مصلحت آمیز لہجے میں بولا ''ٹھہرو، میں فون انڈیکس میں دیکھ کر بتاتا ہوں۔''

ایک منٹ کے لیے ہمارے درمیان خاموشی کی دبیز تہ ابھر آئی۔ یہ ایک منٹ میری زندگی کا طویل ترین منٹ تھا۔ میں نے اس ایک منٹ میں ایک ہزار صدیاں گزاریں اور ان صدیوں کا بیتنے والا ایک ایک لمحہ میرے دل پر ایک تیر برسا گیا۔ میرے روح کو اتنے ہی نشتروں نے گھائل کیا۔ میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے عذاب ناک لمحات سے دوچار تھا۔

ہنگ کی مخصوص آواز ائرپیس میں ابھری تو میں ریڈ الرٹ ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر مونگ کا سیل نمبر دُہرایا۔ میں نے پلک جھپکتے میں وہ نمبر اپنی یادداشت میں نقش کیا اور پوچھا۔

''کیا اس اپارٹمنٹ کے فون سے میں یہ سیل نمبر ڈائل کر سکتا ہوں؟''

''بالکل کر سکتے ہو۔'' ہنگ کی الجھنوں کے بوجھ تلے دبی آواز ابھری ''وجدان! پلیز کچھ تو بتاؤ، آخر ایسی کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔''

''قیامتِ کبریٰ سمجھ لو۔'' میں نے یہ کہتے ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

میں مانتا ہوں، ہنگ کے ساتھ مجھے اس رویّے کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تا لیکن میں بھی کیا کرتا، حالات کا دھارا میرے ساتھ کون سا رویّہ اپنائے ہوئے تھا۔ میری روح کولیوں کی بوچھاڑ میں میری منتظر تھی اور میں..... میں.....!

میں نے ذہن میں نقش ڈاکٹر مونگ کے سیل نمبر کو اس فون سے ملایا۔ اگلے ہی لمحے اس کے سیل پر گھنٹی جانے لگی۔ میں دھڑکن روک کر فون اٹینڈ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن اس طرف گھنٹی تو مسلسل جا رہی تھی مگر سیل کو کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔

''کیا ڈاکٹر مونگ اب اس قابل نہیں رہا کہ موبائل کا ایک ننھا سا بٹن بھی دبا سکے؟''

اس روح کش سوال نے میری جان نکال دی کیونکہ اس سوال کے ساتھ ہی ایک اور روح فرسا سوال بھی نتھی تھا..... اگر ڈاکٹر مونگ..... تو کیا ساحل بھی.....؟

اسی لمحے بیڈروم میں گہری تاریکی چھا گئی۔ نیویارک میں لائٹ جانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ وہاں صارفین اپنے ہاتھ ہی سے سوئچ آف کر کے لائٹ بجھاتے ہیں۔ ہمارے اپارٹمنٹ کی لائٹ چلی گئی تھی تو اس کا یہی مطلب تھا، دانستہ اس سپلائی کو کاٹا گیا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ دشمن لائٹ کاٹنے کے بعد دبے پاؤں میرا گلا کاٹنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہو۔

میں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخا اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والی تاریکی میں بیڈروم کے دروازے کی سمت قدم بڑھا دیے۔

میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ برابر والے بیڈروم میں سے ایک دردناک انسانی چیخ بلند ہوئی۔ اس بیڈروم میں دوسم سو رہا تھا، یہ چیخ اسی کی ہو سکتی تھی۔

وہ چیخ اتنی بھیانک اور الم ناک تھی جیسے کسی جانور کو کند چھری سے بے دریغ ذبح کر دیا گیا ہو۔

میں اپنے من موزنی پاؤں پر ساکت کھڑا رہ گیا!

تاریکی اور سکوت' موت کی علامات ہیں!

نادیدہ موت اس اپارٹمنٹ میں قدم رکھ چکی تھی۔ اگر میں گھپ اندھیرے میں ساکت کھڑا رہ جاتا تو مجھ تک رسائی حاصل کرنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آتی مگر میں اتنی آسانی سے اس کے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ یہ تو راضی خوشی خود کو موت کے حوالے کرنے والی بات ہوتی۔

ایسے نازک حالات میں عموماً انسان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے لیکن اس ناگہانی صورتِ حال نے میرے دماغ کو حد سے زیادہ مستعد کر دیا۔ دروازے کے ہینڈل پر جما ہوا میرا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور میں ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اگلے ہی لمحے اس کے عقب میں پناہ گزیں ہو گیا۔

اب اس بیڈروم میں داخل ہونے والے مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ تاریکی آنکھ کی راہ میں سب سے بڑی مزاحمت تھی پھر دروازے کی اوٹ نے مجھے مزید محفوظ کر دیا تھا۔ اس آڑ میں پہنچتے ہی میں نے آنکھیں بند کیں اور تھرڈ آئی کے توسط سے وسیم کے ماحول میں قدم رکھ دیا۔

وہ بیڈروم بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں کی موہوم حرکات وسکنات نے مجھے باور کرایا کہ وسیم تین چار افراد کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ اندھیرے کے باعث وہ لوگ مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ یہ میرا تصوراتی قیاس تھا کہ وسیم ان سے بری طرح پٹ رہا تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وسیم تو انہیں دیکھ نہیں پا رہا تھا مگر حملہ آور اسے اس اندھیرے میں بھی بہ خوبی دیکھ رہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنی آنکھوں پر اینٹی ڈارک لینس یا پھر اینٹی ڈارک گاگلز لگائے ہوئے تھے!

یہ بڑی تشویش ناک صورتِ حال تھی۔ میں دروازے کی اوٹ میں کسی خاموش تماشائی کی طرح کھڑا وسیم کو پٹتے ہوئے نہیں ''دیکھ'' سکتا تھا۔ حیرت اس بات پر تھی کہ ابھی تک کسی حملہ آور نے میرے بیڈروم کا رخ کیوں نہیں کیا تھا؟

میں نے وسیم کی مدد کا ارادہ کیا ہی تھا کہ میری یہ حیرت دور ہو گئی۔ میں جیسے ہی دروازے کی آڑ سے نکل کر بیڈروم سے باہر آیا' دو افراد سے خوف ناک تصادم ہو گیا۔ وہ دوڑتے ہوئے اس بیڈروم کی طرف آئے تھے لہٰذا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ہم تینوں بیڈروم کے اندر آ گرے۔

یہ میرا اندازہ تھا کہ مجھ سے ٹکرانے والے افراد کی تعداد دو تھی ورنہ میں گہری تاریکی میں انہیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ فرش پر گرنے کے بعد' اٹھنے میں' میں نے ایک لمحے کی تاخیر نہ کی۔ لمحے کا دسواں حصہ بھی ہاتھ سے نکل جاتا تو شدید نقصان کا اندیشہ تھا۔ میں نے بیک پش کی مدد سے ایک فعال ہینڈ اسپرنگ لگایا اور اچھل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔

میں نہیں جانتا تھا' مجھ سے ٹکرانے والے کس پوزیشن میں تھے۔ میں نے کھڑے ہوتے ہی حفظِ ماتقدم کے طور پر لیفٹ رائٹ دو کریسنٹ کِکس چلا دیں۔ میری دونوں کِکس خالی گئیں۔ اس سے ثابت ہوا حملہ آور ابھی سنبھلنے نہیں پائے تھے۔ عین ممکن تھا وہ ابھی تک بیڈروم کے فرش پر ہی پڑے ہوں۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی حرکات وسکنات کو محسوس کرنے لگا۔

اگلے ہی لمحے میرا اندازہ غلط ثابت ہو گیا۔ ایک طاقت ور بازو عقب سے ''نمودار'' ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے میری گردن کو گرفت میں لے لیا۔ اس کی یہ حرکت اتنی برق رفت اور پُر تولی تھی جیسے وہ دیکھ بھال کر میری جانب بڑھا ہو۔ اس کا یہی مطلب تھا' حملہ آور اس اندھیرے میں بھی دیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اینٹی ڈارک مینیکنس والا اندازہ درست ثابت ہو رہا تھا۔

میں اپنی گردن کو چھڑانے کی تگ ودو میں مصروف تھا کہ دوسرے حملہ آور نے مجھے ٹانگوں سے دبوچ لیا پھر وہ مجھے ڈنڈا ڈولی کر کے بیڈروم سے باہر لانے لگے۔ ان دونوں کے ایکشن میں اتنا ربط ضبط تھا جیسے وہ بخوبی ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ ان کی گرفت میں بڑی مضبوطی تھی۔ اگر میں خود کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتا تو پتا نہیں' وہ میرا کیا حشر کرتے!

میرے دونوں ہاتھ آزاد تھے لہٰذا میں نے سرِدست انہیں استعمال کیا۔ جس شخص نے میری گردن دبوچ رکھی تھی' میں نے اس کے پہلو میں ہاتھ ڈال دیے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دونوں ٹانگوں کو ایک جھٹکے سے سمیٹ لیا۔ اس جھٹکے نے اس شخص کو آگے جھکنے پر مجبور کر دیا جس نے میری ٹانگیں تھام رکھی تھیں۔ اسی لمحے میں نے پوری قوت سے کک مارنے والے انداز میں دونوں ٹانگوں کو کھول دیا۔ میری یہ حرکت ایک طوفانی ڈبل پش کک جیسی تھی۔

میرے پاؤں نے آگے پیچھے بجلی کی سی سرعت سے حرکت کی تو ٹانگیں اس شخص کی گرفت سے آزاد ہو گئیں۔ میں نے اسی لمحے' دوسرے شخص کے پہلو میں ہاتھوں کو مضبوطی سے استعمال کرتے ہوئے ایک جرک سے خود کو اوپر اٹھا لیا۔ میں اس کے سر پر پہنچا تو میں نے اس کے پہلو کو آزاد کرتے ہوئے ایک بیک سمرسالٹ لگایا اور اس کے عقب میں پہنچتے ہی ایک بیک کک جڑ دی۔

یہ بڑی زوردار کک تھی۔ وہ ایک اندازے کے مطابق



رکوع کے بل جھکتے ہوئے آگے بڑھا ہو گا۔ پھر مجھے اس کے ٹکراؤ کی آواز سنائی دی تو یہ اندازہ درست نکلا۔ وہ اپنے ہی ساتھی سے متصادم ہو گیا تھا۔ یہ تصادم خاصا خطرناک ثابت ہوا کیونکہ اگلے ہی لمحے ان کی کراہیں میری سماعت تک پہنچیں۔ آواز اگرچہ بھیجی ہوئی تھی تاہم تکلیف ڈھکی چھپی نہیں تھی۔

میں نے ان دونوں پر لعنت بھیجی اور لاؤنج کی جانب رینگ گیا۔ اصولی طور پر مجھے وسیم والے بیڈروم کی طرف جانا چاہیے تھا لیکن ان نازک لمحات میں میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال چکا تھا۔ اس اپارٹمنٹ کا لاؤنج داخلی دروازے کے قریب تھا اور لاؤنج کی ایک سلائیڈنگ ونڈو باہر کو کھلتی تھی۔ اگر میں مذکورہ کھڑکی کو سلائیڈ کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو اپارٹمنٹ کی اتھاہ تاریکی میں اجالے کی نقب لگائی جا سکتی تھی۔ اس طرح ہمیں بھی وہی آسانی میسر ہو جاتی جو اس وقت حملہ آوروں کو حاصل تھی۔ مجھے پورا یقین تھا' صرف ہمارے اپارٹمنٹس کی الیکٹرک سپلائی منقطع کی گئی تھی۔ ہمارے سوا وہ اپارٹمنٹس بلڈنگ اور پورا ٹرائی بیکا روشنی سے مستفید ہو رہا ہو گا۔

انہی خیالات کے ساتھ میں سلائیڈنگ ونڈو تک پہنچا اور پھر اگلے ہی لمحے میرے ہاتھوں کی حرکات نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔ کھڑکی کھلتے ہی لاؤنج میں مدّھم اجالا پھیل گیا۔ اسی وقت مجھے اپنے عقب میں کسی کی موجودی محسوس ہوئی اور میں ایک جھٹکے سے پلٹ گیا۔

مجھ سے پٹنے والے وہ دونوں افراد میرے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ اب میں انہیں بہت واضح طور پر دیکھ رہا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ ان کی آنکھوں پر مجھے سیاہ شیشوں والے گاگلز دکھائی دیے۔ یقینی طور پر یہ اینٹی ڈارک گاگلز تھے۔ ان گاگلز میں کمانی کے بجائے اسٹریپس لگے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے ہاتھوں' زیروزبر ہونے کے باوجود بھی مذکورہ گاگلز ان کے چہروں پر موجود تھے۔ اسٹریپس نے انہیں بڑی حفاظت سے سنبھال رکھا تھا۔

وہ دونوں بڑے خطرناک تیور سے میری جانب بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں مجھے سائیلنسر لگی گن صاف نظر آ رہی تھی۔ وسیم والے بیڈروم میں اچانک خاموشی چھا گئی تھی۔ پتا نہیں اس کے ساتھ کیا حالات پیش آئے تھے۔ قرائن سے اندازہ ہوتا تھا' یہی دونوں حملہ آور پہلے وسیم سے نبرد آزما تھے۔ ادھر سے فارغ ہونے کے بعد میرے بیڈروم کی طرف آئے تھے۔ وسیم کی جانب چھائی خاموشی سے ظاہر ہوتا تھا' اسے زیر کرنے کے بعد ہی وہ میری سمت بڑھے تھے۔

''ہینڈز اپ!'' گن بردار نے کرخت لہجے میں کہا۔

اس کا ساتھی بڑی سرعت سے آگے بڑھا۔ میں نے گن بردار کی ''آنکھوں'' میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا ''کون ہو تم لوگ؟''

''ایف بی آئی!'' اس نے چمک کر کہا۔

''تم جھوٹ بولتے ہو۔'' میں نے اسے باتوں میں لگانے کی کوشش کی۔

وہ اپنی آنکھوں پر سے گاگلز ہٹاتے ہوئے بولا ''اس میں جھوٹ والی کون سے بات ہے؟''

اس کے لہجے سے حد درجہ حیرت جھلکتی تھی۔ میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''ایف بی آئی والے یوں چوروں کی طرح کارروائی نہیں کرتے۔ یہ ملک کی ایک نہایت ہی طاقت ور ایجنسی ہے۔ اس سے متعلق افراد بڑے شان دار طریقے سے موقع پر پہنچتے ہیں اور کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اپنی آئی ڈی شوکرتے ہیں۔ تم نے اپنی شناخت نہیں کرائی ''ایک لمحے کے توقف سے میں نے زہریلے انداز میں کہا'' کیا ایف بی آئی نے تمہیں آئی ڈی کارڈز جاری نہیں کیے؟''

اس دوران میں گن بردار کا ساتھی میرے انتہائی قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کا انداز بتاتا تھا وہ میری جامہ تلاشی کا ارادہ رکھتا تھا۔ گن بردار سے میری مکالمت نے اسے لمحاتی مخمصے میں ڈال دیا تھا۔ وہ سوالیہ نظر سے گن بردار کو تکنے لگا۔ گن بردار کی دیکھا دیکھی اس نے بھی سیاہ گاگلز کو آنکھوں پر سے ہٹا دیا تھا۔

گن بردار مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ''ہم اپنی آئی ڈی بعد میں شوکریں گے' پہلے ذرا آپ دونوں کا حدود اربعہ معلوم کر لیں۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے اپنے ساتھی کو تحکمانہ اشارہ کیا۔

اس اشارے کا واضح مطلب یہی تھا' وہ میری تلاشی کا کام شروع کر دے۔

میں نے اس موقع پر بھرپور اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ میں نے بڑی شرافت سے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ وہ یہی سمجھے میں ان کی ایف بی آئی والی دھونس میں آ گیا ہوں۔ ویسے میں ان لمحات میں یہ حتمی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہ اصلی ایف بی آئی والے ہیں یا اس آڑ میں کسی خفیہ مشن پر ہیں۔ گن بردار اس دوران میں وقفے وقفے سے اپنی رسٹ واچ پر بھی نگاہ ڈال رہا تھا۔ اس کا انداز بتاتا تھا' انہیں واپسی

کی جلدی ہے۔

میری تلاشی کی غرض سے آگے بڑھنے والا شخص جب مجھ سے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچا تو میں شرافت اور مروّت کے لبادے کو ایک طرف پھینک کر حرکت میں آ گیا۔ میرا یہ فوری اور غیر متوقع ردِّعمل ان کے لیے بوکھلاہٹ کا باعث بن گیا۔

اس شخص نے تحکمانہ انداز میں صرف ایک مختصر سا جملہ ادا کیا ''اپارٹ ٹرن!''

میں بجلی کی سی سرعت سے ایک ایڑی پر گھوما اور اسی اثنا میں دوسری ٹانگ چلا دی۔ میری برق رفتار بیک پش کک اس شخص کے سینے پر پڑی۔ میں اپنی ہی جھونک میں تھوڑا آگے آیا اور سامنے والی دیوار سے ہینڈ پش لے کر تر چھی ڈبل بیک فلیک لگا دی۔ میں نے جان بوجھ کر اپنی حرکات کا زاویہ ایسا رکھا تھا کہ ان دونوں کے پہلو میں نکل جاؤں تاکہ گن بردار اگر فائر کرے تو میں کسی نقصان سے محفوظ رہوں۔

مجھے اپنے مقصد میں کامیابی تو حاصل ہوئی لیکن اسی دوران میں فائر کی مخصوص ''ٹھک'' بھی سنائی دی۔ مجھ سے کک کھانے والا بیک گیئر میں سفر کرتے ہوئے اپنے گن بردار ساتھی سے جا ٹکرایا تھا اور شاید اسی ٹکراؤ کے نتیجے میں گولی چل گئی تھی تاہم میں اپنی حکمتِ عملی کے باعث کسی قسم کے نقصان سے محفوظ رہا۔ گن کی نال پر سائیلنسر لگا ہوا تھا لہٰذا وہ مخصوص ''ٹھک'' اس اپارٹمنٹ سے باہر نہ جا سکی۔

قدموں پر کھڑے ہوتے ہی میں نے پُراسرار دشمنوں کا جائزہ لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے لاؤنج کے فرش پر پڑے تھے۔ میں تیزی سے ان کی جانب بڑھا اور اسی لمحے میری نگاہ گن بردار کے ہاتھ پر گئی۔ وہ گن سیدھی کرتے ہوئے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش میں تھا۔

میں چیتے کے مانند اس کی طرف لپکا اور اس کے گن والے ہاتھ پر اپنے بوٹ کی کاری ضرب لگائی۔ ادھر اس کے ہاتھ سے گن نکلی' ادھر اس کے حلق سے کرب ناک سسکاری برآمد ہوئی۔ میں اس گن پر قبضہ کرنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ مضروب کے ساتھی نے یہ کارنامہ انجام دے ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک لمبی رولنگ کرتے ہوئے مجھ سے پانچ قدم کی دوری پر چلا گیا۔

میں نے پلک جھپکتے میں اس کے خطرناک ارادے کو بھانپ لیا۔ وہ دور جا کر مجھے نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ میں نے مضروب شخص کے چہرے پر ایک فٹ بال کک رسید کی اور دو بیک فلیک لگاتے ہوئے گن بردار کے قریب پہنچ گیا۔ میری یہ حرکت اس کے لیے خلافِ توقع تھی۔ مجھے نزدیک آنے کے بجائے اس سے دور بھاگنا چاہیے تھا۔

وہ ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ یہ لمحہ میرے لیے ایک صدی کے برابر تھا۔ میں نے اس کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑی تیزی سے ایک کریسنٹ کک چلا دی۔ کک اس کے گن بردار ہاتھ پر لگی۔ گن نے مخصوص ٹھک کے ساتھ ایک گولی اگلی۔

میں اب بھی بالکل محفوظ رہا۔ اس نے میری کھوپڑی میں ہوادان بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن بھلا ہو کریسنٹ کک کا۔ اس کک کے دوران میں جسم کا بالائی حصہ پینتالیس درجے کے زاویے پر پیچھے کو جھک جاتا ہے۔ گولی میرے سر کے ایک فٹ اوپر سے گزر گئی۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور کریسنٹ کی تکمیل پر جیسے ہی میرا پاؤں زمین پر آیا' میں نے فرنٹ فٹ پر حرکت کی اور اندر آتے ہوئے گن پر جھپٹا مارا۔ ردِّعمل کے طور پر اس نے اپنے گن بردار ہاتھ کو پیچھے کھینچا۔ میں نے لپک کر اس کی گردن پر ہاتھ ڈالے اور گھٹنوں کی پے در پے ٹھوکریں اس کے پیٹ کی زریں حصے پر برسانا شروع کر دیں۔

وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ اس اقتاد کے دوران میں اسے گن استعمال کرنے کا ہوش نہ رہا۔ میں نے اس کی تکلیف کی پروا کیے بغیر اپنی کارروائی جاری رکھی اور بالآخر تھرماکر اسے اپنے اوپر سے پیچھے اچھال دیا۔

اس نے ہاتھ پاؤں جھٹکتے ہوئے فضا میں بے ڈھنگی پرواز کی اور لینڈنگ کے لیے اپنے زمین بوس ساتھی کا انتخاب کیا۔ اس ''لینڈنگ'' نے ان دونوں پر جو قیامت ڈھائی، وہ بیان سے باہر ہے۔ پرواز کے دوران میں گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ادھر اُدھر ہو گئی تھی۔ میں اچھل کر ان دونوں کے قریب پہنچ گیا۔

وہ فرش پر سے اٹھنے کی کوشش میں تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے ان کے تھوبڑوں پر ٹھوکریں رسید کیں۔ وہ مضروب چہروں کو تھام کر پیچھے کو الٹ گئے۔ میں آگے بڑھا اور ہاتھ پاؤں کی ضربات سے انہیں روئی کے مانند دھنک کر رکھ دیا۔ دو منٹ کے بعد وہ میرے قدموں میں پڑے ہانپ رہے تھے۔

میں نے سرسری انداز میں ان کی تلاشی لی۔ ایک کی گن نے اپنا کردار ادا کر دیا تھا۔ دوسرے کی گن کو میں نے اس کے لباس میں سے برآمد کر لیا۔ اس تلاشی میں ان کے سروس کارڈز بھی میرے ہتھے لگ گئے جن پر نگاہ پڑتے ہی میں جان

گیا' ان کا تعلق ایف بی آئی سے تھا۔

یہ ایک سنسنی خیز انکشاف تھا۔ اصلی اور نقلی کے چکر میں پڑے بغیر اگر وہ واقعی ایف بی آئی والے تھے تو پھر حالات کی سنگینی ہزار گنا بڑھ جاتی تھی۔ میں ان دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے اس بیڈروم میں لے آیا جہاں وسیم کو ہونا چاہیے تھا۔

میرے استفسار پر زیرِدام آئے ہوئے ایف بی آئی کے دونوں ایجنٹوں کو بتانا پڑا کہ انہوں نے ہمارے اپارٹمنٹ کی لائٹ کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کی نشان دہی پر میں نے مین سوئچ آن کیا تو اپارٹمنٹ میں بجلی کی فراہمی بحال ہوگئی۔ ہمیں شکار کرنے کے لیے انہوں نے مین سوئچ کو آف کردیا تھا۔

وسیم نیم بے ہوش تھا تاہم اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ اس کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد میں ایف بی آئی والوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس دوران میں' میں ان کی طرف سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہوا تھا۔ میں نے باری باری ان دونوں کے چہروں کا جائزہ لیا اور کہا۔

''اس بات کا فیصلہ تو میں بعد میں کروں گا کہ تم ایف بی آئی والے ہو بھی یا نہیں، تمہارے سروس کارڈز اور گنز میرے قبضے میں ہیں جو تمہاری شناخت کے لیے معاون ثابت ہوں گے۔'' اپارٹمنٹ کی بجلی بحال ہوتے ہی میں نے ''کھوئی ہوئی'' گن بھی ڈھونڈ لی تھی'' فی الحال اتنا بتاؤ کہ اس اپارٹمنٹ میں تم کیسے اور کس مقصد سے داخل ہوئے تھے۔ ہم سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟''

ایک نے نفرت انگیز نظر سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا'' دوستی اور دشمنی کا ہمیں پتا نہیں۔ ہم صرف احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔''

''کس کے احکام کی؟''

''اپنے سینئرز کے احکام کی۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''اس کا مطلب ہے تم شرافت سے زبان نہیں کھولو گے۔'' میں نے زہرخند انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اپنے مخاطب کے قدموں میں ایک فائر کردیا۔

اس گن پر بھی سائیلنسر موجود تھا۔ مخصوص ٹھک اس کی تیز چیخ میں فنا ہوکر رہ گئی۔ خاموش گولی نے اس کے پاؤں کا خانہ خراب کردیا تھا۔ میں نے وحشت ناک لہجے میں کہا۔

''اگر تم لوگوں نے میرے سوالات کے درست جواب فراہم نہ کیے تو اگلی گولی تم میں سے ایک کے سینے میں اترے گی۔ اس کے بعد دوسرے کی باری آئے گی!''

میرے لہجے کی سنگینی نے انہیں باور کرادیا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنے میں بھی کسی تاخیر سے کام نہیں لوں گا۔ میں نے جس کے پاؤں کا نشانہ لیا تھا وہ معاندانہ نظر سے مجھے تکتا رہا۔ دوسرے نے کہا۔

''ہمیں حکم دیا گیا تھا' ہم تم دونوں کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کریں اور اگر تمہاری ذات مشکوک ٹھہرے تو تمہیں فوراً گرفتار کرلیا جائے۔''

میں نے بے یقینی سے اسے دیکھا اور کہا'' اصلیت جاننے کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ تم نے اپارٹمنٹ کا مین سوئچ آف کردیا اور ہمیں قابو کرنے کے لیے اپنی آنکھوں پر اینٹی ڈارک گاگلز چڑھا لیے؟''

میرے انکشاف نے انہیں چونکنے پر مجبور کردیا۔ میں جس سے مخاطب تھا' اس نے روکھے لہجے میں کہا'' ہمارا کام کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہے۔''

''اور میرا بھی اپنا ایک منفرد طریقہ ہے۔'' میں نے سفا کی سے کہا اور اس کے پاؤں کو نشانہ بنا کر ایک گولی داغ دی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ اٹھا۔ میں نے کہا'' کہو میرا طریقہ کار پسند آیا؟''

وہ مجھے بے نقط سنانے لگا۔ مغلظات کی اس برآمدگی پر میں نے ایک مرتبہ پھر ان کی ٹھکائی شروع کردی۔ وہ تکلیف کے باعث کراہ رہے تھے' بلبلا رہے تھے مگر ان کے کس بل تھے کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ یہ تو اچھا ہوا دونوں گنرز پر سائیلنسر فٹ تھے۔ میں نے باری باری ان کا بھرپور استعمال کیا اور ان کے کلپس کو ایف بی آئی کے ایجنٹوں کے ہاتھ پاؤں پر خالی کردیا۔ مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی کہ میں امریکا کی زمین پر اس کی ایک طاقتور ایجنسی کے دو ایجنٹوں کا کیا حشر کررہا ہوں۔ ربی موشے ہائمن کے اشارۂ ابرو پر وہاں کی پولیس مجھے ''امریکا دشمن'' کا ٹائٹل دے چکی تھی۔ این وائے پی ڈی والے بڑی سرگرمی سے مجھے تلاش کررہے تھے اور بریکنگ نیوز کے ذریعے بار بار نیویارک کے عوام سے اپیل کی جارہی تھی کہ میری گرفتاری یا مخبری کے سلسلے میں وہ پولیس سے بھرپور تعاون کریں۔ مجھے پرورجن بھر یہودیوں کے بہیمانہ قتل کا الزام عائد کیا جارہا تھا۔ میں صحتِ الزام سے تو انکاری نہیں تھا مگر لفظ ''بہیمانہ'' پر مجھے سخت اعتراض تھا۔ یہ بہیمانہ نہیں بلکہ میرا امن پسندانہ اقدام تھا۔

ایف بی آئی کے دونوں ایجنٹ تکلیف کی شدت کے باعث دُہرے تہرے ہوئے جارہے تھے۔ لاؤنج سے بیڈروم کی طرف آتے ہوئے میں نے سلائیڈنگ ڈنڈو کو بند کردیا تھا چنانچہ ان دونوں مصیبت زدگان کی آہ وبکا اپارٹمنٹ سے باہر رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ بجلی کی فراہمی بحال ہوجانے کے بعد کھڑکی کا کھلا رہنا ضروری نہیں تھا۔ میں ایک مرتبہ پھر ان دونوں کی جانب متوجہ ہوگیا۔ میرے ایک ایک لفظ سے سنگینی اور سفاکی ٹپک رہی تھی۔

''تم نے دیکھ لیا' میں کس انداز میں کام کرنے کا عادی ہوں۔ میں تم دونوں کو ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔ سچ سچ بتادو' تم کیا سوچ کر اس اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تھے اور..... اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم اپارٹمنٹ کے اندر کیسے پہنچے۔ داخلی دروازہ تو میں نے لاک کردیا تھا اور وہ ابھی تک لاک ہے؟''

لاؤنج میں ان پر سبقت حاصل کرنے کے بعد میں نے آن واحد میں تین کام کیے تھے۔ میں نے سائیلنسر لگی گن تلاش کی' سلائیڈنگ ونڈو کو بند کیا اور اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے کو چیک کیا تھا مجھے جتنی شدومد سے تلاش کیا جارہا تھا اس کے پیشِ نظر ذرا سی کوتاہی یا بے احتیاطی بھی کسی بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی تھی جب کہ وہ دونوں ایف بی آئی کے ایجنٹ ہونے کے بھی دعوے دار تھے۔ اس دوران میں وسیم کو ہوش آنے لگا اور یہ ایک صحت مند علامت تھی۔

میں اور وسیم تبدیل شدہ حلیوں میں تھے حتیٰ کہ ہم جو صورتیں لے کر اس اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تھے، وہ بھی اب کامیاب میک اپ کے پیچھے پناہ لے چکی تھیں۔ یہ جاننا بہت ضروری تھا کہ ایف بی آئی کے وہ ایجنٹ وجدان کی تلاش میں وہاں پہنچے تھے یا یہ کوئی دوسرا ہی معاملہ تھا!

ہاتھ پاؤں سے بے کار ہونے کے بعد انہیں محسوس ہورہا تھا کہ اگر اب بھی انہوں نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو میں انہیں ختم کرنے میں کسی حیل وحجت سے کام نہیں لوں گا چنانچہ ایک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم تینوں جب رات نو بجے اپارٹمنٹ سے نکلے تو ہم نے ''ٹرائی بیکا گرل'' تک تمہارا تعاقب کیا تھا۔ تم ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے تو ہم واپس آکر اپارٹمنٹ میں داخل ہوگئے۔ اب یہ نہ پوچھنا کہ اہم اندر کیسے پہنچے! اس نوعیت کے کام ہمیں بہ خوبی آتے ہیں۔''

''اوہ!'' میں نے چونک کر اسے دیکھا ''تم لوگ ساڑھے گیارہ بجے تک اس اپارٹمنٹ میں چھپے بیٹھے رہے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوسکی۔ خیر تم بتاؤ کارروائی کے لیے تم لوگوں نے اتنا انتظار کیوں کیا۔ تم ہمارے پاس آتے ہی سرگرمی دکھا سکتے تھے؟''

''اس کا حکم نہیں تھا۔'' وہ سادہ سے لہجے میں بولا'' ہمیں خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی' ساڑھے گیارہ کے بعد ہم میدان میں اتریں۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

اس کے انداز میں چھپی بے چینی نے مجھے چونکا دیا۔ بے اختیار میری نظر دیوار گیر کلاک کی جانب اٹھ گئی۔ کلاک رات گیارہ پچاس کا وقت بتا رہا تھا۔ اپارٹمنٹ میں تاریکی چھانے سے لے کر اب تک صرف دس بارہ منٹ گزرے تھے۔ میں نے خود سے مخاطب شخص سے پوچھا۔

''اب یہ بھی بتا دو تم دونوں کو کس مقصد سے ہمارے پیچھے لگایا گیا تھا؟''

اس کے چہرے پر متاملانہ تاثرات نمودار ہوئے تو میں نے اسے ایک ہیوی ڈوز دینا ضروری جانا۔ اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے میں نے کہا۔

''سچ بول کر تم اپنے لیے رعایت حاصل کرسکتے ہو اور یہ آخری موقع ہے۔ اس کے بعد میں تم دونوں کے ساتھ جو سلوک کرنے والا ہوں وہ تمہارے تصور میں نہیں آسکتا۔''

اس کی آنکھوں میں مجھے موت کے سائے لہراتے دکھائی دیے۔ اس دوران میں وسیم پوری طرح ہوش وحواس میں آچکا تھا اور اس نے محاذ کا دوسرا سرا سنبھال لیا تھا۔ ان دونوں بدبختوں نے اندھیرے کی آڑ میں اس کے ساتھ بڑا ظالم سلوک کیا تھا۔ وہ اس وقت بڑے خطرناک موڈ میں نظر آرہا تھا۔ میں نے جس انداز میں صورتِ حال کو اپنے حق میں پھیرا' اس نے وسیم کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔

میں نے جس سے سوال کیا تھا' وہ منمناتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''تم چاہے میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو لیکن میں صرف اتنا کہوں گا ہمیں تم لوگوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ ہم محض یہ جانتے ہیں تم دونوں اپنی آئی ڈی تبدیل کرنے والے ہو۔ کوئی ایجنٹ آج کل تم سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اس اپارٹمنٹ میں تمہارا قیام عارضی ہے۔ کاغذات بنتے ہی تم دونوں امریکا سے نکل جاؤ گے۔''

اس کے انکشافات بڑے سنسنی خیز تھے۔ ہماری آئی ڈی کی تبدیلی والی بات صرف چار افراد کو معلوم تھی۔ یعنی میں' وسیم' ونگ ہنگ اور مسٹر جونی جو ہمارے کاغذات تیار کرنے والا تھا۔ یہ راز اگر ایف بی آئی والوں تک پہنچا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا' انہی چار افراد میں سے کسی نے غداری کی تھی۔ مسٹر ہنگ میرے لیے بھروسے کا آدمی تھا۔ میں اور وسیم اپنے پاؤں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ آجا کر مسٹر جونی ہی بچتا تھا۔ کیا اس نے ایف بی آئی

والوں کو ہمارے منصوبے کے بارے میں بتادیا تھا؟ جونی' مسٹر ہنگ کی نگاہ میں قابل اعتماد تھا لیکن میں جس قسم کے حالات سے دوچار تھا' ان میں کسی امریکی پر تو قطعاً اعتبار نہیں کرسکتا تھا۔ میرے حوالے سے مین ہیٹن میں جس قسم کی ایمرجنسی نافذ تھی اس میں کسی بھی اپ سیٹ کی توقع کی جاسکتی تھی۔

یہ تمام پُرتشویش خیالات ایک لمحے میں میرے ذہن سے گزرے اور میں نے نہایت ہی چبھتے ہوئے لہجے میں ایف بی آئی ایجنٹ سے استفسار کیا ''تم لوگوں کو یہ کیسے پتا چلا کہ ہم دونوں آئی ڈی تبدیل کرنے کے بعد امریکا سے نکلنے والے ہیں؟''

''ہمارے اپنے سورسز ہوتے ہیں۔'' وہ نحیف سی آواز میں بولا اور ایک مرتبہ پھر اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ اس نظر میں گہری تشویش پائی جاتی تھی۔ میں نے اس کے تاثرات کا خصوصی نوٹس لیا۔ اس کے انداز سے اضطراب چھلکتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے کسی خاص لمحے کا انتظار ہو۔ میں نے وقت کے ایک ایک پل کا درست استعمال کرتے ہوئے کہا۔

''تم ظاہر نہ کرو مگر میں تمہیں بتاتا ہوں' تم لوگوں کی معلومات کا ذریعہ مسٹر جونی ہے وہ ایجنٹ جس کے توسط سے ہماری نئی آئی ڈی بننے والی ہے۔''

''تو گویا تم نے اپنی اصلیت ظاہر کر ہی دی!'' اس کی آواز میں کمزور سا تمسخر تھا۔

میں نے قطعی لہجے میں کہا ''میں نے اپنی نہیں' مسٹر جونی کی اصلیت کھولی ہے۔ ویسے آپ لوگوں نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔''

اس نے حیرت بھری سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا مگر خاموش رہا۔

میں نے کہا ''میں نے ایف بی آئی نامی اس ایجنسی کی بہت تعریف سنی تھی۔ ایک عالم اس سے خوف زدہ ہے مگر تمہاری کارکردگی کو دیکھ کر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ کیا تم لوگ ایسی ہی سست رفتاری سے کام کرتے ہو؟''

اس نے جواب دینے سے قبل ایک مرتبہ پھر دستی گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا ''بہت جلد تمہیں ہماری کارکردگی اور رفتار کا اندازہ ہو جائے گا۔ ہم دو افراد کو زیر کر کے تم پتا نہیں کیا سمجھنے لگے ہو!''

''میں خود کو وہی سمجھ رہا ہوں جو ہوں۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں بہت دور تک جھانکا ''تم جانتے ہو میں کون ہوں؟''

یہ سوال میں نے اس لیے کیا تھا کہ جان سکوں' ایف بی آئی والوں کو کس کی تلاش ہے۔ کیا وہ اس سرگرمی کے ذریعے وجدان یعنی مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ویسے مجھے اس کی امید نہیں تھی کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ لوگ اتنی سست روی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ میں تو اس وقت کا برننگ ٹاپک تھا۔ مجھے چھاپنے کے لیے محض دو ایجنٹ ناکافی تھے۔ اگر انہیں یہ شک تھا کہ آئی ڈی کی تبدیلی کے بعد امریکا سے نکلنے والے وسیم اور وجدان ہیں تو پھر وہ بھاری جمعیت کے ساتھ اس اپارٹمنٹ پر دھاوا بولتے۔ اس سلسلے میں وہ ایک لمحے ضائع کرنا بھی افورڈ نہیں کرسکتے تھے۔

وہ تھوڑے تامل کے بعد بولا ''میں نہیں جانتا تم کون ہو مگر اتنا مجھے معلوم ہے کہ تم ایک خطرناک دشمن ہو۔ تمہارے حالیہ عمل نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم نہایت ہی سفاک ہو۔''

''میں ایف بی آئی اور سی آئی اے والوں سے زیادہ سفاک اور ظالم نہیں ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

جواب دینے کے بجائے اس نے ایک مرتبہ پھر رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

میں نے سخت لہجے میں دریافت کیا ''تمہیں کس کا انتظار ہے؟''

''ٹھیک پانچ منٹ بعد تمہیں تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا۔''

اس وقت رات کے گیارہ پچپن ہوئے تھے۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد کا مطلب تھا' عین رات کے بارہ بجے۔ اس کا انداز بتاتا تھا' بارہ بجے کوئی وہاں پہنچنے والا ہے اور..... یہ بڑی تشویش ناک صورتِ حال تھی۔ میرے پاس صرف پانچ منٹ تھے۔ اسی قلیل وقفے میں مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانا تھا۔

وہ دونوں ایجنٹ میرے لیے بیکار تھے۔ ویسے وہ فی الحال خود اپنے لیے بھی بیکار ہو چکے تھے۔ میں نے انہی کی گنوں کو استعمال کر کے ان کے ہاتھ پاؤں سے ایسی ''مہندی'' لگا دی تھی کہ وہ کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اپارٹمنٹ چھوڑنے سے پہلے میں نے ان سے ونگ ہنگ کے بارے میں پوچھنا ضروری سمجھا۔

''ہم اپنے جس ساتھی کے ہمراہ ٹرائی بیکا گرل نامی ریسٹورنٹ میں گئے تھے' اس پر تم نے کوئی کام نہیں کیا؟''

وہ پلک جھپکتے میں میرے سوال کی غرض وغایت تک پہنچ گیا' ٹھوس لہجے میں بولا ''ہماری معلومات کے مطابق جونی اسی شخص کے ایما پر تمہاری نئی آئی ڈی تیار کرنے والا تھا۔ اوپر والے تمہارے ساتھی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے ہم نہیں جانتے۔ ہمارے بڑوں نے اس کے بارے میں بھی کچھ سوچ ہی رکھا ہوگا۔ ہم اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور غیر ضروری سوال نہیں کرتے۔ ہمارے لیے صرف یہی احکام تھے کہ تم دونوں کو قابو کریں اور بارہ بجے.....''

اس نے اس انداز میں جملہ نامکمل چھوڑ دیا جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو۔ اس کے آخری الفاظ ''بارہ بجے'' نے مجھے بتا دیا تھا کہ چار پانچ منٹ بعد کچھ ہونے والا ہے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ اسی اپارٹمنٹ میں ہونے والا ہے۔ میرے ہاتھ میں صرف چار منٹ کا وقت باقی تھا۔

اس شخص نے جونی اور آئی ڈی کی تبدیلی کا پُروثوق ذکر کرکے اس بات کی تصدیق کردی تھی کہ ہمارے سلسلے میں جونی ہی نے غداری کی تھی۔ اس حساب سے ونگ ہنگ کی ذات بھی خطرات میں گھری ہوئی تھی۔ اگر ایف بی آئی' آئی ڈی تبدیل کرکے امریکا سے نکلنے والوں میں دلچسپی لے رہی تھی تو پھر ان کے لیے ونگ ہنگ کی شخصیت بھی خالی از دلچسپی نہیں ہوسکتی تھی۔ لگ بھگ ساڑھے گیارہ بجے میں نے مسٹر ہنگ سے آخری گفتگو کی تھی اور اس وقت تک وہ بخیر وعافیت تھا۔ میرے ذہن میں آیا کہ فوری طور پر مجھے مسٹر ہنگ سے رابطہ کرنا چاہیے۔ اسے یہاں پیش آنے والے حالات اور تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ کہیں وہ بے خبری ہی میں نہ مارا جاتا۔

میں نے نگاہ ہی نگاہ میں دسیم کو اشارہ کیا اور آئندہ دو منٹ کے اندر ہم نے ان دونوں ایف بی آئی ایجنٹ کو گھسیٹ کر ایک واش روم میں پہنچا دیا۔ وہ ہاتھ پاؤں سے بری طرح زخمی تھے۔ اپنے قدموں پر چل کر وہ اپارٹمنٹ سے باہر نہیں جاسکتے تھے تاہم احتیاط کے پیشِ نظر انہیں واش روم میں پہنچانے کے بعد میں نے دروازے کو لاک کردیا۔ ان کے سروس آئی ڈی کارڈ اور گنز بھی میں نے واش روم کے فرش پر پھینک دیں۔ یہ سب میرے لیے بیکار تھا۔ ان سے متعلق اشیا انہیں کے پاس رہتیں تو زیادہ اچھا تھا۔ یہ دسیم والے بیڈروم کا واش روم تھا۔ جب تک باہر سے اس واش روم کا دروازہ کھولا جاتا وہ وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں ٹیلی فون سیٹ کی جانب لپک گیا۔ میرے اور ایف بی آئی ایجنٹ کے درمیان ہونے والی تمام تر گفتگو دسیم نے بھی سنی تھی' تشویش بھرے لہجے میں اس نے مجھ سے کہا۔

''وجدان! ہمیں فوری طور پر اس اپارٹمنٹ سے نکل جانا چاہیے۔ این وائے پی ڈی کے بعد اب ایف بی آئی بھی ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔''

میں نے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا ''مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے لیکن اپارٹمنٹ چھوڑنے سے پہلے میں ایک ضروری کال کرنا چاہتا ہوں۔''

''کس کو؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے ڈائلنگ مکمل کرنے کے بعد کہا ''مسٹر ہنگ کو۔''

وہ تفکر آمیز خاموش نظر سے مجھے تکنے لگا۔

ڈائلنگ کی تکمیل کے ساتھ ہی دوسری جانب گھنٹی بجنے لگی۔ یہ ونگ ہنگ کے گھر کا نمبر تھا۔ لگ بھگ آدھا گھنٹا پہلے اسی نمبر پر میری اس سے بات ہوئی تھی۔ میں نے ہنگ سے ڈاکٹر مونگ ریفوجیے کا سیل نمبر لیا تھا۔ ڈاکٹر مونگ اور ساحل کو میں انتہائی غیر یقینی سچویشن میں چھوڑ کر آیا تھا۔ پتا نہیں وہ اب کس حال میں ہوں گے۔ ایف بی آئی والوں کی ''شیطانی'' نے مجھے ایک لمحے کی فرصت نہیں دی تھی کہ میں کھنٹنڈو کے مضافات میں ایک ''نگاہ'' ڈال سکتا اور..... ابھی تک حالات کی یہ ستم ظریفی جاری تھی۔ میرا ذہن اس وقت متعدد محاذوں پر نبرد آزما تھا۔

پانچویں گھنٹی پر دوسری جانب سے ریسیور اٹھا لیا گیا تھا پھر ائرپیس میں مجھے مسٹر ہنگ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی ''ہیلو وجدان! کیا یہ تم ہو؟''

کالر آئی ڈی سے اس نے سمجھ لیا تھا' ٹرائی بیکا کے اپارٹمنٹ سے فون کیا جارہا ہے۔ میں نے جواب میں کہا ''ہاں میں وجدان بات کررہا ہوں۔ یہاں بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ فون پر تفصیلی بات نہیں ہوسکتی۔ تم خیریت سے تو ہو؟''

''ابھی تک خیریت سے ہوں لیکن آئندہ کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' وہ اضطراری لہجے میں بولا۔ ''وہاں تمہاری طرف گڑبڑ ہوچکی ہے اور یہاں میری جانب ہونے والی ہے۔ تم فوری طور پر اس اپارٹمنٹ کو چھوڑ دو۔ میں گھر سے نکل ہی رہا تھا کہ تمہارا فون آگیا۔ میں ریسیور رکھنے کے بعد عارضی طور پر اس رہائش گاہ کو چھوڑ رہا ہوں۔ تم ایک سیل نمبر نوٹ کرلو۔''

''ہاں بولو۔'' میں نے وال کلاک کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ''بارہ بجنے میں صرف ایک منٹ باقی تھا۔



اس نے مذکورہ نمبر دُہرایا۔ میں نے سروست اس نمبر کو اپنے ذہن کے یادداشتی خانے میں فیڈ کرلیا۔ وہ بولا ''یہ میرے ایک پرائیوٹ سیل کا نمبر ہے۔ تم اس نمبر پر بعد میں مجھ سے رابطہ کرنا۔ او کے بائے..... گڈ نائٹ!''

میں نے بھی جواب میں اسے گڈ نائٹ کہا لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ میرا یہ رات کا سلام اس تک پہنچا ہوگا کیونکہ اسی لمحے ہنگ نے ریسیور کریڈل کردیا تھا۔

مسٹر ہنگ سے ہونے والی اس مختصر گفتگو سے پتا چلا کہ اس کی طرف بھی ایف آئی والوں نے کوئی کارروائی ڈال دی تھی یا پھر ڈالنے والے تھے۔ ہنگ نے مختلف مراحل میں ہماری بھرپور مدد کی تھی اور جونی والا معاملہ تو بالکل تازہ تھا۔ ہمارے ڈاکومینٹس والی ڈیل ہنگ ہی کے توسط سے مسٹر جونی سے ہوئی تھی۔ اگر ایف بی آئی والے ''وجدان'' کی تلاش میں نہیں بھی تھے تو بھی یہ صورتِ حالات ہم سب کے لیے انتہائی خطرناک تھی۔ آنے والے لمحات سنگین سے سنگین تر ثابت ہوسکتے تھے۔

ہم نے اپنے ضروری سامان کو ایک بیگ میں بھرا اور بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ میں گاڑی اور اپارٹمنٹ کی چابیاں اٹھانا نہیں بھولا تھا۔ میں اپارٹمنٹ کو لاک کرکے جانا چاہتا تھا اور فرار کے لیے ہمیں ایک گاڑی کی ضرورت بھی تھی۔

ہم بیرونی دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اطلاعی گھنٹی بج اٹھی۔ ہم دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ آدھی رات کو ہم سے ملنے وہاں کوئی نہیں آسکتا تھا۔ آنے والے یقیناً انہی کے ساتھی تھے جنہیں میں نے واش روم میں بند کردیا تھا۔

میں دروازہ کھول کر ایف بی آئی والوں کو ''ویلکم'' نہیں کرسکتا تھا۔ یہ..... آبیل مجھے مار والی بات ہوتی۔ میں نے دسیم کو اشارہ کیا اور اپنے بیڈروم کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ پھر گھنٹی بج اٹھی۔ باہر جو کوئی بھی تھا' ایک خاص انداز میں بٹن دبا رہا تھا جیسے اندر موجود افراد کو کوئی اشارہ دے رہا ہو۔ ایسی اشارے بازی کرنے والا ہمارا ملاقاتی نہیں ہوسکتا تھا!

وہ اپارٹمنٹ' بلڈنگ کے فرسٹ فلور پر واقع تھا۔ میں نے بیڈروم میں داخل ہوتے ہی دروازے کو اندر سے لاک کردیا۔ دسیم نے پوچھا۔

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''ہم اس بلڈنگ سے فرار ہورہے ہیں۔'' میں نے کہا اور سلائیڈنگ ونڈو کی سمت بڑھ گیا۔

میرے بیڈروم کی ایک کھڑکی عمارت کی عقبی جانب کھلتی تھی۔ میں آمد و شد کا روایتی راستہ اختیار کرکے خود کو موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتا تھا۔ ان نازک لمحات میں ہمیں وہ راہ اپنانا تھی جو غیر روایتی ہو۔ وہ چاہے کتنی بھی پُرخطر کیوں نہ ہو لیکن اس راہ پر چلتے ہوئے ایف بی آئی والوں سے ٹکراؤ کا اندیشہ نہ ہو!

میں نے پردہ ہٹا کر ونڈو کو سلائیڈ کیا اور جھک کر باہر جھانکنے لگا۔ عمارت کی عقبی جانب مجھے سکون کے آثار دکھائی دیے۔ ہر طرف امن اور خاموشی تھی۔ اگر ہم فرسٹ فلور کے اس اپارٹمنٹ سے کسی طرح زمین پر پہنچ جاتے تو ایف بی آئی والوں کو جل دینے میں کامیاب ہوسکتے تھے۔

میں جیسے ہی سیدھا ہوا' دسیم نے متذبذب لہجے میں کہا ''کیا تم اس کھڑکی کے راستے نیچے پہنچنا چاہتے ہو؟''

''اور کوئی ذریعہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا ''اور نہ ہی کوئی نیا ذریعہ تلاش کرنے کا وقت ہے۔ اگر ہم چند منٹ مزید یہاں رک گئے تو بے موت مارے جائیں گے۔ گھنٹی بجانے والے ہماری جانب سے کوئی ردِعمل نہ پاکر شرافت سے واپس نہیں چلے جائیں گے۔ وہ اپارٹمنٹ کا دروازہ توڑ کر بھی اندر داخل ہوسکتے ہیں!''

ادھر میری بات ختم ہوئی' ادھر اپارٹمنٹ کے باہر فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی دھاڑ سے دروازہ کھلنے کی صدا ابھری۔ میں نے سیکنڈ کے دسویں حصے میں اندازہ لگا لیا' پہلے فائر کرکے دروازے کا لاک توڑا گیا تھا' ازاں بعد دروازہ کھول کر وہ اندر گھسے ہوں گے۔ غالب ممکن تھا وہ یہی عمل اس بیڈروم کے دروازے کے ساتھ بھی دُہرائیں۔ ایف بی آئی والوں کے پاس گولیوں کی کمی تھی اور نہ ہی اختیارات کی!

دسیم نے بیگ کے اسٹریپ کو گردن کے اوپر سے گھما کر کندھے پر لٹکا لیا اور میری جانب دیکھتے ہوئے بولا ''چلو وجدان! میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

ہم یکے بعد دیگرے سلائیڈنگ ونڈو سے باہر نکلے۔ وہ ونڈو زمین سے کم و بیش پندرہ فٹ کی بلندی پر واقع تھی۔ یہاں سے ایک مخصوص ٹیکنیک کے ذریعے ہم بہ آسانی عمارت کے عقب میں پہنچ سکتے تھے۔ شاؤلن ٹیمپل میں مارشل آرٹس کی تربیت کے دوران میں مجھے اس ٹیکنیک کی پریکٹس بھی کرائی گئی تھی۔ یہ ایک طرح کی سلائیڈنگ تھی جو ہاتھوں پر دستانے ہونے کی صورت میں زیادہ سہل اور محفوظ بھی ہوجاتی تھی۔ بہرحال' ایمرجنسی میں ہمیں دستانوں کے بغیر ہی کام

چلانا تھا۔

میں نے وِنڈو کے نچلے حصے پر دونوں ہاتھ جمائے اور باڈی کو نیچے لٹکا دیا۔ میرا قد چھے فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ گویا پندرہ فٹ کی بلندی میں لگ بھگ سات فٹ کی کمی واقع ہوگئی ایک فٹ کی کثر بازوؤں نے پوری کردی تھی۔

میں نے دیوار کے ساتھ دونوں ہتھیلیوں کو جماتے ہوئے جسم کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس دوران میں میری تمام تر توجہ اس پش پر تھی جو میں ہتھیلیوں کے ذریعے دیوار پر منتقل کررہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میں زمین پر پہنچ گیا۔ اسی لمحے ایک خوف ناک فائر کی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

میں نے بے ساختہ گردن اٹھا کر اوپر دیکھا۔ وسیم بھی میرے انداز میں کھڑکی سے نیچے لٹک رہا تھا لیکن ابھی اس نے سلائیڈنگ شروع نہیں کی تھی۔ فائر کی آواز نے اسے گڑبڑا دیا اور وہ پھسلنے کے بجائے' کودنے والے انداز میں نیچے کو آیا۔

اس دوران میں' میں اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ وسیم جس بے ڈھب انداز میں نیچے آیا تھا اس میں اسے سنبھلنے میں چند سیکنڈ لگ گئے اور اسی مہلت میں' میں نے کھلی ہوئی کھڑکی میں ایک شخص کا چہرہ نمودار ہوتے دیکھا۔

اب اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ چند لمحے پہلے میں نے فائر کی جو آواز سنی تھی اس گولی کے ذریعے بیڈروم کے دروازے کا لاک توڑا گیا تھا۔ میں نے کھڑکی میں نمودار ہونے والے چہرے میں حرکت محسوس کی اور دوسرے ہی لمحے ایک گن بردار ہاتھ بھی میری نگاہ میں آگیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا' ہمیں نشانۂ اجل بنانے والا تھا۔

میں نے چیخ کر وسیم کو پکارا ''بھاگو!''

اس سے پہلے کہ وسیم اٹھ کر میرا ساتھ دیتا' کھڑکی میں نمودار ہونے والے شخص نے گولی داغ دی۔ میں اس دوران میں ایک سمت دوڑ لگا چکا تھا۔ فائر کی مخصوص آواز سنتے ہی میں نے پلٹ کر دیکھا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔

وسیم ایک بازو کو تھامے ہوئے میری سمت آرہا تھا۔ اغلب امکان یہی تھا کہ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اس موقع پر وسیم نے حواس باختہ ہونے کے بجائے بڑی بہادری اور ہوش مندی کا ثبوت دیا۔ اور تر چھا دوڑتے ہوئے میرے قریب پہنچ گیا۔ پھر ہم نے ایک سمت میں بھاگنا شروع کردیا۔

اسی لمحے مجھے اپنے عقب میں متعدد گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یقینی طور پر یہ آوازیں وسیم نے بھی سنی تھیں۔ ہماری رفتار میں کئی گناہ اضافہ ہوگیا۔ جب موت تعاقب میں ہو تو زندگی کو بچانے کی کوشش انتہا سے گزر جاتی ہے۔ ہم بھی ایک نامعلوم رفتار سے بھاگے چلے جارہے تھے۔ جلد ہی ہم فائرنگ رینج سے باہر نکل آئے۔

ہمارے سامنے کوئی متعین منزل نہیں تھی۔ بلڈنگ کی پارکنگ کی طرف جا کر گاڑی نکالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایف بی آئی والے خونخوار بھیڑیوں کے مانند ہمیں سونگھ رہے ہوں گے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ ان کی چلائی ہوئی گولیوں کا نشانہ بننے سے محفوظ رہے ورنہ انہوں نے اپارٹمنٹ کی کھلی ہوئی کھڑکی سے فائرنگ کر کے ہمیں بھوننے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

وہ اپارٹمنٹ بلڈنگ واشنگٹن مارکیٹ پارک کے نزدیک تھی۔ ہم بے دریغ بھاگتے ہوئے ہیریسن اسٹریٹ پر نکل آئے تھے۔ یہاں ایک بڑے اسٹور کے عقب میں چلڈرن پلے گراؤنڈ واقع تھا۔ ہم سانس ہموار کرنے کے لیے گراؤنڈ کے گیٹ کے نزدیک رک گئے۔

وہ یخ بستہ موسم سرما کی آدھی رات کا عمل تھا۔ پارک میں ہو کا عالم تھا البتہ گارڈن لائٹس روشن تھیں۔ میں ایک ایسے حصے کی جانب ریگ گیا جدھر اچھا خاصا اندھیرا تھا۔ وسیم کے بازو نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔

میں نے تاریکی کی پناہ میں آتے ہی وسیم سے پوچھا ''تمہارے بازو کا کیا حال ہے؟''

''گولی لگی ہے۔ حال کا اندازہ تم خود ہی لگالو۔'' وہ جیداری سے بولا۔

میں نے اس کے زخمی بازو کو ٹٹولتے ہوئے کہا ''اندر گھس بیٹھی ہے یا صرف چھو کر گزری ہے؟''

''میرا خیال ہے' محض چھو کر گزری ہے۔'' اس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا ''میں اپنے بازو میں بڑی تکلیف دہ جلن سی محسوس کررہا ہوں۔''

اس دوران میں میری ٹٹول نتیجہ خیز ثابت ہوچکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں کی کاریگری سے یہ جان لیا تھا کہ گولی اس کے بازو کے گوشت کو چھیلتے ہوئے گزری تھی۔ یہ زیادہ تشویش ناک بات نہیں تھی۔ بازو میں سے رسنے والے خون نے آستین کو بھگو دیا تھا تاہم اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ اگر بازو پر کوئی کپڑا کس کر باندھ دیا جاتا تو خون کے رساؤ کو روکا جاسکتا تھا۔

ہم نے اس وقت چلڈرن پلے گراؤنڈ کے نزدیک جس

مقام پر پناہ لے رکھی تھی وہاں زیادہ دیر تک قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ ہیرسن اسٹریٹ' وائٹکلف مارکیٹ پارک سے زیادہ دور نہیں تھی۔ ہم ایف بی آئی والوں کو وقتی طور پر غچا دے آئے تھے لیکن ان کی طرف سے بے فکری کسی ناقابل تلافی نقصان کا پیغام ثابت ہوسکتی تھی۔

میں نے وسیم کے کندھے سے بیگ اتار لیا اور اسے کھول کر کسی ایسے کپڑے کی تلاش میں مصروف ہوگیا جو پٹی کی صورت اس کے زخمی بازو پر باندھا جاسکے۔

جب مجھے مطلوبہ کپڑا نہ مل سکا تو میں نے بیگ میں رکھی ہوئی اپنی ایک شرٹ کی آستین کو پھاڑ کر ایک لمبی پٹی حاصل کرلی پھر جتنی جلدی ممکن ہوسکا میں نے وسیم کے گھائل بازو کو بینڈیج کا لبادہ پہنا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس عارضی پناہ گاہ سے باہر نکل آئے۔

ہیرسن اسٹریٹ پر پہنچے تلے قدموں سے چلتے ہوئے ہم گرین وچ اسٹریٹ پر نکل آئے۔ اس وقت ہمیں بڑی شدت سے کسی یلو کیب کی تلاش تھی لیکن وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ گرین وچ اسٹریٹ پر بائیں جانب مڑنے کے بعد ہم آگے بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم ٹرائی بیکا گرل ریسٹورنٹ کے نزدیک پہنچ گئے۔ مذکورہ ریسٹورنٹ تین سو پچھتر گرین وچ اسٹریٹ پر واقع ہے۔ آج ہم تینوں نے اسی ریسٹورنٹ میں ڈنر کیا تھا۔ اس ریسٹورنٹ کے سامنے سے فرینکلن اسٹریٹ نکلتی ہے۔ وسیم نے کہا۔

''جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے' فرینکلن اسٹریٹ پر سب وے انٹرنس موجود ہے۔ ہمیں فوری طور پر خود کو انڈر گراؤنڈ کرلینا چاہیے۔''

''تو گویا تم این وائے پی ڈی کے الزام کی تائید کررہے ہو؟'' میں نے اسے چھیڑا۔

وہ میری بات کو سمجھ نہیں سکا' بولا ''کیا مطلب؟''

میں نے کہا ''این وائے پی ڈی (نیویارک پولیس ڈیپارٹمنٹ) والے مجھے 'امریکا دشمن' کا ٹائٹل دے چکے ہیں' یعنی میں انڈر گراؤنڈ مافیا کی ٹکر کا مجرم ہوں۔ تم میرے ساتھ انڈر گراؤنڈ ہوکر ان کے خیال کی تصدیق کرنا چاہتے ہو!''

''اوہ!'' اس نے ایک بوجھل سانس خارج کی ''ان سنگین لمحات میں بھی تمہیں تفریح کی سوجھ رہی ہے۔'' وہ میری بات کی تہ تک پہنچ گیا۔

میں نے کہا ''حالات سنگین ہوں یا رنگین' غمگین ہونے سے انہیں بدلا نہیں جاسکتا' پھر کیوں خواہ مخواہ ذہن کو پریشان کیا جائے۔''

''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔'' وہ میرے ساتھ فرینکلن اسٹریٹ پر قدم بڑھاتے ہوئے بولا ''میں تمہارے ساتھ رہ کر بہت کچھ سیکھ رہا ہوں۔''

اس وقت فرینکلن اسٹریٹ کا کاروبارِ زندگی اختتام پذیر تھا۔ ہم اسٹریٹ سے تھوڑا ہٹ کر شاپس اور مالز کے نزدیک سے گزر رہے تھے۔ اس طرح ہمیں بعض جگہ مکمل اور بعض جگہ نیم تاریکی کی آڑ بھی مل رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا' چلتے ہوئے وسیم تھوڑا لنگڑا رہا تھا۔ شاید اس کے پاؤں میں کوئی گڑبڑ ہوگئی تھی۔ اپارٹمنٹ کی کھڑکی میں سے اس نے جس انداز میں چھلانگ لگائی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا!

''کیا تم اپنے پاؤں میں تکلیف محسوس کررہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں' سیدھے پاؤں کی ایڑی میں بہت درد ہورہا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''مگر اپارٹمنٹ کے پچھواڑے سے تو تم نے دوڑ میں میرا ساتھ دیا تھا۔'' میں نے الجھن زدہ انداز میں سوال کیا ''کیا اس وقت تمہیں یہ تکلیف محسوس نہیں ہورہی تھی؟''

''نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا ''شاید اس وقت چوٹ گرم تھی اس لیے درد محسوس نہیں ہوا۔ اب ہماری رفتار کم ہونے اور سرد موسم کے باعث یہ تکلیف اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔''

میں نے محسوس کیا' وہ اچھی خاصی مشکل میں مبتلا تھا۔ ایک تو پہلے ہی اس کا بازو زخمی تھا اور اب یہ پاؤں والا معاملہ سامنے آگیا تھا۔ میں نے نیم تاریکی میں اس کے بائیں بازو کا معائنہ کرکے پٹی تو باندھ دی تھی لیکن صحیح صورتِ حال جاننے کے لیے روشنی میں تفصیلی چیک اپ کی ضرورت تھی۔

چاروں جانب چوکنا نظر سے دیکھتے اور محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے میں نے وسیم سے پوچھا ''سب وے انٹرنس یہاں سے کتنی دور ہے۔ میں کہیں آرام سے بیٹھ کر تمہارے پاؤں کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔''

''سمجھ لو' ہم پہنچے ہی والے ہیں۔'' وہ تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے بولا۔

وسیم کی موجودہ حالت سے مجھے تشویش ہونے لگی۔ ایف بی آئی کے خطرناک ایجنٹ ہمیں ٹرائی بیکا کی سڑکوں پر ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک وہ ہم تک رسائی حاصل نہیں کرسکے تھے۔ اگر اچانک ان



لوگوں سے مٹھ بھیڑ ہوجاتی تو میرے لیے بڑی مشکل ہوجاتی۔ وسیم اب اس مستعدی کے قابل نہیں رہا تھا جس کا تھوڑی دیر پہلے اس نے مظاہرہ کیا تھا۔ انہی پُراندیشہ خیالات کے ساتھ خدا خدا کرکے ہم سب وے انٹرنس میں داخل ہوگئے۔

وسیم نے کہا ''اس سب وے ٹریک پر چار ٹرینیں چلتی ہیں۔ ون لائن اور نائن لائن تو فرینکلن اسٹریٹ کے اسٹیشن پر رکیں گی مگر ٹو لائن اور تھری لائن بغیر رکے آگے بڑھ جائیں گی۔ ہمارے پاس ون اور نائن میں سے انتخاب کا اختیار ہے اور اس سے پہلے یہ فیصلہ بھی کرنا ہوگا کہ ہمیں اپ ٹاؤن جانا ہے یا ڈاؤن ٹاؤن۔ یہ بہت ضروری ہے۔''

''ٹرین میں سوار ہونے سے زیادہ ضروری ایک اور کام بھی ہے۔'' میں نے ایک الگ تھلگ بینچ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ''پہلے میں تمہارے پاؤں کا معائنہ کروں گا۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اگر میں غلطی نہیں کررہا تو صبح بھی اسی ٹریک پر ہم نے اپ سے ڈاؤن ٹاؤن سفر کیا تھا۔''

وہ تائیدی انداز میں بولا ''بالکل درست۔ ہم تھری لائن میں سلویا سے وال اسٹریٹ تک پہنچے تھے۔ تھری لائن ایک ایکسپریس ٹرین ہے' فرینکلن اسٹریٹ پر وہ نہیں رکتی۔''

میں نے جس بینچ کا انتخاب کیا ادھر خاصی خاموشی اور سکون تھا۔ ویسے بھی آدھی رات کے بعد سب وے اسٹیشن پر دور ریل پیل اور رونق نظر نہیں آتی جو صبح شام اور دن میں دکھائی دیتی ہے۔ میں نے وسیم کے متاثرہ پاؤں والا جوتا اتروایا اور جیسے ہی اس کا پاؤں موزے سے باہر آیا' میں اسے دیکھ کر چونک اٹھا۔

مذکورہ پاؤں ٹخنے کے مقام سے اچھا خاصا سوجا ہوا تھا۔ پہلی نظر میں یہی محسوس ہوا کہ اس کے ٹخنے میں شدید نوعیت کی موچ آچکی ہے اور یقیناً یہ موچ کھڑکی سے کودنے کے نتیجے میں آئی تھی۔ میں نے گھما پھرا کر اچھی طرح اس کے پاؤں کا جائزہ لے لیا۔ گوشت کہیں سے نہیں پھٹا تھا تاہم ٹخنے پر نمودار ہونے والا ورم تشویش ناک تھا۔ اس کا بایاں بازو اور دایاں پاؤں ایک طرح سے بے کار ہوکر رہ گئے تھے۔ بازو والا زخم تو گرم جیکٹ کے اندر چھپا ہوا تھا اور دیکھنے والوں کو اپنی جانب متوجہ نہیں کرتا تھا مگر پاؤں کی موچ موزے اور جوتے کے اندر پوشیدہ ہونے کے باوجود بھی چال کی لنگڑاہٹ سے ہر خاص و عام کو دعوتِ نظارہ دیتی تھی۔

''تمہیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''اس وقت کسی اسپتال کا رخ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔''

''ہاں ہم یہ رسک نہیں لے سکتے۔'' میں نے اس کی تائید کی۔

وہ دائیں ہاتھ سے دائیں پنڈلی کو دباتے ہوئے بولا ''پھر کیا کریں۔ پاؤں کی تکلیف تو رفتہ رفتہ بڑھتی جارہی ہے اور خاص طور پر یہاں بیٹھنے کے بعد میں محسوس کررہا ہوں کہ شاید اب اس پاؤں پر کھڑا بھی نہیں ہوسکوں گا۔''

میں اس کی تکلیف کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ ہڈی پر لگنے والی چوٹ بڑی سنگین ہوتی ہے۔ اگر گرم چوٹ کے ساتھ متاثرہ حصے کو بہت زیادہ حرکت دے دی جائے تو ازاں بعد بہت بھیانک نتائج بھگتنا پڑتے ہیں۔ وسیم کے ساتھ بھی ایسا ہی المیہ پیش آیا تھا۔ ایف بی آئی والوں کی بے دریغ فائرنگ سے بچنے کے لیے ہم نے اندھا دھند دوڑ لگائی تھی۔ اس وقت تک وسیم ٹخنے کی اس چوٹ سے بے خبر تھا۔ اب خبر ہوئی تو پلوں کے اوپر سے بھی پانی بہہ چکا تھا۔ اس کا معاملہ بہت ٹیڑھا ہوگیا تھا۔

میں نے پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک جائزہ نگاہ ڈالی اور وہاں کی صورتِ حالات کو اپنے لیے نقصان دہ نہ پاکر اطمینان کی سانس لی پھر وسیم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''تم بیگ کے ساتھ اسی بینچ پر بیٹھے رہو۔ میں دو منٹ میں آتا ہوں۔''

''تم کہاں جارہے ہو؟'' اس نے متذبذب انداز میں استفسار کیا۔

میں نے کہا ''میں تمہارے پاؤں کا بندوبست کرنے جارہا ہوں۔''

پتا نہیں میرے اس معنی خیز جملے سے اس نے کیا مطلب اخذ کیا' میں اسے بینچ پر بیٹھا چھوڑ کر ایک فون بوتھ کی جانب بڑھ گیا۔

میں وسیم کو اس حالت میں اپنے ساتھ ساتھ بھگائے نہیں پھر سکتا تھا۔ ٹیلی فون کے مخصوص سوراخ میں سکہ ڈالنے کے بعد میں نے ونگ ہنگ کے سیل کا نمبر ڈائل کیا۔ یہ نمبر تھوڑی دیر پہلے میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کیا تھا۔ مسٹر ہنگ نے نمبر دیتے ہوئے مجھے بتایا تھا کہ یہ اس کا ایک خفیہ موبائل ہے۔

دوسری گھنٹی پر مسٹر ہنگ نے کال ریسیو کرلی۔ میری

آواز پہچانتے ہی اس نے کہا ''وہاں وجدان! تم لوگ خیریت سے تو ہو؟''

میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے اپنی ''خیریت'' سے آگاہ تو وہ فکرمند لہجے میں بولا ''تم لوگ اس وقت کہاں ہو؟''

''فرینکلن اسٹریٹ کے سب وے پلیٹ فارم پر۔''

''اوہ'' اس نے ایک گہری سانس لی ''اس حالت میں وسیم کو لوگوں کے ہجوم سے دور رہنا چاہیے۔ تمہیں اندازہ نہیں تم دونوں کے لیے حالات کتنے سنگین ہو چکے ہیں۔''

میں نے کہا ''مجھے بخوبی اندازہ ہے مسٹر ہنگ۔'' پھر اضافہ کیا ''ہم اس وقت پلیٹ فارم کی ایک الگ تھلگ بینچ پر لوگوں سے دور بیٹھے ہیں۔ تم فوراً پہنچنے کی کوشش کرو۔ ہم زیادہ دیر تک یہاں رک نہیں سکتے اور..... میں وسیم کو اس حالت میں اکیلا سنبھال نہیں پاؤں گا۔ سمجھ لو وہ اپنے قدموں سے چلنے کے قابل نہیں۔''

''میں اس وقت گاڑی میں ہوں۔ اور تم لوگوں سے زیادہ دور نہیں۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا ''تم ہوشیار ہو کر وہیں بیٹھے رہو۔ میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔''

میں ریسیور کو بک کر کے واپس وسیم کے پاس آ گیا۔

وہ بینچ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے گردن کو پیچھے ڈال کر آنکھیں بند کر رکھی تھیں حالانکہ میں نے جاتے وقت اسے تاکید کی تھی کہ وہ گردنوں پر گہری نظر رکھے۔ ہم جن حالات سے گزر رہے تھے، ان میں ایک ایک قدم پھونک کر اٹھانے کی ضرورت تھی۔

میں وسیم کے قریب آیا تو مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی کہ اس نے درد کی شدت سے مجبور ہو کر آنکھیں بند کی تھیں۔ اس کے چہرے پر تکلیف اور کرب کے آثار موجود تھے۔ میں نے بینچ پر اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

''وسیم! ہنگ دس منٹ تک یہاں پہنچ جائے گا ہمیں کسی سب وے میں سوار نہیں ہونا بلکہ اس کے ساتھ جانا ہے۔''

اس نے آنکھیں کھول دیں اور الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا تاہم اس موقع پر اس نے کوئی سوال کرنے کے بجائے خاموش رہنے کو ترجیح دی۔ میں جانتا تھا کہ یہ ترجیح اس اکتاہٹ، بیزاری اور تکلیف کا نتیجہ تھی جس میں وہ اس وقت مبتلا تھا۔ میں نے اس کے پاؤں اور بازو کی حالت دیکھی تھی اور مجھے اندازہ تھا، وہ بڑی تکلیف میں تھا۔

میں نے سادہ سے لہجے میں کہا ''اب آنکھیں بند کرنے کی میری باری ہے۔ جب تک مسٹر ہنگ یہاں نہیں پہنچ جاتا، تمہیں چوکنا رہ کر پہرا دینا ہوگا۔''

پھر اس سے قبل کہ وہ مجھ سے کسی سلسلے میں کوئی استفسار کرتا میں نے بینچ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس وقت آنکھیں بند کرنے کا میرا صرف ایک ہی مقصد تھا..... ڈاکٹر مونگ سے تصوراتی رابطہ، ساحل تک تخیلاتی رسائی!

میں نے پینئل (PINEAL) گلینڈ یعنی اپنی تھرڈ آئی کو زحمت دی۔ تیسری آنکھ کے سامنے ساحل کے خال وخط کو ابھارا اور اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مجھے اس کوشش میں واضح ناکامی ہوئی۔ یہ مسلسل تیسری ناکامی تھی۔ اس سے پہلے، ویڈال سائون میں بالوں کی سیٹنگ کرانے کے دوران میں بھی میں اس کے ماحول کو چھو نہیں پایا تھا اور آدھا پونا گھنٹا قبل جب میں واشنگٹن پارک والے اپارٹمنٹ میں ایسی ہی ایک کوشش کر رہا تھا تو مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ پتا نہیں ربی موشے ہائمن نے اس پر کیسی بندش لگا دی تھی۔ میری باطنی آنکھ اس بندشی دیوار کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتی تھی البتہ اس مرتبہ اتنا ضرور ہوا تھا کہ ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے توسط سے وہ مجھے نظر آ گئی تھی۔

میں نے ساحل والے محاذ پر کوشش ترک کی اور تھرڈ آئی کا اینٹینا ڈاکٹر مونگ کی جانب پھیر دیا۔ اس مرتبہ مجھے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو گئی۔ ڈاکٹر مونگ کو میں نے ایک بستر پر لیٹے ہوئے پایا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے ماحول نے مجھے بتایا، وہ کسی بند ٹرک کے عقبی حصے میں تھا اور وہ ٹرک پہاڑی راستے پر طوفانی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر مونگ کے ماحول میں مجھے ساحل کہیں دکھائی نہ دی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ لگ بھگ پونا گھنٹا پہلے میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ کھٹمنڈو کی پہاڑیوں میں دوڑتے اور پھر گولیوں کی بوچھار میں گر کر بے حس و حرکت ہوتے دیکھا تھا۔

اب ڈاکٹر مونگ اکیلا نظر آ رہا تھا اور یہ بڑی تشویش ناک بات تھی۔ ساحل کو اس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا اور وہ نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں تھی؟

ڈاکٹر مونگ تک رسائی حاصل کر کے مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہوئی۔ میں نے آخری منظر میں انہیں نصف درجن مسلح افراد کے نشانے پر دیکھا تھا۔ وہ سفاک لوگ انہیں روکنے کے لیے اپنی گنوں کے دہانے کھول چکے تھے۔ ایسے حالات میں ڈاکٹر مونگ کا بچ جانا ایک معجزہ ہی تھا۔ پتا نہیں یہ معجزہ ساحل کے ساتھ بھی ہوا تھا یا نہیں!



اچانک میرے ذہن میں ایک خوفناک سوال ابھرا۔ کہیں ڈاکٹر مونگ بھی میری طرح دھوکا تو نہیں کھا گیا۔ عین ممکن تھا، ربی نے ساحل کی ایک ڈپلی کیٹ کھٹمنڈو کے مضافات میں بھی پہنچا دی ہو۔ اس مکار شخص سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ ہمارا واسطہ ریٹا نامی جس ڈپلی کیٹ سے پڑا تھا، وسیم کی چلائی ہوئی گولی نے زمین دوز ریلوے ٹریک پر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا تھا۔ ریٹا سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم اسے سب وے ٹریک پر ہی چھوڑ آئے تھے۔

سوچ کو ایک نیا زاویہ ملا تو میں ایک خاص انداز میں غور کرنے لگا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی اور نتیجہ پہلے سے مختلف برآمد نہ ہوا۔ میں اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر مونگ اگرچہ بے ہوشی کی حالت میں تھا، میں پھر بھی اس کے ماحول میں داخل ہو گیا تھا ..... پھر ساحل کے سلسلے میں معذوری کیوں تھی؟

ان حالات میں صرف ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی اور وہ یہ کہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ میں نے جس عورت کو دیکھا، وہ ساحل نہیں تھی۔ میری ساحل اس وقت ربی کے دعوے کے مطابق اسرائیل میں تھی۔ اس عیار نے ساحل پر کوئی ایسی طلسماتی گرہ لگائی تھی کہ وہ میری دسترس سے دور ہو گئی تھی۔

ذہن بہت زیادہ الجھنے لگا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

☆☆☆

مسٹر ہنگ ایک پرانی سی سیاہ فورڈ میں ہم تک پہنچا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر باہمی سہارے سے وسیم کو گاڑی کی عقبی نشست پر پہنچا دیا۔ میں ہنگ کے ساتھ پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ فورڈ فرینکلن اسٹریٹ سے نکل کر ہڈسن اسٹریٹ میں داخل ہو گئی۔ اس دوران میں ہمارے درمیان خاموشی حائل رہی۔ وسیم عقبی نشست پر پہنچتے ہی لمبا لیٹ گیا تھا۔ اس کی حالت خاصی تشویش ناک ہو رہی تھی۔ شاید وہ تکلیف کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا!

مسٹر ہنگ نے نہایت ہی محتاط ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایرکسن پلازا کے قریب سے گاڑی کو موڑ لیا اور ہڈسن اسٹریٹ کو چھوڑ کر مین ٹرائی بیکا میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب سیاہ فورڈ سرنگ نما ایک راستے میں داخل ہونے لگی تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''مسٹر ہنگ! ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''نیو جرسی!'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ!'' میرے سینے سے ایک گہری سانس خارج ہوئی۔

اس نے کہا ''ہم ہالینڈ ٹنل کے ذریعے دریائے ہڈسن کو عبور کر رہے ہیں۔ یہ ٹنل ہمیں نیویارک سے نیو جرسی پہنچا دے گی پھر ہم پو۔ ایس انٹراسٹیٹ سیونٹی ایٹ پکڑ کر سیدھے جرسی سٹی پہنچ جائیں گے جہاں میرا فوٹو اسٹوڈیو ہے۔'' ایک لمحے کے توقف سے اضافہ کرتے ہوئے اس نے کہا ''شاید تمہارا ٹرائی بیکا میں رات گزارنا بدھا کو منظور نہیں اسی لیے یہ افراتفری مچی ہے۔''

ابھی تک ہمارے درمیان موجودہ ہنگامی صورتِ حال پر بات نہیں ہوئی تھی۔ میری طرح شاید وہ بھی کسی مقام پر پہنچ کر اطمینان سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور تصور کی بازی گری سے ''لطف اندوز'' ہونے لگا۔

میں نے پہلی چھلانگ ساحل کی طرف لگائی اور منہ کے بل گرا۔ میں اٹھا، سنبھلا اور ڈاکٹر مونگ کی جانب جست بھری۔ اس مرتبہ میں گرنے کے بجائے اپنے قدموں پر آیا اور ڈاکٹر کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔

وہ ابھی تک اسی بند ٹرک کے اندر محوِ سفر تھا اور اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ وہ غالباً گہری بے ہوشی میں تھا۔ بند ٹرک کے عقبی حصے میں کسی بستر پر پایا جانا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اس وقت اپنے دوستوں میں تھا جو اس کی مشکل کشائی کے لیے یقیناً کسی اسپتال کی طرف لے جا رہے تھے۔ اگر وہ دشمنوں کے رحم و کرم پر ہوتا تو وہ آرام دہ بستر کا تکلف ہرگز نہ کرتے۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ٹرک کے ننگے فرش پر ڈال دیتے۔

میں ڈاکٹر مونگ کے ماحول سے نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرے ذہن میں ایک بجلی سی چمک اٹھی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہنگ سے استفسار کیا۔

''تم ذرا اپنا موبائل مجھے دو۔''

اس نے سوچتی ہوئی ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور کوٹ کی اندرونی جیب میں سے سیل نکال کر میری سمت بڑھاتے ہوئے کہا ''کس کو فون کرو گے؟''

''ڈاکٹر مونگ کو۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

وہ شکایتی لہجے میں بولا ''اور یہ نہیں بتاؤ گے کیوں؟''

اس کی شکایت برموقع اور بجا تھی۔ میں نے اس سے ڈاکٹر مونگ کا سیل نمبر لیتے وقت خاصی بداخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن میں ان لمحات میں جس سچویشن سے گزر رہا تھا' مجبوری اس کا تقاضا تھی۔ میں نے ڈاکٹر مونگ کا سیل نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔

''بتا دوں گا' کہیں آرام سے بیٹھنے کا موقع تو ملے۔''

''میں نے تمہیں ڈاکٹر کا نمبر دینے کے بعد اسے فون کیا تھا۔'' وہ ہالینڈ ٹنل کے اندر محتاط ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے بولا ''لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔''

میں نے کہا ''میری بھی اس سے بات نہیں ہو سکی تھی۔''

ڈائلنگ کی تکمیل کے بعد خاموشی کے چند لمحات گزرے پھر ریکارڈنگ سنائی دینے لگی جس کے مطابق وہ فون فی الحال کسی کے استعمال میں نہیں تھا۔ میں نے یہ سوچ کر ڈاکٹر کو کال کی تھی کہ اگر سیل اس کے قریب ہی کہیں موجود ہوا تو اس کی گھنٹی بج اٹھے گی اور عین ممکن ہے ڈاکٹر گھنٹی کی آواز سن کر بیدار ہو جائے مگر مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مایوس ہو کر میں نے سیل ہنگ کی جانب بڑھا دیا اور تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر کا سیل یا تو آف ہے یا پھر اپنی طبعی عمر پوری کر چکا۔''

وہ منہ سے کچھ نہیں بولا ''محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

میں نے پوچھا ''یہ ٹنل کب ختم ہو گی؟''

''بس ہم اس سے برآمد ہونے ہی والے ہیں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''ہم نیویارک اسٹیٹ سے نکل کر نیوجرسی اسٹیٹ میں تو داخل ہو چکے ہیں۔''

کافی دیر سے عقبی نشست کی جانب سے وسیم کی کوئی آہ کراہ سنائی نہیں دی تھی۔ میں عقبی سیٹ کا منظر دکھانے والے آئینے میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سو چکا تھا یا پھر نیم بے ہوش تھا۔

میں نے ہنگ سے پوچھا ''کیا تمہارے پاس دو موبائل کنکشن ہیں؟''

''ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔'' اس نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

میں نے پھر اسے اس سلسلے میں کریدنا مناسب نہ سمجھا۔ ایسی بات نہیں تھی کہ وہ دانستہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہو! بلکہ میں اس وقت اسے خاصا الجھا ہوا محسوس کر رہا تھا اور خود میری حالت بھی کچھ اسی قسم کی تھی چنانچہ خاموش رہا۔

ایک' سوا ایک بجے رات ہم جرسی سٹی میں تھے۔ ہنگ کا فوٹو اسٹوڈیو اوشین ایونیو پر واقع تھا۔ اس نے اسٹ کے سامنے سے گاڑی گزاری پھر انٹر اسٹیٹ کو چھوڑ کر ایونیو پر آ گیا اور تھوڑا آگے جا کر کینیڈی بلیوارڈ پر مڑا اور کی سمت گاڑی بڑھا دی۔

وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے بولا ''اسٹ اس وقت بند ہے اس لیے ہم شون کے گھر جا رہے ہیں۔ کی رہائش ادھر لنکن پارک کے نزدیک ہے۔''

''شون؟'' میں زیرلب بڑبڑایا۔

میری بڑبڑاہٹ کے جواب میں اس نے بتایا ''شخص کا نام شان ہے لیکن امریکی لب و لہجے کی مہربانی سے شان سے شون ہو گیا ہے۔ جیسے مال سے مول اور کال۔ کول.....'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اپنی بات پو کرتے ہوئے بولا۔

''شون کا تعلق انڈیا سے ہے۔ یہاں کا فوٹو اسٹوڈیو کی نگرانی میں چلتا ہے۔ لنکن پارک والے اپارٹمنٹ میں اپنی فلپائنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ شون لگ بھگ دس سا سے میرے ساتھ ہے۔ دونوں میاں بیوی بہت محنتی اور فرا شناس ہیں۔ اسٹوڈیو کا نظام انہوں نے مل کر سنبھال ہ ہے۔ انہوں نے کبھی مجھے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ان۔ مل کر تمہیں بڑی خوشی ہو گی۔ بظاہر ان کی حیثیت میر ملازمین کی سی ہے لیکن درحقیقت وہ میرے سیٹ اپ۔ لوگ ہیں۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟'' آخری جملہ ا نے بڑے معنی خیز انداز میں ادا کیا۔

''اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

پھر وہ مجھے شون (شان) اور اس کی فلپینو بیوی لی یا کے بارے میں خاص خاص باتیں بتانے لگا۔ وہ خاموش تو میں نے پوچھا۔

''کیا یہ شان مسلم ہے؟''

اس نے کندھے اچکائے اور بے پروائی سے بولا ''مجھ نے کبھی اس سلسلے میں ریسرچ نہیں کی کیونکہ یہ اس کا نازک پہلو ہے۔ میری معلومات کے مطابق اس کا باپ مسلم تھا۔ ا نے ایک ہندو عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کی تھی اس کے بعد شون کے والدین انڈیا میں مختلف جگہوں پر چھ پھرے کیونکہ اس کی ماں کا گھرانہ ان کا دشمن ہو گیا تھا۔ ا

دوران میں شون پیدا ہوگیا۔ بہرحال پتا نہیں پھر کیا کیا ہوتا رہا۔'' وہ بات کو مختصر کرتے ہوئے بولا۔

''اب یہ امریکا میں ہے۔ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے ایک فلپینو لڑکی سے شادی کرلی ہے۔ میں پچھلے دس سال سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ یہ ہندو ہے یا مسلم اس سے غرض نہیں اور شاید خود شون کو بھی اس بات کی پروا نہیں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ بندہ کام کا ہے۔''

شان کا باپ مسلمان تھا اور ماں نے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اس شخص سے شادی کی تھی تو یقیناً شان اصلاً نسلاً مسلمان تھا۔ بہرحال میں اس سلسلے میں ہنگ سے کسی قسم کی بحث نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا خاموش رہا۔ میں نے محسوس کرلیا تھا کہ وہ دانستہ اس موضوع سے پہلو تہی برت رہا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا' کوئی شخص دس سال سے ہنگ کے تجربے میں ہو اور اس کے سیٹ اپ کا حصہ بن چکا ہو لیکن ہنگ نے ابھی تک اس پر ریسرچ نہ کی ہو!

باقی کا سفر خاموشی میں کٹا اور تھوڑی دیر بعد سیاہ فورڈ لنکن پارک کی اس اپارٹمنٹس بلڈنگ کے قریب پہنچ گئی جہاں شان اپنی فلپائنی بیوی لی یان کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔

وہ تین بیڈروم والا ایک کشادہ اپارٹمنٹ تھا جو بلڈنگ کے تھرڈ فلور پر واقع تھا۔ ہم نے بدقت تمام وسیم کو سہارا دے کر اپارٹمنٹ کے اندر پہنچا دیا۔ لی یان اور شون اتنی رات گئے اس زحمت پر چنداں پریشان نہیں ہوئے۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا۔ ہنگ کے لیے ان دونوں کی نگاہوں اور رویوں میں' میں نے ایک خاص قسم کا احترام پایا۔

اپارٹمنٹ کے اندر پہنچتے ہی سب سے پہلے وسیم کا تفصیلی معائنہ کیا گیا۔ اس معائنے میں شون اور لی یان بھی ہمارے ساتھ تھے بلکہ لی یان کچھ زیادہ ہی پیش پیش تھی۔ ہنگ نے مجھے بتایا کہ لی یان نے نرسنگ کورس بھی کر رکھا تھا۔

لی یان متناسب القد اور بھرپور بدن کی مالک تھی۔ حلیہ اور خال وخط خوبصورت فلپائنی لڑکیوں جیسے اور ہاتھ پاؤں نہایت ہی مستعد۔ شون خوبرو' دراز قامت اور مضبوط البدن تھا۔ ان دونوں کو ہماری آمد کے بارے میں ہنگ نے آگاہی دے رکھی تھی۔ ہماری حیثیت وہاں ہنگ کے مہمانوں کی سی تھی۔

وسیم کا بایاں بازو کہنی سے تھوڑا اوپر بری طرح زخمی تھا۔ چلڈرن پلے گراؤنڈ کے نزدیک نیم تاریکی میں' میں باریک بینی سے اس کا جائزہ نہیں لے سکا تھا۔ اب روشنی میں دیکھا تو پتا چلا' گولی نے اسے اچھا خاصا زخم دیا تھا۔ لی یان نے متاثرہ حصے کو صاف کر کے بڑی مہارت سے بینڈیج کردی۔ مذکورہ زخم ہفتے بھر سے پہلے بھرنے والا نہیں تھا۔

پاؤں کی حالت بازو سے زیادہ ابتر تھی۔ دایاں پاؤں سوج کر کپا بن چکا تھا۔ امکان یہی تھا' ٹخنے کی ہڈی بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ ورم کی زیادتی تشویش کا باعث تھی۔ نیم گرم پانی میں کوئی آئنٹمنٹ ڈال کر پہلے اس کے پاؤں کو دھویا گیا' پھر ایک زود اثر درد کش کریم کی مالش کرنے کے بعد اس کے پاؤں پر پٹی باندھ دی گئی۔ لی یان نے بتایا کہ اگر فریکچر وغیرہ نہ ہوا تو کل تک ورم جاتا رہے گا۔ بصورتِ دیگر اس کے پاؤں پر پلاسٹر چڑھانا ہوگا۔ اس نے تسلی آمیز انداز میں یہ بھی کہا کہ اس سلسلے میں وسیم کو کسی اسپتال وغیرہ میں دکھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ایکسرے سے لے کر پلاسٹر تک تمام مراحل کو وہ اپارٹمنٹ کے اندر ہی ڈیل کرلے گی۔

وسیم کی طرف سے فارغ ہونے کے بعد میں مسٹر ہنگ کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہوگیا۔ ابھی تک ہمارے درمیان موجودہ حالات کی سنگینی پر کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ تنہائی میسر آتے ہی ہنگ نے کہا۔

''وجدان! تمہارا یہ دوست تو فی الحال کسی کام کا نہیں رہا۔ تم جس قسم کی زندگی گزار رہے ہو' اس میں یہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گا۔ ہفتہ دس دن تک اسے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ اس صورتِ حال میں تمہیں اس کے بغیر ہی آگے بڑھنا ہوگا..... یا پھر چند روز کے لیے تمہیں اپنے مشن سے ہاتھ کھینچنا ہوگا!''

آخری جملہ اس نے سوالیہ انداز میں ادا کیا تو میں تڑپ اٹھا ''مشن میں کسی قسم کی تاخیر نہیں ہوسکتی۔''

پھر میں نے نہایت ہی مختصر اور جامع الفاظ میں اسے ڈاکٹر مونگ اور ساحل کے بارے میں بتا دیا۔ ہنگ اس دوران میں مجھ سے خاصا کلوز ہو چکا تھا اور میری پتا نہیں کون کون سی صلاحیت کے بارے میں سانگ فو اسے پہلے ہی بتا چکا تھا۔

وہ گمبھیر لہجے میں بولا ''مگر تم نے پہلے تو یہ بتایا تھا کہ دھنو (ساحل) کو ربی نے اپنے پاس اسرائیل پہنچا دیا ہے؟''

''وہ ربی کا بیان تھا جو میں نے تم تک پہنچایا۔'' میں نے کہا ''اب میں تمہیں جو کچھ بتا رہا ہوں' وہ میرے تصور کا مشاہدہ ہے۔''

اس کے بعد میں نے ہنگ کو ڈاکٹر مونگ کی تازہ ترین پوزیشن سے بھی آگاہ کردیا۔ ساحل کی ڈپلی کیٹ ریٹا کے انجام کے بارے میں' میں اسے پہلے ہی بتا چکا تھا۔ پوری بات سننے کے بعد وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا۔

''ربی نے تمہیں دھوکا دینے کے لیے جس طرح مین ہیلن میں ریٹا کا استعمال کیا' عین ممکن ہے' ڈاکٹر مونگ کو راہ سے بھٹکانے کے لیے اس نے ادھر کھٹمنڈو میں بھی ایسی ہی کسی بہروپیا لڑکی کو پہنچا دیا ہو۔ اس کے اختیارات اور صلاحیتوں کے سامنے یہ تو بہت معمولی نوعیت کا کام ہے۔''

وہ میرے ذہن میں پہلے سے موجود خدشے کی تائید کر رہا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''اس بات کے روشن امکانات ہیں۔ اس کی تصدیق یا تردید کے لیے ڈاکٹر مونگ سے رابطہ ہونا ضروری ہے۔ سیل شاید اس کے پاس نہیں رہا اور میں اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر اس سے گفتگو نہیں کرسکتا۔ وہ کسی ٹھکانے پر پہنچ جائے تو کچھ سوچا جاسکتا ہے۔''

''اور اگر یہ پتا چل جاتا ہے کہ دھنو (ساحل) کھٹمنڈو کے مضافات میں پہنچا دی گئی ہے تو پھر تمہارا کیا پروگرام ہوگا؟''

میں اس کے اشارے کو فوراً سے پیشتر سمجھ گیا اور جلدی سے بولا ''اس صورت میں' میں پہلی فرصت میں کھٹمنڈو جانا چاہوں گا۔''

''پہلی فرصت میں تو تمہیں اکیلے ہی جانا ہوگا۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا ''وسیم تو کم از کم ایک ہفتے کے لیے کسی سفر کے قابل نہیں رہا۔ پھر تمہارے لیے جس قسم کے ہنگامی حالات پیدا ہو چکے ہیں' ان کے پیشِ نظر وسیم کو آرام سے گھر کے اندر چھپ کر وقت گزارنا چاہیے۔''

میں نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی ''تم ٹھیک کہتے ہو ہنگ! میں پہلے یہ کنفرم کرلوں کہ آیا میں نے ڈاکٹر مونگ کے ساتھ کھٹمنڈو کے مضافات میں جس لڑکی کو دیکھا ہے، وہ میری ساحل ہی ہے۔ اس تصدیق کے بعد میں سیدھا کھٹمنڈو جانا چاہوں گا لیکن.....''

میں نے رک کر ایک گہری سانس لی اور بات پوری کرتے ہوئے کہا ''امریکا سے نیپال تک کے سفر کے لیے بھی ضروری کاغذات تو چاہیے ہی ہوں گے نا!''

وہ ٹھوس لہجے میں بولا ''تم اپنی صلاحیت کو آزما کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ڈاکٹر مونگ کی طرف کیا پوزیشن ہے۔ میں خود بھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر مونگ کھٹمنڈو میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جہاں ٹھہرا ہوا ہے' وہاں کا نمبر بھی ہے میرے پاس۔ پہلے میں وہاں ٹرائی کرتا ہوں۔ سیل سے تو کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا۔''

بات ختم کرتے ہی وہ ٹیلی فون سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ ہم جس کمرے میں میٹنگ کر رہے تھے وہاں فون کی سہولت موجود تھی۔ ہنگ نے ڈائلنگ کے بعد خاموش نظر سے مجھے دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میں پوری توجہ سے اس کی جانب دیکھنے لگا کہ پتا نہیں وہاں سے کیا خبر ملتی ہے۔

ہنگ تین منٹ تک ٹرائی کرتا رہا۔ پھر مایوسی سے ریسیور کریڈل کردیا اور بولا ''ادھر گھنٹی تو بج رہی ہے مگر کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔ لگتا ہے انہوں نے وہ ٹھکانا چھوڑ دیا ہے۔''

''تم نے نمبر تو ٹھیک ملایا ہے نا؟'' میں نے ایک خدشاتی سوال کیا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''تم بھی ٹرائی کر کے دیکھ لو۔ میں تو دو تین مرتبہ ری ڈائل بھی کر چکا ہوں۔''

میں نے ہنگ سے فون نمبر دریافت کیا اور فون سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ مجھے ہنگ کی زبان پر اعتبار تھا۔ پتا نہیں پھر بھی کیوں میں ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے ڈائل کرنا چاہتا تھا۔ میری اس کوشش کا وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کے بارے میں ہنگ مجھے بتا چکا تھا تاہم اس طرح ڈاکٹر مونگ کے کھٹمنڈو والے ٹھکانے کا نمبر میرے ذہن میں محفوظ ہوگیا۔

میں واپس ہنگ کے سامنے آکر بیٹھا تو اس نے کہا ''اب تم اپنی صلاحیت کو آزماؤ۔ شاید ان کا کوئی سراغ مل جائے!''

''اوکے!'' میں نے یہ کہتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔

''ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ ذرا دھنو (ساحل) کو بھی جھانک لینا۔'' ہنگ کی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

ونگ ہنگ میری تھرڈ آئی والی اس صلاحیت پر اچھی طرح نہیں ہوا تھا۔ وہ سانگ فو کو اپنا بڑا مانتا تھا جو ایسی پتا نہیں' کتنی صلاحیتوں کا مالک رہا تھا اور اب اس کے ساتھ ہی یہ صلاحیتیں بھی ختم ہوچکی تھیں۔ سانگ فو کی ڈیتھ کے بعد ان لوگوں کا بڑا ڈاکٹر مونگ تھا۔ سانگ فو کی پیروی کرنے والوں میں ڈاکٹر مونگ ریفوشے سب سے زیادہ سینئر اور باصلاحیت تھا۔

میں نے پہلے ساحل کی خیر خبر ضروری سمجھی اور اس کے نقش کو تیسری آنکھ کے سامنے ابھارتے ہوئے تصور کے گھوڑے کو دوڑایا۔ رخشِ تصور اگلے ہی لمحے زمین بوس ہوگیا۔ میں ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔ دو تین بار کی ناکامی کے بعد میں باطنی آنکھ کے طفیل ڈاکٹر

مونگ کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت کسی اسپتال کے صاف شفاف بستر پر موجود تھا۔

اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک کی موجودگی ظاہر کرتی تھی' اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے بدن سے مختلف مانیٹرنگ مشینیں منسلک تھیں۔ ایک ڈاکٹر بڑی توجہ سے اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کے عقب میں کھڑی خوبصورت نیپالی نرس نوٹس لے رہی تھی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس ماحول میں موجود رہا۔

معائنے کے بعد ڈاکٹر نے امید افزا انداز میں گردن ہلائی اور کمرے سے نکل گیا۔

میں نے ڈاکٹر کا پیچھا پکڑا اور اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ وہ مختلف راہ داریوں میں گھومنے کے بعد ایک کمرے میں پہنچا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے کلپ بورڈ پر لگے کاغذ پر کچھ تحریر کیا اور گھڑی پر نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسپتال سے رخصت ہو گیا۔

میں اس کے ساتھ چپک کر اسپتال سے باہر نکلا تھا لہٰذا یہ جاننے میں کامیاب ہو گیا کہ ڈاکٹر مونگ اس وقت کھٹمنڈو کے سٹی اسپتال میں تھا۔ لگ بھگ دو گھنٹے پہلے میں نے اسے ایک بند ٹرک کے عقبی حصے میں پہاڑی راستے پر سفر کرتے دیکھا تھا۔ اسپتال میں زیر علاج اسے دیکھ کر ثابت ہو گیا کہ ٹرک میں اسپتال تک پہنچانے والے اس کے خیر خواہ تھے۔

اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں جو خوفناک سوال ابھرا اس نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا۔ ڈاکٹر مونگ کو اگر اسپتال پہنچا دیا گیا تھا تو پھر میری ساحل کہاں تھی؟

میں نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ونگ ہنگ سے کہا ''ڈاکٹر مونگ کو تشویش ناک حالت میں سٹی اسپتال کھٹمنڈو پہنچا دیا گیا ہے لیکن ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں مجھے کامیابی نہیں ہو سکی۔''

''اس کو بھی ڈھونڈ لیتے ہیں۔'' وہ تیزی سے فون سیٹ کی جانب لپکا۔

میں اس کو دیکھتے ہوئے موجودہ صورت حال پر غور کرنے لگا۔

ہنگ نے ایک نمبر ڈائل کرنے کے بعد مختصر بات کی اور فون سیٹ کے قریب رکھی نوٹ بک پر ایک نمبر لکھ لیا۔ پھر وہ میری جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں نے مذکورہ اسپتال کا نمبر لے لیا ہے۔ اب میں کھٹمنڈو کے اس اسپتال سے رابطہ کر رہا ہوں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔

اگلے ہی لمحے وہ سٹی اسپتال کھٹمنڈو سے جڑ چکا تھا۔ اس نے تین منٹ تک متعلقہ افراد سے بات کی۔ میں یک طرفہ گفتگو سنتا رہا۔ ریسیور کریڈل کرنے کے بعد اس نے مجھے بتایا۔

''وجدان! آج لگ بھگ ساڑھے بارہ بجے دوپہر دو زخمی اور بے ہوش افراد کو اس اسپتال پہنچایا گیا ہے۔ ان میں ایک مرد اور دوسری عورت ہے تاہم ان کے نام ڈاکٹر مونگ اور دھنو یا ساحل نہیں ہیں۔ تم تصدیق کر رہے ہو کہ اس اسپتال میں ڈاکٹر مونگ موجود ہے تو پھر سوچا جا سکتا ہے' انہوں نے وہاں اپنے اصل نام ظاہر نہ کیے ہوں۔ بہرحال!''

وہ سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''زخمی مرد اور عورت کو الگ الگ کمروں میں رکھا گیا ہے اور بڑی توجہ سے ان کا علاج جاری ہے۔ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ تم نے جس عورت کو دیکھا تھا، وہ بھی اسپتال پہنچا دی گئی ہے۔ وہ دھنو یا ساحل ہے یا نہیں' اس بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

نیو جرسی اور کھٹمنڈو کے مقامی وقت میں کم و بیش سوا گیارہ گھنٹے کا فرق ہے۔ اگر کھٹمنڈو کے وقت کے مطابق انہیں ساڑھے بارہ بجے دوپہر اسپتال پہنچایا گیا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا اس وقت یہاں رات کا سوا ایک بجا تھا..... اور یہ وہی لمحات تھے جب ہم دیسم کے معائنے میں مصروف تھے۔ اس کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال میں ہمیں خاصا وقت لگ گیا تھا۔

میں نے ہنگ سے کہا ''اس وقت تک ہمارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں جب تک ڈاکٹر مونگ کو ہوش نہیں آ جاتا۔ ایک مرتبہ کسی طرح براہ راست اس سے ہماری بات ہو جائے تو صورت حال کی صحیح شکل سامنے آ سکتی ہے۔''

''لارڈ بدھا سے مجھے امید ہے' سورج طلوع ہونے سے پہلے ڈاکٹر مونگ کو ہوش آ جائے گا۔'' وہ پر وثوق انداز میں بولا۔

میں نے پوچھا ''نیو جرسی کا سورج یا کھٹمنڈو کا؟''

''میں یہاں کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ جلدی سے بولا ''وہاں کھٹمنڈو میں تو اس وقت رات کا آغاز ہو چکا ہوگا۔''

''خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔'' میں اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا۔



وہ بولا ''اس دوران میں تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے اگر چاہو تو ادھر جھانک بھی سکتے ہو مگر میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔''

''پھر تم مجھے کون سا مشورہ دینے والے ہو؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''آرام سے سو جاؤ اور اپنی نیند پوری کرو۔ بدھا نے چاہا تو صبح تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جن خیر خواہوں نے ڈاکٹر کو اسپتال تک پہنچایا ہے' وہ اور وہاں کے ڈاکٹر سب مل کے اس کا بہت خیال رکھ رہے ہوں گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں' تمہیں بھی ایک بھرپور نیند کی ضرورت ہے۔''

''اور تمہیں تو بالکل نہیں ہے نا؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

وہ بولا ''میں جانے کی تیاری کروں گا۔''

''اس وقت کہاں جاؤ گے؟''

''کہیں بھی۔'' وہ پُراسرار انداز میں بولا ''ویسم تو فی الحال کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہا لیکن تمہارے ڈاکومینٹس کی تیاری بہت ضروری ہے۔ اگر یہ کنفرم ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر کے ساتھ دھنو بھی اس اسپتال میں پہنچائی گئی ہے تو پھر میرا خیال ہے تم اسرائیل کے بجائے نیپال جانے کو ترجیح دو گے!''

''تمہارا خیال بالکل درست ہے۔'' میں نے جلدی سے کہا ''اسی لیے میں سونے کے بجائے ڈاکٹر سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ کھٹمنڈو کے اس اسپتال کا نمبر میری یادداشت میں محفوظ ہو چکا ہے۔''

وہ سمجھانے والے انداز میں بولا ''اگر اس دوران میں ڈاکٹر کو ہوش آ بھی جاتا ہے تو بھی اسپتال والے براہِ راست اس سے تمہاری بات نہیں ہونے دیں گے۔''

''میں ان لوگوں میں سے کسی کو فون تک لانے کی کوشش کروں گا جنہوں نے ڈاکٹر کو اسپتال پہنچایا ہے۔'' میں نے کہا ''ان میں سے کوئی نہ کوئی اسپتال میں ضرور موجود ہوگا۔ وہ ڈاکٹر اور ساحل کے بارے میں مجھے بتا سکتے ہیں۔''

''مجھے اس کی امید نہیں۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''تم ان لوگوں سے اور وہ تم سے واقف نہیں ہوں گے۔ ایک اجنبی کو وہ کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔''

میں نے کہا ''میں محسوس کر رہا ہوں تم ان سے جانکاری نکال سکتے ہو!''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''تو ٹھیک ہے تم ہی ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو۔''

میں نے کہنے کو یہ بات کہہ تو دی تھی لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔ میں رات کے باقی حصے میں سونے کے بجائے ڈاکٹر مونگ کی خیریت اور ساحل کی ''حقیقت'' جاننا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا بہت ضروری تھا کہ میں نے کھٹمنڈو کے مضافات میں پھیلے ہوئے بلند و بالا پہاڑوں میں جس عورت کو ڈاکٹر مونگ کے ساتھ گولیوں کی برسات میں نہاتے ہوئے دیکھا تھا' وہ میری ساحل ہی تھی یا پھر کوئی اور دھوکا عورت!

''ٹھیک ہے تو پھر میں چلتا ہوں۔''

ہنگ نے ایک مرتبہ پھر جانے کی بات کی تو میں نے کہا ''تم واپس چائنا ٹاؤن تو نہیں جا سکتے۔ وہاں کے حالات بھی خاصے گڑبڑ ہیں۔ کیا کسی نئے ٹھکانے کی طرف رخ کرنے کا ارادہ ہے؟''

وہ بولا ''میں نے جانے کی بات اس لیے کی تھی کہ تم آرام سے سو جاؤ' ورنہ میں صبح ہی یہاں سے روانہ ہوں گا۔ میں دوسرے کمرے میں رات کا باقی حصہ گزاروں گا اور جہاں تک چائنا ٹاؤن کا تعلق ہے۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''مجھے واپس چائنا ٹاؤن ہی جانا ہے۔''

اس کے لہجے کی قطعیت نے مجھے چونکا دیا۔ ہمارے درمیان' ایف بی آئی والوں کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلی بات ہو چکی تھی اس کے باوجود بھی وہ چائنا ٹاؤن جانا چاہتا تھا تو میں اس کے فیصلے پر حیران تھا۔ میں نے کہا۔

''یہ خود کو پریشانیوں میں پھینکنے والی بات نہیں ہوگی؟''

''ہوگی!'' اس نے کندھے اچکائے ''لیکن فرار کا راستہ اختیار کرنا مجھے گوارا نہیں۔ تمہارے منظر سے ہٹ جانے کی بات دوسری ہے لیکن میں چائنا ٹاؤن کا ایک معزز اور دیرینہ رہائشی ہوں۔ ابھی تک میں تمہارے سلسلے میں ملوث ثابت نہیں ہوا۔ میں چائنا ٹاؤن میں رہ کر حالات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کروں گا..... اور مجھے یقین ہے میں ایسا کر لوں گا۔''

وہ سانس لینے کو رکا اور بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''مجھے جیسے ہی حالات کی سنگینی کا پتا چلا' میں اپنے ٹھکانے سے ہٹ گیا۔ میں دراصل تم لوگوں کو کسی محفوظ مقام پر پہنچانا چاہتا تھا۔ اب مجھے تمہاری طرف سے بے فکری ہو گئی ہے۔ تم یہاں آرام اور اطمینان سے وقت گزار سکتے ہو۔ لی یان اور شون تمہارا ہر طرح خیال رکھیں گے۔ میں نیویارک کے

معاملات کو سنبھال لوں گا۔ ویسے بھی آج کا دن میں مین ہیٹن میں نہیں ہوں اس لیے وہاں ہونے والی کسی بھی قانونی یا غیر قانونی سرگرمی میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہوسکتا۔ اپنے مین ہیٹن سے باہر ہونے کی بات میں تمہیں دوپہر میں بتا چکا ہوں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا ''مگر مجھے تمہاری جان آسانی سے چھوٹتی ہوئی نظر نہیں آرہی۔ ٹرائی بیکا والے اپارٹمنٹ میں جو کچھ پیش آیا اور ایف بی والوں نے جس انداز میں تمہارا ذکر کیا تھا اس کے پیش نظر تمہارے لیے بھی حالات اتنے ہی سنگین ہیں جتنے ہمارے لیے۔ بہرحال!''

''تم سب مجھ پر چھوڑ دو نا!'' وہ دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہے چھوڑ دیا۔'' میں نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور بولا ''میں کسی وقت بھی یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔ تم آرام سے اپنی نیند پوری کرو۔ بدھا نے چاہا تو کل دن میں کسی وقت ملاقات ہوگی۔ میں لی یان اور شون کو تمہارے متعلق خصوصی ہدایات دے جاؤں گا۔ تمہیں یہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''

''تھینک یو۔'' میں نے تشکرانہ لہجے میں کہا ''میرے ڈاکومینٹس کے سلسلے میں دیکھ بھال کر کسی سے بات کرنا۔ تمہارا قابلِ اعتماد بندہ مسٹر جونی تو بہت ہی بودا ثابت ہوا ہے۔''

ہم جونی کی ''کارکردگی'' پر تفصیلی بات کر چکے تھے۔ ہنگ نے گہری سنجیدگی سے کہا ''میں ابھی تک کنفرم نہیں ہوں کہ جونی نے بدعہدی کا ارتکاب کیا ہوگا!''

''تم بھی کمال کی بات کرتے ہو!'' میں نے الجھن بھری نظر سے اسے دیکھا ''ایف بی آئی والوں نے خود اس کے ''کارنامے'' کا ذکر کیا تھا؟''

''جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں' ایف بی آئی والوں نے تمہیں بلف کیا ہے۔'' وہ بڑی رسانیت سے بولا ''تم نے مجھے جو واقعات بتائے ہیں ان سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہارے منہ سے جونی کا نام سن کر انہوں نے اس کردار کو کہانی میں انٹر کردیا ہے ورنہ وہ اپنی معلومات کے بل بوتے پر وہاں پہنچے تھے۔ تم ایف بی آئی اور دیگر خفیہ ایجنسیوں کے ایجنٹوں کو نہیں جانتے۔ یہ بلا کے دروغ گو اور موقع پرست ہوتے ہیں۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات پوری کرتے ہوئے بولا۔

''اگر مسٹر جونی کی مخبری پردہ شام ہی سے ہمیں واچ کر رہے تھے تو پھر انہیں ہم پر ہاتھ ڈالنے کے لیے آدھی رات تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تمہارا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ وہ ایک لمحے کی تاخیر کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اوپر والے ان کی ایسی تیسی کردیں گے۔''

وہ بیک وقت دو متضاد باتیں کر رہا تھا۔ ٹرائی بیکا والے اپارٹمنٹ کو چھوڑنے سے پیشتر جب میں نے اسے اپنے حالات بتانے کے لیے فون کیا تھا تو اس نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ وہاں چائنا ٹاؤن میں بھی حالات ٹھیک نہیں ہیں اس لیے وہ اپنا ٹھکانا چھوڑ رہا ہے اور اب وہ اتنے اطمینان سے باتیں کر رہا تھا جیسے اس کے لیے کہیں کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کے متضاد رویّے نے مجھے الجھا دیا تاہم میں نے اس سے کوئی جرح نہ کی اور معتدل لہجے میں کہا۔

''بہرحال مسٹر ہنگ! تم زیادہ بہتر جانتے ہو۔''

''ریلیکس مائی فرینڈ۔'' اس نے میرا شانہ تھپتھپایا ''سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔''

میں زیرلب مسکرا دیا۔ وہ مجھ سے شیک ہینڈ کرنے کے بعد دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ خود بہ خود سب ٹھیک نہیں ہوجاتا۔ سب ٹھیک کرنے کے لیے بہت پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔

ہم نے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر یہ گفتگو کی تھی۔ ہنگ کے جانے کے بعد میں اس کمرے میں آگیا جہاں وسیم موجود تھا۔ وہ اس وقت گہری نیند میں تھا۔ مرہم پٹی کے بعد لی یان نے اسے درد کش اور مسکن انجیکشن بھی دے دیا تھا۔ ہنگ میرے لیے الگ بیڈروم میں سونے کا بندوبست کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے وسیم کے ساتھ ہی رہنے کو ترجیح دی۔ ویسے بھی اس اپارٹمنٹ میں تین بیڈروم تھے۔ دو ہم گھیر کر بیٹھ جاتے تو میزبان بے چارے کہاں جاتے جب کہ ہنگ بھی اس رات وہیں رک رہا تھا۔

ہنگ کا رویہ مسلسل مجھے الجھن میں ڈال رہا تھا۔ پہلے اس نے کہا' وہ واپس جارہا ہے' پھر بتایا وہ رات یہیں گزارے گا۔ مجھ کو شب بخیر کہنے سے پہلے اس نے یہ بھی سنا دیا کہ اب کل دن میں کسی وقت ملاقات ہوگی۔ اس کے علاوہ ہم اس وقت جس قسم کے حالات سے گزر رہے تھے، ان کے پیش نظر اسے جتنا پُرتشویش ہونا چاہیے تھا وہ اتنا نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ٹھہراؤ اور اطمینان کو دیکھتے ہوئے میں کہہ سکتا تھا' اس نے اپنے ذہن میں کچھ اور ہی سوچ رکھا ہے اور اس ''کچھ اور'' سے فی الحال مجھے آگاہ نہیں کرنا چاہتا۔

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ رات..... یعنی صبح کے

تین بج رہے تھے۔ اس وقت کھٹمنڈو میں اگلے روز دوپہر دو سوا دو بج رہے ہوں گے۔ میں شدید نیند محسوس کر رہا تھا لیکن خود کو نیند کی آغوش کے سپرد کرنے سے پہلے میں نے سیٹل اسپتال کھٹمنڈو میں جھانکنا ضروری سمجھا۔

میں نے بیڈ پر دراز ہونے کے بعد اپنی آنکھیں بند کرلیں اور ڈاکٹر مونگ کے خدوخال کو اپنے تصور میں ابھار کر تھرڈ آئی کے توسط سے اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ ہنوز سو رہا تھا۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا' وہ اس وقت بے ہوش تھا یا نارمل نیند کے زیر اثر تھا۔ اس کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے ماحول کا حصہ بنا رہا پھر وہاں سے واپس آ گیا۔

میرا ذہن تیزی سے ساحل تک رسائی حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ براہ راست کوشش پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی بارآور نہ ہوسکی۔ اسی لمحے یکا یک میرے تصور میں اس نرس کا چہرہ گھوم گیا جسے میں نے ایک ڈاکٹر کے ساتھ ڈاکٹر مونگ والے کمرے میں دیکھا تھا۔ وہ مجھے ساحل تک پہنچانے کا وسیلہ بن سکتی تھی۔

میں نے مذکورہ نرس کے سراپا اور صورت کو تیسری آنکھ کے سامنے روشن کیا اور اگلے ہی لمحے میں اس کے ماحول میں پہنچ گیا مگر..... اس سے اگلے لمحے مجھے واپسی کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ وہ اس وقت کسی مرد کے ساتھ تھی اور وہ دونوں ایسی حالت میں تھے کہ اخلاقیات انہیں دیکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ پتا نہیں وہ مرد اس کا شوہر تھا یا پھر بوائے فرینڈ! وہ جو کوئی بھی تھا اس کے بہت قریب تھا۔ وہ من و تو کی دنیا سے بہت دور نکل گئے تھے۔

میں آنکھیں کھول کر بیڈ روم میں حاضر ہوگیا۔ کمرے کی لائٹ کو میں نے جلتا چھوڑ دیا تھا۔ وسیم کی جانب نظر گئی تو میں نے اسے بے سدھ سوتے ہوئے پایا۔ لامحالہ میرا ذہن دوبارہ اس نرس کی طرف چلا گیا لیکن اس مرتبہ میں نے تصور کی نگاہ کو زحمت نہیں دی بلکہ اسے محض سوچ کی حد تک محدود رکھا۔

ایک بات یقینی تھی کہ وہ اس وقت اپنی ڈیوٹی پر نہیں ہوسکتی تھی۔ عام طور پر اسپتالوں میں ایک یا دو بجے کے قریب ڈیوٹی تبدیل ہوجاتی ہے۔ میں نے ڈاکٹر کو تصور کی نگاہ سے اس اسپتال سے رخصت ہوتے دیکھا تھا۔ عین ممکن تھا اس نرس کی ڈیوٹی بھی آف ہوگئی ہو۔ جب تک وہ دوبارہ اسپتال میں ان نہ ہوتے میں ان کے توسط سے ساحل تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

ابھی تک اس بات کی تصدیق نہیں ہوسکی تھی کہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ زخمی حالت میں اسپتال پہنچائی جانے والی عورت ساحل ہی تھی یا کوئی اور۔ یہ تصدیق صرف دو افراد ہی کرسکتے تھے۔ نمبر ایک ڈاکٹر مونگ ریفوشے! اور وہ فی الحال میرے رابطے میں نہیں تھا۔ نمبر دو' ربی موشے ہائمن!

ربی کا خیال آتے ہی اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس عیار شخص نے مجھے نچا کر رکھ دیا تھا۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ اس کے سامنے میری روحانی صلاحیتیں بے اثر ہوکر رہ جاتی تھیں۔ جب سے اسے میری تیسری آنکھ والی صلاحیت کے بارے میں مبہم پتا چلا تھا اس نے ساحل کے حوالے سے میرے تصور کے سامنے ایک ایسی دیوار کھینچ دی تھی کہ میں براہِ راست ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہا تھا' حالانکہ پہلے ایسا نہیں تھا۔

ساحل ربی کے لیے بہت قیمتی تھی۔ وہ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ ''راز'' تک رسائی کی ٹیکنیک سے آگاہ تھی۔ ایک موقع پر ربی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اقرار کیا تھا کہ کھٹمنڈو والے محاذ پر اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوسکی اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ ساحل کو کھٹمنڈو کے مضافاتی پہاڑوں تک پہنچانے میں دریغ نہیں کرے گا۔ عین ممکن تھا' اسرائیل کے حوالے سے اس نے مجھ سے غلط بیانی کی ہو۔ ساحل کو اس نے اپنے شاطر بندوں کی نگرانی میں کھٹمنڈو پہنچا دیا ہو! وہ مجھے اسرائیل کا راگ محض اس لیے سنا رہا ہو کہ اس راگ پر مست ہوکر میں دوڑا چلا آؤں گا!

یہ ایک خاصا قوی امکان تھا۔ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے میں انمول خزائن دفن تھے۔ ربی کا خصوصی ٹارگٹ وہ پانچ قیمتی پتھر تھے جو پوری دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ربی کا عقیدہ تھا کہ اگر وہ ان پتھروں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ دنیا کا طاقتور ترین شخص بن جائے گا۔ ڈائمنڈ (ہیرا) ایمرالڈ (پنا) روبی (یاقوت) سیفائر (نیلم) اور ٹوپاز (پکھراج) کا وہ کمبی نیشن طاقت اور سربلندی کی علامت تھا۔ قدیم عبرانی کتابوں میں اس کی روحانی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ ربی موشے ہائمن میہر و (عبرانی) کا ماہر تھا اور اس نے اپنی روحانی صلاحیت کو استعمال کرکے یہ جان لیا تھا کہ یہ پانچ لاثانی پتھر کہاں پوشیدہ ہیں۔ ان کے حصول کے لیے وہ زمین آسمان ایک کرنے کو تیار تھا۔

انسان کی نفسیات بھی عجیب ہے۔ یہ کبھی ایک مقام پر قناعت نہیں کرتا۔ اس کا شمار نہیں کرتا کہ اسے کیا کیا حاصل



ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے' اسے کیا حاصل نہیں۔ اس کے حصول کے لیے وہ سر پٹختا رہتا ہے۔ ربی موشے ہائمن کی طاقت اختیار میں کوئی کلام نہیں تھا۔ دنیا کے سب سے بڑے بااختیار ملک کا صدر دم مارنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ وہائٹ ہاؤس میں اس کی چلتی تھی۔ اس کے اشارۂ ابرو پر امریکی صدور کی تقرری اور تنزلی عمل میں آتی تھی لیکن یہی بااثر شخص اپنے اثر میں اضافے کی خاطر پانچ بے مثال پتھروں کے حصول کا خواہاں تھا اور اس خواہش کے لیے وہ خون کی ندیاں بہانے کو بھی تیار تھا!

دوسری جانب اس زیر زمین دفینے کی بھی ایک خونریز تاریخ موجود تھی۔ آج تک جس کسی نے بھی اس تک پہنچنے کی کوشش کی وہ بے موت مارا گیا۔ ہر دور کا دلائی لاما اس خزانے پر خصوصی نظر رکھتا تھا اور اپنے چنیدہ بندوں کے توسط سے وہ اس کی حفاظت کا بندوبست بھی کرتا تھا۔ پتا نہیں اس مرتبہ ''یہ حصول اور بچاؤ'' کی کشمکش کون سا خون رنگ نقشہ تیار کر رہی تھی!

ڈاکٹر مونگ کی کوشش اور محترم سانگ فو کی یہ خواہش تھی کہ کھٹمنڈو والے مشن میں' میں ان کے ساتھ رہوں لیکن میرا دھیان کہیں اور ہی لگا ہوا تھا۔ ایک موقع پر میں نے سانگ فو سے ندامت آمیز انداز میں کہہ بھی دیا تھا' میرے محترم! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی توقع پر پورا نہیں اتر سکا۔

اس نے مسکرا کر کہا تھا' کوئی بات نہیں۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ میں تمہیں بدھ نیل کنڈ والے مشن سے ہرگز ہرگز الگ نہیں دیکھ رہا ہوں!

اس کے پُراسرار اور معنی خیز جملے نے مجھے چونکا دیا۔ وہ ہماری آخری اور پہلی ملاقات تھی۔ سانگ فو بہت ہی گہرا شخص تھا۔ وہ اگر مجھے بدھ نیل والے مشن میں اپنے ساتھ دیکھ رہا تھا تو پھر میں بھی.....!

اچانک میرے ذہن میں روشنی کا ایک تیز جھماکا سا ہوا اور سوچ خود بخود اسی پٹڑی پر دوڑنے لگی کہ حالات مجھے باندھ کر کھٹمنڈو کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ اگر سانگ فو کے مبہم الفاظ کسی پیش گوئی کا حصہ تھے تو اس کا ایک ہی مطلب تھا' میری ساحل کو ربی نے کھٹمنڈو پہنچا دیا تھا اور مجھے خزانے کی حفاظت اور ساحل کے حصول کے لیے ادھر ہی کا رخ کرنا ہے۔

اس سوچ نے مجھے بے چین کردیا اور میں بستر سے اُتر کر کمرے کے فرش پر ٹہلنے لگا۔ حالات و واقعات کھٹمنڈو کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ میری ساحل کھٹمنڈو کے سٹی اسپتال میں زخمی پڑی تھی اور میں اس سے ہزاروں میل کے فاصلے پر تڑپ رہا تھا۔

میری زندگی میں بہت کم ایسے مواقع آئے ہیں جب جذبات نے مجھ پر غلبہ حاصل کرلیا ہو۔ میں عقلی دلائل کو بہت اہمیت دیتا ہوں اور عقل کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک ساحل کے حوالے سے تصدیق نہ ہوجائے' مجھے کھٹمنڈو کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ تصدیق کرنے والوں میں سے ایک بے ہوش تھا یعنی ڈاکٹر مونگ اور دوسرا یعنی موشے ہائمن اسرائیل میں بیٹھا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں ربی کے چٹکی لینے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سیل نمبر میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں اسے فون کرکے الٹی سیدھی سنا سکتا تھا۔ ممکن تھا اس کے نتیجے میں اس کی زبان سے کوئی اہم بات خارج ہوجاتی۔ موشے ہائمن اس وقت میرا دشمن اول تھا اور اس کے ایما پر مجھے ایک خطرناک پاکستانی دہشت گرد قرار دیا جاچکا تھا۔ ایسے ''خیر خواہوں'' کی گاہے بگاہے خبر لیتے رہنا چاہیے!

لیکن مصیبت یہ تھی کہ اسے فون کرنے کے لیے بے حد احتیاط کی ضرورت تھی۔ وہ اپنے سورس سے کال کرنے والے کی پوزیشن معلوم کرسکتا تھا چنانچہ اپارٹمنٹ والا فون استعمال کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر مجھے مسٹر ہنگ کے موبائل فون کا خیال آ گیا۔

میں اپنے کمرے سے نکل کر ہنگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت شون اور لی یان کے ساتھ کسی سنجیدہ گفتگو میں مصروف تھا۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی حیرت بھرے لہجے میں اس نے کہا۔

''تم سوئے نہیں؟''

''میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کافی!'' ہنگ نے حیرت سے دہرایا ''کافی پی کر تو تمہاری رہی سہی نیند بھی اڑ جائے گی۔''

میں نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا ''میرے ساتھ الٹا معاملہ ہے چائے کافی اور دیگر برین اسٹمولینٹ میرے اعصاب کا مساج کرکے مجھے نیند کی گود میں لے جاتے ہیں۔ اگر اس وقت مجھے ایگ کافی مل جائے تو میں پُرسکون نیند سوسکوں گا۔''

''یہ تو عجیب و غریب ریسپونڈ ہے۔'' شون نے آنکھیں پھیلائیں ''میں نے پہلے تو کسی شخص کو ایسی عادت میں گرفتار نہیں دیکھا!''

ہنگ نے کہا ''مسٹر وجدان کے ساتھ بہت کچھ عجیب و غریب ہے۔ بہرحال۔'' پھر وہ لی یان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا ''وجدان کے لیے ایک گگ کافی چاہیے۔''

''شیور!'' وہ زیرِلب مسکراتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوگئی ''میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔''

لی یان کمرے سے نکل گئی تو ہنگ نے مجھ سے استفسار کیا ''تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟''

اس کا اشارہ وسیم کی جانب تھا' میں نے کہا ''مزے سے سو رہا ہے!''

''تمہیں اسرائیل جانا ہے یا کھٹمنڈو اس کا فیصلہ تو کل ہو جائے گا لیکن ایک بات طے ہے' وسیم آٹھ دس دن کے لیے یہیں آرام کرے گا۔ جب تک یہ ٹھیک ہو جاتا' میں بہ آسانی تمہاری ہدایت کے مطابق اس کے ڈاکومینٹس تیار کروالوں گا۔''

''وسیم کے ڈاکومینٹس تو بعد میں تیار ہوتے رہیں گے۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا ''لیکن میں اپنی روانگی کا فیصلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ کیسے؟'' ہنگ نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

شون بھی الجھی ہوئی نظر سے مجھے تکنے لگا۔

ہنگ جس طرح شون کے سامنے مجھے وجدان کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور میرے کیس کو جتنی آزادی سے ڈسکس کر رہا تھا اس سے یہی ثابت ہوا کہ شون اور لی یان اس کے با اعتماد اور قابلِ بھروسا ساتھی تھے۔ میں نے ہنگ کے سوال کے جواب میں کہا۔

''وہ ایسے کہ مجھے اسی وقت ربی کو ایک کال کرنا ہوگی اور اس کے لیے مجھے ایک ایسے فون کی ضرورت ہوگی جس کی ٹریسنگ کا خدشہ موجود نہ ہو!''

ہنگ نے گمبھیر لہجے میں کہا ''اس اپارٹمنٹ والے فون کا رسک نہیں لیا جا سکتا۔''

''میں بھی اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔'' میں نے کہا۔

ہنگ نے پوچھا ''تمہارے ذہن میں کوئی آئیڈیا ہے؟''

''میں تمہارے سیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''اوہ!'' اس کے لبوں سے تاسف بھری سانس خارج ہوئی۔

''کیوں' کوئی پرابلم ہے؟''

''نن..... نہیں۔'' وہ الجھن زدہ انداز میں بولا ''لیکن اس کال کے بعد مجھے سیل کو آف رکھنا ہوگا ورنہ.....''

''میں اس سیل کی بات کر رہا ہوں جو آل ریڈی آف چل رہا ہے۔'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''وہ سیل جس کی چوری کی تم رپورٹ درج کروانے والے ہو جیسے گمشدہ شیورلٹ کی رپورٹ درج کرائی تھی۔ اگر تمہارے ''گمشدہ'' سیل کو استعمال کر کے میں ربی کو ایک کال کرلوں گا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ متاثر ہوتے ہوئے بولا ''تمہارے ذہن میں غضب کا خیال آیا ہے وجدان! میں تو اس سیل کو فراموش کیے بیٹھا تھا۔ واقعی اس سلسلے میں اس سیل کا استعمال انتہائی محفوظ ثابت ہوگا!''

''گم ہو جانے والی اشیا کو یوں فراموش نہیں کر دینا چاہیے مسٹر ہنگ!'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا پھر پوچھا ''کیا وہ موبائل اس وقت تمہارے پاس ہے؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بولا ''اس کی بیٹری قریب الختم تھی جب میں نے اسے آف کیا تھا۔ دیکھتا ہوں اب کیا پوزیشن ہے۔''

''اگر چارجر تمہارے پاس ہو تو سیل کو چارجنگ پر لگا دو۔'' جب تک ہم..... بلکہ میں کافی پی کر فارغ ہوتا' اس میں اتنی چارجنگ ہو چکی ہوگی کہ میں ربی سے ایک دو باتیں کر سکوں۔''

ہنگ نے مذکورہ سیل کو چارجنگ پر لگا دیا اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ''میرا مشورہ ہے کہ تم اپارٹمنٹ سے باہر جا کر سیل کو استعمال کرنا۔ ابھی ایک آدھ روز تمہیں یہاں قیام کرنا ہے۔''

''میں تمہارے مشورے کی حقیقت کو سمجھ رہا ہوں۔'' میں نے مدبرانہ انداز میں کہا ''یہ بات میرے ذہن میں بھی ہے تم فکر نہ کرو' میں اس اپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر جا کر ربی سے رابطہ کروں گا۔''

اسی وقت لی یان میرے لیے کافی بنا لائی۔ میں نے مشرقی روایات کا خیال کرتے ہوئے انہیں ''صلح'' ماری لیکن انہوں نے رات کے آخری پہر ایک سپ تک لینے سے انکار کر دیا چنانچہ آئندہ دس منٹ میں' میں نے کافی کا مگ خالی کر دیا۔

اس دوران میں سیل کی بیٹری میں اتنی ''جان'' آ گئی تھی کہ میں بہ آسانی پانچ منٹ تک ربی سے بات کر سکتا تھا۔ میرے باہر جانے کا مرحلہ آیا تو ہنگ نے لی یان کو اشارہ کیا پھر مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''تم لی یان کے ساتھ ان کی گاڑی میں جاؤ۔ لی یان یہاں کے چپے چپے سے آگاہی رکھتی ہے۔ اپنا کام کرنے کے بعد تم واپس آ جانا۔ کسی عورت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تم زیادہ محفوظ رہو گے۔''

میں نے ہنگ کے مشورے کو راست جانا اور لی یان کے ساتھ اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔ نیویارک اور نیوجرسی کے موسم میں زیادہ فرق نہیں۔ رات کا آخری حصہ یخ بستگی کا عظیم الشان نمونہ پیش کر رہا تھا تاہم لی یان کی گاڑی ائر کنڈیشنڈ تھی لہٰذا ہم دونوں موسم کی غضب ناکی سے محفوظ تھے۔ میں اس کے برابر میں پسنجرز سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب گاڑی لنکن پارک سے نکل کر کینیڈی بلیوارڈ پر آئی تو لی یان نے مجھ سے پوچھا۔

''کس طرف چلنا ہے؟''

''میں تو پہلی مرتبہ نیوجرسی آیا ہوں۔ یہاں کے راستوں سے واقف نہیں۔'' میں نے کہا۔

وہ بولی ''میرا مطلب یہ تھا کتنی دور جانا ہے؟''

''بہت دور۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''بہت دور کہاں؟'' وہ چونک کر پوچھنے لگی۔

لی یان فلپائنی تھی لیکن امریکا میں طویل قیام کے طفیل وہ فراٹے سے امریکی لب و لہجے میں بولنے کی ماہر ہوگئی تھی۔ میں نے بے دھیانی میں ایک ایسی بات کہہ دی تھی جس پر اس کا چونک جانا لازمی تھا۔ میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا یہاں قریب ہی کوئی ایسا مقام موجود ہے جہاں سے ہم نیویارک اسٹیٹ میں داخل ہو سکیں؟'' میں نے بات کے اختتام پر اس کی جانب دیکھا۔

وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے بولی ''ایک تو وہی ہالینڈ ٹنل والا راستہ ہے۔''

''وہ نہیں۔'' میں نے قطعی انداز میں کہا۔

''ایک آگے بھی ہے۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ''ادھر سے ہم اسٹیٹن آئی لینڈ میں داخل ہو سکتے ہیں جو نیویارک کا ایک مشہور جزیرہ ہے۔''

''او کے ہم تھوڑی دیر کے لیے اسٹیٹن آئی لینڈ جا رہے ہیں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

درحقیقت اس پیش بندی سے میں ربی موشے ہائمن کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ میں ابھی تک نیویارک ہی میں ہوں۔ مین ہیٹن میں نہ سہی' اسٹیٹن آئی لینڈ ہی میں سہی! اس بات کے روشن امکانات تھے کہ وہ میری لوکیشن کو معلوم کروا لے گا۔ اس کے لیے یہ ایک خوبصورت دھوکا ہوتا۔

لی یان نے پھر کوئی سوال نہ کیا اور محتاط انداز میں گاڑی دوڑاتی چلی گئی۔ کینیڈی بلیوارڈ کو چھوڑ کر ہم ''ون سکسٹی نائن نیوجرسی ہائے وے'' پر آئے۔ یہ ہائی وے آگے جا کر نیوجرسی کی حدود ہی میں ''نیو رفورٹی نیویارک ہائی وے'' میں بدل گئی اور اسی پر سفر کرتے ہوئے ہم نیویارک کے ایک جزیرے ''اسٹیٹن آئی لینڈ'' میں داخل ہو گئے۔

فاریسٹ ایونیو کو عبور کر کے ہم ویلو بروک پارک کی جانب بڑھنے لگے تو میں نے سیل آن کر کے ربی کا نمبر ملایا۔ اس وقت نیویارک وغیرہ میں صبح کے چار بجے تھے۔ اسرائیل میں آئندہ روز دوپہر کے ساڑھے گیارہ کا وقت ہوگا۔

جیسے ہی دوسری جانب کال ریسیونگ کے بعد مجھے ربی کی ''ہیلو'' سنائی دی' میں نے چہکنے والے انداز میں کہا ''چوری کے موبائل سے بات کر رہا ہوں اس لیے لمبی چوڑی تمہید میں نہ پڑ جانا۔ میں جو پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھاک جواب دینا۔''

''وجدان! تم اس وقت کہاں ہو؟'' وہ قطع کلامی کرتے ہوئے اضطراری لہجے میں بولا۔

میں نے اس کے ساتھ ہنگ آمیز انداز اپنایا تھا لیکن اس کے استفسار میں کسی قسم کی برہمی موجود نہیں تھی' بجائے اس کے گہری تشویش پائی جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا' میری آواز سن کر اس نے کسی گمشدہ خزانے کا سراغ پا لیا ہو۔ میں اس موقع پر لمبی چوڑی گفتگو کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں تھی کہ میری یہ کال ٹیپ اور ٹریس کرنے کے سلسلے میں ٹیلی کمیونی کیشن کے کئی حساس آلات اس وقت مصروفِ عمل ہوں گے۔

''میں اسرائیل میں کھڑا ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''اور ایک مرتبہ پھر تمہارے جھوٹ کی داد دینے کو جی مچل رہا ہے۔''

''کیسا جھوٹ؟''

''تم نے بتایا تھا' ساحل تمہارے پاس اسرائیل پہنچنے والی ہے لیکن تم نے اسے کہیں اور ہی پہنچا دیا!'' میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

وہ ٹٹولنے والے انداز میں بولا ''میں نے اسے کہاں پہنچا دیا ہے؟''

''کھٹمنڈو۔''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''یہ خرابی تمہارے ہی کرتوتوں کے طفیل پیدا ہوئی ہے۔'' میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

وہ سنسناتے ہوئے لہجے میں پوچھ بیٹھا ''تمہارے پاس

یہ ثبوت ہے کہ میں نے ساحل کو اسرائیل کے بجائے کھٹمنڈو پہنچا دیا ہے؟''

''سب سے بڑا ثبوت تو تم ہی ہو!''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں یہ کہہ رہا ہوں' کھٹمنڈو والی بات تم ہی نے مجھے بتائی ہے!''

''بکومت!'' وہ پھنکارا''اتنا بڑا راز میں تمہیں کیونکر.....!''

میں نے لائن کاٹ دی اور اگلے ہی لمحے موبائل فون کا سوئچ آف کر دیا۔ میرا مقصد پورا ہو گیا تھا میں نے ربی کو تاؤ دلا کر اس کے منہ سے وہ حقیقت اگلوالی تھی جس کی تصدیق نہیں ہو پا رہی تھی۔ اب اس بات میں کسی شک و شبہے کا امکان باقی نہیں تھا کہ میری ساحل اسرائیل میں نہیں بلکہ کھٹمنڈو میں تھی۔

میں نے سیل کو جیب میں رکھنے کے بعد لی یان سے کہا''واپس چلو کام ہو گیا۔''

وہ نیویارک ہائی وے فورفورٹی پر تھوڑا آگے آئی پھر ویلو بروک پارک کے نزدیک سے اس نے گاڑی کو یو۔ ایس انٹراسٹیٹ ٹوسیونٹی ایٹ پر موڑ لیا۔ ہم نے اسی روڈ پر سفر جاری رکھتے ہوئے اسٹیٹ حدود کو عبور کیا اور نیویارک سے نیوجرسی میں داخل ہونے کے بعد یو۔ ایس انٹراسٹیٹ نائن فائیو پکڑ لی۔

لی یان نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا''وجدان! میں تمہارے بارے میں بہت کم جانتی ہوں۔ ہمارے حلقے میں پچھلے چند دنوں سے تمہارا ذکر ہونے لگا ہے۔ ابھی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے تمہارے ساتھ سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ تم زبردست ایڈونچر میں ہو!''

لی یان کے لہجے سے مسرت آمیز حیرت جھلکتی تھی۔ میں نے اس کے توصیفی کلمات کے جواب میں کہا''ٹھیک کہتی ہو۔ ہم دونوں کے طرزِ زندگی میں نمایاں فرق ہے۔ تم سارا دن فوٹو اسٹوڈیو میں دکان داری کرتی ہو اور میری زندگی مسلسل حرکت میں ہے۔ یہ تفاوت بھی بہت اہم ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں' تم اپنی زندگی سے کچھ بور ہو۔''

''ایسی بات نہیں وجدان!'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی''ہمیں متحرک زندگی گزارنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ کبھی ایک ساتھ مل کر اور کبھی علیحدہ علیحدہ مگر جو تھرل تمہاری زندگی کا خاصہ ہے اس کا تجربہ ابھی تک نہیں ہوا۔''

میں نے مذاق کے رنگ میں کہا''دل چھوٹا نہ کرو لی یان! قدرت تمہیں بھی ایسا موقع ضرور دے گی۔ ویسے ایک بات بتا دوں اس تھرل میں ہر لمحہ زندگی داؤ پر لگی رہتی ہے۔''

''اسی میں تو مزہ ہے۔'' وہ ہیجانی لہجے میں بولی۔

پھر ہمارے درمیان ہلکی پھلکی گفتگو ہونے لگی۔ لی یان نے مجھے بتایا کہ وہ اور شون' مسٹر ہنگ کے احکام کی تعمیل کرنے کے پابند ہیں۔ بظاہر وہ لوگ دوستوں کی طرح رہتے ہیں مگر ہنگ کی حیثیت ایک باس کی سی ہے۔ وہ انہیں مختلف مقاصد کے لیے کام میں لاتا رہتا ہے۔ فوٹو اسٹوڈیو تو ایک آڑ ہے اور کاروبار کا کاروبار بھی ہے۔ اس اسٹوڈیو پر دو ملازم بھی انہوں نے رکھے ہوئے تھے۔ لی یان اور شون نگرانی اور مینجمنٹ وغیرہ کا کام کرتے تھے۔

تھوڑی بے تکلفی ہوئی تو لی یان نے مجھے نجی زندگی کے بارے میں بھی بتایا۔ ان کی شادی کو چار سال ہو گئے تھے لیکن ابھی تک وہ بے اولاد تھے۔ ان کی محرومی کا سن کر مجھے افسوس ہوا۔ میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''اولاد بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے بغیر شادی شدہ جوڑے کی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔''

وہ یک دم سنجیدہ ہو گئی اور خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے' میری بات اسے پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا تاہم اس کا ردِعمل بہت کچھ ظاہر کر رہا تھا جب وہ مزید پانچ منٹ بھی خاموش رہی تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''تم اچانک اتنی سنجیدہ کیوں ہو گئی ہو؟''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''بات تو ہے۔'' میں نے کہا''اگر بتانا نہیں چاہتی ہو تو یہ الگ مسئلہ ہے۔''

اس نے کہا''میں زندگی کے لیے اولاد کو ضروری نہیں سمجھتی۔''

اس کے خیالات نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پوچھا''کیا تمہارا شوہر شون بھی انہی نظریات کا حامل ہے؟''

جواب دینے کے بجائے وہ زیریں ہونٹ پر ظلم کرنے لگی۔

میں سمجھ گیا' وہ کسی نفسیاتی عارضے میں مبتلا تھی۔ میں نے کریدنے والے انداز میں پوچھا''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا لی یان؟''

''شون کو بچے کی بہت خواہش ہے۔'' وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی''میں ہی اس کے لیے تیار نہیں ہوں۔''

''اوہ!'' اب مجھے شون کی بے چارگی پر افسوس ہونے لگا۔

لی یان نے قدرے تلخ لہجے میں کہا ''کیا ضروری ہے اپنا ہی بچہ پیدا کیا جائے!''

میں نے استعجابیہ نظر سے اسے دیکھا اور پوچھا ''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ انسان اپنا ہی بچہ پیدا کرتا ہے' دوسروں کا تو نہیں۔ تمہاری بات نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے!''

''میں اڈاپشن کی بات کر رہی ہوں۔'' وہ میری جانب دیکھے بغیر بولی۔

''کیا تم کوئی بچہ اڈاپٹ کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہو؟''

''ہاں مگر شون کو یہ آئیڈیا پسند نہیں۔'' اس نے برا سا منہ بنایا ''وہ اپنا بچہ چاہتا ہے۔''

''میرا خیال ہے اس کا مطالبہ' بلکہ خواہش جائز ہے۔''

''تم مرد ہو نا..... اسی کا ساتھ دو گے!''

''یہ بات نہیں لی یان!'' میں نے اس عجیب وغریب لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''میں نے ایک جائز اور اصولی بات کی ہے۔ اس میں مرد کی طرف داری کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔''

وہ طنزیہ لہجے میں بولی ''تم شاید امریکا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ یہاں ان دانتیڈ بے بیز (بن چاہے بچے) کا ریشو بہت زیادہ ہے۔ لاتعداد بچے لاوارثوں کی طرح مختلف فلاحی مراکز میں پلتے ہیں۔ اگر ہم وہاں سے کوئی بچہ اڈاپٹ کرلیں تو ایک انسان کو بہتر زندگی فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے نیکی کا کام بھی ہوگا۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے مجھ سے سوال کیا ''کیا شون کی طرح تم بھی اڈاپشن کو برا سمجھتے ہو؟''

''نہیں۔'' میں نے نفی میں گردن ہلائی ''میں اڈاپشن کو ہرگز برا نہیں سمجھتا مگر یہ کام اگر نظریۂ ضرورت کے تحت کیا جائے تو واقعی اس سے بڑی اور کوئی نیکی نہیں۔''

''نظریۂ ضرورت سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''اگر کوئی شادی شدہ جوڑا بچہ پیدا کرنے کی قدرتی صلاحیت سے محروم ہو تو اس صورت میں اڈاپشن نظریۂ ضرورت کے تحت ہوگی۔'' میں نے وضاحتی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ''کیا تم لوگوں کے ساتھ اس قسم کی کوئی پرابلم ہے؟''

''نہیں' بالکل نہیں۔'' وہ قطعی انداز میں بولی۔

''پھر میں یہی کہوں گا تم غلطی پر ہو!''

''میں کیا کروں۔'' وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی ''بس میں بچہ پیدا نہیں کرنا چاہتی۔ میں تین بار ابارشن کروا چکی ہوں۔''

''تم فطرت سے کھلی جنگ کر رہی ہو۔'' میں نے کہا ''اور اس جنگ میں آج تک کسی کو کامیابی نہیں ہوئی!''

لی یان کے خیالات کے بارے میں جان کر مجھے اس کی حالت پر افسوس اور بے چارے شون پر ترس آنے لگا۔ یقینی طور پر وہ کسی نفسیاتی پیچیدگی کا شکار تھی۔ بعض اہل اور بعض نااہل والدین اولاد کی خواہش کی خاطر علاج معالجے پر لاکھوں' کروڑوں لٹا دیتے ہیں اور ایک لی یان تھی جو قدرت کے ساتھ جنگ پر کمربستہ تھی۔ میں نے آخر اس سے پوچھ ہی لیا۔

''تم فطرت کے ساتھ کیوں لڑ رہی ہو؟''

''بس..... مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔'' وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی ''میں زچگی کے مراحل سے گزرنا نہیں چاہتی۔ میں ڈرتی ہوں۔''

میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ میں کوئی سوشل لیکچرر نہیں تھا کہ اسے سمجھانے کے لیے کوئی لمبی چوڑی دھواں دھار تقریر جھاڑ دیتا۔ لی یان کی اپنی زندگی تھی۔ اس کی مرضی وہ اسے جیسے بھی گزارتی۔ اللہ نے وسیع وعریض دنیا پیدا کی ہے اور اس دنیا کے اندر ہر نوعیت کا کردار بستا ہے۔ اس کی قدرت سے نبرد آزما کردار بھی نظر آئیں گے اور فطرت کی پیروی کرنے والے کردار بھی دکھائی دیں گے۔ لی یان بھی اسی جیتی جاگتی دنیا کا ایک کردار تھی!

ہم یو۔ایس انٹراسٹیٹ نائن فائیو پر سفر جاری رکھتے ہوئے نیوآرک ائرپورٹ کے پہلو سے گزرے اور ''نیوآرک'' کے علاقے میں داخل ہوگئے۔ جرسی سٹی کی طرح نیوآرک بھی نیوجرسی کا ایک اہم حصہ ہے۔ انٹرنیشنل ائرپورٹ کی وجہ سے اسے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

نیوآرک کے اندر سے گزرتے ہوئے ہم نے نائن فائیو انٹراسٹیٹ کو چھوڑ کر پولاسکی اسکائی وے پکڑی اور ایک لمبا چکر کاٹ کر لنکن پارک پہنچ گئے۔

ہم اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوئے تو ہنگ نے چھوٹتے ہی پوچھا ''تم لوگ دور نکل گئے تھے کیا۔ بہت دیر لگا دی۔''

''بس ہوا خوری کا موڈ ہو رہا تھا۔'' میں نے لی یان کو معنی خیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا ''ہم ذرا اسٹیٹن آئی لینڈ کی سیر کو نکل گئے تھے۔''



''اسٹیٹن آئی لینڈ!'' ہنگ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں ''تم جس قسم کی صورتِ حالات سے گزر رہے ہو' اس میں نیویارک کے کسی بھی حصے میں قدم رکھنا تمہارے لیے انتہائی خطرناک ہے۔''

''دیکھو' میں صحیح سلامت واپس آگیا ہوں۔'' میں نے سادگی سے کہا۔

''بہرحال!'' وہ جلدی سے بولا ''تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے وجدان!''

میں پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوگیا ''کیسی خوشخبری؟''

''میں نے کھٹمنڈو میں انسپکٹر شیوا سے بات کی ہے۔'' وہ جوش بھرے لہجے میں بولا ''اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ دھنو (ساحل) کو بھی سٹی اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ دونوں شدید زخمی ہیں اور انتہائی نگہداشت کے شعبے میں انہیں رکھا گیا ہے۔ سٹی اسپتال پولیس کی کڑی نگرانی میں ہے۔ انسپکٹر شیوا اس مشن کا نگرانِ اعلیٰ ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''ڈاکٹر مونگ یا دھنو سے فی الحال براہِ راست بات نہیں ہوسکتی۔ ہمیں ان کے قدرے بہتر ہوجانے کا انتظار کرنا ہوگا!''

''اس بات کی تصدیق کیسے ہوئی کہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ ساحل ہی کو اسپتال پہنچایا گیا ہے؟'' میں نے ایک ضروری سوال کیا حالانکہ میں اس سلسلے میں پہلے ہی کنفرم ہو چکا تھا۔ رنچی سے ہونے والی وہ اہم گفتگو میرے اطمینان کے لیے کافی تھی ''وہ لوگ تو اسپتال میں اپنے اصلی ناموں سے داخل نہیں ہیں!''

ونگ ہنگ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''انسپکٹر شیوا کے علاوہ مجھے جانوس سے بات کرنے کا موقع بھی ملا ہے۔ جانوس کی حیثیت کھٹمنڈو میں ڈاکٹر مونگ کے میزبان کی سی ہے۔ جانوس اس وقت اسپتال ہی میں تھا جب انسپکٹر شیوا سے میرا رابطہ ہوا۔ جانوس نے تصدیق کی ہے کہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ جس لڑکی کو اسپتال پہنچایا گیا ہے' ماضی میں اس کا تعلق بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ سے رہا ہے۔ وہ وہاں کے ایک بھکشو کی بیٹی ہے۔''

''اوہ!'' میں نے ایک بوجھل سانس خارج کی ''یہ تصدیق بڑی مستند ہے۔''

پھر میں نے ہنگ کو رنچی سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا اور کہا ''میں پہلی فرصت میں کھٹمنڈو جانا چاہتا ہوں۔ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو مسٹر ہنگ؟''

ہنگ نے شون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تم کل شام میں یعنی آنے والی شام کو یہاں سے روانہ ہونے والے ہو۔ ہم نے اس سلسلے میں ابتدائی پروگرام مرتب کرلیا ہے۔ باقی باتیں ابھی طے کر لیتے ہیں.....''

''میرے ڈاکومینٹس کا کیا ہوگا؟'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پوچھ لیا۔

وہ بولا ''ڈاکومینٹس کا مسئلہ بھی حل کرلیا گیا ہے۔ تم شون کی آئی ڈی پر نیوجرسی سے کھٹمنڈو تک سفر کرو گے۔''

''شون کی آئی ڈی؟'' میں نے چونک کر باری باری ہنگ اور شون کو دیکھا۔

ان کے درمیان پہلے سے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی تھی' ان کے چہروں کا اطمینان اور ٹھہراؤ یہی بتاتا تھا۔ ہنگ نے اثبات میں سر ہلایا اور بڑے رسان سے بولا۔

''شون اور تمہارے قد کاٹھ اور صحت میں انیس بیس کا فرق ہے۔ تمہیں شون بنانے کے لیے مجھے تمہارے چہرے پر بہت کم کام کرنا پڑے گا۔ میک اپ کی دنیا میں دو نہایت ہی اہم ٹیکنیکس استعمال ہوتی ہیں۔ تھیم اور کلر اسکین!''

وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تھیم والی ٹیکنیک میں پورے چہرے کو بدل کر رکھ دیا جاتا ہے جبکہ کلر اسکرین ایک مائنر قسم کا میک اپ ہے۔ اس میں صرف چہرے کی اسکننگ کی جاتی ہے اور اسے مطلوبہ چہرے کے قریب ترین بنا لیا جاتا ہے۔''

وہ ایک مرتبہ پھر تھوڑی دیر کے لیے متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تم دونوں ایشیائی ہو۔ انڈو پاک سے تمہارا تعلق ہے۔ تم لوگوں کے رہن سہن اور بول چال میں بھی زیادہ فرق نہیں۔ تمہیں شون کی کاپی کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اگر تم کہیں اٹک گئے تو لی یان تمہاری مدد کے لیے موجود ہوگی!''

ہنگ کے آخری جملے نے ایک مرتبہ پھر مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ لی یان کا حوالہ اس نے ایسے دیا تھا جیسے وہ میرے ساتھ کھٹمنڈو جا رہی ہو۔ میں نے تعجب خیز لہجے میں استفسار کیا۔

''لی یان کی موجودی سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

جواب دینے سے پہلے ہنگ نے ایک مرتبہ پھر شون کی جانب دیکھا اور انکشاف انگیز لہجے میں بولا ''میں نے سردست جو پروگرام ترتیب دیا ہے، اس کے مطابق تم شون کی حیثیت سے اپنی ''بیوی'' لی یان کے ہمراہ نیوجرسی سے

کھٹمنڈو جارہے ہو اور اس سفر کا مقصد سیاحت کے علاوہ قدرتی نوٹو گرافی بھی ہے۔''

میں نے شون کی طرف دیکھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہنگ نے کہا ''کتنی دلچسپ اور عجیب بات ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک کے باشندوں کو امریکا کا ویزا حاصل کرنے کے لیے جتنی دشواریاں اٹھانا پڑتی ہیں' اسی کام کے لیے امریکی شہریوں کو اتنی ہی آسانیاں حاصل ہیں' صبح شون لی یان کے ساتھ نیپال کے ویزا کے لیے کوشش کرے گا اور معمولی سی کاغذی کارروائی کے بعد انہیں ویزا جاری کردیا جائے گا۔ ٹکٹ کا بندوبست بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ بدھا کی مرضی ہوئی تو شام سے پہلے پہلے تمام تیاریاں مکمل ہوجائیں گی۔''

ہنگ اور شون نے ہماری غیر موجودی میں بڑا جاندار منصوبہ بنایا تھا۔ میری طرح لی یان کے لیے بھی یہ ایک انکشاف کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے میں نے اس سے دریافت کیا۔

''تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو لی یان؟''

''میں بہت سنسنی محسوس کررہی ہوں۔'' وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی۔

ہنگ نے کہا ''یہ بھی کافی دنوں سے اسٹوڈیو میں بیٹھے بیٹھے بور ہورہی تھی۔ اسی بہانے اسے بھی ہاتھ پاؤں کھولنے کا موقع مل جائے گا۔''

ہنگ نے ہاتھ پاؤں کھولنے کے الفاظ اس انداز میں ادا کیے تھے کہ میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''کیا لی یان یہاں ہاتھ پاؤں بند کیے بیٹھی تھی؟''

''تمہاری طرح یہ بھی مارشل آرٹس جانتی ہے!'' ہنگ نے ایک اور انکشاف کیا۔

میں تعریفی نظر سے لی یان کو دیکھنے لگا۔

وہ بولی ''وجدان! کسی مشن میں تمہارا ساتھ دے کر مجھے بڑی خوشی ہوگی اور یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ بھی ہوگا!''

''اور شون کا کیا ہوگا؟'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

میرے اس سوال کا اثر سب نے بہت مختلف لیا۔ تھوڑی دیر پہلے نیویارک سے نیوجرسی کی طرف آتے ہوئے میرے اور لی یان کے درمیان جس نوعیت کی گفتگو ہوئی تھی، اس کے پیش نظر شون بے چارہ بہت مظلوم نظر آتا تھا۔ لی یان نے غیر فطری رویے بلکہ ضد نے شون کو ایک عذاب میں مبتلا کررکھا تھا۔ ہر شوہر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ باپ بنے۔ ہر بیوی بھی یہی چاہتی ہے کہ وہ ماں بنے لیکن ان دونوں میاں بیوی کے درمیان عجیب سی کشمکش جاری تھی۔ لی یان کسی بے آسرا' بے سہارا بچے کی اڈاپشن کے لیے تو تیار تھی مگر اپنی کوکھ کو ہری بھری کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ ایک عجیب وغریب نفسیاتی خوف میں مبتلا تھی۔ اس موضوع پر ہمارے درمیان بڑی مختصر اور ادھوری بات ہوئی تھی۔ اب ہمیں ایک ساتھ چند دن گزارنے کا موقع مل رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ اس کی برین واشنگ ضرور کروں گا۔ اس نے اپنے ذہن میں جو خواہ مخواہ کے اندیشے پال رکھے ہیں' انہیں دور کرکے لی یان کو شون کی طرف راغب کرنے کی کوشش کروں گا۔

سب نے چونک کر میرے سوال کو جدا جدا تناظر میں محسوس کیا تھا اس لیے ان کا جواب بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ لی یان نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

''شون مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یہ بے تابی سے میری واپسی کا انتظار کرے گا۔''

ہنگ بولا ''میں نے فوٹو اسٹوڈیو سے اسے چند روز کے لیے چھٹی دے دی ہے۔ یہ پوری توجہ سے وسیم کی تیمارداری کرے گا۔ اسٹوڈیو کے معاملات کو ملازمین سنبھال لیں گے۔ وہ برسوں کے آزمائے ہوئے تجربہ کار ملازم ہیں۔ جب تم مشن سے کامیاب لوٹو گے تو وسیم تمہیں صحت مند اور چاق وچوبند ملے گا۔''

شون نے کہا ''وجدان! لی یان کا بہت خیال رکھنا۔ یہ ایک امانت کے طور پر تمہارے ساتھ جارہی ہے۔''

''ڈونٹ وری!'' میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا ''واپسی پر یہ تمہیں پہلے سے زیادہ سدھری ہوئی ملے گی۔ میں اس کے دماغ کی ٹیڑھ نکالنے کی بھی کوشش کروں گا۔ یہ تمہاری امانت اور میری رہبر ہے۔''

ہنگ نے ایک طویل جماہی لیتے ہوئے کہا ''باتیں بہت ہوچکیں۔ اب نیند پوری کرنا چاہیے۔ سب لوگ اچھے بچوں کی طرح اپنے بستر پر پہنچ جائیں۔''

میں خاموشی سے اٹھا اور اس بیڈروم میں آگیا جہاں وسیم موجود تھا۔ یہ رات مجھے اسی بیڈروم میں گزارنا تھی۔ آئندہ رات ہوائی جہاز میں گزرنے والی تھی۔ ان لمحات میں شاید قدرت مجھ پر مہربان ہوگئی تھی۔ کوئی ایسا شخص جو این جی او یا ڈی اور ایف بی آئی کو مطلوب ہو وہ اتنی آسانی سے امریکا چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا جیسا بندوبست میرا ہوگیا تھا۔

ہنگ کی ذہانت اور تجربہ کاری کی داد دینا پڑی۔ اس نے لی یان کو میرے ساتھ کرکے مشن کو ہر قسم کے خطرے سے پاک کردیا تھا۔ شون اور لی یان امریکن نیشنل تھے اور کئی مرتبہ



امریکا سے باہر دیگر ممالک کا سفر کرچکے تھے۔ امریکن نیشنل ہونے کا مطلب ہے' حکومت اور قانون کی نظر میں معتبر ہونا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شون کے بھیس میں وجدان امریکا کو ٹھینگا دکھا کر ''بائے بائے'' کرنے والا تھا۔ وہ وجدان جسے ''امریکا دشمن'' قرار دیا جاچکا تھا۔

میں نے بستر پر لیٹنے سے پہلے وسیم کا جائزہ لیا اور اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا' وسیم کو جب میرے پروگرام کا علم ہوگا تو وہ کیا ردِعمل ظاہر کرے گا لیکن یہ بات طے تھی کہ میرے پروگرام میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں تھی۔ میں نے سوچ لیا تھا' نیوجرسی سے روانہ ہوتے وقت میں وسیم کے بارے میں ونگ ہنگ کو خصوصی ہدایات دے دوں گا۔

میں اس وقت نیند کے شدید غلبے میں تھا۔ جی چاہ رہا تھا' آنکھیں بند کروں تو برسوں بعد ہی بیدار ہوں۔ میں نے خود کو نیند کے حوالے کرنے سے پہلے ساحل کو اپنے تصور میں چکایا اور تھرڈ آئی کے توسط سے اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

میری یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ وہ ربی کے قبضے میں تو نہیں رہی تھی تاہم اس کی ڈالی ہوئی گرہ باقی تھی۔ ربی نے میرے تصور کی راہ میں ساحل کے آگے ایک ایسی دیوار کھڑی کردی تھی کہ میرے تخیل کا پرندہ اس دیوار سے سر ٹکرا کر رہ جاتا۔ تھوڑی سی تصوراتی دوڑ دھوپ کے بعد میں واپس آگیا۔

اس کے بعد میں نے تیسری آنکھ کے سامنے ڈاکٹر مونگ کے خدوخال کو اجاگر کیا اور اگلے ہی لمحے اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہاں تک رسائی حاصل کرنے میں مجھے ایک لمحے کی دیر ہوگئی۔ ماحول میں داخل ہوتے ہی میں نے اس کے کمرے سے کسی کو نکلتے ہوئے دیکھا۔ میں نے یونیفارم سے پہچانا' وہ کوئی نرس تھی۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا اس لیے اس کا سراپا میری یادداشت میں محفوظ نہ ہوسکا ورنہ میں اس کے ساتھ چپک کر کمرے سے باہر نکل جاتا۔ ممکن ہے وہ ڈاکٹر کو اٹینڈ کرنے کے بعد ساحل کی طرف جاتی۔ اس طرح میں ساحل کا دیدار کرنے میں کامیاب ہوجاتا۔

مگر ایسا نہیں ہوسکا تھا۔ میں ڈاکٹر والے کمرے ہی میں رہا اور اس کی کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس وقت جاگ رہا تھا اور کھلی ہوئی آنکھوں سے کمرے کی چھت کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں مجھے اطمینان اور کامرانی نظر آیا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ فکر والی کوئی بات نہیں۔ جب میں اس کے پاس پہنچوں گا تو وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوکر مجھ سے معانقہ کرے گا۔

مزید پانچ منٹ تک سٹی اسپتال کھٹمنڈو کے کمرے میں رُکنے کے بعد میں واپس لنکن پارک' نیوجرسی کے اپارٹمنٹ میں حاضر ہوگیا۔

ساحل تک پہنچنے کا تصور بڑا سنسنی خیز تھا۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ وہ پہلی مرتبہ مجھے کھٹمنڈو کے مضافات میں ملی تھی اور دوسری بار بھی کھٹمنڈو ہی میں ملنے والی تھی۔ میں نے کھٹمنڈو (نیپال) میں اچھا خاصا وقت گزارا تھا اور وہاں نہایت ہی سنگین اور پُراسرار واقعات سے میرا واسطہ پڑا تھا۔ اس وقت نیپال کے بارے میں سوچتے ہوئے کئی چہرے تصور کی نگاہ کے سامنے ڈوبنے ابھرنے لگے۔

ان میں دوستوں اور دشمنوں کے چہرے شامل تھے۔ انسپکٹر اعظم خان' انسپکٹر بریندرا نے میرا بڑا ساتھ دیا تھا۔ شوبھا' بملا' مایا متی اور نیلگری کی یادیں بھی میرے ذہن میں تازہ تھیں۔ میں گورتم بھوش' چانگ لی اور ناگ پال کی دشمنی کو بھی نہیں بھولا تھا۔ ان میں سے کئی افراد اب زندہ نہیں تھے..... اور جو زندہ تھے وہ بھی پتا نہیں کہاں کہاں بکھر چکے ہوں گے!

نیپال اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں سوچتے ہوئے اچانک میں نے محسوس کیا جیسے اس کمرے میں میرے اور وسیم کے علاوہ بھی کوئی موجود ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں لیکن اپنے اور وسیم کے سوا کسی کو نہ پایا' میرے محسوسات نے مجھے دھوکا دیا تھا؟

نہیں' یہ دھوکا نہیں تھا! وہ بھی وہاں موجود تھی۔ میں نے کمرے میں اس کے بدن کی مخصوص مسحور کُن خوشبو کو محسوس کیا۔ میں اس خوشبو کو ہزاروں خوشبوؤں میں الگ پہچان سکتا تھا۔ یہ خوشبو بھی میرے جسم کا حصہ بھی رہی تھی۔ وہ پربتوں کی ملکہ نیلگری کی مخصوص خوشبو تھی۔

میں نے کمرے میں چاروں جانب نظر دوڑائی اور دھیرے سے اسے پکارا ''نیلگری!''

میری اس پکار کا کوئی جواب موصول نہ ہوا مگر وہ بھینی بھینی مہک بہ دستور محسوس ہوتی رہی جو نیلگری کی وہاں موجودی کا بین ثبوت تھی۔ میں نے دو تین بار اور اسے آواز دی لیکن جواب میں اس کی جانب خاموشی طاری رہی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔

اسی وقت میری سماعت میں اس کی ریشمی آواز رس

گھولنے لگی۔ اس نے کھنکتا ہوا ایک سبک خرام قہقہہ لگایا تھا۔ میں اس نقرئی قہقہے کے طلسم میں کھو کر رہ گیا۔ اس کھنک کی شیرینی میرے اعصاب کو شانتی میں بھگونے لگی۔ میں اسی مدھوشالا میں زیروزبر ہو رہا تھا کہ کمرا اس کے وجود سے خالی ہوگیا تاہم اس کے انگ انگ سے پھوٹنے والی مدھر اور کیف آور خوشبو اس کے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک کمرے کی فضا اور در و دیوار میں قیام پذیر رہی۔

نیلگری نے نیا پینترا بدل کر مجھ سے نئے انداز کی اٹکھیلیاں شروع کردی تھیں۔ پتا نہیں وہ ایسا کیوں کر رہی تھی۔ میں یہ نہیں جان سکتا تھا کہ میرا تصور اور حواس مجھے فریب دے رہے ہیں۔ اس کی آمد تو ہو رہی تھی مگر بہ اندازِ دگر!

کراچی میں ہونے والی آخری ملاقات میں اس نے دعویٰ کیا تھا اب وہ میرے پاس نہیں آئے گی بلکہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کردے گی لیکن نقلی وجدان کے بھیانک انجام کے بعد اس نے دوبارہ انٹری مارنا شروع کردی تھی۔ حیرت اور الجھن اس بات کی تھی کہ وہ اب مجھ پر ظاہر کیوں نہیں ہو رہی تھی۔ پردہ نشینوں کے مانند میرے ماحول میں وارد ہو کر کیا ثابت کرنا چاہتی تھی!

اچانک ایک خیال نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔ میں امریکا سے نیپال جانے والا تھا اور نیپال سے نیلگری کا استھان زیادہ دور نہیں تھا۔ کیا میں غیر محسوس انداز میں ملکہ کوہسار کے نزدیک جا رہا تھا؟

☆☆☆

آئندہ روز دس بجے کے قریب میری آنکھ کھل گئی۔ وسیم مجھ سے پہلے بیدار ہو چکا تھا اور ایک تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ مجھ پر نظر پڑی تو وہ خفیف انداز میں مسکرایا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا اور بستر چھوڑ دیا۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' میں نے قریب آکر اس کے زخموں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

اس کا بایاں بازو اور دایاں پاؤں پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ نقاہت بھرے لہجے میں بولا ''پہلے سے بہت بہتر ہوں۔ بہت معمولی درد محسوس ہو رہا ہے۔ یہ میری مرہم پٹی کس نے کی ہے؟''

رات جب لی یان ایک نرس کا رول ادا کر رہی تھی تو وسیم نیم بے ہوش تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا' اسے کس قسم کا میڈیکل ٹریٹمنٹ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کے سوال کا جواب دینے سے پہلے سوال کیا۔

''تم کب سو کر اٹھے ہو؟''

''کوئی دس منٹ پہلے۔'' اس نے جواب دیا ''بیٹھنے کو جی چاہ رہا تھا' اس لیے تکیے سے ٹیک لگالی!''

''اس کا مطلب ہے تم ابھی تک بیڈ سے نیچے اترے ہو اور نہ ہی تم کمرے سے باہر گئے ہو؟''

''فی الحال یہ میرے بس میں نہیں۔'' اس نے اپنے پاؤں کی معذوری کی جانب اشارہ کیا۔

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

پھر میں نے نہایت مختصر الفاظ میں اسے ان حالات کے بارے میں بتایا جو اس کی بے خبری کے دوران میں واقع ہوئے تھے۔ وہ تو سب وے سے نکلنے کے بعد ہنگ کی گاڑی میں بیٹھتے ہی بے ہوش ہوگیا تھا۔ میں نے اسے اپنے نیویارک سے نیوجرسی پہنچنے اس کی میڈیکل ٹریٹمنٹ اور شون و لی یان کے بارے میں بتایا۔ وہ بڑی توجہ اور حیرت سے میری بات سنتا رہا اور میرے خاموش ہوتے ہی اس نے سوال کردیا۔

''کیا اس اپارٹمنٹ میں ہمارے علاوہ بھی کچھ لوگ موجود ہیں؟''

''میں جب رات کو سونے کے لیے اس کمرے میں داخل ہوا تھا تو ہنگ کے علاوہ شون اور لی یان بھی یہاں موجود تھے۔'' میں نے کہا ''موجودہ صورتِ حال کے بارے میں دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔''

''خاموشی اور سناٹے سے تو یہ محسوس ہوتا ہے' ہمارے سوا کوئی ذی روح اس اپارٹمنٹ میں موجود نہیں۔'' وہ زخمی پاؤں والی ٹانگ کو دراز کرتے ہوئے بولا۔

میں نے کہا ''ممکن ہے وہ لوگ ابھی تک سو رہے ہوں۔ صبح پانچ بجے تک تو ہم جاگ رہے تھے۔''

ایک لمحے کے توقف سے میں نے اس سے پوچھا ''تمہیں واش روم جانا ہو تو میں سہارا دے دوں؟''

''میں تھوڑی دیر بعد واش روم جاؤں گا۔'' اس نے کہا ''اور میرا خیال ہے میں کسی سہارے کے بغیر تھوڑا لنگڑا کر چل ہی لوں گا۔''

میں نے کہا ''تمہارے پاؤں کی حالت ٹھیک نہیں۔ فی الحال تمہیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ میرا سہارا نہیں لینا چاہتے تو دیوار کو پکڑ کر واش روم تک چلے جانا۔''

اس نے معنویت بھرے انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔

میں نے ایک انگڑائی لی اور فریش اپ ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

ساڑھے دس بجے تک ہم دونوں ناشتے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ میں وسیم کو بیڈروم میں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ اپارٹمنٹ کے باقی دونوں بیڈروم اور سٹنگ روم مجھے خالی ملا۔ اس بات پر مجھے حیرت بھی ہوئی۔ پتا نہیں وہ لوگ ہمیں یہاں چھوڑ کر جہاں چلے گئے تھے!

کچن کی جانب سے کھٹ پٹ کی آواز پر میں چونکا اور بے ساختہ میرے قدم اس طرف اٹھ گئے۔ لی یان کچن میں موجود تھی اور اس کی کارروائی سے اندازہ ہوا' وہ ہمارے لیے ناشتا بنانے میں مصروف تھی۔

مجھ پر نگاہ پڑی تو وہ چہک اٹھی ''گڈ مارننگ!''

''مارننگ!'' میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا ''وہ دونوں کہاں چلے گئے؟''

وہ میرا اشارہ سمجھ گئی' بولی ''مسٹر ہنگ تو اسی وقت چلے گئے تھے' شون ایک گھنٹا پہلے تیار ہو کر اسٹوڈیو کی طرف گیا ہے۔''

''ہنگ نے کچھ بتایا کہ وہ کہاں گیا ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

میں سمجھ گیا' وہ اس سلسلے میں ڈسکس نہیں کرے گی۔ میں نے کہا ''اپارٹمنٹ میں پھیلی ہوئی خاموشی سے تو میں یہی سمجھا تھا' آپ لوگ ہمیں چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہو!''

''شون کا اسٹوڈیو جانا ضروری تھا۔'' اس نے ہاتھ روکے بغیر کہا ''ملازموں کو مختلف ہدایات دینا ہے تاکہ دو تین روز تک وہ کام کو اچھے طریقے سے سنبھال سکیں۔ انہیں یہی بتایا جائے گا کہ ہم دونوں کیلی فورنیا تک جا رہے ہیں اور دو تین دن میں واپس آجائیں گے۔'' وہ تھوڑی دیر کو متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''ویسے مجھے معلوم ہو گیا تھا' تم دونوں بیدار ہو چکے ہو اسی لیے میں تم لوگوں کے لیے ناشتا بنانے میں لگ گئی۔ تم اپنے دوست کو سہارا دے کر ادھر ہی لے آؤ۔ ناشتے کے بعد میں اس کی چوٹوں کا معائنہ بھی کروں گی۔''

اپارٹمنٹ کا کچن خاصا کشادہ تھا اور ڈائننگ ٹیبل بھی اس کے اندر ہی لگی ہوئی تھی۔ میں نے لی یان کی بات کے اختتام پر کہا۔

''یہ دو تین دن کے لیے کیلی فورنیا والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر ہمیں واپسی میں ہفتہ دس دن لگ گئے تو اس اسٹیٹمنٹ کا کیا ہوگا؟''

''یہ ایک ڈمی اسٹیٹمنٹ ہے۔'' وہ میری جانب دیکھتے ہوئے بولی ''اور اسے مسٹر ہنگ کے حکم پر تیار کیا گیا ہے۔ تین دن بعد شون اسٹوڈیو جانے لگے گا اور یہی ظاہر کرے گا' مجھے کیلی فورنیا میں ابھی چند روز مزید قیام کرنا ہے' اس طرح یہ معاملہ نبھ جائے گا۔''

میں نے پُرمعنی انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں ہنگ کی پلاننگ کی تہ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میری (شون کی) اور لی یان کی بیرونی ملک روانگی کو عام لوگوں سے خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے پکڑنے اور امریکا سے نہ نکلنے دینے کے سلسلے میں اعلیٰ سطح پر جو بھی چارہ جوئی کی جا رہی تھی' وہ ہنگ کی پلاننگ کے سامنے ناکارہ ہو جاتی۔ شون (میں) اور اس کی بیوی لی یان انتہائی قانونی انداز میں نیوجرسی سے کھٹمنڈو جانے والے تھے۔ یہ ایسا ہی تھا کہ وہ حساس ترین امریکی تو اعین اور این وائے پی ڈی و ایف بی آئی والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے تھے!

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے تو گیارہ بجنے والے تھے۔ وسیم نے اس انداز میں مجھے دیکھا جیسے اچانک اسے کوئی اہم بات یاد آگئی ہو۔

''کیا ہوا؟'' میں نے استفسار کیا۔

''یار وجدان! آج تو اٹھائیس جنوری ہے!'' وہ جوش بھرے لہجے میں بولا۔

''اٹھائیس جنوری ہے تو؟'' میں نے الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''اس وقت پاکستان میں رات کے ساڑھے نو بجے ہوں گے' یعنی وہاں سورج غروب ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے۔ مجھے امید ہے' عید کا چاند نظر آگیا ہوگا!''

اس کا آخری جملہ سن کر میرے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ عیدین وغیرہ ہمارے بڑے تہوار ہیں اور ان کی خوشی بھی منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ آپ پاکستان میں ہوں یا پاکستان سے باہر خوشی کے ان جذبات کو محسوس کیے بنا رہ ہی نہیں سکتے لیکن جو مرد اپنوں کے ساتھ عید منانے کا ہے وہ دیارِ غیر میں کہاں۔ بدیس میں تو روزہ نماز کا وہ اہتمام نہیں ہو پاتا جو اپنے وطن کی روایت ہے!

اگر پاکستان میں اس روز چاند ہو گیا تھا تو اگلے روز' یعنی انتیس جنوری کو وہاں عید الفطر منائی جانے والی تھی۔ میں نے وسیم کے جوش و جذبے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں فوراً اپنے گھر فون کرنا چاہیے۔ وہاں جانیں سکتے تو کم از کم انہیں عید مبارک ہی کہہ دو۔'' ایک لمحے کو رک کر میں نے اضافہ کیا ''اور ہاں اپنی خیر خیریت کی خبر دینے



کے بعد انہیں یہ بھی بتا دینا کہ تم نے مین ہیٹن اور ٹیکسی ڈرائیوری کو ترک کر دیا ہے۔ اپنی نئی جاب اور پتے ٹھکانے کے بارے میں تم انہیں بعد میں بتاؤ گے۔''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی تو میں نے لی یان سے فون کے بارے میں معلومات کی۔ اس نے بتایا کہ اس اپارٹمنٹ کے فون سے اوورسیز ڈائلنگ ہو سکتی تھی چنانچہ وسیم نے پورے دس منٹ تک اپنے گھر والوں سے بات کی۔ وہاں چاند نظر آگیا تھا اور اگلی صبح وہاں عید منائی جانے والی تھی۔

اس کی دیکھا دیکھی مجھے بھی طراری آگئی۔ عید خوشی کا ایک بہت بڑا موقع ہے اور اپنوں سے دور بسنے والوں کو اس کی اہمیت کا کچھ زیادہ ہی احساس اور قدر ہوتی ہے۔ پاکستان میں میرے بھی بہت سے خیر خواہ موجود تھے مگر میں اپنے حالات کے پیشِ نظر فرداً فرداً سب سے بات نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں نے صرف ایک نام کو سرکل کیا اور اس کے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

میری مطلوبہ آواز ''ہیلو'' کی صورت میں ساعت تک پہنچی تو میں نے بے اختیار کہا ''صدف! چاند رات مبارک ہو..... اور عید کی بھی پیشگی مبارک باد قبول کرو!''

''اوہ وجدان!'' اس کی ہیجان بھری آواز مجھے سنائی دی ''تم کہاں غائب ہو؟''

میں نے کہا ''تمہارے کان میں بول رہا ہوں۔ کیا مجھے وش نہیں کرو گی؟''

''تمہیں بھی بہت بہت عید مبارک ہو!'' وہ جذبات سے لبریز آواز میں بولی ''میرے فون کا کالر آئی ڈی ڈائل یو ایس اے کا کوئی نمبر شو کر رہا ہے۔ میں نہیں جان سکتی تم کس اسٹیٹ میں ہو۔ البتہ ایریا کوڈ سیون تھری نو لکھا ہوا آرہا ہے۔''

''سیون تھری نو..... نیوجرسی اسٹیٹ کا ایریا کوڈ ہے اور میں جرسی سٹی سے بات کر رہا ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''نیوجرسی کا دوسرا ایریا کوڈ سکس زیرو ناٹن ہے۔''

''تم سے بات کرنا کتنا اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی ''کب تک امریکا میں رکنے کا ارادہ ہے؟ پاکستان کب آرہے ہو؟''

وہ ایک ہی سانس میں دو سوال پوچھ گئی۔ میں اس کی بے تابی اور اپنے حالات کی نزاکت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا ''کہیں آنا جانا کب میرے اختیار میں تھا۔ میں یہاں کے وقت کے مطابق آج رات کسی وقت امریکا سے پرواز کر جاؤں گا۔ میری اگلی منزل نیپال کا شہر کھٹمنڈو ہوگی۔ بہرحال۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''انشاء اللہ بہت جلد ہماری ملاقات ہوگی۔''

''ساحل کا کیا حال ہے؟'' اس نے تشویش بھرے لہجے میں دریافت کیا ''تم اسے پانے میں کامیاب ہو گئے ہو؟''

ہماری جب بھی بات ہوتی' وہ ساحل کی خیر پت ضرور معلوم کرتی تھی۔ وہ ساحل کے لیے بڑی فکرمند رہتی تھی اور یہ فکرمندی مصنوعی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی تھی۔ میں صدف کے جذبات اور احساسات کو پوری تفصیل سے جانتا تھا۔ میرے اور ساحل کے درمیان جس نوعیت کی دوری حائل ہو گئی تھی، اس کی روداد سنانے کا وقت نہیں تھا چنانچہ میں نے نہایت ہی مختصر سا جواب دیا۔

''میں ساحل کے سلسلے ہی میں کھٹمنڈو جا رہا ہوں۔''

''کھٹمنڈو میں تمہارا قیام کس جگہ ہوگا؟''

''فی الحال اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے گول مول جواب دیا۔

وہ میری مجبوری کو سمجھتے ہوئے بولی ''ٹھیک ہے وعدہ کرو تم کھٹمنڈو پہنچ کر مجھ سے رابطہ کرو گے اور مجھے اپنے پتے ٹھکانے سے بھی آگاہ کرو گے!''

میں نے یہ وعدہ کرتے ہوئے الوداعی کلمات کا استعمال کیا اور خدا حافظ کہہ کر ٹیلی فونک رابطہ موقوف کر دیا۔

صدف میری زندگی کے ایک بڑے حصے پر قابض تھی لیکن حالات کی ستم ظریفی نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا تھا۔ صدف بہت ہی کھلے دل اور کشادہ ذہن کی مالک تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں آنے والی لڑکیوں سے اسے بہت مختلف پایا تھا۔ میرے تجربے کے مطابق صدف ایک ایسی لڑکی تھی جو میرے مسئلے کو جانتی تھی..... اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ بعض انسان ساری زندگی ایک ساتھ گزار دیتے ہیں مگر ایک دوسرے کے مسئلے کو سمجھ نہیں پاتے اس کے حل کرنے کی بات تو کہیں آگے کی ہے!

ہم فون سے فارغ ہوئے تو لی یان وسیم کی چوٹوں کے معائنے میں مصروف ہو گئی۔ بازو والے زخم پر اس نے نئی بینڈیج کی اور کہا ''خون کا رساؤ رک گیا ہے۔ میں نے جو نئی پٹی باندھی ہے اسے دو دن تک کھولنے کی ضرورت نہیں۔ آج کل موسم خاصا ٹھنڈا ہے لہٰذا فکر کی کوئی بات نہیں۔''

''لنگنے کی چوٹ کے بارے میں کیا کہتی ہو؟'' میں نے استفسار کیا۔

وہ بولی ''میں محسوس کررہی ہوں ایکسرے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ورم میں خاصی کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر فریکچر وغیرہ کا مسئلہ ہوتا تو اب تک سوجن اور بھی بڑھ چکی ہوتی۔ بہرحال ہفتہ بھر تو اسے آرام کرنا ہی ہوگا۔ ہمارے جانے کے بعد شون بہ آسانی اس کی دیکھ بھال کرلے گا۔''

لی یان کے آخری جملے پر وسیم نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ابھی تک میں نے اسے اپنی کھٹمنڈو روانگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''وجدان! آپ لوگ کہیں جارہے ہو؟''

میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

''کہاں؟'' اس کے لہجے کی حیرت دوچند ہوگئی۔

میں نے کہا ''ابھی بتاتا ہوں۔''

لی یان یہ بھی کہ شاید میں اس کی موجودی میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ وہ فرسٹ ایڈ باکس کو سمیٹتے ہوئے بولی ''تم لوگ گپ لگاؤ میں دیگر کام دیکھ لوں۔ جانے سے پہلے ایک مناسب سی تیاری بھی کرنا ہے۔''

لی یان نے دوسری مرتبہ جانے کا ذکر کیا تو وسیم بے حد الجھن زدہ نظر سے مجھے تکنے لگا اور جب لی یان کمرے سے رخصت ہوگئی تو وہ پھٹ پڑا۔

''یہ جانے کا کیا چکر ہے وجدان؟''

میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے اپنی ہنگامی پروگرام سے آگاہ کیا۔ اس نے نہ صرف پوری توجہ سے میری بات سنی بلکہ وہ معاملے کی نزاکت کو بھی بخوبی سمجھ گیا۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے کہا۔

''وجدان! اگر تمہیں ساحل کا کوئی سراغ مل گیا ہے تو پہلی فرصت میں تمہیں اس کی جانب روانہ ہوجانا چاہیے۔'' پھر ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کیا ''اس مجبوری نے مجھے بے بس کردیا ہے۔''

اس نے پٹی بندھے پاؤں کی جانب اشارہ کیا ''افسوس کہ میں اس مشن میں تمہارا ساتھ دینے کے قابل نہیں ہوں۔ وش یو گڈ لک!''

میں نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا اور اس کا شانہ تھپکتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''تم فکر نہ کرو یار انشاء اللہ ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔ اگر میں تمہارے پاس نہ آسکا تو تمہیں اپنے پاس بلوالوں گا۔ تم ٹک کر اور پوری توجہ سے اپنا علاج کراؤ۔''

وسیم کو دوا کھلانے کے بعد اس کمرے سے اٹھ آیا۔ وہ مجھ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں چاہتا تھا وہ تھوڑا آرام کرلے۔ دوا میں ایک گولی بھی تھی جو اعصاب کو سکون پہنچا کر نیند طاری کرتی تھی۔ اگر وہ گھنٹا' دو گھنٹا اور سولیتا تو یہ اس کے حق میں بہتر تھا۔

لی یان اپنے بیڈروم میں کپڑوں والی الماری کو الٹ پلٹ کررہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ روک لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم سٹنگ روم میں بیٹھے آئندہ کے پروگرام پر گفتگو کررہے تھے۔ لی یان ایک پُرعزم لڑکی تھی۔ وہ زندگی میں تھرل کی خواہاں تھی۔ ایڈونچر کا اسے موقع تو ملتا رہتا تھا مگر وہ اس سے بڑھ کر چاہتی تھی۔ عجیب لڑکی تھی جس محاذ پر سرگرمی دکھانے کی ضرورت تھی وہاں وہ بے رغبتی اور اکتاہٹ کا شکار تھی۔ جب سے مجھے اس کی نفسیات کی ٹیڑھ کا علم ہوا تھا' میں اس کے علاج کے لیے سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا۔

انسان کی فطرت ثانیہ اس کے ماحول سے بھی بہت اثر قبول کرتی ہے۔ جو لڑکیاں اور عورتیں دن بھر مردوں کے درمیان رہ کر امور زندگی سرانجام دیتی رہتی ہیں' ان کی سوچ میں ایک مخصوص قسم کی سختی آجاتی ہے۔ ایسے ہی مردانہ شوق اپنانے والی عورتیں بھی خاصی جنگجویانہ خیالات کی مالک ہوجاتی ہیں۔ مثلاً مارشل آرٹس اور ریسلنگ وغیرہ سیکھنے والی خواتین کے مزاج میں ایک خاص قسم کا جارحانہ پن آجاتا ہے۔ لی یان نے بھی فنون حرب وضرب کی تربیت حاصل کر رکھی تھی۔ اس کے مسئلے کی تہ میں اترنے کے لیے اس کی ہسٹری لینا ضروری تھا۔ میں از خود اس کے مسئلے کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ہاں البتہ اگر وہ اس موضوع کو دوبارہ زندہ کرتی تو میں اس کی طبیعت صاف کردیتا۔

اس نے پوچھا ''وجدان! کیا تمہیں کبھی کسی ایک جگہ ٹھہر کر زندگی گزارنے کا موقع بھی ملا ہے؟''

''ابھی تک تو ایسا موقع نہیں ملا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''تمہاری خواہش تو ہوگی؟''

''ہر انسان اپنی زندگی میں آرام وسکون کا خواہاں ہوتا ہے۔'' میں نے کہا ''لیکن میں ایسے آرام وسکون کا قائل نہیں جس سے زندگی ٹھہری ٹھہری سی لگنے لگی۔ بہرحال مجھے کبھی کہیں ٹکنے کا موقع نہیں مل سکا۔''

''میں نے سنا ہے تم جس لڑکی کے پیچھے کھٹمنڈو جارہے ہو اس کا تعلق بدھ مت سے ہے؟''

''تم نے بالکل درست سنا ہے۔'' میں نے تائید کی۔

''اس کا نام دھنوتھا' تم نے بدل کر ساحل کردیا؟''

''ہاں' یہ ہی حقیقت ہے۔''

''کیا نام کے ساتھ تم نے اس کا مذہب بھی تبدیل کردیا؟''

''میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔'' میں نے جواب دیا ''مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو؟''

وہ تامل کرتے ہوئے بولی ''میرا اندازہ تھا' تم نے ایسا کیا ہوگا!''

''تمہارا یہ اندازہ کس بنا پر تھا؟''

''میں نے سنا ہے مسلمان عموماً یہی کرتے ہیں۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ''اور تم بھی ایک مسلمان ہی ہو۔''

''الحمد للہ! میں مسلمان ہوں۔'' میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''لیکن تمہاری سنی سنائی کو فارمولا نہیں بنایا جاسکتا۔ میں نے کبھی اس حوالے سے ساحل پر دباؤ نہیں ڈالا تھا۔''

''اصل میں میرے سامنے ایک مثال موجود ہے میں اس لیے کہہ رہی تھی۔'' وہ شون کے والدین کی شادی کا حوالہ دیتے ہوئے بولی۔

میں نے پوچھا ''کیا کبھی شون نے بھی تم پر زور دیا کہ تم اس کا مذہب اختیار کرلو؟''

''نہیں تو!'' اس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''اس مثال کو بھی اپنی یادداشت میں محفوظ کرلو۔'' میں نے فضا میں انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

''تم باتوں میں چت کردیتے ہو!'' وہ بے ساختہ بولی۔

میں نے اس کے بے ساختہ اظہار پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور گفتگو کے موضوع کو مارشل آرٹس کی جانب موڑ دیا۔ ہمارے درمیان گھنٹا بھر اس ٹاپک پر ڈسکس ہوتا رہا۔

لنچ ہم تینوں نے ایک ساتھ کیا۔ اس وقت تک شون اور ہنگ کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ لنچ کے بعد لی یان نے کہا کہ وہ تھوڑا آرام کرے گی۔ رات اس کی نیند پوری نہیں ہوسکی تھی اور وہ خود کو خاصا مضمحل محسوس کررہی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر ریسٹ والے کمرے میں آگیا۔

اب اس کی طبیعت خاصی بہتر تھی۔ ہاتھ پاؤں کی چوٹوں کو تو اپنے وقت پر ہی ٹھیک ہونا تھا تاہم وہ تکلیف دہ کیفیت سے نکل آیا تھا۔ تنہائی میسر آتے ہی اس نے پوچھ لیا۔

''ہمارے ڈاکومینٹس کا مسئلہ تو اٹک گیا تھا۔ پھر تم کس طرح نیو جرسی سے کھٹمنڈو تک سفر کرو گے؟''

اس کے سوال کے جواب میں' میں نے اسے تفصیل بتادی۔

وہ بولا ''یار وجدان! یہ مسٹر ہنگ تو تمہارے ساتھ بہت کچھ کررہا ہے۔''

''کیا کررہا ہے بھئی؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

وہ گڑبڑا گیا' بولا ''میرا مطلب ہے تمہارا بہت خیال رکھ رہا ہے۔''

''خیال کیسے نہیں رکھے گا۔ ایک طرح سے میں ان لوگوں کا داماد ہوں!''

''اوہ!'' اس نے ایک گہری سانس لی اور میری بات کی تہ میں پہنچ گیا۔ پوچھنے لگا ''کیا تمام بدھ مت اتنے ہی اچھے ہوتے ہیں؟''

میں نے گمبھیر انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ''انسان کے اچھا یا برا ہونے کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اچھے برے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ کسی بھی مذہب کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ دنیا کے تمام مذہب بنیادی طور پر اچھائی ہی کا درس دیتے ہیں اور برائی کی مذمت کرتے ہیں۔''

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے تکنے لگا۔

''کیا ہوگیا بھئی؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولا ''وجدان! تم آخر چیز کیا ہو؟''

''میں چیز ہوں اور نہ ہی مارجرین۔'' میں نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا ''مجھے تم ناچیز ہی سمجھو۔''

میں دانستہ وسیم سے مذاق کے رنگ میں بات کررہا تھا کہ اس کا دل بہلتا رہے۔ وہ ایک قابل بھروسا اور سچا انسان تھا۔ ہمیں ایک ساتھ بہت کم وقت گزارنے کا موقع ملا تھا اور آئندہ میرے حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا تھا' اس کے بارے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا!

''تم کبھی انتہائی دنیادار نظر آنے لگتے ہو اور کبھی دین دار بن جاتے ہو۔'' وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوئے بولا ''پتا نہیں تم نے کیا کیا پڑھ اور سیکھ رکھا ہے!''

''میں نے زندگی کا سبق پڑھ رکھا ہے اور انسانوں کی نفسیات سیکھنے اور جاننے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''میں جو کچھ بھی کہتا ہوں' وہ میرا تجربہ ہے۔''

''تم بڑے تجربہ کار ہو وجدان!'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

میں اسے مزید تجربے کی باتیں بتانے لگا۔

پانچ بجے کے قریب مسٹر ہنگ شون کے ساتھ واپس

آ گیا۔ وہ دونوں الگ الگ اس اپارٹمنٹ سے نکلے تھے مگر یوں محسوس ہوتا تھا وہ پورا دن ایک ساتھ ہی رہے ہوں۔ ہنگ نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ کام ہوگیا تھا۔ ہمیں رات نو بجے کی فلائٹ سے نیوجرسی کو خیرباد کہنا تھا۔ وہ میرے اور لی یان کے لیے ضروری شاپنگ بھی کرلایا تھا۔ وہ خاصا تھکا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری محسوس نہ ہوئی کہ اسے تمام امور سے نمٹنے کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کرنا پڑی ہوگی!

''اب میں تمہارے چہرے پر کام کروں گا۔'' ہنگ نے کہا ''کلراسکننگ زیادہ لمبا چوڑا کام نہیں مجھے اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔''

میں نے پوچھا ''کھٹمنڈو میں مزید کوئی رابطہ ہوا؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

''چائنا ٹاؤن کا کیا حال ہے؟''

''میں ادھر نہیں جاسکا۔'' اس نے بتایا ''ایک پبلک بوتھ سے میں نے اپنے ملازم سے بات کی تھی۔ اس نے بتایا ہے وہاں سب ٹھیک ہے۔''

''حیرت ہے۔'' مجھے اس کی بات کا یقین نہ آیا ''کیا ایف بی آئی والے اتنے ہی سست اور کام چور ہیں؟''

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا ''مجھے پہلے ہی شک تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی دھوکا ہوا ہے۔ بہرحال حقیقت جلد ہی سامنے آجائے گی کہ ٹرائی بیکا والے اپارٹمنٹ پر چڑھائی کرنے والوں کا تعلق ایف بی آئی سے تھا یا پھر وہ کوئی دوسرا ہی معاملہ ہے۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے کہا ''تم اس سلسلے میں اپنے ذہن کو کیوں تھکاتے ہو۔ میں ہوں نا! چائنا ٹاؤن، ٹرائی بیکا حتیٰ کہ نیوجرسی میں بھی جو حالات پیش آئیں گے میں ان سے نمٹ لوں گا۔''

پھر میں نے اس سلسلے میں ہنگ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے محسوس کرلیا' وہ کسی مصلحت کی بنا پر مجھ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ ہوسکتا ہے کوئی ایسی گڑبڑ واقع ہوچکی ہو جس کا ذکر کرکے وہ مجھے پریشان نہ کرنا چاہتا ہو۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔

ایک گھنٹے بعد ہنگ نے اپنا کام مکمل کرلیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولا ''میں نے انیس بیس کے فرق سے تمہیں شون بنادیا ہے۔ اب تم لی یان کے ساتھ اس کے شوہر کی حیثیت سے بہ آسانی سفر کرسکتے ہو۔ چھوٹی موٹی مشکلات کو لی یان خود ٹیکل کرلے گی۔ تم خود بھی میک اپ میں اچھی خاصی مہارت رکھتے ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو اپنے چہرے کی فیچنگ کرسکتے ہو۔ تمہاری ضرورت اور حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے تھیم تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

اس کے بعد مجھے شون کے دستخط کرنے کی پریکٹس کرائی گئی۔ اس کے نام سے جاری تمام کریڈٹ کارڈز اب میرے استعمال میں آنے والے تھے۔ میں نے تھوڑی کوشش کرکے ان کے پن کوڈز کو اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا۔ اس کے علاوہ ان پاس ورڈز کو ایک ڈائری میں بھی نوٹ کرلیا۔ لی یان کے پاس بھی اس کے ذاتی کارڈز موجود تھے۔ کریڈٹ کارڈز نے زندگی کو خاصا آسان بنادیا ہے بشرطیکہ آپ ان کو انفورڈ کرسکتے ہوں۔ جو بینک آپ کو یہ سہولت دیتا ہے وہ اپنے فائدے کو پہلے دیکھتا ہے۔ امریکا میں اور اب تو تقریباً پوری دنیا میں کریڈٹ کارڈز بڑی فراوانی سے استعمال کیے جارہے ہیں۔ پچھلے ایک دو سال سے پاکستان میں بھی ان کا ایک سیلاب سا آیا ہوا ہے۔

لی یان نے اس دوران میں پیکنگ کرلی تھی۔ مجھے کسی قسم کے سامان کی ضرورت نہیں تھی لیکن ہم دونوں سیاحت کے لیے نیپال جارہے تھے لہٰذا بعض تقاضے نبھانا ضروری تھے۔ ہم دونوں نے ایک ایک سفری بیگ اور فوٹو گرافی کے ضروری آلات رکھ لیے تھے۔ پروگرام کے مطابق ہمیں ذرا جلدی گھر سے نکلنا تھا۔ نیوآرک ائرپورٹ کے نزدیک ہم کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر کچھ کھاتے پیتے، پھر میں اور لی یان ائرپورٹ کی جانب روانہ ہوجاتے۔ شون کو دسیم کے پاس گھر ہی میں رہنا تھا۔ ہنگ ریسٹورنٹ تک ہمارا ساتھ دیتا اور وہیں سے ہمیں رخصت کردیتا۔

جب تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ہنگ نے مجھ سے کہا ''میں ذرا کھٹمنڈو میں جانوس سے رابطہ کرکے اسے تمہاری آمد کے بارے میں کنفرم کردوں تاکہ وہ لوگ تمہیں ائرپورٹ سے سیدھا سٹی اسپتال لے جائیں جہاں پر ڈاکٹر مونگ اور ساحل موجود ہیں۔''

''یہ کچھ عجیب سا نہیں ہوجائے گا مسٹر ہنگ!'' میں نے الجھن زدہ انداز میں کہا ''ہم سیاحت کی غرض سے نیپال جارہے ہیں۔ اصولی طور پر ہمیں ائرپورٹ سے نکل کر کسی ہوٹل کا رخ کرنا چاہیے۔''

وہ جوشیلے انداز میں بولا ''میں نے اس کا بھی بندوبست کررکھا ہے۔ کھٹمنڈو کے اناپورنا ہوٹل میں تم دونوں کے نام سے ایک کمرا بل کروادیا ہے۔ اناپورنا خوبصورت لوکیشن کا ہوٹل ہے۔''

''اوہ!'' میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور تو صیفی نظر سے ہنگ کو دیکھا۔



اناپورنا ہوٹل میرا دیکھا ہوا تھا۔ اناپورنا کے معنی بلندی کے ہیں۔ مذکورہ ہوٹل بھی خاصی بلندی پر واقع تھا۔ ویسے اناپورنا کے نام سے وہاں ایک پہاڑ بھی موجود ہے۔

ہم اپارٹمنٹ سے رخصت ہونے لگے تو شون نے مربیانہ انداز میں مجھ سے کہا ''لی یان خاصی تھکی ہوئی عورت ہے' اس کی کسی ایسی حرکت کا برا نہ منانا۔''

''ڈونٹ وری اینڈ ٹیک ہارٹ'' میں نے اس کے شانے کو تھپتھپایا ''میں اسے ہینڈل کرلوں گا۔'' ایک لمحے کو رک کر میں نے اضافہ کیا ''اور تم یہ کیوں سمجھتے ہو اس سال ہم ہیپی نیوائیر ایک ساتھ نہیں منا سکیں گے! اس ایونٹ میں ابھی پورے پندرہ دن باقی ہیں۔''

وہ خاموش رہا تاہم اس خاموشی میں بھی اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ سجی رہی۔ میں نہیں جانتا' وہ اس وقت اپنے ذہن میں کیا سوچ رہا تھا مگر یہ بات یقینی تھی کہ وہ مجھ سے بچھڑ کر بے حد ملول تھا۔

ائرپورٹ پہنچنے کا وقت ہوا تو ہنگ نے ہمیں نیک خواہشات کے ساتھ رخصت کردیا۔

ہم ایک کیب میں بیٹھ کر ائرپورٹ پہنچے اور مختلف ''ائرپورٹی'' مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر طیارے میں جابیٹھے۔ مذکورہ مراحل میں کہیں بھی کوئی ازخود پیدا نہ ہوئی گویا مجھے اصلی شون ''تسلیم'' کرلیا گیا تھا۔ اس ''تسلیم ورضا'' میں مجھے لی یان کا ایڈوانٹیج حاصل تھا۔

طیارے میں سوار ہونے کے بعد بھی میں کچھ دیر تک بے چین رہا اور کسی بھی ناخوش گوار واقعے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار رکھا۔ ایک مرتبہ کھٹمنڈو ائرپورٹ پر میں ایک ناخوشگوار واقعے سے گزر چکا تھا۔ میں شوبھا اور دھنو (ساحل) کے ساتھ کھٹمنڈو سے دہلی جانے کے لیے ایک طیارے پر سوار ہوا تھا اور پرواز سے پہلے ہی ہمیں نیچے اتارلیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم تینوں کو جس سلوک سے گزارا گیا وہ آج تک میری یادداشت میں محفوظ تھا۔

میں اس وقت بھی کھٹمنڈو جارہا تھا۔ شاید کھٹمنڈو کے حوالے سے وہ واقعہ میرے ذہن میں تازہ ہوگیا تھا تاہم خیریت گزری اور اپنے مقررہ وقت پر طیارے نے زمین چھوڑ دی۔

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆

کھٹمنڈو اور ہانگ کانگ کے ائرپورٹ کو لینڈنگ کے کیلنڈر میں انیس جنوری کے بعد جو بھی پورا چاند آتا ہے۔ وہاں سے چینی کیلنڈر کی ابتدا ہوجاتی ہے۔ اس سال عیدالفطر یعنی یکم شوال انتیس جنوری کو پڑ رہا تھا۔ امریکا میں اس وقت اٹھائیس جنوری کی رات ہوتی۔ اس حساب سے پورا چاند یعنی چودہ شوال' بارہ فروری کو پڑتا۔

میں نے مسٹر ہنگ کی اداسی دور کرنے کی خاطر کہا ''زندگی رہی تو انشاءاللہ کبھی خوشی کا یہ موقع میں تمہارے ساتھ ضرور انجوائے کروں گا۔'' تھوڑا رک کر میں نے اضافہ کیا ''اور تم یہ کیوں سمجھتے ہو اس سال ہم ہیپی نیوائیر ایک ساتھ نہیں منا سکیں گے! اس ایونٹ میں ابھی پورے پندرہ دن باقی ہیں۔''

وہ خاموش رہا تاہم اس خاموشی میں بھی اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ سجی رہی۔ میں نہیں جانتا' وہ اس وقت اپنے ذہن میں کیا سوچ رہا تھا مگر یہ بات یقینی تھی کہ وہ مجھ سے بچھڑ کر بے حد ملول تھا۔

ائرپورٹ پہنچنے کا وقت ہوا تو ہنگ نے ہمیں نیک خواہشات کے ساتھ رخصت کردیا۔

ہم ایک کیب میں بیٹھ کر ائرپورٹ پہنچے اور مختلف ''ائرپورٹی'' مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر طیارے میں جابیٹھے۔ مذکورہ مراحل میں کہیں بھی کوئی ازخود پیدا نہ ہوئی گویا مجھے اصلی شون ''تسلیم'' کرلیا گیا تھا۔ اس ''تسلیم ورضا'' میں مجھے لی یان کا ایڈوانٹیج حاصل تھا۔

طیارے میں سوار ہونے کے بعد بھی میں کچھ دیر تک بے چین رہا اور کسی بھی ناخوش گوار واقعے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار رکھا۔ ایک مرتبہ کھٹمنڈو ائرپورٹ پر میں ایک ناخوشگوار واقعے سے گزر چکا تھا۔ میں شوبھا اور دھنو (ساحل) کے ساتھ کھٹمنڈو سے دہلی جانے کے لیے ایک طیارے پر سوار ہوا تھا اور پرواز سے پہلے ہی ہمیں نیچے اتارلیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم تینوں کو جس سلوک سے گزارا گیا وہ آج تک میری یادداشت میں محفوظ تھا۔

میں اس وقت بھی کھٹمنڈو جارہا تھا۔ شاید کھٹمنڈو کے حوالے سے وہ واقعہ میرے ذہن میں تازہ ہوگیا تھا تاہم خیریت گزری اور اپنے مقررہ وقت پر طیارے نے زمین چھوڑ دی۔

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆

کھٹمنڈو اور ہانگ کانگ کے ائرپورٹ کو لینڈنگ کے

کے ہیں۔ مذکورہ ہوٹل بھی خاصی بلندی پر واقع تھا۔ ویسے اناپورنا کے نام سے وہاں ایک پہاڑ بھی موجود ہے۔

حوالے سے دنیا کے مشکل ترین ائرپورٹ میں شمار کیا جاتا ہے' کھٹمنڈو خطرناک پہاڑیوں کی وجہ سے اور ہانگ کانگ سمندر کے باعث... طیارہ پائلٹ کے لیے ایک کڑا امتحان ثابت ہوتے ہیں۔ بہرحال ہمارے طیارے نے بخیر و عافیت اپنی منزل کو چھولیا۔ نیوجرسی سے کھٹمنڈو تک پہنچنے کے لیے ہمیں دو طیاروں میں سفر کرنا پڑا تھا۔ راستے میں ایک گھنٹے کا بریک جرنی تھا۔ کیونکہ ہمیں ڈائریکٹ فلائٹ نہیں مل سکی تھی۔ میں نہیں جانتا' یہ وقت کی مجبوری تھی یا پھر نیوجرسی سے کھٹمنڈو تک کوئی ڈائریکٹ فلائٹ آتی ہی نہیں تھی۔

ائرپورٹ پر جانوس بہ نفسِ نفیس ہمارے استقبال کے لیے موجود تھا۔ پلے کارڈز کا سہارا لے کر وہ ہم تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ میں شون اور لی یان کے ناموں والے پلے کارڈز دیکھ کر خود ہی ان کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ مسٹر ہنگ نے جانوس کو ہمارے بارے میں بڑی وضاحت سے بتا رکھا تھا۔ کوڈورڈز کے تبادلے کے بعد ہم ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کو تیار ہوگئے۔ جانوس کے ساتھ ایک باوردی شوفر بھی موجود تھا۔

جانوس لگ بھگ پچاس سال کا ایک سانولا سا شخص تھا۔ دراز قامت اور مضبوط بدن اس نے آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔ سر کے بال آدھے سے زیادہ اڑ چکے تھے اور چندیا بڑی وضاحت سے چمکتی نظر آرہی تھی۔ جانوس کے مزاج میں ایک اکھڑپن جھلکتا تھا۔ اس نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ ہم سے مصافحہ کیا اور ہم اس کی گاڑی میں جا بیٹھے۔ اگلے ہی لمحے گاڑی پارکنگ سے نکل کر کھٹمنڈو کی ایک کشادہ سڑک پر دوڑنے لگی۔

میں نے نیپال اور خصوصاً کھٹمنڈو میں خاصا وقت گزارا تھا اور یہاں کی راہ رسم سے بخوبی آگاہ تھا۔ انسپکٹر بریندرا' انسپکٹر اعظم خان' مایا متی' شوبھا اور رھنو (ساحل) کے ساتھ میں یہاں کی سڑکوں پر بہت گھوما تھا۔ کھٹمنڈو ہی میں میلگری سے میرا پہلا تعارف بھی ہوا تھا۔

میلگری کا خیال آتے ہی میں اس کے تصور میں کھو گیا۔ اس پُراسرار ہستی نے میری زندگی میں بڑا طلسمی کردار ادا کیا تھا..... اور ابھی تک کر رہی تھی۔ اس نے کراچی میں' کے ڈی اے اسکیم کے ایک بنگلے میں اپنے نادیدہ طلسمی چکر کے ذریعے مجھے زندگی کے جس تجربے سے گزارا تھا' میں اسے ساری عمر فراموش نہیں کرسکتا تھا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہم کسی اور سمت جا رہے ہیں۔ یہ وہ راستہ نہیں تھا جو سٹی اسپتال تک جاتا تھا۔ میں نے پسنجرز سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنے میزبان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''مسٹر جانوس! کیا ہم سٹی اسپتال نہیں جا رہے؟''

''نہیں مسٹر شون!'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''پھر کہاں جا رہے ہیں؟''

''فریک اسٹریٹ۔'' اس نے بتایا ''آپ دونوں کی رہائش کا بندوبست وہیں کیا گیا ہے۔''

میں نے قدرے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا ''ہماری رہائش کوئی مسئلہ نہیں۔ اناپورنا ہوٹل میں ہمارے لیے کمرا بک ہے۔ تم ہمیں جلد از جلد ڈاکٹر مونگ تک پہنچادو۔''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''میں آپ لوگوں کو ڈاکٹر مونگ کے حکم پر ہی فریک اسٹریٹ لے جا رہا ہوں۔ وہاں میرا ایک شاندار بنگلا موجود ہے۔ ڈاکٹر مونگ نے کہا ہے جب آپ بنگلے پر پہنچیں گے تو وہ آپ سے بات کریں گے۔''

''بات کریں گے!'' میں نے الجھن زدہ لہجے میں کہا ''ان کی طبیعت کیسی ہے؟''

''اب خاصے بہتر ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''کیا ڈاکٹر مونگ سٹی اسپتال میں ہی ہیں؟''

مجھے اثبات میں جواب ملا۔

''اور ساحل..... میرا مطلب ہے رھنو؟'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

اس نے جواب دینے میں تھوڑا تامل کیا پھر بولا ''وہ بھی ڈاکٹر مونگ کے ساتھ سٹی اسپتال ہی میں ہے۔''

یہ سوچ کر کہ میں اپنی ساحل کے بہت قریب پہنچ چکا ہوں' میرے دل و دماغ کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا ابھی اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں مگر جانوس مجھے فریک اسٹریٹ کے کسی بنگلے میں پہنچانا چاہتا تھا۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

''مسٹر جانوس! میں ابھی اور اسی وقت سٹی اسپتال جانا چاہتا ہوں۔''

''تم سمجھنے کی کوشش کرو شون۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''ڈاکٹر مونگ نے کسی مصلحت کی بنا پر ہی تمہیں میرے بنگلے پر ٹھہرانے کا حکم دیا ہے۔ وہ بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں یہاں ہم کتنے سنگین حالات سے گزر رہے ہیں۔''

''میں یہاں کے حالات کی سنگینی کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ خاصا تلخ ہوگیا ''تم گاڑی کو سٹی اسپتال کی جانب مڑواتے ہو یا پھر کوئی ٹیکسی

پکڑلوں؟''

''تم بہت جذباتی ہورہے ہو مسٹر شون!''

''ہاں ایسی ہی بات ہے۔''

لی یان میری بیوی کی حیثیت سے کھٹمنڈو پہنچی تھی لہٰذا بیویوں والا کردار ادا کرنے سے غافل نہیں تھی۔ وہ بار بار میرے بازو کو کھینچ کر اس تلخ کلامی سے منع کررہی تھی۔

جانوس نے کہا'' جذباتی ہونے سے معاملہ بگڑ جائے گا۔ ڈاکٹر مونگ بڑی خوبصورتی سے حالات کو نکل کررہے ہیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد ہم فریک اسٹریٹ والے بنگلے پر پہنچ جائیں گے۔ پھر میں ڈاکٹر مونگ سے تمہاری بات کروادوں گا۔ تم ان سے تصدیق کرلینا کہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہہ رہا ہوں، صرف ان کے احکام کی تعمیل کررہا ہوں۔''

جانوس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ اس کے شوفر نے سنجیدہ لہجے میں کہا'' سر ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔ میں ایک سرخ جیپ کو اپنے پیچھے دیکھ رہا ہوں۔ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر ائرپورٹ سے ہمارے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔''

جانوس کے ساتھ ہی میں نے بھی پلٹ کر سرخ جیپ کی طرف دیکھا اور شوفر کی بات کی تصدیق ہوگئی۔ جانوس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''ڈائریکٹ فریک اسٹریٹ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ مختلف سڑکوں پر اس جیپ کو اپنے پیچھے دوڑاؤ۔ ذرا پتا تو چلے ان کا مقصد کیا ہے!''

''او کے سر!'' شوفر نے نہایت ہی فرمانبرداری سے کہا۔

جانوس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں سے گن برآمد کی۔ بڑی مہارت کے ساتھ اس کا کلپ چیک کیا اور مطمئن ہونے کے بعد گن کو بیرونی جیب میں ڈال لیا۔ مجھے یقین تھا' اس کا شوفر بھی غیر مسلح نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس کسی قسم کا کوئی آتشیں ہتھیار موجود نہیں تھا۔

''تم دیکھ رہے ہو مسٹر شون!'' جانوس نے گاڑی کا عقبی منظر دکھانے والے آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا'' ہمارے دشمن یہ بات جانتے ہیں کہ ڈاکٹر مونگ کا مجھ سے گہرا تعلق ہے۔ یہ سرخ جیپ بھی کسی دشمنی کا ہی سلسلہ ہے۔ اسے ڈاج دے کر بنگلے تک پہنچنا ہوگا ورنہ بہت مشکل ہوجائے گی۔''

وہ مجھے اس طرح سمجھا رہا تھا جیسے میں کوئی بچہ ہوں۔ جانوس سے ہمارا تعارف ڈاکٹر مونگ کے دوستوں کی حیثیت سے کرایا گیا تھا۔ ہماری اصلیت صرف اور صرف ڈاکٹر مونگ کو معلوم تھی۔ نیوجرسی سے رخصت ہوتے وقت مسٹر ہنگ نے سٹی اسپتال میں جو فون کیا تھا' اس میں ڈاکٹر سے اس کی سی بات بھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا'' مسٹر جانوس! اس سرخ فیتے کو دم سے باندھ کر گلی گلی گھومنا بڑا مضحکہ خیز ہے۔''

وہ میری بات میں پوشیدہ اشارہ سمجھ گیا' بولا'' پھر کیا جائے؟''

''دو دو ہاتھ!'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمہارا مطلب ہے' ہم گاڑی روک کر ان سے بھڑ جائیں؟''

''گاڑی روکنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ان سے بھڑنے کی!''

''پھر دو دو ہاتھ کیسے ہوں گے؟''

''وہ اگر جاہیں گے تو انشاءاللہ ضرور ہوں گے۔''

''پتا نہیں تم کیسی باتیں کررہے ہو؟'' وہ اکتاہٹ آمیز انداز میں بولا۔

میں نے کہا'' سیدھی سی بات ہے' اگر ہماری گاڑی کی اسپیڈ کم ہوجائے تو انہیں ہمارے قریب آنے کا موقع مل جائے گا۔ اس طرح ان کی نیت کھل کر سامنے آجائے گی۔'' میں ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اگر وہ لوگ صرف یہ جاننے کے لیے ہمارا تعاقب کررہے ہیں کہ ہماری منزل کا پتا لگاسکیں تو اسپیڈ کم ہوتے ہی وہ ہمیں یا تو اوورٹیک کرکے آگے نکل جائیں گے یا پھر وہ اپنی جیپ کی رفتار کم کرکے عقب میں کچھ فاصلے پر آگے بڑھتے رہیں گے۔''

میں نے ایک بار پھر توقف کیا اور اضافہ کرتے ہوئے کہا'' ان کیس' اگر وہ خطرناک ارادوں سے ہمارے پیچھے چلے آرہے ہیں تو پھر ہماری رفتار کم ہوتے ہی وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔''

''آئیڈیا تو اچھا ہے۔'' جانوس نے گمبھیر لہجے میں کہا'' مگر خطرناک بھی ہے۔''

''پھر تم انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر بنگلے پر لے چلو۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

میرا یہ طنز جانوس کو بہت برا لگا تاہم اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہیں کیا۔ اپنے اندرونی احساسات کو چھپاتے ہوئے اس نے معتدل لہجے میں کہا'' سنگھا! سرخ جیپ کو ڈاج دینا کر ان سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو۔'' اس کا مخاطب بادردی ڈرائیور تھا۔



''سر! پیچھا چھڑانا اب اتنا آسان نہیں رہا۔'' سنگھا نے جلدی سے کہا اور گاڑی کی رفتار بڑھادی۔

دراصل جب میرے اور جانوس کے درمیان بات چیت ہورہی تھی تو سنگھا نے غیر ارادی طور پر گاڑی کی رفتار کم کردی تھی اور اس دوران میں تعاقب میں آنے والوں کو موقع مل گیا تھا۔ ان کی راہ اس حوالے سے بھی ہموار تھی کہ اس وقت ہم ایک غیر مصروف سڑک پر سے گزر رہے تھے لہٰذا متعاقبین کو اور زیادہ آسانی فراہم ہوگئی تھی۔

کہا جاتا ہے' انسان کا پہلا تاثر ہی اس کا آخری تاثر ہوتا ہے! اس تجربے کے تحت میں نے اور جانوس نے ایک دوسرے کو پسند نہیں کیا تھا۔ ہماری سوچ اور اپروچ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ ڈاکٹر مونگ کا میزبان تھا اور میں ڈاکٹر کا مہمان لہٰذا ہم ایک دوسرے کو برداشت کرنے پر مجبور تھے۔

جلد ہی میں نے محسوس کرلیا کہ سرخ جیپ والے ہمارے سر پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ اب تب میں ہمیں گھیرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس جیپ میں غالباً چار افراد سوار تھے۔ میں نے جانوس کے چٹکی لی اور سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں نہ رک کر ان سے بات کرلی جائے۔ پتا نہیں وہ کس ضرورت سے ہمارے پیچھے آرہے ہیں!''

اس نے گھور کر مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔

میں نے سنگھا سے کہا'' ڈرائیور اسپیڈ کو تھوڑا اور بڑھاؤ' پھر اچانک بریک لگادو!''

سنگھا نے سوالیہ نظر سے اپنے باس کو دیکھا۔

اس سے پہلے کہ جانوس اسے کسی قسم کی ہدایت دیتا' فضا فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھی۔ سرخ جیپ میں سے ہماری گاڑی کے عقبی پہیوں پر برسٹ مارا گیا تھا۔

میں نے میکانکی انداز میں لی یان کو اپنے بازو کی لپیٹ میں لیا اور کھینچ کر نیچے جھکا لیا۔ متعاقبین دوسرا برسٹ ہماری زندگیوں کے چراغوں کو گل کرتے کے لیے بھی فائر کرسکتے تھے۔

فائرنگ سے ہماری گاڑی کے ٹائر تو محفوظ رہے تاہم ڈرائیور کی بوکھلاہٹ نے اسے لہرا کر سڑک سے اترنے پر مجبور کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ظاہر ہے گاڑی کی رفتار بھی کم ہوگئی۔ اسی اثنا میں سرخ جیپ ہماری گاڑی کے متوازی آگئی۔

وہ بہت ہی نازک اور مہلک لمحات تھے۔ موت کے ہرکارے سرخ جیپ میں سوار ہوکر ہمارے سر پر آن پہنچے تھے۔ جانوس نے چیخ کر ڈرائیور سے کہا'' سنگھا! گاڑی کی رفتار بڑھاؤ۔''

میں نے سیٹ پر جھکے جھکے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور جانوس کے کوٹ کی جیب کے اندر پہنچا دیا۔ اگلے ہی لمحے میرے اس ہاتھ میں جانوس کی گن آچکی تھی۔ جانوس میری اس حرکت کو محسوس نہ کرسکا۔ وہ اس قدر بوکھلایا ہوا تھا کہ اسے ڈرائیور پر چیخنے کے سوا کسی اور بات کا ہوش نہیں رہا تھا۔

اس دوران میں سنگھا نے گاڑی واپس سڑک پر پہنچا کر اس کی رفتار بڑھا دی۔ سرخ جیپ والوں نے بے دریغ فائرنگ شروع کردی۔ گولیاں ہماری گاڑی کی باڈی میں سوراخ بنا رہی تھیں۔ ایک جانب کے ٹائر براہِ راست فائرنگ کی زد میں تھے۔

پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ متعاقبین کی فائرنگ نے گاڑی کے ایک سائیڈ کے ٹائروں کو بے کار کردیا۔ گاڑی ایک مرتبہ پھر بڑے خوفناک انداز میں لہرائی۔ میں نے دیکھا' جانوس اس وقت بہت غصے میں تھا کیونکہ وہ اپنی گن سے دشمن جیپ پر فائرنگ کرنا چاہتا تھا اور گن تھی کہ وہ اس کے ہاتھ نہیں آرہی تھی۔

ڈرائیور کے لیے گاڑی کو آگے بڑھانا ممکن نہ رہا تو وہ اسے روکنے پر مجبور ہوگیا۔ ہماری گاڑی سڑک کے کنارے رکی ہی تھی کہ سرخ جیپ بھی ہماری گاڑی کے سامنے آگئی۔ پھر اس کے دروازے دھڑادھڑ کھلنے لگے۔ میں نے دو گن بردار افراد کو جیپ میں سے نکل کر اپنی جانب بڑھتے دیکھا۔ وہ آٹومیٹک گنوں کو بڑے خوفناک انداز میں تھامے ہوئے تھے۔

کوئی لمحہ جاتا تھا کہ وہ ہمیں گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے۔ اگر جانوس نے بروقت میرا مشورہ مان لیا ہوتا تو ہم ایسی صورتِ حال سے دوچار نہ ہوتے۔ بہرحال اب تو اس صورتِ حال کا سامنا کرنا تھا۔

ایک گن بردار نے سنگھا اور جانوس کو نشانے پر رکھ لیا' دوسرے نے ہماری جانب اشارہ کرتے ہوئے درشت لہجے میں کہا۔

''تم دونوں باہر آجاؤ۔''

ایک بات تو یہ سمجھ میں آئی کہ وہ ہم دونوں کے گاہک تھے اور دوسری بات یہ کہ وہ ہمیں جان سے نہیں مارنا چاہتے تھے ورنہ وہ اب تک اپنی گنز کو اشارہ کرکے ہمیں موت کی نیند سلا چکے ہوتے۔ ان لمحات میں ہم پوری طرح ان کے رحم و کرم پر تھے۔

میں نے گن کو سائیڈ پاکٹ میں ڈالنا چاہا تو اس نے پھنکار سے مشابہ آواز میں کہا ''اے! پہلے اسے باہر پھینکو۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے آگے بڑھ کر خوفناک گن کی نال میرے سینے کی جانب اٹھادی۔

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور جانوس والی گن گاڑی سے باہر پھینک دی۔ تھوڑی دیر پہلے جانوس اسی گن کو اپنی جیب میں تلاش کررہا تھا۔ اپنی گن میرے پاس سے برآمد ہوتے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تاہم ان لمحات میں اس کی حیرت کو نوٹس کرنے کا وقت نہیں تھا۔

گن بردار نے ایک مرتبہ پھر ہمیں حکم دیا ''اب تم دونوں باہر آجاؤ۔ جلدی!''

میں نے سرگوشیانہ انداز میں لی یان سے کہا ''میں دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر نکلوں' تم دونوں سیٹوں کے درمیان واقع خلا میں خود کو گرا لینا۔''

پھر میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور ایک جھٹکے سے اسے کھول کر باہر آگیا۔ باہر نکلتے ہی میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ''ہینڈز اپ'' ہونے والے انداز میں اوپر اٹھادیا۔ دراصل یہ ایک جھانسا تھا۔ وہ شخص میرے جھانسے میں آگیا۔

گن بردار یہی سمجھا کہ میں شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''ہینڈز اپ'' ہورہا ہوں مگر یہ سمجھنا اس کی زندگی کی سب سے خطرناک بھول تھی۔ میں نے ہوا میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ ہی بجلی کی سی سرعت سے اپنی لات کو بھی حرکت دی۔

اگلے ہی لمحے میری رائٹ فرنٹ پش کک گن بردار کے پیٹ میں لگی۔ وہ میری طرف سے ایسے کسی جارحانہ عمل کی توقع نہیں کررہا تھا۔ میری ''شرافت'' کے مظاہرے کو دیکھ کر وہ قدرے مطمئن ہوگیا تھا اور یہ لمحاتی اطمینان اسے بہت مہنگا پڑا۔

وہ پیٹ میں میری لات کھا کر پیچھے کو گیا اور اپنے دوسرے گن بردار ساتھی سے جاٹکرایا۔ بوکھلاہٹ میں اس کی گن گرج اٹھی۔ میں نے لی یان کو جو ہدایت کی تھی وہ کام آگئی۔ جانوس بھی جان بچانے کے لیے ڈیش بورڈ کے نیچے تقریباً گھس گیا تھا۔ بے چارہ سنگھا فائرنگ کی رینج میں آگیا۔ اس کا وجود چھلنی ہوکر رہ گیا۔

گن بوکھلاہٹ میں چلی تھی لہٰذا گن بردار کو سنبھل کر دوبارہ فائرنگ کرنے کے لیے لمحاتی مہلت درکار تھی مگر میں نے اسے مہلت نہ دی۔ میری لیفٹ راؤنڈ ہاؤس کک ایک جھٹکے سے چلی اور اس کے گن بردار ہاتھ پر پڑی۔ وہ اپنی پوری طرح سنبھل نہیں پایا تھا کہ میں نے ایک لمبی سائیڈ کک مار کر اسے دور پھینک دیا۔

اس دوران میں پہلا گن بردار اٹھ کر کھڑا ہوچکا تھا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ گن کو میری جانب سیدھ کرچکا تھا۔ میں فضا میں اچھلا اور ڈبل فلائنگ اس کے چہرے پر جڑ دی۔ وہ پیچھے کو الٹ گیا۔

پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ہاتھ پاؤں کی پے در پے ٹھوکروں سے اسے دھو کر رکھ دیا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ میں نے آگے بڑھ کر گن اٹھالی اور بڑے خطرناک انداز میں سرخ جیپ کی طرف بڑھا۔

اس دوران میں جیپ کی طرف سے کوئی نیا ردِعمل سامنے نہیں آیا تھا اور اس بات پر مجھے حیرت بھی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق جیپ میں کم از کم دو افراد موجود تھے مگر جب جیپ کے قریب پہنچا تو اسے خالی پایا۔ پتا نہیں وہ لوگ کس وقت وہاں سے نکل کر اِدھر اُدھر ہوگئے تھے۔

میں نے پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف دیکھا اور لی یان کو سرگرم پایا۔ وہ میرے چھوڑے ہوئے شکاروں پر ''ہاتھ صاف'' کررہی تھی۔ جانوس ابھی تک گاڑی کے اندر ہی دبکا ہوا تھا۔ اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں دوبارہ جیپ کی جانب متوجہ ہوگیا۔

اسی لمحے مجھے کمر پر کسی گن کی آہنی نال کا ٹھوکا محسوس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی تحکمانہ انداز میں کہا گیا ''چلو! جیپ کے اندر بیٹھو..... اور اس سے پہلے گن کو پھینک دو۔''

میں حکم دینے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ غالباً وہ جیپ سواروں ہی کا ساتھی تھا جو نظر بچا کر یا ہوشیاری دکھا کر میدانِ کارزار گرم ہوتے ہی جیپ سے نکل کر اس کے پیچھے کہیں چھپ گیا تھا اور اب موقع پاتے ہی اپنی ''پناہ گاہ'' سے نکل آیا تھا۔

میں نے ''مخفی گن بردار'' کے حکم پر گن پھینکنے کے بعد دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیے اور بڑی شرافت کے ساتھ جیپ کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ دونوں گاڑیوں کے درمیان پندرہ بیس فٹ کا فاصلہ حائل تھا اور وہ اس زاویے سے کھڑی تھیں کہ میرے ساتھ ہونے والی کارروائی کو لی یان دیکھ نہیں سکتی تھی۔

میں گن بردار کے آگے چلتے ہوئے جیپ کے دروازے کے پاس پہنچا۔ مذکورہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ غالباً وہ شخص اسی دروازے سے نکل کر جیپ کی آڑ میں چھپ کر کھڑا ہوگیا تھا۔



''چلو اندر!'' مجھے اپنے عقب میں اس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

میں نے جھک کر جیپ کے اندر ایک قدم رکھا اور اس طرح ہڑبڑا کر پیچھے پلٹا جیسے اندر کوئی خوف ناک شے موجود ہو۔ میری یہ ہڑبڑاہٹ ایک سوچی سمجھی فوری اسکیم کے تحت تھی۔ میں نے اسی ہڑبڑاہٹ کے دوران میں بڑی صفائی سے ایک ریئر کک چلادی۔

میرا پاؤں اس کی گن پر لگا اور وہ گن سمیت پیچھے کو الٹ گیا۔ ریئر کک مارتے ہی میں فضا میں اچھلا اور بیک سمر سالٹ لگاتے ہوئے اس کے اوپر سے گزر گیا۔

میری یہ حکمتِ عملی مفید ثابت ہوئی کیونکہ گن بردار نے زمین پر گرتے ہی میری سمت فائرنگ کی تھی۔ اگر میں جیپ کے دروازے کے پاس موجود رہتا تو یقیناً فائرنگ کی زد میں آجاتا۔ مجھے وہاں نہ پاکر وہ حیران ہوا اور زمین پر پڑے پڑے اس نے گردن گھما کر میری سمت دیکھا۔

اسی وقت میں نے اس کے چہرے پر ایک فٹ بال کک ماری۔ میرا دھواں دھار ٹھڈا کھا کر وہ بلبلا اٹھا۔ میں نے ہوا میں جمپ لگائی اور دونوں پاؤں سے اس کے سینے پر آرہا۔ یہ ایک طرح سے ڈبل پش کک تھی۔ اس کے وجود نے ایک جھٹکا کھایا اور پھر ساکت ہوگیا۔

میرے پاس یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں تھی کہ وہ دنیا و مافیہا سے غافل ہوا تھا یا پھر یہ دنیا اور مافیہا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے روٹھ گئے تھے.....!

اس ''کام'' سے فارغ ہونے کے بعد میں نے جیپ کا جائزہ لیا اور اسے انسانی وجود سے خالی پایا۔ اس کا مطلب یہی تھا' وہ صرف تین افراد تھے۔ میں اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

وہاں لی یان نے میدان مار لیا تھا۔ جانوس بھی گاڑی سے باہر نکل آیا تھا لیکن وہ دو حملہ آور مجھے کہیں دکھائی نہ دیے جنہیں میں لی یان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر جیپ کی طرف بڑھا تھا۔ میں نے سوالیہ نظر سے لی یان کو دیکھا تو اس نے میری نگاہ کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''بھاگ گئے دونوں۔''

''اوہ!'' میں ایک طویل سانس خارج کرکے رہ گیا۔

جانوس نے کہا ''وہ کہیں بھی بھاگ جائیں میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ ہم پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ میرے ڈرائیور کو بڑی بیدردی سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ میں اس معاملے کی چھان بین کراؤں گا۔''

وہ اس معاملے کی چھان بین کراتا یا پھر اس واقعے پر بیٹھا بین بجاتا رہتا' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ میں نے دوٹوک انداز میں اس سے کہا۔

''مسٹر جانوس! تم اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق کارروائی کرو۔ ہم تو جارہے ہیں۔''

''تم لوگ کہاں جارہے ہو؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''کہیں بھی چلے جائیں گے۔'' میں نے مبہم انداز میں کہا اور لی یان کو ایک مخصوص اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ جانوس کی طرف متوجہ ہوگیا ''یہاں کے حالات کو میں نے کنٹرول کرلیا ہے۔ جیپ کے اس طرف ایک حملہ آور بے ہوش پڑا ہے۔ دو حملہ آور فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ ان لوگوں کی جیپ اور چھوڑی ہوئی آٹو میٹک گنیں بھی یہاں موجود ہیں۔ تم ان لوگوں کے خلاف جو بھی کارروائی کرنا چاہتے ہو' اس کے لیے آزاد ہو۔ ہم جارہے ہیں اگر اللہ نے چاہا تو دوبارہ بھی ملاقات ہوسکتی ہے!''

میں نے ذرا توقف کیا۔ جانوس غصے اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ یک ٹک مجھے دیکھتا چلا گیا۔ میں نے اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا ''بس ایک بات ذہن میں رکھنا کہ آج ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ تم اس معاملے کو ہمارا ذکر کیے بغیر ہینڈل کرنے کی کوشش کرنا اور..... اگر بہت دل چاہے تو ڈاکزمونگ سے میری شکایت بھی کردینا۔''

اس دوران میں لی یان میری خاموش ہدایت پر گاڑی کے اندر سے بیگ اٹھالائی تھی۔ میں نے اسے چلنے کا اشارہ کیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے ایک جانب قدم بڑھادیے۔ جانوس نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس سلسلے میں وہ کیا کوشش کرے۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل انا پورنا کی طرف جارہے تھے۔

اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد لی یان نے کہا ''وجدان! یہاں تو پہلا قدم ہی الٹا پڑ گیا۔''

''لیکن ہم نے کوئی نقصان اٹھائے بغیر الٹے قدم کو سیدھا کرلیا ہے۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''اور میں وجدان نہیں' شون ہوں!''

''اوہ! آئی ایم ویری سوری۔'' وہ معذرت آمیز لہجے میں بولی ''مگر تنہائی میں تو میں تمہیں وجدان کہہ کر پکار سکتی ہوں نا۔ یہاں ہوٹل کے کمرے میں ہمیں کون دیکھ سن رہا ہے!''

''ہر کمرے کی دیواریں بھی ہوتی ہیں۔'' میں نے لہجے کی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا ''اور تم نے یہ تو سن ہی رکھا ہوگا..... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں؟''

''ٹھیک ہے میں آئندہ احتیاط برتوں گی۔'' وہ مصلحت آمیز انداز میں بولی پھر پوچھا ''اب کیا پروگرام ہے؟''

میں نے کہا ''پہلے فریش اپ ہو جائیں۔ پروگرام بعد میں بھی بنایا جاسکتا ہے۔''

پھر ہمارے درمیان یہ طے ہوا کہ پہلے لی یان باتھ لے گی' اس کے بعد میں۔ وہ اس پروگرام کے مطابق واش روم میں داخل ہوئی تو میں اس واقعے پر غور کرنے لگا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے کھٹمنڈو کی ایک سڑک پر پیش آیا تھا۔ پتا نہیں وہ سرخ جیپ والے کون تھے اور کس مقصد سے ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ ان کے رویّے سے میں نے یہی سمجھا کہ وہ ہماری طلب میں تھے۔ وہ ہمیں گاڑی سے اتار کر اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہتے تھے' کہاں؟

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا فی الحال کوئی جواب میرے ذہن میں موجود نہیں تھا' بالکل اس سوال کی طرح کہ وہ لوگ کون تھے؟ ڈاکٹر مونگ ہی اس الجھن کو سلجھن میں بدل سکتا تھا۔

میرے چہرے پر ہنگ نے ہلکا پھلکا ''کام'' کر رکھا تھا لہٰذا ہاتھ لیتے وقت مجھے بہت محتاط رہنا پڑا۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم تیار ہو کر ہوٹل سے نکل آئے۔ میں نے ایک ٹیکسی والے سے سٹی اسپتال چلنے کی بات کی اور ہم دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ ٹیکسی نے چند سڑکوں کی سیر کرانے کے بعد ہمیں مذکورہ اسپتال پہنچا دیا۔

میرے ذہن میں ساحل کے حوالے سے بڑی کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ ایک طویل انتظار کے بعد اس سے ملنے کی سبیل بنی تھی۔ میں پنکھ لگا کر اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اگر صبح ائرپورٹ پر جانوس ہمیں لینے نہ آجاتا اور وہ فرینک اسٹریٹ جانے کے لیے ڈاکٹر مونگ کی ہدایت کا ذکر نہ کرتا تو میں ائرپورٹ سے سیدھا اسپتال ہی پہنچتا۔ بہرحال' دیر آید درست آید کے مصداق میں نے دل کو تسلی دے لی۔

اسی شہر کے ایک اسپتال میں مایا متی نرس ہوا کرتی تھی۔ مایا متی بدھ کی پیروکار تھی۔ میں نے کھٹمنڈو میں مایا کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا تھا اور مجھے اس کے اسپتال میں ''داخل'' ہونے کا بھی موقع ملا تھا۔ مایا بہت اچھی لڑکی تھی لیکن افسوس کہ اب وہ اس دنیا میں باقی نہیں رہی تھی۔ میرے ماضی کے دشمنوں نے اسے بڑی بیدردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مایا متی جس اسپتال میں نرس تھی اس کا نام ''نیکو'' تھا۔

اسپتال کے ریسیپشن پر پہنچ کر میں نے ڈاکٹر مونگ کے بارے میں استفسار کیا تو ریسیپشنسٹ سے بحث مناسب نہ سمجھی اور اسپتال کے سیکورٹی انچارج کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے میری مطلوبہ معلومات فراہم کر دیں۔

ہنگ نے مجھے بتایا تھا' ڈاکٹر مونگ اور ساحل کی حفاظت کی خاطر وہاں سادہ لباس میں پولیس اہلکاروں کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی جن کی کمان انسپکٹر شیوا کے ہاتھ میں تھی۔ یہ خفیہ نگرانی اسپتال کی سیکورٹی سے خفیہ نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اسی مقصد کی خاطر سیکورٹی انچارج سے ملنا چاہتا تھا۔ اگر انسپکٹر شیوا سے میری ملاقات ہو جاتی تو ڈاکٹر مونگ اور ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہ ہوتی۔

اسپتال کا سیکورٹی انچارج اپنے کمرے میں موجود تھا اور اس کے ساتھ ایک اور باوردی شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ وردی ظاہر کرتی تھی' اس کا تعلق نیپال پولیس سے ہے۔ اس کے شولڈر بیجز اسے پولیس انسپکٹر ظاہر کر رہے تھے۔ اس شخص کو دیکھ کر میرے ذہن میں جو پہلا خیال آیا' وہ یہ تھا کہ ہو نہ ہو یہ انسپکٹر شیوا ہے!

سیکورٹی انچارج وزن اور جثے کے اعتبار سے مسٹر یونیورس نظر آتا تھا۔ اس نے اپنی متورم آنکھیں ہم پر مرکوز کیں اور سوالیہ نظر سے باری باری ہم دونوں کو دیکھا۔ میں نے کہا ''انچارج! میں آپ سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں مگر تنہائی میں!''

بات ختم کرتے ہی میں نے پولیس انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ وہ گہری اور سنجیدہ نظر سے مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

سیکورٹی انچارج نے مجھ سے پوچھا ''تمہاری ضروری باتوں کی نوعیت کیا ہے مسٹر.....؟''

''شون!'' اس کے ادھورے جملے کے جواب میں میں نے فوراً کہا پھر اپنی ساتھی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اس کا نام لی یان ہے۔ ہم بہت دور سے آئے ہیں اور.....'' میں نے سانس لینے کا توقف کیا پھر انچارج کے سوال کا جواب دے دیا ''باتوں کی نوعیت بہت خاص ہے اور تعلق اسی اسپتال سے ہے۔''

سیکورٹی انچارج سے بات کرتے ہوئے میں پولیس انسپکٹر کے چہرے کے تاثرات کا بھی بہ غور جائزہ لے رہا تھا۔ میرے اور لی یان کے تعارف پر وہ ایک خاص انداز میں چونکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر میرے ذہن نے اشارہ دیا' وہ انسپکٹر شیوا



ہو سکتا ہے۔

سیکورٹی انچارج نے کہا ''آپ ہر قسم کی ضروری باتیں اس شخص کی موجودگی میں کر سکتے ہیں۔''

میں متذبذب نظر سے کبھی انسپکٹر اور کبھی انچارج کو تکنے لگا۔

انچارج نے کہا ''تم سمجھ لو میں اس وقت تنہا ہی ہوں۔''

میں نے پولیس انسپکٹر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اگر یہ انسپکٹر شیوا ہے تو مجھے اس کی موجودگی میں بات کرنے میں کوئی باک نہیں۔''

''رائٹ یو آر!'' انچارج کے بجائے انسپکٹر نے تیز آواز میں کہا ''میں انسپکٹر شیوا ہی ہوں اور..... اگر میں کوئی غلطی نہیں کر رہا تو تم دونوں نیو جرسی' امریکا سے آئے ہو لیکن.....''

اس نے جملہ ادھورا چھوڑا اور الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے کہا ''تم کوئی غلطی نہیں کر رہے انسپکٹر شیوا!'' پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''لیکن کے بعد تم رک کیوں گئے۔''

''پہلے مل تو لو پھر بتاتا ہوں۔'' اس نے بڑی گرمجوشی سے باری باری ہم دونوں سے مصافحہ کیا۔ ہم سے ملنے پر خوشی کا اظہار کیا پھر بولا ''میرا خیال ہے تم دونوں کو اس وقت فریک اسٹریٹ والے بنگلے پر ہونا چاہیے تھا۔ مسٹر جانوس کے پاس!''

''تمہارا خیال درست ہے۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا ''لیکن ائرپورٹ سے فریک اسٹریٹ کی طرف جاتے ہوئے ایک اپ سیٹ ہو گیا اور ہم یہاں پہنچ گئے۔''

''کیسا اپ سیٹ؟'' وہ ایک دم چوکنا ہو گیا۔

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اسپتال کے سیکورٹی انچارج کی طرف دیکھا۔ وہ میری نگاہ میں پوشیدہ مقصد تک پہنچ گیا اور اپنی سیٹ سے کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

''شیوا! میں ذرا ایک راؤنڈ لگا کر آتا ہوں۔ کافی دیر سے کرسی میں ٹھنسا بیٹھا ہوں۔ ڈاکٹر نے کھانے پینے میں احتیاط کے ساتھ چلنے پھرنے کی ہدایت بھی کی تھی۔ یہ مٹاپا تو لگتا ہے میری جان ہی لے لے گا۔''

پھر وہ انسپکٹر کا جواب سنے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

سیکورٹی انچارج ایک نہایت ہی موٹا تازہ شخص تھا۔


اردو ادب کا پہلا منفرد کتابچہ

پہلی پیشی کا اور مستقبل بینی کا

مصنف: ظفر اقبال حریفی

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دل کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت: -/40 روپے | ڈاک خرچ: -/23 روپے

کتاب میں چند عنوانات

پہلی پیشی

شعبدہ بینی کی مشق

تحت الشعور

اور اگنی مخفی قوت

چالاکی کی کارفرمائیاں

ماہیت افکار

تبادل طرز تنفس

اشتعال افکار

اور اگنی مشقیں

مسرت اشتعال افکار

مستقبل بینی

انسان

غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک

نفس امارہ

قوتوں کا سرچشمہ

مستقبل بینی

اٹل حقیقت

بند چشم دید واقعات

طاقت وراحساسات

مستقبل بینی سیکھئے

مستقبل بینی کے مضمرات

اچھے اور برے پہلو

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

اس پر نگاہ پڑتے ہی ذہن میں ہاتھی' گینڈے اور دریائی گھوڑے کا تصور ابھرتا تھا۔ سکیورٹی ایک انتہائی حساس اور نازک شعبہ ہے اور اس شعبے سے متعلق لوگوں کو اسمارٹ اور چاق چوبند ہونا چاہیے..... اور عموماً ایسا ہوتا بھی ہے لیکن پھر بھی کہیں کہیں اس انچارج جیسے سست الوجود دکھائی دے جاتے ہیں۔

تسلیم کہ اسے ڈاکٹر نے مٹاپا دور کرنے کے لیے چہل قدمی کا مشورہ دے رکھا ہوگا لیکن میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ اس وقت وہ ہمیں تنہائی میں بات چیت کا موقع فراہم کرنے کے لیے کمرے سے نکلا تھا۔ اس کے جانے کے بعد انسپکٹر میری جانب متوجہ ہوگیا اور تشویش ناک لہجے میں بولا۔

''مسٹر شون! تم کسی اپ سیٹ کے بارے میں بتا رہے تھے؟''

مجھے اندازہ ہوا' ڈاکٹر مونگ نے اسے ہمارے بارے میں کافی کچھ بتا رکھا تھا تاہم وہ یہ نہیں جانتا تھا' شون کے بھیس میں وجدان یعنی میں چھپا ہوا ہوں اور یہ میرے حق میں اچھا ہی تھا۔ نیو جرسی سے رخصت ہوتے وقت ہنگ نے کھٹمنڈو میں جو ٹیلی فونک رابطہ کیا تھا اس میں میری کسی سے بات نہیں ہوئی تھی۔ ہنگ ہی نے مجھے بتایا تھا' اس کی ڈاکٹر مونگ سے مختصر بات ہوئی تھی۔ ہنگ نے ڈاکٹر کو ہمارے بارے میں بتا دیا تھا اور ڈاکٹر مونگ نے اپنے طور پر انسپکٹر شیوا کو کے بریفنگ دی ہوگی۔

میں نے نہایت ہی جامع الفاظ میں شیوا کو اس واقعے کے بارے میں بتایا جو ائرپورٹ سے فریک اسٹریٹ کی طرف جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔ میری بات کے اختتام پر اس نے اضطراری انداز میں کہا۔

''اوہ! یہ تو بہت برا ہوا۔ کیا ڈاکٹر مونگ کو اس کی اطلاع ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔'' میں نے کندھے اچکائے ''میں تو ہوٹل سے سیدھا یہاں پہنچا ہوں۔ تم ڈاکٹر کو میری آمد کی اطلاع دو۔ میں خود اسے بتا دوں گا۔''

وہ میری سنی ان سنی کرتے ہوئے ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔ میں حیرت زدہ اور الجھن سے اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ اس نے ایک نمبر ڈائل کیا پھر ریسیور کان سے لگا کر الرٹ ہوگیا۔ فوری طور پر میں یہی اندازہ قائم کرسکا کہ وہ ڈاکٹر مونگ سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

اس کی یہ کوشش میری سوچ کو اندیشوں کے سپرد کررہی تھی۔ میری معلومات کے مطابق' ڈاکٹر مونگ اور ساحل کو اس وقت سٹی اسپتال میں ہونا چاہیے تھا جہاں ہم موجود تھے۔ ڈاکٹر تک کسی اطلاع کو پہنچانے کے لیے فون کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ شیوا نے جتنی لمبی چوڑی ڈائلنگ کی تھی اس نے انٹرکام کے امکان کو رد کردیا۔ وہ یقینی طور پر کھٹمنڈو یا نیپال کے کسی دوسرے شہر میں رابطہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خطرناک سوال ابھرا۔

کیا ڈاکٹر مونگ اس وقت اسپتال میں موجود نہیں؟

اس سوال نے مجھے انسپکٹر سے استفسار کرنے پر مجبور کردیا ''شیوا! تم کسے فون کررہے ہو؟''

اس سے پہلے کہ وہ میرے استفسار کا جواب دیتا' دوسری طرف فون اٹینڈ کرلیا گیا۔ شیوا باادب' باملاحظہ ہوکر بات کرنے لگا۔ اس نے مجھ سے سنے ہوئے واقعے کی رپورٹ پیش کی پھر ہمارے اسپتال پہنچنے کا ذکر کیا اور دس بیس مرتبہ ''یس سر' نو سر'' کہنے کے بعد ریسیور کریڈل کردیا۔ مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا کہ وہ اس وقت ڈاکٹر مونگ سے بات کررہا تھا۔

''شون! ڈاکٹر مونگ کو اس افسوس ناک واقعے کی خبر جانوس کے ذریعے مل چکی ہے۔'' شیوا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا۔

میرا ذہن مزید الجھ گیا۔ جانوس نے مجھے بتایا تھا' جب وہ ہمیں فریک اسٹریٹ والے بنگلے پر پہنچا دے گا تو ڈاکٹر مونگ ہم سے بات کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ڈاکٹر مونگ اور ساحل اسپتال میں ہیں تاہم یہ معلومات فراہم کرتے ہوئے اس کا انداز متاملانہ تھا۔ اس وقت بھی میرا ماتھا ٹھنکا تھا اور اب تو مجھے یقین ہوچلا تھا کہ ڈاکٹر مونگ اور ساحل اس اسپتال میں موجود نہیں ہیں۔

میں تیسری آنکھ کے ذریعے ڈاکٹر کے ماحول میں داخل ہوکر یہ معلوم کرسکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ اسپتال کے کمرے میں ہوتا تو مجھے پتا چل جاتا۔ میں دو تین مرتبہ اس کمرے میں اسے دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت میں دھیان گیان کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لیے براہِ راست شیوا ہی سے پوچھ لیا۔

''انسپکٹر! میں محسوس کررہا ہوں' ڈاکٹر مونگ اسپتال میں موجود نہیں؟''

''تم بالکل ٹھیک محسوس کررہے ہو۔'' اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا اور بولا ''ہم اس وقت ڈاکٹر مونگ کے پاس چل رہے ہیں۔ اس نے آپ دونوں کو فوراً بلایا ہے۔ میں آپ کو اپنی سرکاری جیپ میں ڈاکٹر تک پہنچاؤں گا۔''



اس نے میرے اندازے کی تصدیق کردی تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''ڈاکٹر اس وقت کہاں ہے؟''

''رتنا پارک کے نزدیک وہ ایک بنگلے میں ٹھہرا ہوا ہے!'' اس نے سپاٹ آواز میں بتایا۔

''رتنا پارک!'' بے ساختہ میری زبان سے ادا ہوا۔

میری آواز اتنی اونچی تھی کہ انسپکٹر چونک کر مجھے دیکھنے لگا ''کیوں کیا ہوا؟''

میں نے فوراً خود پر کنٹرول کرلیا اور کہا ''کچھ نہیں'' پھر میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا ''چلو ہم ڈاکٹر مونگ کے پاس جارہے ہیں!''

لی یان بھی میری تقلید میں اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ شیوا کے ساتھ ساتھ وہ بھی میری بلند آواز سن کر چونکی تھی اس نے شیوا کے برعکس سوال نہیں کیا۔ ہم ایک ساتھ چلتے ہوئے اسپتال سے باہر آئے اور پھر انسپکٹر شیوا کی جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔

اگر ڈاکٹر مونگ اسپتال میں نہیں تھا تو اس کا یہی مطلب تھا' ساحل بھی وہاں نہیں ہوگی۔ ساحل کی اہمیت میرے اور ڈاکٹر سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں نے تصدیق کی خاطر انسپکٹر سے پوچھ لیا۔

''ڈاکٹر مونگ کب یہاں سے گیا ہے؟''

''گذشتہ رات!'' اس نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔

اس وقت جیپ میں ہم تینوں کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے سوال کیا ''کیا ساحل بھی اس کے ساتھ ہی گئی ہے؟''

''ساحل!'' وہ تھوڑی دیر کے لیے متذبذب نظر آیا پھر پوچھنے لگا ''کہیں تم اس تبتی لڑکی کا ذکر تو نہیں کررہے جو ڈاکٹر کے ساتھ اسپتال پہنچی تھی؟''

''بالکل! میں اسی کی بابت پوچھ رہا ہوں۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کہا ''اس کا پیدائشی نام دھنو ہے۔ میرے لیے وہ ساحل ہے جس کی تلاش میں' میں دردر کی خاک چھان رہا ہوں۔''

میرے انداز نے شیوا کو بتا دیا کہ میں اپنے دل میں ساحل کے لیے کس قسم کے جذبات رکھتا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ہاں وہ لڑکی بھی ڈاکٹر مونگ کے ساتھ ہی رتنا پارک والے بنگلے پر پہنچی ہے۔''

''پھر اسپتال میں خفیہ نگرانی اور حفاظت کا سلسلہ کیوں جاری ہے؟''

''دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے۔'' وہ قطعیت سے بولا ''ڈاکٹر مونگ کے دشمن ابھی تک یہی سمجھ رہے ہیں کہ وہ ابھی تک اسپتال میں ہے۔ ڈاکٹر اور اس تبتی لڑکی کو نہایت ہی پُراسرار انداز میں اسپتال سے رتنا پارک والے بنگلے میں منتقل کیا گیا ہے۔''

پھر وہ مجھے اس منتقلی کی تفصیل بتانے لگا۔ اس کے مطابق' ڈاکٹر مونگ اور ساحل (تبتی لڑکی) کو مردوں کے بھیس میں اسپتال کی ایمبولینس میں وہاں سے نکالا گیا تھا اور مختلف سڑکوں پر ایمبولینس دوڑانے اور اس بات کا اطمینان ہوجانے کے بعد کہ ان کا تعاقب نہیں کیا گیا' انہیں رتنا پارک والے بنگلے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ تفصیل سننے کے بعد مجھے اطمینان بھی ہوا کیونکہ کیسے بھی سہی بہرحال میری ساحل ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئی تھی۔

میں نے ٹرائی بیکا والے اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے تصور کی نگاہ سے ڈاکٹر مونگ کی ''بھاگ دوڑ'' کا جو خونچکاں منظر دیکھا تھا' اس نے میری روح تک کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔

پھر اسپتال میں بھی میں نے ڈاکٹر کو تشویش ناک حالت میں دیکھا اور اب اس کی بحفاظت منتقلی میرے ذہن کو ایک حوالے سے الجھا رہی تھی۔ میں نے شیوا سے پوچھا۔

''انسپکٹر! ڈاکٹر اور ساحل کی طبیعت کیسی ہے۔ انہیں شدید زخمی حالت میں اسپتال پہنچایا گیا تھا؟''

اس نے تھوڑا تامل کیا پھر بولا ''اب وہ دونوں ٹھیک ہیں۔''

اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے اسے بتانے پر مجبور نہیں کیا کیونکہ تھوڑی دیر بعد میں ڈاکٹر مونگ اور ساحل کے قریب پہنچنے ہی والا تھا۔ یہ تفصیل میں ڈاکٹر ہی سے پوچھ لیتا۔ کھٹمنڈو کے مضافات میں پھیلے ہوئے سلسلۂ کوہسار میں' میں نے تصور کی نظر سے جو خونیں منظر دیکھا تھا اس کے حوالے سے میرے ذہن میں سیکڑوں سوالات سر اٹھائے کھڑے تھے۔

میں نے انسپکٹر سے پوچھا ''اس وقت تم سرکاری گاڑی میں ہمیں ڈاکٹر مونگ کے ٹھکانے پر پہنچانے جارہے ہو۔ اگر دشمنوں نے تعاقب کرکے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی یا ہماری دم سے بندھ کر وہ غیر محسوس انداز میں رتنا پارک کے اس بنگلے تک پہنچ گئے تو کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' وہ تیقن سے بولا ''وہ لوگ ہمارا تعاقب کرکے کبھی بھی ڈاکٹر مونگ والے ٹھکانے تک رسائی

حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم براہِ راست رتنا پارک نہیں جائیں گے۔ پہلے ہم کماری چوک کے ایک بنگلے پر پہنچیں گے پھر اس بنگلے کے اندر سے ہم نہایت ہی خفیہ انداز میں آگے بڑھیں گے جس کی تفصیل تمہیں کماری چوک کے مذکورہ بنگلے کے اندر پہنچنے کے بعد پتا چل جائے گی۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''اگر بالفرض ہمارا تعاقب کیا بھی گیا تو متعاقبین زیادہ سے زیادہ کماری چوک والے بنگلے تک رسائی حاصل کر سکیں گے کامیاب ہوں گے اور اس کامیابی کے نتیجے میں انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ کسی بھی صورت یہ جان نہیں پائیں گے کہ ہم وہاں سے رتنا پارک کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔''

انسپکٹر شیوا بڑی الجھی ہوئی باتیں کر رہا تھا لیکن میں نے اس سے سوال و جواب میں وقت ضائع نہیں کیا اور نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

رتنا پارک کے ذکر نے میرے ذہن میں ہلچل مچا دی تھی۔ میں اس پارک اور اس سے وابستہ یادوں کو بھلا کیسے بھلا سکتا تھا۔ رتنا پارک میں نیلگری سے میرا پہلا تعارف ہوا تھا۔ اس وقت وہ کرسٹل کے ایک مجسمے کی صورت میں تھی جس کے دو حصے ہو چکے تھے۔ میں نے اس ٹوٹے ہوئے مجسمے کو بڑی حفاظت اور محبت سے سمیٹا تھا اور اپنے گھر لے گیا تھا۔ وہ رات میری زندگی کی بڑی عجیب و غریب رات تھی۔

میں نیلگری کے کرسٹلی مجسمے کو گھر تو لے آیا تھا لیکن اس کے حسن نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں نے کوشش کر کے مجسمے کے دونوں حصوں کو ٹیپ کی مدد سے جوڑا تو وہ ''زندہ'' ہو گئی پھر اس نے ایک نادیدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی زبان میں مجھ سے باتیں کی تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ میری زندگی میں داخل ہوتی گئی اور اب تک داخل تھی..... بس یہ کہ اس کے ''دخل'' کا انداز بدل گیا تھا!

میں نیلگری کے بارے میں سوچتے ہوئے بہت دور نکل گیا' پھر مجھے یاد آیا کہ ایک نظر ڈاکٹر مونگ پر بھی ڈالنا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس کے ماحول میں میری ساحل بھی موجود تھی۔ ڈاکٹر کی خیریت سے مجھے ساحل کی خیریت مل سکتی تھی۔ میں براہِ راست ساحل سے تصوراتی رابطہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اس لیے بالواسطہ اس تک پہنچنے کے لیے مجبور تھا!

میں نے ڈاکٹر مونگ کے خدوخال کو اپنے تصور میں تیسری آنکھ کے سامنے اجاگر کیا اور اگلے ہی لمحے میں اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اس کا ماحول حد درجہ متحرک تھا۔ وہ اس وقت بیک وقت چار افراد سے نمٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چاروں کوئی للو پنجو قسم کے فائٹر نہیں تھے۔ ڈاکٹر مونگ کو ان کا مقابلہ کرنے میں خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔ یہ بڑی تشویش ناک صورتِ حال تھی۔

میں نے ڈاکٹر کو میدان جنگ میں چھوڑا اور ساحل کا تصور قائم کر کے اس کے ماحول میں کودنے کی کوشش کی۔ میں ایک مرتبہ پھر چاروں خانے چت ہو گیا۔ ساحل کا ماحول میری رسائی میں نہ آ سکا۔ پتا نہیں ربی موشے ہائمن نے کیسی بندش ڈال دی تھی۔

میں واپس پلٹا اور ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے ماحول میں چھلانگ لگا دی۔

اسی لمحے مجھے آنکھیں کھولنا پڑیں۔ ہماری گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ میں نے بے اختیار جیپ سے باہر دیکھا اور میرے رگ و پے میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ ایک ہولناک منظر میرا منتظر تھا!

جیپ رکنے کا سبب وہ ٹرک تھا جو ہمارے آگے کھڑا تھا۔ پہلی نظر میں میری سمجھ میں یہی آیا کہ ٹرک نے اچانک بریک لگائے ہوں گے جس کی وجہ سے انسپکٹر شیوا کو بھی مجبوراً بریک پیڈل دبانا پڑے۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو جیپ ٹرک کے اندر گھس چکی ہوتی۔

اس سے پہلے کہ صورتِ حال میری سمجھ میں آتی' جیپ کے عقب میں ایک تیز رفتار گاڑی نمودار ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑی ہماری قریب پہنچ گئی۔ شیوا جیپ کو ٹرن کرنے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ ٹرک کے باعث سیدھا آگے نکلنا ممکن نہیں تھا۔

جب تک ہماری جیپ سڑک پر راہ حاصل کر پاتی' عقب میں آنے والی گاڑی ہمارے پہلو میں پہنچ کر رک چکی تھی۔ رکی ہوئی گاڑی میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تاہم ہماری جانب کھلنے والے اس کے شیشوں میں سے دو آٹومیٹک رائفلوں کے بیرل برآمد ہوئے۔ اگلے ہی لمحے وہ بیرل ہماری طرف موت اچھالنے لگے۔

ہم اس وقت گولیوں کی بوچھار میں تھے!

موت کا ایک دن معین ہے مگر اس دن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ انسان زندگی کی آخری سانس تک اس کا مقابلہ کرتا ہے..... اور ہم بھی کر رہے تھے۔ یہ سفاک حقیقت تمام تر سنگینی کے ساتھ ہمارے مقابل آن کھڑی ہوئی تھی۔ فضا فائرنگ کی آواز سے گونج رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا' وہ



ہمیں نیست و نابود کر کے ہی دم لیں گے۔

ہم بڑی واہیات صورتِ حالات سے دوچار تھے۔ یہ ''آگے کنواں' پیچھے کھائی'' والی چویشن تھی۔ سائیڈ اسٹریٹ سے برآمد ہونے والے ٹرک نے مین روڈ پر آ کر آگے بڑھنے کا راستہ مسدود کر دیا تھا اور عقب میں وہ گاڑی تھی جو کم و بیش ہمارے پہلو میں آ کر رکی تھی۔ اس گاڑی میں موجود افراد ہمیں بھون کر رکھنے کے لیے اپنی گنوں سے مسلسل گولیاں برسا رہے تھے۔ وہ اندھی بے زبان گولیاں ہماری جیپ کی باڈی کو چھلنی میں بدل رہی تھیں' شیشوں کو چکنا چور کر رہی تھیں اور ہمیں مجبور کر رہی تھیں کہ جان بچانے کے لیے ہم جو بھی کر سکتے ہوں' کر گزریں۔ اگر نہیں کریں گے تو پھر یہ جان لیوا گولیاں ہمیں زندگی سے گزار دیں گی!

میں نے خطرناک رائفلوں کو اپنی جانب اٹھتے دیکھ کر میکانکی انداز میں لی یان کو دھکا دے کر سیٹ پر گرا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں خود بھی اس کے اوپر لیٹ گیا تھا۔ فوری طور پر خود کو محفوظ کرنے کا اس سے زیادہ موزوں اور کوئی اقدام نہیں ہو سکتا تھا۔ ہماری دیکھا دیکھی یا اپنی مرضی سے' بہرحال انسپکٹر شیوا نے بھی پسنجرز سیٹ کی جانب لپک کر خود کو برستی گولیوں کی زد سے بچا لیا۔

ایک لمحے کے لیے فائرنگ میں وقفہ ہوا تو مجھے سوچنے کا موقع ملا۔ سوچ کا عمل تو مسلسل جاری رہتا ہے' یوں سمجھیں اس لمحے میں مجھے عمل کرنے کا موقع ملا۔ اس فیصلے پر عمل کرنے کا موقع جو حالات کی سنگینی کے پیشِ نظر ہنگامی انداز میں میرے ذہن نے کیا تھا۔ میں نے جیپ سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس فیصلے کے ساتھ ہی میں نے لی یان کے کان میں سرگوشی کی ''میں جیپ کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ ہمیں رولنگ کرتے ہوئے ٹرک کی طرف جانا ہے اور اس کے نیچے پناہ گزیں ہونا ہے۔ کیا میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے؟''

ہماری جیپ قاتل بردار گاڑی اور ہیوی ڈیوٹی ٹرک کے درمیان کھڑی تھی۔ جیپ اور ٹرک کے درمیان بہ مشکل پانچ فٹ کا فاصلہ رہا تھا اور یہ فاصلہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب شیوا نے آگے کا راستہ نہ پا کر جیپ کو موڑنے کی کوشش کی تھی۔ اگر ایک مرتبہ ہم ٹرک کے نیچے پہنچ جاتے تو براہِ راست گولیوں کی زد سے محفوظ ہو سکتے تھے۔

لی یان جزدی طور پر میرے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے بدن کی اثباتی جنبش سے میرے سوال کا جواب دیا اور سرگوشیانہ انداز ہی میں بولی ''او کے' آئی ایم ریڈی۔ تم دروازہ کھولو۔''

میری مستفسر سرگوشی شیوا کی سماعت تک بھی رسائی حاصل کر چکی تھی۔ وہ گمبھیر آواز میں بولا ''شون! میں بھی تیار ہوں۔ اگر ہم چند لمحے مزید جیپ میں ٹھہرے رہے تو یہ جیپ ہمارا مدفن بن جائے گی لیکن ٹرک کے نیچے پناہ لینا ٹھیک نہیں۔ مجھے ایک سو ایک فی صد یقین ہے' یہ ٹرک بھی ہمارے دشمنوں ہی کا ہے جو میری راہ کھوٹی کرنے کے لیے سڑک کو روک کر کھڑا ہو گیا ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو شیوا..... ! ہمارے ٹرک کے نیچے پہنچتے ہی وہ ہمیں روندنے کے لیے ٹرک کو آگے بھی بڑھا سکتے ہیں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ہم ٹرک کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔ تمہارے پاس گن وغیرہ تو ہو گی؟''

''ہاں' گن میری جیپ میں ہے۔ میں اسے استعمال کرنے کی پوزیشن میں ہے۔''

شیوا کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسی وقت فضا ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ حملہ آوروں کو ہماری خاموشی پسند نہیں آئی تھی۔ شاید وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا ہم نے دانستہ چپ سادھ رکھی ہے یا پھر ہماری یہ خاموشی ازلی ابدی ہے!

میں نے کہا ''میں تین تک گنتی گنوں گا اور تین کے بعد جیپ کا دروازہ کھول کر باہر لڑھک جاؤں گا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ جیپ کے اندر دبک کر بیٹھے رہنا خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔''

ادھر میری بات پوری ہوئی' ادھر قاتل بردار گاڑی کے دروازے کھلنے کی مخصوص آواز ابھری۔ وہ لوگ ہماری جانب مکمل خاموشی پا کر ادھر کی صورتِ حال جاننے کے لیے اپنی گاڑی سے باہر آ رہے تھے۔ یہ بہت ہی نازک اور سنسنی خیز لمحات تھے۔ اگر وہ ہتھیار بدست ہمارے سروں پر پہنچ جاتے تو زندگی کو موت سے معانقہ کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

میں نے ایک طویل سانس کھینچی اور ''ایک دو تین'' کہتے ہوئے ٹرک والی سائیڈ کا دروازہ کھول دیا پھر لی یان کے اوپر سے ایک طویل فرنٹ رول کرتے ہوئے ہیوی ڈیوٹی ٹرک کے نیچے پہنچ گیا۔ میں ٹرک کے نیچے رکا نہیں بلکہ رولنگ کو آگے بڑھاتے ہوئے دوسری سمت نکل گیا۔

میں جیسے ہی رکا اور رک کر اپنے عقب میں نگاہ ڈالی تو لی یان کو تین قدم کے فاصلے پر پایا۔ اسی لمحے لی یان نے غیر متوقع طور پر ایک لمبی جست بھری اور مجھے اپنے ساتھ لیتے ہوئے ٹرک کی فرنٹ سائیڈ کی سمت لڑھک گئی۔

اسی اضطراری رولنگ کے دوران میں میری نگاہ نے وہ منظر دیکھ لیا جو لی یان کی غیر متوقع جست کا سبب بنا تھا۔ ٹرک کا اس طرف والا دروازہ کھلا ہوا تھا جس میں ایک گن بردار موجود تھا۔ یقینی بات تھی' مذکورہ گن بردار نے مجھے نشانہ بنانا چاہا ہوگا اور لی یان نے بروقت مجھے لڑھکا کر فائرنگ ٹارگٹ سے باہر نکال دیا تھا۔

میرے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ رولنگ کے اختتام پر میں ایک لمحے کے لیے بھی زمین پر نہیں رکا۔ بیک رول کرتے ہوئے اپنے قدموں پر آیا اور ہائی جمپ کے ایکشن میں اچھل کر ایک بیک سمر سالٹ لگا دیا۔ گن بردار میری اڑان کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔ میرے لیے اس کی یہ معمولی سی غفلت کسی سنہری موقع سے کم نہیں تھی۔

سمر سالٹ کے وسط میں' میں اس سے چند انچ کی دوری پر تھا۔ میں نے بجلی کی سی سرعت سے اس کے گن والے ہاتھ پر ایک طوفانی جھپٹا مارا اور ہتھیار کو اپنے قابو میں کرتے ہوئے دوسری سمت نکل گیا۔

اسی لمحے ٹرک کی دوسری جانب فائرنگ سنائی دی۔ اس فائرنگ نے مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر دیا۔ شیوا ابھی تک ہماری طرف نہیں پہنچا تھا۔ یقیناً حملہ آوروں سے اس کی مٹھ بھیڑ ہو گئی تھی۔ میں نے پلٹ کر لی یان کی طرف دیکھا۔

وہ اس ''گن بردار'' سے نبرد آزما تھی جواب نہتا ہو چکا تھا۔ اس کی گن پر میرا کامل قبضہ تھا۔ کھلے ہوئے دروازے میں موجود شخص کو لی یان نے گھسیٹ کر نیچے کھینچ لیا تھا اور چار ہاتھ پاؤں سے اس کی درگت بنانے کا فریضہ ادا کر رہی تھی۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا۔

ٹرک کی دوسری سمت ایک مرتبہ پھر سناٹا چھا گیا۔ ادھر کے حالات جاننا از حد ضروری تھا کیونکہ شیوا ابھی تک ہماری طرف دکھائی نہیں دیا تھا۔ میں دبے قدموں سرکتے ہوئے ٹرک کی عقبی جانب بڑھ گیا پھر جیسے ہی میں ٹرک کے پیچھے پہنچا' ایک اجنبی چہرے سے سامنا ہو گیا۔

وہ یقیناً حملہ آوروں ہی کا کوئی ساتھی تھا۔ گن اس کے ہاتھ میں موجود تھی لیکن میں نے اسے گن استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا۔ جیسے ہی اس نے مجھے نشانہ بنانے کے لیے گن سیدھی کرنا چاہی' میں حرکت میں آ گیا۔ مجھے اچانک اپنے سامنے دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ لہٰذا اس کے عمل میں وہ ایکوریسی مفقود تھی جس کی اس موقع پر ضرورت تھی۔

جیسے ہی فائرنگ کے لیے اس نے گن کو میری جانب سیدھا کیا' میں نے اپنی گن کو لاٹھی کے سے انداز میں گھما کر اس کی گن پر مارا۔ نتیجے میں اس کی گن چلی ضرور تاہم، میں اس کی فائرنگ سے سراسر محفوظ رہا۔ خطرناک برسٹ اس ٹرک کے ایک حصے کو دور تک ادھیڑتا چلا گیا پھر اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی میں نے اس کی خاطر تواضع شروع کر دی۔

میری ایک زبردست پریشر کک اس کے سینے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے گیا۔ خطرناک گن بدستور اس کے ہاتھ میں موجود تھی۔ اسی لڑکھڑاہٹ کے دوران میں ایک مرتبہ پھر اس نے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تو میں نے چیتے کے مانند ایک طویل جست بھری اور اس کے سولر پر ایک خوفناک سائیڈ کک جڑ دی۔ سولر پر لگنے والی معمولی سی ٹھوکر' ننھا سا پٹھ بھی جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے اور..... سائیڈ اسٹیپ کک کی خطرناکی کو صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جس نے کبھی یہ مہلک کک کھائی ہو یا مذکورہ کک لگانا جانتا ہو۔

میں یہ کک مارنا بہ خوبی جانتا تھا اور میرے مدمقابل نے میری کک کھائی تھی لہٰذا نتیجہ اتنا ہی مہلک برآمد ہوا جتنا بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ ''اوں'' کی آواز خارج کرتے ہوئے بیک گیئر میں اچھلا اور بیک فٹ پر سنبھلتے ہوئے' ٹرک کے عین وسط میں چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اسی اثنا میں ایک دوسرا حملہ آور ٹرک کے پیچھے سے نمودار ہوا۔

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' بے دریغ اس کے پاؤں میں فائرنگ کر دی۔ جس عمارت کی بنیاد ہلا دی جائے وہ اپنی قدموں پر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ میں نے گن بردار حملہ آور کے قدموں کو چھلنی بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ وہ کسی ایسی فلک بوس عمارت کے مانند زمین بوس ہو گیا جس کے نیچے سے اچانک زمین کھینچ لی گئی ہو!

میں اس کا جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھا۔ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی اور وہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں سنگلاخ سڑک پر زخمی ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر بڑے سفاک انداز میں اس کے چہرے پر وزنی بوٹ کی تین چار اذیت بھری ٹھوکریں رسید کیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ میں اس کا مزید حشر خراب کرنا چاہتا تھا کہ لی یان کی چیخ نے مجھے چونکا دیا۔

میں نے پلٹ کر اپنے عقب میں دیکھا اور منظر کی سنگینی

نے مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر دیا۔ لی یان کی کھوپڑی کے عقبی حصے پر ایک گن کی خوفناک نال ٹکی ہوئی تھی اور یہ وہ شخص نہیں تھا' تھوڑی دیر پہلے وہ جس کی جھاڑ پونچھ میں مصروف تھی۔ مذکورہ شخص پانچ فٹ کی دوری پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ لی یان نے اسے بڑے آرام سے لگا دیا تھا۔ اب وہ خود دشمن کے نشانے پر تھی۔

میں نے لی یان کو مصیبت میں دیکھا تو بے ساختہ میری گن اس سمت اٹھ گئی۔ اسی لمحے لی یان کو نشانے پر رکھنے والا گن بردار غرایا۔

''کوئی حرکت نہیں' گن کو دور پھینک دو!''

میں تذبذب کے عالم میں ایک لمحہ یونہی گن تھامے کھڑا رہا۔

''کیا تم چاہتے ہو' میں اس عورت کا بھیجا ہوا میں اڑا دوں؟'' اس نے بڑے سنگین انداز میں گن کی نال سے لی یان کی کھوپڑی پر ٹہوکا دیا۔

ظاہر ہے' میں ویسا نہیں چاہتا تھا جیسا اس شخص نے بیان کیا تھا لہٰذا میں نے لی یان کی سلامتی کے لیے گن کو دور ٹرک کے نیچے پھینک دیا۔

''دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو!'' وہ ایک مرتبہ پھر تحکمانہ انداز میں غرایا۔

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔

ہمارے درمیان دس فٹ سے زیادہ فاصلہ حائل تھا۔ میری کوئی بھی مدافعتی چال لی یان کی زندگی کو انتہائی خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ میں کوئی ایسا رسک لینے کو تیار نہیں تھا جس کے نتیجے میں میری ساتھی کو نا قابل تلافی نقصان پہنچ جاتا۔

اس شخص نے اپنے حکم کو آگے بڑھایا ''گھوم جاؤ۔''

میں کسی مداری کے بچے جمہورا کی طرح گھوم گیا۔

اسی لمحے گولی چلنے کی مخصوص آواز سنائی دی۔

میں نے بے اختیار پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ گن کے زور پر مجھے دھمکانے والا تنکے ہوئے کسی شہتیر کے مانند زمین کی جانب جھک رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر اس سے پہلے زمین بوس ہو چکی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ بھی دھپ سے سڑک پر جا گرا۔

لی یان نے ایک وحشت بھری نظر اس پر ڈالی پھر اس کی نگاہ ٹرک کے اوپری حصے کی سمت اٹھ گئی۔ میں نے غیر ارادی طور پر لی یان کی نگاہ کا تعاقب کیا اور ٹرک کے ڈرائیونگ کیبن کی چھت پر مجھے انسپکٹر شیوا کی صورت نظر آ گئی۔

مجھ سے نظر ملی تو اس نے وکٹری کا نشان بناتے ہوئے ایک ہاتھ کو اوپر اٹھا دیا پھر خود بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک جدید ریوالور موجود تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا کہ شیوا نے ڈرائیونگ کیبن کی چھت پر لیٹے لیٹے اس گن بردار حملہ آور کو مار گرایا تھا' جو لی یان کو نشانے پر رکھ کر مجھے اپنے احکام کی تعمیل پر مجبور کر رہا تھا۔ میرے سینے سے ایک طویل سانس خارج ہوئی۔

اسی لمحے شیوا کسی ماہر کوہ پیما کی طرح ٹرک سے نیچے اتر آیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''مسٹر شون! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ حالات اپنے کنٹرول میں ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا اور لی یان کی طرف بڑھ گیا۔

لی یان کو ایڈونچر بہت پسند تھا۔ وہ اپنی زندگی میں سنسنی خیزی کی خواہاں تھی۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے اس کا یہ شوق تو پورا ہو رہا تھا لیکن تھوڑی دیر پہلے اس نے موت کو اتنے قریب دیکھ لیا کہ وہ اس وقت کسی ہرنی کے مانند سہمی ہوئی تھی۔ میرے قریب آتے ہی وہ مجھ سے چپک گئی۔ اس کا خوف دور کرنے کے لیے میں نے اس کو خود سے دور کرنا مناسب نہ سمجھا!

آئندہ دو منٹ کے اندر ہم نے حملہ آوروں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ وہ کل چار افراد تھے۔ ایک ہیوی ڈیوٹی ٹرک میں سے برآمد ہوا تھا اور لی یان سے درگت بنوانے کے بعد وہ ''بے فکری'' سے لمبا لیٹ گیا تھا۔ تاہم اس میں زندگی کے آثار باقی تھے۔

دیگر تین میں سے ایک انسپکٹر شیوا کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ لی یان کا بھیجا ہوا میں اڑانے کی دھمکی دے رہا تھا اور اب اس کا اپنا بھیجا خاک میں مل رہا تھا۔ شیوا کے سچے نشانے نے اس کی کھوپڑی میں خاصا کشادہ ہوادان بنا دیا تھا۔

انسان بڑا بڑ بولا ہے۔ طاقت کے نشے میں پتا نہیں' کہاں کہاں کی بولتا چلا جاتا ہے مگر جیسے ہی یہ نشہ ٹوٹتا ہے' وہ فلک سے زمین پر آ گرتا ہے۔ آسمان پر رہ کر خود کو آفتاب و مہتاب سمجھنے والا کتے بلیوں کے پاؤں کی دھول بن کر رہ جاتا ہے۔ نشہ کسی بھی شے کا ہو' برا ہے کیونکہ اس میں انسان اپنی اوقات میں نہیں رہتا۔

میں نے دو حملہ آوروں کی مزاج پرسی کی تھی جن میں سے ایک اب اس دنیا میں باقی نہیں رہا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس



نے اپنے سینے پر میری سائیڈ سولر کک کا تمغا سجایا تھا۔ دوسرا شدید زخمی اور بے ہوش تھا۔ اس کے گھائل پاؤں خون میں تربتر تھے۔

ہماری جیپ کی ایک سائیڈ گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھی۔ ٹائر بھی ناکارہ ہو چکے تھے۔ فی الحال وہ کسی قسم کے سفر کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس سائیڈ کے دروازے ابھی تک کھلے ہوئے تھے جہاں سے ہم نے راہِ فرار اختیار کی تھی۔

شیوا نے کھلے ہوئے دروازے میں سے ڈیش بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''میں موبائل فون پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کر کے مزید کمک منگواتا ہوں۔ حالات اگرچہ قابو میں ہیں مگر اس سچویشن کو ہینڈل کرنے کے لیے مزید نفری کی ضرورت ہو گی۔''

وہ موبائل نکال کر سیدھا ہوا تو میں نے گمبھیر آواز میں کہا ''اگر ہم موقع کی کارروائی میں الجھ گئے تو اچھا خاصا وقت برباد ہو جائے گا جب کہ مجھے فوری طور پر ڈاکٹر مونگ کے پاس پہنچنا چاہیے۔ وہ اس وقت بڑی مشکل میں ہے۔''

''مشکل میں؟'' اس نے کی پیڈ پر حرکت کرتی انگلی کو روک کر حیرت سے مجھے دیکھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔'' میں نے اٹل لہجے میں کہا ''اگر ڈاکٹر مونگ رتنا پارک کے کسی بنگلے میں قیام پذیر ہے تو سمجھو' وہاں بہت بڑی گڑبڑ ہو چکی ہے۔''

انسپکٹر شیوا کی حیرت دو چند ہو گئی ''تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں بیٹھ سکی مسٹر شون! پتا نہیں' تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ رتنا پارک والے بنگلے میں کس قسم کی گڑبڑ ہو گئی ہے؟ اور..... اور تمہیں یہ خبر کیسے ہو گئی۔ تم تو اسپتال سے میرے ساتھ یہاں آئے ہو؟''

انسپکٹر شیوا کے چہرے پر شکوک و شبہات کی ایک دبیز چادر تنی ہوئی تھی۔ میں اس کے سوالات کے جواب میں اپنی گھڑ آئی والی صلاحیت کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ باطنی آنکھ والے معاملے کو ہر کسی پر ظاہر ہونا بھی نہیں چاہیے تھا لہٰذا مصلحت کی راہ اختیار کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔

''دیکھو شیوا! فضول کے بحث مباحثے میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ تم میری بات کی تصدیق کے لیے رتنا پارک والے بنگلے پر فون کر کے ڈاکٹر مونگ کی خیریت معلوم کر سکتے ہو۔''

اس کی تسلی تو نہیں ہوئی۔ تاہم میں نے ایک معقول بات کی تھی اس لیے وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ ڈاکٹر مونگ کے نمبرز پنچ کرتے ہوئے وہ گہری نظر سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس کا انداز گھورنے والا تھا۔ نگاہ میں کسی عقاب ایسی تیزی تھی جیسے وہ میری سوچ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس دوران میں' میں بھی اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جن میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گمبھیرتا بڑھتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے شکست خوردہ اور تشویش ناک انداز میں کہا ''ڈاکٹر فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ادھر حالات سازگار نہیں رہے۔''

''اس کے سیل پر ٹرائی کرو۔''

''کر چکا ہوں۔ وہ بھی بند مل رہا ہے۔'' وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

میں نے ڈاکٹر مونگ کے سیل کا نمبر دہرایا اور پوچھا ''کیا تم نے اسی نمبر کو ٹرائی کیا ہے؟''

''نہیں۔ ڈاکٹر کے پاس دوسرا سیل ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

پھر میری فرمائش پر شیوا نے مجھے مذکورہ سیل نمبر بتا دیا جو میں نے اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیا۔ اگر اس وقت اس نمبر پر رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا تو بعد میں ایسی کوشش کی جا سکتی تھی۔

شیوا گہرے تذبذب میں مبتلا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر مجھے ٹٹولنے کی سعی کی ''مسٹر شون! تم نے بتایا نہیں' تمہیں رتنا پارک والے بنگلے میں ہونے والی گڑبڑ کا کیسے علم ہوا؟''

''میرا خیال ہے' اب ہم واقعی وقت ضائع کر رہے ہیں۔'' میں نے شیوا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''تم پولیس انسپکٹر ہو۔ یہاں جو کچھ پیش آ چکا ہے اس کو تنہا ہی ڈیل کرنا ہے۔ تم مجھے رتنا پارک والے بنگلے کا نمبر اور لوکیشن بتا دو۔ کھنڈتو میرا دیکھا بھالا ہے۔ میں یہ آسانی ڈاکٹر مونگ تک پہنچ جاؤں گا۔ تمہارا یہاں رکنا اور ضروری کارروائی نمٹانا ضروری ہے۔''

بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے میری مطلوبہ معلومات فراہم کیں پھر ایک طویل اور بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے بولا ''تم شاید ٹھیک ہی کہتے ہو۔ میں ڈاکٹر مونگ کا وفادار ہوں لیکن قانون سے وفا شناسی بھی ضروری ہے۔ میں یہاں سے فارغ ہوتے ہی تم سے رابطہ کروں گا۔ تم فوراً رتنا پارک کی طرف روانہ ہو جاؤ۔''

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کا سیل نمبر لینے کے بعد کہا ''وہاں پہنچتے ہی میں تمہیں صورتِ حالات سے آگاہ کروں گا۔ تم یہاں کے معاملات کو نمٹانے کی کوشش کرو اور.....'' میں نے ایک لمحے کو توقف کیا پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''اگر اس واقعے میں ہمارا کہیں ذکر نہ آئے تو اچھا ہے!''

''ٹھیک ہے' میں تمہاری خواہش کا خیال رکھوں گا۔''

ہم اس وقت ایک غیر معروف سڑک پر کھڑے تھے۔ اسپتال سے نکلنے کے بعد شیوا نے دانستہ یہ لمبا اور کم معروف روٹ لیا تھا۔ وہ کماری چوک تک نسبتاً آسان راستے سے کم وقت میں بھی پہنچ سکتا تھا' بہرحال ہر شخص کے کام کرنے کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ حملہ آوروں پر قابو پانے کے بعد شیوا نے ہیوی ڈیوٹی ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس کا رخ پھیر دیا تھا تاکہ اس کی وجہ سے ٹریفک میں تعطل واقع نہ ہو مگر ابھی تک ادھر سے کوئی گاڑی نہیں گزری تھی۔

میرے ذہن میں مسلسل یہ سوال کلبلا رہا تھا کہ یہ حملہ آور کون تھے اور ان کے مقاصد کیا تھے۔ آج صبح اسی طرح کا ایک اور حملہ بھی ہم پر ہو چکا تھا۔ جب ہم جانوس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ فریک اسٹریٹ کی طرف جا رہے تھے۔ اس معرکے میں جانوس کا باوردی شوفر سنگھا مارا گیا تھا۔ ہمیں کھٹمنڈو میں قدم رکھے ابھی آدھا دن بھی نہیں گزرا تھا اور دو بار ہم پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا۔ ان سنگین واقعات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں نے انسپکٹر شیوا سے کہا ''حملہ آوروں میں سے دو زندہ سلامت ہاتھ لگے ہیں۔ ان کی گاڑی اور ٹرک بھی تمہارے قبضے میں ہے۔ مجھے امید ہے' تمہاری تفتیش کے نتیجے میں ان بدمعاشوں کا کچا چٹھا کھل جائے گا۔''

''لارڈ بدھا سب ٹھیک کر دے گا۔'' وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا ''میں بہت جلد اس سلسلے میں تمہیں کوئی بہت بڑی خبر سناؤں گا۔''

اس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ ایک ٹیکسی اس طرف آتی دکھائی دی۔ شیوا نے ٹیکسی کو روک لیا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے نیپالی میں کوئی بات کی اور ہمیں اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے شیوا سے مصافحہ کیا اور لی یان کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ کر رتنا پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس وقت ہم خالی ہاتھ تھے۔ اپنے سفری بیگ ہم نے انا پورنا ہوٹل میں چھوڑ دیئے تھے۔ ٹیکسی نے مختلف سڑکوں پر گھومنے کے بعد دریائے وشنومتی کو عبور کیا اور ٹیکو کی طرف بڑھنے لگے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں دریائے وشنومتی اور دریائے بھاگ متی آپس میں ملتے ہیں۔ کالرا اسپتال' ہوٹل ویلی ویو اور سینٹرل ٹیلی گراف آفس کو پیچھے چھوڑتے ہوئے جب ٹیکسی کا نٹی پاتھ میں داخل ہوئی تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔ کانتی پاتھ پر سفر کرتے ہوئے ہم سیدھے رتنا پارک پہنچ جاتے۔

ڈاکٹر مونگ کی طرف جھانکے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ پیش آمدہ ہنگامی حالات نے مجھے ایک لمحے کی فرصت نہیں دی تھی۔ اگرچہ اس وقت ہم ڈاکٹر مونگ ہی کی طرف جا رہے تھے لیکن ڈاکٹر کے حوالے سے میرے ذہن میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ میں اسے انتہائی غیر یقینی حالات میں چھوڑ کر اپنی جگہ یعنی شیوا کی سرکاری جیپ میں حاضر ہوا تھا۔ میری رگِ جان ساحل حاصل شدہ معلومات کے مطابق ڈاکٹر کے ساتھ تھی۔ اگر ڈاکٹر غیر یقینی حالات میں تھا تو ساحل کے لیے بھی خطرات ہو سکتے تھے۔

میں نے لی یان سے کہا ''میں تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔ جب ہم اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ جائیں تو تم مجھے ڈسٹرب کر سکتی ہو۔''

انسپکٹر شیوا نے ٹیکسی ڈرائیور کو رتنا پارک والے بنگلے کا ایڈریس اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ میری بات کے جواب میں لی یان نے اپنی زبان سے ایک لفظ 'ادا' نہیں کیا اور اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ تاہم اس کے چہرے اور آنکھوں میں پھیلے ہوئے ان گنت سوالات کو میں نے محسوس کر لیا۔ وہ سوالات کے جوابات کا وقت نہیں تھا لہٰذا میں نے نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

دو بند آنکھوں کے پیچھے میں نے تیسری آنکھ کا شٹر اٹھایا اور ڈاکٹر مونگ کے خدوخال کی انگلی پکڑ کر تصور کی نگاہ سے اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ اس وقت پولیس والوں میں گھرا بیٹھا تھا۔ تین پولیس والے اس سے گفتگو کر رہے تھے۔ میں چونکہ ان کی آواز تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا تھا لہٰذا یہ نہیں جان سکا' ان کے درمیان کس موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی۔ اندازہ یہی تھا کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے تصور کی کرشمہ کاری کے طفیل ڈاکٹر مونگ کو جن حالات سے نبرد آزما دیکھا تھا' پولیس والے اسی سلسلے میں اس سے پوچھ تاچھ کر رہے ہوں گے۔ میں نے آخری مرتبہ جب ڈاکٹر مونگ کے ماحول سے تصوراتی رابطہ کیا تو وہ چار انتہائی مشاق فائٹرز کے مدِمقابل ثابت قدمی سے جما ہوا تھا۔

میرے تصور کی بے چین نگاہ جس صورت کو دیکھنے کی متمنی تھی۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب تک حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق' گزشتہ رات ساحل کو ڈاکٹر مونگ



کے ساتھ سٹی اسپتال سے رتنا پارک والے بنگلے پر منتقل کیا گیا تھا۔ انہیں دو مردوں کے بھیس میں ایک ایمبولینس میں ڈال کر یہاں تک لایا گیا تھا۔ اس وقت میں ڈاکٹر مونگ کے چہرے پر جو اطمینان دیکھ رہا تھا اس سے اندازہ ہوا' ساحل بہ خیر و عافیت ہو گی۔ افسوس کہ میں براہ راست ساحل کے ماحول میں داخل ہونے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ربی موشے ہائمن کے کسی شاطرانہ عمل نے میرے تصور کے پرندے کے پر کاٹ ڈالے تھے۔ بار بار کے ناکام تجربات کے بعد بھی میں نے کوشش جاری رکھی اور ایک مرتبہ پھر ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تیسری آنکھ کو زحمت دی لیکن نتیجہ وہی' ڈھاک کے تین پات!

میں آنکھیں کھول کر ٹیکسی میں حاضر ہو گیا۔

لی یان نے شکایتی نظر سے مجھے دیکھا اور معنی خیز انداز میں بولی ''شون! میں نے تو تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا نا؟''

''نہیں۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا ''تم تو بہت اچھی بچی ہو!''

''بچی!'' اس نے گھور کر مجھے دیکھا۔

''مم..... میرا مطلب ہے' تم گڈ گرل ہو۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

وہ مطمئن ہوتے ہوئے بولی ''ہاں' اب ٹھیک ہے۔''

ہمارے درمیان امریکی انگلش میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہم امریکا سے آئے تھے تو ہمیں اسی انداز میں بات چیت کرنا چاہیے تھی۔ نیپال کی قومی زبان ''نیپالی'' ہے۔ تاہم تمام سرکاری دفاتر' ہوٹلوں اور ایسے مقامات جہاں سیاحوں سے واسطہ رہتا ہے' انگلش فراٹے سے بولی جاتی ہے' اس حوالے سے ٹیکسی ڈرائیور بھی عام طور پر انگلش سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ ہر سیاح کو اس مخلوق سے ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ مجھے یقین تھا' یہ ٹیکسی ڈرائیور بھی ہماری گفتگو کو بہ خوبی سمجھ رہا ہو گا۔ تاہم اس میں فکر والی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم بہت ہی محتاط انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ دو ایسے سیاحوں کی طرح جو نیپال کی خوب صورتی سے انجوائے کرنے آئے ہوں۔ سیاحت' نیپال کے لیے آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

تھوڑی دیر بعد' ہماری ٹیکسی کانتی پاتھ کو چھوڑ کر رتنا پارک کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ رتنا پارک کھٹمنڈو کی ایک معروف تفریح گاہ ہے جس کے آس پاس متمول لوگ عالیشان بنگلوں میں رہائش پذیر ہیں۔ یہ پارک شاہ نیپال کی ملکہ عالیہ ''ملکہ رتنا'' کے نام سے موسوم ہے۔

ہم مطلوبہ گلی میں داخل ہوئے تو سامنے سے ایک پولیس جیپ آتی دکھائی دی۔ میرے ذہن نے بتا دیا کہ یہ وہی پولیس والے ہیں جو تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر مونگ سے ''میٹنگ'' کر رہے تھے۔ پولیس جیپ ہمارے قریب سے گزر گئی۔ آئندہ چند سیکنڈ میں ہم اس بنگلے کی گھنٹی بجا رہے تھے جہاں ڈاکٹر مونگ کو ہونا چاہیے تھا۔

دوسری گھنٹی پر ایک ملازم صورت نیپالی نے گیٹ کھول دیا۔ وہ پوری طرح مسلح تھا لیکن اس کے بدن پر سیکیورٹی گارڈ والی مخصوص یونیفارم موجود نہیں تھی۔ اس نے سوالیہ نظر سے ہمیں دیکھا تو میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہم ڈاکٹر مونگ کے مہمان ہیں' امریکا سے آئے ہیں۔ تم ڈاکٹر کو جا کر ہمارے بارے میں بتاؤ۔''

امریکا کے ذکر پر وہ اس طرح چونکا جیسے اسے ہماری آمد کی خبر ہو۔ اس نے پوچھا ''آپ لوگوں کو تو انسپکٹر شیوا کے ساتھ آنا تھا؟''

''شیوا ایک قانونی معاملے میں الجھ گیا ہے۔'' میں نے کہا ''اس لیے مجبوراً ہمیں اکیلے ہی آنا پڑا۔''

نیپالی ملازم ہمیں انتظار کی زحمت دیتے ہوئے بنگلے کے اندر غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں بنگلے کے اندر' ایک کمرے میں ڈاکٹر مونگ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر مونگ نے جس گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا' اس بیان کو الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن نہیں۔ رسمی علیک سلیک کے مراحل طے ہو گئے تو میں نے لی یان سے کہا۔

''تم نے اچھی خاصی محنت کی ہے۔ فریش اپ ہو جاؤ۔ باقی باتیں بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔'' میں دراصل لی یان کی غیر موجودگی میں مونگ سے چند باتیں کرنا چاہتا تھا۔

پھر ڈاکٹر مونگ کی راہ نمائی پا کر لی یان ایک واش روم میں گھس گئی۔ میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی اور وہ یہ کہ ڈاکٹر مونگ بڑی دکھی نظر سے بار بار لی یان کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی قسم کا افسوس یا ملال ہو۔ تنہائی پاتے ہی میں نے سب سے پہلے ساحل کے بارے میں پوچھ لیا۔

''ڈاکٹر! ساحل کہاں ہے؟ وہ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہی؟'' میرے استفسار میں بے تابی تھی۔

''بالکل محفوظ ہے۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

اس کے انداز نے مجھے گڑبڑا دیا۔ ذہن کی سوچ میری زبان تک آ گئی ''کیا وہ اس بنگلے میں موجود نہیں؟''

''نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا ''میں نے احتیاط کے پیشِ نظر اسے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا ہے۔''

''مگر اسپتال سے تو تم دونوں ایک ساتھ یہاں پہنچے تھے؟'' میں نے حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں کہا ''اور انسپکٹر شیوا نے بھی مجھے یہی بتایا تھا' تمہی نقوش والی لڑکی تمہارے ساتھ اس بنگلے پر ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی ''شیوا سمیت میرے سیٹ اپ کے بہت سے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ساحل اس بنگلے میں موجود ہے۔ یہ بات میرے علاوہ اب صرف تم جانتے ہو کہ ساحل یہاں نہیں ہے۔''

''پھر وہ کہاں ہے؟'' میرے استفسار میں احتجاج کی آمیزش تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے بولا ''میں تمہاری ذہنی کیفیت اور جذبات کو بہ خوبی سمجھ رہا ہوں۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے' تھوڑا اور کرلو۔ آج رات میں ساحل سے تمہاری ملاقات کرادوں گا۔ میں نے اسے بستی میں رد پوش کردیا ہے۔ وہ بہت ہی محفوظ اور مضبوط ہاتھوں میں ہے۔''

''تم کس بستی کا ذکر کررہے ہو؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''وہی بستی جو ہائی وے کے نزدیک ہے۔'' اس نے بتایا ''وہ تمہارا دیکھا بھالا علاقہ ہے۔''

ڈاکٹر مونگ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مجھے اس بستی میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ میں بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ سے کشتی کے ذریعے اس بستی تک پہنچا تھا۔ مذکورہ بستی ہائی وے پر واقع تھی اور کھٹمنڈو شہر سے لگ بھگ ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر تھی۔

''ساحل کو اس بستی میں رکھنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مقصد صرف حفاظت ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تمہیں اندازہ نہیں ربی کے خوں خوار بھیڑیے کس شدومد سے اس کی تلاش میں ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتی تو تھوڑی دیر پہلے شاید کوئی بہت بڑا اپ سیٹ ہوجاتا۔ میں ابھی ابھی ایک خون ریز معرکے سے نمٹا ہوں۔''

''ہاں' میں نے تمہیں چار تربیت یافتہ فائٹرز سے لڑتے دیکھا تھا۔'' بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔

ڈاکٹر مونگ میری تھرڈ آئی والی صلاحیت سے واقف تھا۔ میرے بے اختیار جملے پر وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ سر کی اس جنبش میں بڑی گیرائی اور گہرائی تھی۔ اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں نے ربی کے آدمیوں سے ساحل کو چھین کر انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ کھٹمنڈو کے چپے چپے پر اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ ساحل کے بغیر ان کا مشن نامکمل ہے۔ وہ ایک مرتبہ ٹرائی کرچکے ہیں لیکن عبادت گاہ کے تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ دوسری ٹرائی وہ ساحل کے ساتھ کرنے والے تھے۔ اسی مقصد کی خاطر ربی نے ساحل کو یہاں پہنچایا تھا۔ وہ بڈھاتہ خانے میں پوشیدہ قیمتی پتھروں کے لیے پاگل ہوا جارہا ہے۔ دو دن پہلے تک میں عبادت گاہ ہی میں تھا لیکن اپنے مخصوص ذرائع سے جب مجھے پتا چلا کہ تمہاری ساتھی کو یہاں پہنچایا جارہا ہے تو میں اپنا مورچا چھوڑ کر سرگرم ہوگیا۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ربی کے بندے ساحل کی راہنمائی میں تہ خانے تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تو وہ کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ساحل تہ خانے کا راز جانتی ہے اور وہ اس وقت مکمل طور پر ربی کے ٹرانس میں ہے۔''

وہ سانس لینے کے لیے رکا تو میں نے کہا ''ہاں' یہ بات میں نے بھی محسوس کی ہے۔ میں جب بھی اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں' مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ پتا نہیں' ربی نے میرے راستے میں کون سی رکاوٹ کھڑی کردی ہے!''

''میں تمہاری ساتھی کا علاج بھی کررہا ہوں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''تم جانتے ہو' میں نے چینی طب میں ڈاکٹریٹ کررکھا ہے۔ لارڈ بدھ نے چاہا تو وہ بہت جلد صحت یاب ہوجائے گی۔''

''اللہ تمہاری زبان مبارک کرے!'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

پھر ڈاکٹر مونگ مجھے اس خون ریز معرکے کی تفصیل بتانے لگا جب اس نے ساحل کو ربی کے آدمیوں سے چھینا تھا۔ اس معرکے کا ایک خونیں منظر میں نے بھی ٹرائی بیکا کے اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے تصور کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مونگ نے مجھے بتایا کہ اس کے اپنے آدمی بروقت پہنچ گئے تھے جنہوں نے دشمنوں کے دانت کھٹے کرکے ان دونوں کو کھٹمنڈو کے نئی اسپتال تک پہنچادیا تھا۔ میرے لیے ایک خوشی کی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر مونگ ساحل کو ساحل کہہ کر ہی اس کا ذکر کررہا تھا ورنہ اس سے پہلے وہ ''دھنو'' پر اٹک کر رہ گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس نے دل سے مجھے اپنا ''بہنوئی'' تسلیم کرلیا تھا۔ جب اس کا بڑا سانگ فو مجھے اپنا ''داماد'' سمجھتے ہوئے ساحل کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے چکا تھا تو پھر ڈاکٹر



مونگ اعتراض کرنے والا کون ہوتا تھا!

محترم سانگ فو اب آنجہانی ہوچکا تھا۔ ہمارے درمیان سانگ فو کے بارے میں باتیں ہونے لگیں۔ سانگ فو کا انتقال ڈاکٹر مونگ کی غیر موجودگی میں' سیشل میں ہوا تھا۔ مونگ کے لیے سانگ فو کی خصوصی ہدایت تھی کہ وہ مشن کو چھوڑ کر واپس نہیں جائے گا اور اس نے اپنے بڑے کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ وہ بڑی ثابت قدمی سے محاذ پر ڈٹا ہوا تھا بلکہ ساحل کو ربی کے آدمیوں سے چھین کر اس نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ربی ساحل کے بغیر اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا لہٰذا اس حقیقت کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا کہ ربی کے آدمی ساحل کی تلاش میں کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ جنونی یہودیوں کا وہ شیطانی ٹولا آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔ میں نے اس حقیقت کا ذکر ڈاکٹر سے کیا تو وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے مدبرانہ انداز میں بولا۔

''جانتا ہوں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے ساحل کو ایک ایسے مقام پر چھپادیا ہے جس طرف بھولے سے بھی کسی کا دھیان نہیں جاسکتا۔ وہ لوگ یہی توقع کررہے ہوں گے کہ ساحل کو عبادت گاہ سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے گی جب کہ میں نے اسے عبادت گاہ سے قریبی بستی میں پہنچادیا ہے۔ اگر لارڈ بدھا کی مرضی شامل حال رہی تو آج رات ساحل سے تمہاری ملاقات ہوجائے گی۔ تم نے اس کے انتظار میں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔''

اس کی بات نے میرے تن بدن میں ایک سنسنی سی دوڑا دی۔ ساحل سے ملنے کا تصور بڑا ہوش ربا اور نشاط انگیز تھا۔ ڈاکٹر نے بالکل ٹھیک کہا کہ میں نے اس کے حصول کی خاطر بہت ہی دکھ اٹھائے تھے۔ میں اس وقت بڑے جذباتی انداز میں ساحل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس دوران میں ڈاکٹر مونگ مسلسل میرے چہرے پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ اپنے دل کا راز افشا ہوتے دیکھا تو میں نے فوراً موضوع بدل دیا۔ کوئی بھی شخص اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی دوسرا اس کے دلی معاملات تک پہنچ جائے۔

''ڈاکٹر! تم جس حالت میں اسپتال پہنچائے گئے اس کے پیش نظر تو تمہیں ہفتہ دس دن تک وہیں رہنا چاہیے تھا مگر تم جتنے ہشاش بشاش نظر آرہے ہو اس سے تو یہی لگتا ہے' تمہیں کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔''

''ہوا تو بہت کچھ تھا لیکن میں اس بات کا قائل ہوں کہ انسان کے دکھ اور سکھ کا تعلق اس کے محسوس کرنے سے ہے۔ اگر کوئی شدت سے یہ محسوس کرے کہ اسے کچھ بھی نہیں ہوا تو بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی اسے کچھ نہیں ہوگا۔ ایک تو یہ سوچ' دوسرے میں نے ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ چینی طب کو بھی آزمایا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز طریقۂ علاج ہے۔ میں اس وقت بالکل ٹھیک تو نہیں ہوں۔ تاہم کافی بہتر محسوس کررہا ہوں۔''

میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''ڈاکٹر! تم تو مارشل آرٹس کے ماہر اور مضبوط اعصاب کے مالک ہو لیکن ساحل اس مہارت اور مضبوطی میں تمہارا عشر عشیر بھی نہیں۔ وہ بھی زخمی حالت میں اسپتال پہنچائی گئی تھی۔ کیا اس وقت وہاں بستی میں وہ بھی تمہاری طرح ہنس مسکرا رہی ہوگی؟''

''اگر وہ مسکرا نہیں بھی رہی تو بھی تکلیف میں نہیں ہوگی۔'' وہ پورے یقین سے بولا ''ایک تو اسے پہنچنے والی چوٹیں شدید نوعیت کی نہیں ہیں' دوسرے میں نے اس کا مناسب علاج بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے' آج رات جب تم اس سے ملاقات کرو گے تو اسے نارمل پاؤ گے۔''

ڈاکٹر مونگ نے ساحل کے سلسلے میں دو تین مرتبہ رات میں ملاقات کا ذکر کیا تو میں سوال کیے بنا نہ رہ سکا۔ اس سوال میں ہزاروں سال سے پیاسے کی بے تابی اور تھکن شامل تھی۔ میں نے اضطراری لہجے میں پوچھا۔

''رات ہی کو کیوں ڈاکٹر۔ میں ابھی اور اسی وقت ساحل سے ملنے کیوں نہیں جاسکتا؟''

''جا تو سکتے ہو لیکن میرے بغیر وہاں تمہیں کوئی لفٹ نہیں کرائے گا۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا ''بلکہ تم اگر ایک ایک شخص سے بھی ساحل کے بارے میں پوچھتے پھرو گے تو بھی کوئی اس کی وہاں موجودگی کا اقرار نہیں کرے گا۔ تمہاری ساتھی کو نہایت ہی خفیہ انداز میں ایک گھر میں ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ اس وقت بدلے ہوئے گیٹ اپ میں ہے اور اس گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے وہاں موجود ہے۔ اس گھر کے تمام افراد میرے وفادار ہیں۔ تم مصلحت اور احتیاط پسندی کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ جانوس نے بھی مجھے بتایا ہے' تم خاصے جذباتی ہورہے ہو۔''

ڈاکٹر مونگ نے جانوس کا حوالہ دیا تو مجھے یاد آگیا' میں نے اس شخص کے ساتھ خاصا تلخ رویہ اختیار کیا تھا۔ میں نے پوچھا ''کیا جانوس نے میری کوئی شکایت کردی؟''

''ہاں۔'' مونگ نے اثبات میں گردن ہلائی ''مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری ایک اپنی اہمیت ہے۔ جانوس کی شکایت کو میں نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا ہے۔''

میں نے کہا ''ڈاکٹر! سچی بات تو یہ ہے' تمہارا یہ آدمی جانوس میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''میں نے کہا نا' تمہاری اپنی ایک خاص اہمیت ہے۔'' وہ تاکیدی لہجے میں بولا ''بہرحال' اتنا بتا دوں کہ جانوس کمنٹنڈو کی ایک بااثر شخصیت ہے۔''

میں نے جانوس کے موضوع کو پس پشت ڈالتے ہوئے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا ''تم کہہ رہے ہو تمہارے بغیر میرا بستی میں جانا بیکار ہے۔ میں کسی بھی صورت اپنی ساحل تک رسائی حاصل نہیں کرسکوں گا پھر تم ابھی میرے ساتھ ادھر کیوں نہیں جاتے۔ کیا ایسا کرنے میں کوئی قباحت ہے؟''

''قباحت تو کوئی نہیں مگر میں شام سے پہلے شہر کو نہیں چھوڑ سکتا۔'' وہ تامل کرتے ہوئے بولا ''یہاں مجھے نہایت ہی اہم امور نمٹانے ہیں۔ ربی کے وفادار بڑی سرگرمی سے ساحل کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں تم لوگوں پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے۔ وہ لوگ میرے ہر تعلق والے کو ''ٹٹول'' رہے ہیں۔ جہاں بھی میرے کسی جاننے والے کے ساتھ کوئی کپل دکھائی دیتا ہے' وہ یہی سمجھتے ہیں یہ کپل میرے اور ساحل کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ ربی کے حکم پر' ساحل کو حاصل کرنے کے لیے کمنٹنڈو کو تہ و بالا کرنے کو تیار ہیں۔ میرے بنگلے پر جو مار دھاڑ کی کارروائی ہوئی وہ بھی اسی تلاش کے سلسلے کی کڑی ہے۔ انہیں یہاں ساحل تو نہیں ملی البتہ میں نے انہیں ڈرائی کلین کرکے ''رخصت'' کیا ہے۔ اب وہ کبھی اس طرف منہ دینے کی ہمت نہیں کریں گے۔ میں نے اس واقعے کو پولیس تک پہنچا دیا ہے۔ تمہاری آمد سے تھوڑی دیر پہلے ہی چند پولیس والے یہاں کی رپورٹ تیار کرکے لے گئے ہیں۔''

ڈاکٹر مونگ جن پولیس والوں کا ذکر کررہا تھا' میں نے ٹیکسی میں رہتے ہوئے' اپنی باطنی آنکھ سے انہیں ڈاکٹر کے بنگلے میں بیٹھے دیکھا تھا لیکن ڈاکٹر نے ابھی مجھے جو معلومات فراہم کیں ان میں مجھے چونکا دینے والی دو باتیں تھیں۔ میں نے اپنی تسلی کی خاطر ان دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھی۔

یہ بات تو میرے علم میں آچکی تھی کہ جانوس نے ڈاکٹر کو صبح والے واقعے کی رپورٹ پیش کردی تھی لیکن ڈاکٹر مونگ نے اپنے بیان میں دو قاتلانہ حملوں کا ذکر کیا تھا۔ میں نے پوچھا ''ڈاکٹر مونگ! کیا ہماری یہاں آمد سے قبل انسپکٹر شیوا سے تمہاری بات ہوگئی تھی؟''

اس کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ میرے سوال کے مقصد تک پہنچ گیا تھا۔ دھیمے لہجے میں اس نے جواب دیا ''ہاں! تمہاری آمد سے کوئی آدھا گھنٹا پہلے میری شیوا سے طویل بات ہوئی ہے۔ میں نے ہی اس سے رابطہ کیا تھا۔ جب تم لوگوں کے آنے کا متوقع وقت گزر گیا تو مجھے تشویش ہوئی اور میں نے شیوا کو فون کھڑکا دیا۔ اس نے مجھے دوسرے قاتلانہ حملے کے بارے میں بتایا ہے۔ دو لاشوں اور دو زخمیوں کو پولیس تحویل میں اسپتال پہنچایا جاچکا ہے۔ جلد ہی کوئی بڑا انکشاف ہونے والا ہے۔ مجھے امید ہے' ان لوگوں کا تعلق ربی کی بھیجی ہوئی ٹیم ہی سے ثابت ہوگا۔''

میں نے الجھن زدہ لہجے میں دریافت کیا ''ڈاکٹر! اس خون ریز واقعے کے بعد انسپکٹر شیوا نے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر رابطے میں اسے ناکامی ہوئی۔ ایسا کیوں کر ہوا؟''

''میرا موبائل آف تھا۔'' وہ بڑی رسان سے بولا ''اور گھریلو فون کو میں نے دانستہ اٹینڈ نہیں کیا یا یوں سمجھ لو مجھے فون کا ریسیور اٹھانے کی مہلت نہیں مل سکی۔ گھنٹی تھوڑی دیر تک بجتی رہی' پھر خاموشی چھا گئی۔ دراصل اس وقت میں حملہ آوروں سے نمٹنے میں بے حد مصروف تھا۔''

اس کا جواز معقول تھا لیکن میں ایک اور زاویے سے بھی اپنے ذہن کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا ''ڈاکٹر مونگ! تم نے بتایا ہے' اس بنگلے پر ہلّا بولنے والے چار خطرناک فائٹرز کا تعلق ربی کے گروپ سے ہے اور وہ تمہاری اور ساحل کی تلاش میں یہاں آئے تھے۔ ٹھیک ہے' ساحل تو یہاں تھی ہی نہیں' انہیں کیا ملتی مگر وہ یہ جاننے میں تو کامیاب ہوگئے کہ تم اس بنگلے میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ یہ بھی کچھ کم تشویش ناک بات نہیں ہے!''

''اپنے ذہن کو مت الجھاؤ وجدان!'' وہ شفقت بھرے لہجے میں بولا ''یہ تو پولیس والوں سے میٹنگ کرنے اور تمہارے استقبال کے لیے میں نے اپنے چہرے کو صاف کیا ہے ورنہ ان چار حملہ آوروں کی تو میں نے کسی اور ہی روپ میں ''خدمت'' کی ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ڈاکٹر مونگ سے پنجہ لڑا کر گئے ہیں۔''

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

شیوا کی جیپ میں سے جب میں نے مونگ سے تصوراتی رابطہ کیا تو وہ چار ماہر مارشل آرٹسٹ سے نبرد آزما تھا۔ اس لمحاتی جھانک میں' میں اس کے چہرے کے بارے میں غور نہیں کرسکا تھا۔ اس لیے میں یہ نہ جان سکا کہ وہ اپنے اصلی حلیے میں تھا یا میک اپ میں۔ بہرحال' میرا تصور مجھے کسی



خلط جگہ پر نہیں پہنچا سکتا تھا۔ سٹی اسپتال میں' میں نے جب بھی ڈاکٹر کے ماحول میں جھانکا' وہ مجھے اپنی ہی صورت میں نظر آیا۔ اس حوالے سے میں نے اس سے استفسار کیا تو اس نے بتایا۔

''ہاں' اسپتال میں بعض مجبوریوں کے باعث میں تمام وقت میک اپ میں نہیں رہ سکا' البتہ جب ہمیں مُردوں کے بھیس میں اسپتال سے نکالا گیا تو اس سلسلے میں سب سے بڑا سہارا میک اپ ہی کا استعمال کیا گیا۔''

میرے ذہن میں ساحل کے حوالے سے ایک کانٹا سا چبھا ہوا تھا۔ دراصل' اصلی اور نقلی کا چکر اتنی بار چلا کہ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ حالانکہ کمنٹنڈو میں پائی جانے والی ساحل کے حوالے سے اب تک جو بھی شہادتیں حاصل ہوئیں ان سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا' یہ میری ہی ساحل ہے' کوئی ڈمی نہیں تاہم میں نے ڈاکٹر مونگ سے استفسار ضروری سمجھا۔

''ڈاکٹر! کیا تمہیں یقین ہے' جس لڑکی کو تم نے بستی میں پہنچایا ہے' وہ میری ساحل ہی ہے؟''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

ہماری آخری ملاقات چند روز قبل سیٹل میں ہوئی تھی۔ ہم دونوں زونارا آئی لینڈ سے سیٹل پہنچے تھے۔ سانگ فو نے ہنگامی فیصلہ کرکے ڈاکٹر مونگ کو نیپال اور مجھے میری خواہش کے مطابق نیویارک روانہ کردیا تھا۔ نیویارک خصوصاً مین ہیٹن میں' میں جن سنسنی خیز حالات سے گزرا ان کا خلاصہ میں نے ڈاکٹر مونگ کے گوش گزار کیا اور ڈمی ساحل کا قصہ بیان کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں یہ کہنا چاہتا ہوں' کہیں اس شاطر ربی نے ہمیں یعنی تمہیں دھوکا دینے کے لیے یہاں بھی کوئی ساحل کی ڈپلی کیٹ تو نہیں بھیج دی۔ تم نے تسلی کرلی نا' یہ ہماری ساحل ہی ہے؟''

وہ پُراعتماد انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''میں نے تو تسلی کرلی۔ اب تم رات میں اس سے ملاقات کرکے اپنا اطمینان کرلینا۔''

میں نے ایک اہم سوال کیا ''ہم کب تک یہاں سے روانہ ہوں گے؟''

''رات نو بجے۔'' اس نے جواب دیا ''اور اگر لارڈ بدھا کی مرضی شامل حال رہی تو ٹھیک دس بجے ہم ہائی وے والی اس بستی میں ہوں گے۔''

جس طرح ہم مسلمان اپنے روزمرہ کے کاموں میں خدا کی مرضی اور مصلحت کو بہت اہمیت دیتے ہیں' بالکل اسی طرح بدھ کے پیروکار لارڈ بدھا کا ذکر کرنا نہیں بھولتے۔ بس اپنے اپنے عقیدے اور اعتقاد کی بات ہے۔ انسان کو جس سہارے' جس وسیلے سے فائدہ پہنچتے لگتا ہے وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مذہب کی روح کو سمجھ کر اختیار کرنے والوں کی تعداد ہمیشہ نسبتاً کم رہی ہے' چاہے وہ دنیا کا کوئی بھی مذہب ہو۔ دیکھا دیکھی' کسی تہذیبی و تمدنی مجبوری اور نظریۂ ضرورت کے تحت خود کو بڑا مذہبی ظاہر کرنے والوں کا تناسب ہمیشہ زیادہ رہا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے' تسلیم کریں یا نہ کریں!

میں نے لگے ہاتھوں ڈاکٹر مونگ سے یہ بھی پوچھ لیا ''دن کا باقی حصہ کمنٹنڈو میں گزار کر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے بھی اپنی مصروفیت کے بارے میں بتا دو۔ ہوسکتا ہے' میں تمہارے کسی کام آجاؤں!''

''وجدان! تم ہر حوالے اور زاویے سے میرے لیے مفید ہو اور اپنے کسی منصوبے کے بارے میں' تمہیں بتانے میں کوئی حرج بھی نہیں۔'' وہ دوستانہ لہجے میں بولا ''لیکن میں یہ چاہوں گا کہ تم رات تک مجھ سے الگ رہو۔ زیادہ مناسب یہی ہے' اسی بنگلے میں اپنی ساتھی کے ہمراہ آرام کرو۔ تمہارا کام رات کے بعد شروع ہوگا۔''

''میں سمجھ نہیں سکا ڈاکٹر!'' میں نے متذبذب انداز میں ڈاکٹر مونگ کی طرف دیکھا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''مجھے باخبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ آج آدھی رات کے بعد ربی کی ٹیم ایک اور کوشش کرے گی۔ وہ لوگ بدھ عبادت گاہ کے خفیہ تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے شب خون ماریں گے۔ آج کی رات بہت اہم ہے۔ عبادت گاہ میں خون کی ندیاں بھی بہہ سکتی ہیں۔'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اس عبادت گاہ کی تاریخ سے تم بھی بہ خوبی آگاہ ہو۔ آج تک جس کسی نے بھی بیش بہا خزانے تک پہنچنے کی کوشش کی وہ بے موت مارا گیا۔ ربی پہلی کوشش میں بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھا چکا ہے۔ دوسری کوشش وہ ساحل کی راہنمائی میں کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن یہ قیمتی مہرہ ان کے ہاتھ سے پھسل کر میرے قبضے میں آچکا ہے لہٰذا آنے والی رات وہ ساحل کے بغیر ہی..... دوسری کوشش کریں گے۔ ساحل کی تلاش بھی بڑی شدومد سے جاری ہے۔''

ڈاکٹر مونگ نے ساحل کو قیمتی مُہرے سے تعبیر کیا تو مجھے بہت دکھ ہوا لیکن میں اپنی تکلیف کا اظہار کیے بغیر پوری طرح

اس کی جانب متوجہ رہا۔ تھوڑے توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا۔

''میں اپنے دشمنوں کے حتمی پروگرام کے بارے میں جاننے کی کوشش کررہا ہوں۔ ربی کے چند آدمی بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے آس پاس موجود ہیں۔ ربی کا ایک نائب جمی فونڈا اس مشن کی کمان سنبھالے ہوئے ہے۔ امریکا بہادر کا پوری دنیا میں جو اثر و رسوخ ہے اس سے تم بہ خوبی واقف ہو۔ ان لوگوں کو ہر جگہ آسانیاں میسر آجاتی ہیں۔ گھنٹنڈو کی ایک طاقت ور سیاسی شخصیت جمی فونڈا کا ساتھ دے رہی ہے.... جوگندر پال نامی یہ سیاسی شخصیت ناممکن کو ممکن بنانے کے لیے یہاں بہت مشہور ہے۔ اس سے تم حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ میں نہیں چاہتا' تم میرے ساتھ باہر نکلو اور کسی نئی مصیبت میں الجھ کر واپس نہ آسکو۔ ہمیں ٹھیک نو بجے رات یہاں سے بستی کی طرف روانہ ہونا ہے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرنا ہے اور پھر آگے روانہ ہوجانا ہے' تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟''

بات کے اختتام پر ڈاکٹر مونگ نے گہری سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا اور میں اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ آگے بڑھنے کا مطلب تھا' بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کی حفاظت کرنا۔ مجھے یہ بھی بہ خوبی اندازہ تھا کہ وہ بستی میں میری خاطر ہی تھوڑی دیر رکنا چاہتا تھا۔ میں نے برسبیلِ تذکرہ پوچھ لیا۔

''ٹھیک ہے' میں تمہارے ساتھ باہر نہیں نکلوں گا۔ لی یان کے ہمراہ جانے کی اجازت تو ہے نا؟''

''تم لوگوں پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوچکا ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''جتنی بھی احتیاط کرو' اچھا ہے۔ ویسے جو تمہاری مرضی۔''

اس نے فیصلے کی گیند میری کورٹ میں پھینک دی تو میں نے کہا ''ہمارا سامان وغیرہ انا پورنا ہوٹل میں رکھا ہے۔ ہم شام سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے نکلیں گے۔ اپنا سامان لے آئیں گے اور کچھ سیر وغیرہ بھی ہوجائے گی۔ ویسے.....''

میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر ایک نظر ڈاکٹر مونگ کو دیکھا اور اضافہ کرتے ہوئے کہا ''ویسے بھی ابھی تک یہی نتیجہ سامنے آیا ہے کہ قاتلانہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ تم سے متعلق لوگوں پر ہوا ہے اور تم نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے۔ ہم تو امریکا سے سیاحت کی غرض سے نیپال آنے والے دو میاں بیوی ہیں۔ ہمارا کسی جھگڑے پھڈے سے کیا واسطہ؟''

''میں تمہاری دلیل کو رد نہیں کروں گا۔'' وہ مصلحت آمیز لہجے میں بولا ''لیکن ان دونوں قاتلانہ حملوں میں تم میرے ساتھیوں کی گاڑیوں میں پائے گئے ہو۔ نہ صرف پائے گئے ہو بلکہ حقیقی معنوں میں تمہی نے حملہ آوروں کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے۔ اس کا مطلب ہے' اب تم دونوں پر بھی میرے ساتھیوں کا لیبل چسپاں ہوچکا ہے۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''میں یہ فیصلہ تم پر چھوڑ چکا ہوں۔ اگر تم نہیں رکنے والے تو ایک چھوٹا موٹا چکر لگا لینا باہر کا..... مگر احتیاط کے ساتھ.....!''

ڈاکٹر مونگ کے آخری جملے میں ایک تنبیہ پوشیدہ تھی۔ میں نے کہا ''اب ہاتھ پاؤں باندھ کر پورا دن گھر کے اندر بھی تو نہیں گزارا جاسکتا!''

جواب میں ڈاکٹر مونگ نے کندھے اچکانے پر اکتفا کیا۔

☆☆☆

دوپہر کا کھانا ہم نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ کھانے کا بندوبست ڈاکٹر مونگ کے مسلح ملازم چندر نے کیا تھا تاہم اس دوران میں پولیس کے دو سادہ لباس جوان بنگلے کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ دونوں نہایت ہی مستعد اور عقابی نگاہ رکھنے والے پولیس اہلکار تھے۔ یہ ایک معمول کی کارروائی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس بنگلے پر چار افراد نے دھاوا بولا تھا۔ پولیس کا فرض بنتا تھا' وہ اس بنگلے میں بسنے والوں کی حفاظت کا انتظام کرے اور اس نے یہ انتظام کردیا تھا۔

کھانے کے دوران میں' میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر مونگ بڑی اداس نظر سے' تھوڑی تھوڑی دیر بعد لی یان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر میں کوئی ایسی بات تھی جس نے مجھے پریشان کردیا۔ کھانے کے اختتام پر جب لی یان ہاتھ دھونے کے لیے اٹھی تو میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھ لیا۔

''ڈاکٹر! لی یان کے حوالے سے تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''آں!'' وہ چونکا ''کچھ نہیں۔'' اس نے بات گھما دی۔

میں نے کہا ''بتانا نہیں چاہتے تو دوسری بات ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ تم جب بھی لی یان کی طرف دیکھتے ہو تو تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب سی اداسی بھر جاتی ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟''

اس نے ایک گہری سانس چھوڑی اور گمبھیر آواز میں بولا ''وجدان! میں اپنے احساسات کی وضاحت نہیں کرسکتا لیکن اتنا جان لو کہ مجھے اس لڑکی کی طرف سے گہری تشویش ہے!''

''وہی تو میں بھی پوچھ رہا ہوں۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''تمہاری تشویش مجھے بھی پریشانی میں مبتلا کررہی ہے۔''

وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔



اس کی پُراسرار خاموشی سے مجھے بے چینی ہونے لگی۔ میں نے پوچھا ''کیا لی یان کسی بھی حوالے سے میرے لیے مضر ثابت ہوسکتی ہے؟''

''یہ بات نہیں وجدان۔'' وہ جلدی سے بولا ''لی یان بہت اچھی اور متعاون لڑکی ہے۔ میری تشویش اور فکرمندی کا سبب یہ ہے کہ میں محسوس کررہا ہوں' عنقریب لی یان کو کوئی بہت بڑا صدمہ پہنچنے والا ہے۔''

میں نے چونکتے ہوئے انداز میں سوال کیا ''کس نوعیت کا صدمہ؟''

''میں فی الحال اس کی وضاحت نہیں کرسکتا۔'' ڈاکٹر مونگ نے متذبذب انداز میں کہا۔

اسی وقت لی یان واپس آگئی اور ہم اس موضوع پر مزید گفتگو نہ کرسکے۔

ڈاکٹر مونگ نے بآوازِ بلند کہا ''کھانے سے تو فارغ ہوگئے۔ میرا مشورہ ہے' تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے آرام کرلو۔ تم لوگوں نے صبح سے بڑی ''مشقت'' اٹھائی ہے۔ شام میں فریش اپ ہوکر سیر سپاٹے کو نکل جانا۔'' ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور بولا ''آؤ' میں تم لوگوں کو کمرا دکھا دوں۔''

اسی وقت ڈاکٹر کا نیپالی ملازم چندر وہاں پہنچا اور اطلاع دی کہ جانوس ملنے کے لیے آیا ہے۔ ڈاکٹر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں چندر کو کوئی اشارہ کیا تو وہ الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ ڈاکٹر ہمیں کمرا دکھانے کے لیے ہمارے ساتھ ہولیا۔

چند سیکنڈ بعد ہم ایک شاندار بیڈ روم میں تھے۔ ڈاکٹر ہمیں بیڈ روم میں چھوڑ کر چلا گیا تو لی یان کی صورت پر نگاہ پڑتے ہی ڈاکٹر کی نامعلوم تشویش میرے ذہن میں چکرانے لگی۔ ڈاکٹر مونگ ایسا شخص نہیں تھا کہ اس کی کسی بھی بات کو آسانی سے نظر انداز کیا جاسکتا۔ وہ سانگ فو جیسی عظیم المرتبت شخصیت کا خلیفہ (نائب) تھا۔ میں سانگ فو کی روحانی صلاحیتوں کا معترف تھا' ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے کئی کمال بھی میرے تجربے میں آچکے تھے۔ لی یان کے حوالے سے اس نے اپنے جن مبہم احساسات کا اظہار کیا تھا' اس سے میں بھی اچھا خاصا فکرمند ہوگیا۔

یہ فکرمندی چہرے سے چھلکی تو لی یان پوچھے بنا نہ رہ سکی ''کیا ہوا وجدان..... میرا مطلب ہے شون!'' وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی ''تم خاصے الجھے ہوئے دکھائی دے رہے ہو؟''

میں اپنی پریشانی کے بارے میں اسے کیا بتاتا' اس کا دھیان بٹانے کے لیے کہہ دیا ''جب تم مسلسل غلطی پر غلطی کیے جاؤ گی تو میں الجھوں گا نہیں تو پھر کیا کروں گا؟''

''میں نے کیا کیا ہے!'' وہ حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

''میں وجدان نہیں' شون ہوں..... تمہارا شوہر شون!'' میں نے اس کی غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے بات نبھادی ''اور یہ نکتہ تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا؟''

بے ساختہ اس کی ہنسی نکل گئی پھر وہ ہنستی چلی گئی۔

اس کی اس حرکت نے مجھے الجھا دیا۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی کہ اس پر ٹھٹھا مار کر ہنسا جاتا۔ میں یک دم سنجیدہ ہوگیا اور قدرے سخت لہجے میں استفسار کیا۔

''لی یان! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ بے طرح ہنسے چلی جارہی ہو۔ کیا میں نے تمہیں کوئی لطیفہ سنا دیا ہے؟''

''یہ لطیفہ نہیں تو اور کیا ہے؟'' وہ ہنسی کو روکتے ہوئے بولی۔

میں مزید الجھ گیا ''کیا مطلب؟''

''تم نے کہا..... تم میرے شوہر شون ہو۔'' وہ گہری سنجیدگی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی ''ٹھیک ہے' ہم میاں بیوی کا رول کررہے ہیں۔ تم میرے شوہر ہو اور نہ ہی میں تمہاری بیوی۔ میرا خیال ہے' کم از کم تنہائی میں تو اس ڈھونگ کی ضرورت نہیں۔ اگر ہم اتنا ڈوب کر میاں بیوی کا رول کرنے لگے تو تنہائی کے لمحات میں کوئی سنجیدہ مسئلہ بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔''

وہ ایک فطری بات کررہی تھی۔ اس قسم کا کوئی مسئلہ کھڑا ہونا ناممکن نہیں تھا۔ بہرحال' میں نے اس موضوع کو بحث نہیں بننے دیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''بس اتنی سی بات پر تم قہقہے لگا رہی تھیں؟''

جواب میں وہ ایک مرتبہ پھر ہنس دی ''دراصل بات یہ ہے کہ شون ایک بورنگ انسان ہے۔ مجھے اس بات پر ہنسی آگئی تھی کہ تم شون کیسے ہوسکتے ہو۔ تمہاری زندگی تو ایڈونچر اور سنسنی خیزی سے بھری پڑی ہے۔ ایک دو نظارے تو دیکھ چکی ہوں۔ آیندہ یہ آنکھیں پتا نہیں' کیا کیا دکھائیں گی!''

بات ختم کرتے ہی وہ معنی خیز انداز میں مسکرادی۔

میں بے حد محتاط نظر سے اس فلپائنی حسینہ کو دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت مجھے خطرے کی ایک گھنٹی دکھائی دے رہی تھی۔ جب کوئی عورت' کسی مرد کے سامنے اپنے شوہر کے عیب گنواتے ہوئے اس کی تعریف کرے تو ''اس'' کو الرٹ ہوجانا چاہیے۔ لی یان مجھے ایڈونچرس اور شون کو بورنگ کہہ رہی تھی۔ اگرچہ یہ حقیقت بھی ہوتی تو بھی اسے اس اظہار میں احتیاط

کرنا چاہیے تھی لیکن امریکی کلچر کے پروردہ مرد و زن بڑے بے دھڑک اور من موجی ہوتے ہیں اور اکثر معاملات میں عورتیں' مردوں کی نسبت زیادہ بولڈنیس کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ لی یان اگرچہ فلپائنی تھی تاہم ایک طویل عرصے سے وہ امریکا بہادر کی فضاؤں میں سانس لے رہی تھی۔ اس کا بہادر بن جانا منطقی بات تھی۔

میں نے موقع کی مناسبت سے بات کو سنبھالتے ہوئے کہا ''شون تمہاری نظر میں بورنگ ہوگا مگر میرا خیال تم سے بہت مختلف ہے۔''

''اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے کیا اختلاف ہے؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

میں نے کہا ''میری نظر میں شون کے لیے ''بے چارہ'' کا ٹائٹل زیادہ موزوں رہے گا!''

''وہ کیسے؟'' اس نے پوچھا۔

''تم اپنے طرز عمل کو دیانت داری سے ناپو تو تمہیں تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا ''کیا تم مسلسل چار سال سے اس کے ساتھ زیادتی نہیں کرتی چلی آ رہی ہو؟''

''تم مردانہ بلاک بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔'' وہ نگاہ چراتے ہوئے بولی۔

''میں زمینی حقیقت اور فطری اصول بیان کر رہا ہوں۔''

''میں نے بھی تمہیں اپنی مجبوری بتادی تھی۔''

''ٹھیک ہے' اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔'' میں نے کہا۔

لی یان میرے حساب سے کسی نفسیاتی عارضے میں مبتلا تھی۔ شون سے اس کی شادی کو چار سال ہوگئے تھے مگر ابھی تک وہ دو سے تین نہیں ہوئے تھے۔ لی یان بچہ پیدا کرنے سے گریزاں تھی اور اس دوران میں اس کے تین ابارشن ہو چکے تھے۔ وہ اڈاپشن کے حق میں تھی لیکن ڈیلیوری کے مراحل سے گزرتے ہوئے اس کی جان جاتی تھی۔ خیر ڈیلیوری بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ آج کل آپریشن کا زمانہ ہے۔ لی یان کی پریشانی کئی ماہ پر مشتمل وہ عرصہ تھا جس کے بعد ڈیلیوری کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس عرصے کے نشیب و فراز تو بہرحال اسی کو جھیلنا تھے اور وہ اسی سے خوف زدہ تھی۔ میں اس کے مسئلے کو بڑی حد تک سمجھ گیا تھا اور اس کے ''سائیکوانالسس'' کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ اس کے بالعکس شون کو اپنے بچے کی شدید خواہش تھی!

''بعد میں بھی یہی بات ہوگی وجدان..... شون!'' وہ زیرلب مسکراتے ہوئے بولی۔

میں نے کہا ''تم آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔''

''کہاں جا رہے ہو؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''ذرا دیکھوں' جانوس کیا خبر لایا ہے!'' میں نے کہا ''جلدی واپس آ جاؤں گا۔''

پھر اس کا جواب سنے بغیر میں وہاں سے چلا آیا۔ جانوس اور ڈاکٹر مونگ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے لی یان کے حوالے سے میرا ذہن متضاد خیالات میں گھرا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے لی یان کے مترنم اور زندگی سے معمور قہقہے سنے تھے اور ڈاکٹر مونگ کا احساس بتاتا تھا' اسے کوئی بہت بڑا صدمہ ملنے والا ہے۔ میں اپنے مشاہدے اور ڈاکٹر مونگ کے تجربے کو جھٹلانے کی پوزیشن میں نہیں تھا شاید اسی لیے میرا ذہن الجھا ہوا تھا۔ پتا نہیں' وہ کون سے دکھ سے ہمکنار ہونے والی تھی؟

میں ڈاکٹر مونگ اور جانوس کے ساتھ جا بیٹھا۔ انہوں نے میری آمد کو ''محسوس'' نہیں کیا اور اپنی گفتگو کو جاری رکھا۔ جانوس اس وقت مونگ کو صبح والے واقعے کی تفصیلی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ اس کے مطابق' سرخ جیپ جس میں تین مسلح افراد نے آج صبح ہمارا تعاقب کیا' وہ چوری کی ثابت ہوئی تھی۔ ہم نے مسلح حملہ آوروں کی وہ درگت بنائی تھی کہ ان میں سے دو موقع پاتے ہی وہاں سے فرار ہوگئے۔ تیسرا تو اضع کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوگیا تھا۔ اس بے ہوش شخص کو جانوس نے پولیس کے حوالے کر کے تحقیق کرائی تو کوئی اہم بات معلوم نہ ہوسکی۔ وہ ایک تھرڈ ریٹ غنڈ اتھا جو معاوضہ لے کر قتل و غارت گری جیسے کام بشوق کرتا تھا۔ کسی نامعلوم شخص نے بھاری معاوضے کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس شخص نے سارا الزام ان دو بھگوڑوں پر ڈال دیا جو موقع سے راہِ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ بہرحال' وہ شخص ابھی پولیس کی تحویل میں تھا اور اس پر مزید تفتیش جاری تھی۔

ڈاکٹر مونگ نے پوری بات سننے کے بعد گمبھیر لہجے میں کہا ''مجھے تو ان دونوں واقعات میں ایک خاص ربط نظر آ رہا ہے کہ حملہ آوروں کا تعلق بلاواسطہ یا بالواسطہ ہمارے دشمنوں سے ہے۔''

مونگ کا یہ جملہ احتیاط کا دامن تھامے ہوئے تھا۔ میں سمجھ گیا' اس کا اشارہ موشے ہائمن اینڈ کمپنی کی جانب تھا۔ نہیں' جانوس نے اس سے کیا مطلب اخذ کیا تھا۔ میں یہ بھی

نہیں جانتا تھا' ڈاکٹر نے اس معاملے میں جانوس کو کس حد تک الو الو کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر کومیں نے بڑے واضح الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اس کا میزبان مجھے ایک ذرا پسند نہیں آیا۔ اسی لیے وہ گفتگو کے دوران میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا تھا۔ جس پر ہم دونوں کا بیک وقت اظہارِ رائے ضروری سمجھا جاتا۔ ڈاکٹر مونگ مجھے جانوس کے بااثر ہونے کے بارے میں تو بتا ہی چکا تھا۔ اس موقع پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ جانوس نے کھٹمنڈو میں خفیہ پراپرٹی بھی بنا رکھی ہے۔ بہت سے کاروبار جن کا مالک لوگ کسی اور شخص کو سمجھتے ہیں وہ درحقیقت جانوس کی ملکیت تھے۔ ان میں ایک مثال ''ہوٹل بیلو پیگوڈا'' کی تھی۔ کانٹی پاتھ پر واقع شان دار ہوٹل ''بیلو پیگوڈا'' کا اصل مالک جانوس ہی تھا۔

یہ سنجیدہ گفتگو جاری ہی تھی کہ انسپکٹر شیوا کا فون آ گیا۔ فون ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے ریسیور کیا۔ شیوا پولیس ہیڈ کوارٹرز سے بات کر رہا تھا۔ ڈاکٹر بڑی توجہ سے اس کی رپورٹ سننے لگا۔ اس دوران میں اس کے چہرے پر ملی جلی کیفیت نمودار ہوتی رہی۔ کبھی وہ انتہائی سنجیدہ ہو جاتا اور کبھی اس کے تاثرات سے تفکر جھلکنے لگتا۔ ریسیور رکھنے کے بعد اس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا اور ٹھوس لہجے میں بولا۔

''دو مردہ افراد کی شناخت نہیں ہو سکی۔ شدید زخمی اور بے ہوش افراد نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔ ان پر ہونے والے تشدد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عادی مجرم ہیں اور تھانا جیل وغیرہ ان کے لیے نئی بات نہیں۔ سرخ جیپ کی طرح وہ گاڑی اور ہیوی ڈیوٹی ٹرک بھی چوری شدہ ثابت ہوئے ہیں۔'' وہ چند لمحات کو سانس ہموار کرنے کے لیے رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''دونوں قاتلانہ وارداتوں میں بہت سے اشارے مشترک ملتے ہیں۔ میں تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ واقعات ایک ہی پیڑ کی دو شاخیں ہیں' بہرحال شیوا کی اسکیم مجھے پسند آئی ہے۔''

وہ ایک لمحے کے لیے دوبارہ متوقف ہوا پھر بتانے لگا ''شیوا آج کی رات ان دونوں افراد پر مختلف انداز میں ''دباؤ'' ڈال کر ان کی زبان کھلوانے کی کوشش کرے گا۔ اگر صبح تک اسے کامیابی نہ ملی تو پھر انہیں رہا کر دیا جائے گا۔''

''انہیں رہا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا ڈاکٹر مونگ!'' جانوس نے معترض لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر بولا ''یہ رہائی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوگی۔ تھانے سے انہیں رخصت کرنے سے پہلے ہی ان کی نگرانی کا مکمل بندوبست کر لیا جائے گا۔ یہ دو ہوشیار قسم کے سادہ لباس پولیس والے سائے کے مانند ان کے وجود کا حصہ بن جائیں گے۔ وہ ٹریسر ادر ٹریکر کا کام کریں گے۔ اس طرح پولیس ہیڈ کوارٹرز کو ان دو افراد سے متعلق لمحہ بہ لمحہ رپورٹ ملتی رہے گی اور یہ پتا چل جائے گا کہ ان لوگوں کا ٹھکانا کہاں ہے۔ وہ کس کے لیے کام کرتے ہیں اور اس سے رابطے کے لیے کیا ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح فساد کی جڑ تک رسائی حاصل ہو جائے گی۔''

''ایکسیلنٹ!'' ڈاکٹر مونگ خاموش ہوا تو میں نے سراہنے والے انداز میں کہا ''شیوا ایک ذہین پولیس انسپکٹر ہے۔''

جانوس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا ''اس نوعیت کا کوئی حربہ اس شخص کے ساتھ آزمانے کی ضرورت نہیں جسے میں نے پولیس کے حوالے کیا ہے۔ اس پر تو سیدھا سیدھا قتل کا مقدمہ چلے گا۔ اس واردات میں میرا ایک قیمتی آدمی جان ہار گیا ہے۔ میں اپنے شوفر سنگھا کی موت کو آسانی سے فراموش نہیں کر سکتا۔''

ہمارے درمیان مزید تھوڑی دیر تک اسی نوعیت کی گفتگو جاری رہی' پھر جانوس ڈاکٹر مونگ سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے مجھ سے کہا۔

''وجدان! میں اب باہر نکلنے کی تیاری کروں گا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کام میک اپ اور گیٹ اپ ہے۔ اس وقت دوپہر کے دو بجے ہیں۔ تم دونوں تو پانچ کے بعد ہی نکلو گے۔ میرا مشورہ ہے' تم بھی لی یان کی طرح تھوڑا آرام کر لو۔'' وہ ایک لمحے کے وقفے کے بعد اضافہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا ''تم لوگوں کو گاڑی کی ضرورت ہے یا ٹیکسی میں سفر کرنا پسند کرو گے؟''

''میرا خیال ہے' ٹیکسی زیادہ مناسب رہے گی۔'' میں نے جواب میں کہا ''ہم دونوں ٹورسٹ ہیں۔ کسی بھی اجنبی اور غیر ملک میں ٹورسٹ' ٹیکسی اور ہوٹل میں ایک گہرا رشتہ پایا جاتا ہے۔ ہوٹل کو ہم چھوڑ رہے ہیں' کم از کم ٹیکسی سے تو ہمارا تعلق بحال رہنا چاہیے نا۔ آخر کو ہم ٹورسٹ ہیں!''

آخری جملہ میں نے معنی خیز انداز میں ادا کیا تو ڈاکٹر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ابھی ہوٹل انا پورنا سے چیک آؤٹ نہیں کرو۔ وہاں جاؤ ضرور اور انتہائی ضروری سامان بھی اٹھا لاؤ۔ ویسے بھی اس ہوٹل میں



تمہاری تین دن کی بکنگ ہے۔ تم وہاں قیام کر دیا نہ کرو مگر بیگ کو چلنے دو۔ اس طرح ٹورسٹ' ہوٹل اور ٹیکسی کا شائبہ قائم و دائم رہے گا..... اور یہ فائدہ بھی ہر وقت تمہارے ہاتھ میں رہے گا کہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں' ان تین دنوں کے دوران میں تم وہاں خاموشی سے ''پناہ'' حاصل کر سکتے ہو۔''

''آئیڈیا عمدہ ہے ڈاکٹر۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا ''سمجھو' میں نے تمہارا مشورہ مان لیا۔''

''سیر و تفریح کے لیے تمہیں رقم کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لو۔'' ڈاکٹر مونگ نے سوالیہ انداز میں کہا۔

میں نے کہا ''ویسے تو ہم دونوں کے پاس اپنے اپنے کریڈٹ کارڈز موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ڈالرز کی صورت میں کرنسی نوٹ بھی ہیں۔''

''کھٹمنڈو میں صرف ایم۔ ایکس (امریکن ایکسپریس) اور ویزا کارڈ قبول کیے جاتے ہیں۔'' ڈاکٹر مونگ نے بتایا ''ڈالر کے مقابلے میں یہاں کا کرنسی ایکسچینج' اٹھاون روپے فی امریکی ڈالر ہے۔ اس حساب کتاب کو بھی ذہن میں رکھنا۔''

''میں کوئی پہلی مرتبہ نیپال نہیں آیا ہوں مونگ۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''یہاں کے رسم و رواج اور آداب سے مجھے گہری واقفیت حاصل ہے۔ تم فکر نہ کرو' میں کسی بھی محاذ پر مار نہیں کھاؤں گا۔''

''ویش گڈ۔'' اس نے ایک مختصر سا جملہ ادا کرنے پر اکتفا کیا۔

نیپال میں انڈیا اور پاکستان کی طرح روپیا چلتا ہے۔ تاہم ویلیو وغیرہ میں فرق ہے۔ امریکی ڈالر اور نیپالی روپے کا حساب تو ڈاکٹر مونگ نے بتا دیا۔ انڈین روپے کے مقابلے میں نیپالی روپے کی قدر و قیمت فکس ہے۔ ایک سو انڈین روپے' ایک سو اڑسٹھ نیپالی روپے کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ نیپال کے کرنسی نوٹ ایک ہزار' پانچ سو' ایک سو' پچاس' دس' پانچ' دو اور ایک روپے کی صورت میں ہیں جبکہ دو' پانچ' دس' پچیس اور پچاس پیسے کے سکے رائج ہیں۔

میں نے ڈاکٹر کی اس گفتگو میں ایک خاص بات نوٹ کی تھی۔ اسی حوالے سے میں نے پوچھ لیا ''ڈاکٹر! میں محسوس کر رہا ہوں' جب ہم شام میں یہاں سے نکلیں گے تو اس وقت تک تمہاری واپسی نہیں ہوگی۔ تم سے ملاقات کیے بغیر ہی ہمیں جانا ہوگا۔''

''ہاں' ایسا ہو سکتا ہے!'' اس نے ڈپلومیٹک جواب دیا۔

میں نے اس سلسلے میں زیادہ کریدنہیں کی اور اپنے مطلب کی بات پوچھ لی۔ اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک کانٹا سا پیوست تھا اور جانوس کی موجودگی میں ہونے والی بات چیت کے بعد تو یہ کانٹا کچھ زیادہ ہی چبھنے لگا تھا۔ میں اس چبھن کو پہلی فرصت میں دور کرنا چاہتا تھا۔

''مونگ! ساحل کی روپوشی کا راز تمہارے علاوہ اور کس کو معلوم ہے؟''

وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد اٹل لہجے میں بولا ''مجھے' اس شخص کو جس کے گھر میں ساحل کو چھپایا گیا ہے اور تمہیں۔ اس کے سوا کسی شخص کو بھنک بھی نہیں ہے۔''

میں نے ایک گہری اور اطمینان بھری سانس خارج کی۔

ساحل کے حوالے سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو اس کی لی یان کو خبر نہیں تھی۔ اس وقت وہ باتھ لے رہی تھی..... اور موجودہ بات چیت بھی اس کی غیر موجودگی ہی میں ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر مونگ نے ایک مرتبہ پھر رخصت طلب نظر سے مجھے دیکھا تو میں اٹھ کر لی یان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

لگ بھگ پانچ بجے شام ہم تیار ہو کر بنگلے سے نکل آئے۔ چندر نے بڑے احترام سے ہمیں رخصت کیا۔ دیگر سادہ لباس پولیس گارڈز بھی مستعدی سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ میری توقع کے عین مطابق' ڈاکٹر مونگ ابھی تک اپنے مشن سے واپس نہیں لوٹا تھا۔

رتنا پارک' کانٹی پاتھ اور دربار پاتھ کے وسط میں واقع ہے۔ ہم اپنی اسٹریٹ سے نکلے اور پارک کی چوحدی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دربار پاتھ کی طرف آ گئے۔ موسم خوشگوار ہو رہا تھا اس خوشگواریت میں اچھی خاصی ٹھنڈک رچی بسی تھی۔ وہ جنوری کی آخری تاریخیں تھیں۔ نومبر سے فروری کے دوران میں نیپال شدید سردی کی لپیٹ میں رہتا ہے' خصوصاً دسمبر اور جنوری یہاں موسم سرما کی پیک تصور کی جاتی ہے۔ ان دنوں درجہ حرارت منفی چھ سے منفی پندرہ ڈگری سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹھنڈی ٹھار ہوائیں بھی قفلی جمانے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہم نے مناسب گرم لباس پہن رکھا تھا۔

دربار پاتھ پر واقع بس اسٹاپ سے ہمیں ٹیکسی مل گئی۔ دن کے اوقات میں کھٹمنڈو کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے ٹیکسی والے چالیس سے ساٹھ روپے وصول کر لیتے ہیں جبکہ شام اور رات میں یہی رقم پچھتر سے سو روپے تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے ٹیکسی والے کو کلاک ٹاور چلنے کو کہا اور اندر بیٹھ گئے۔

کلاک ٹاور کے نزدیک ہی دربار مارگ پر ہوٹل انا پورنا واقع تھا۔ میں نے یہی سوچا تھا' ایک بیگ میں تمام انتہائی

ضروری اشیاء بھر کر لے آؤں گا' دوسرے بیگ کو عام اور غیر ضروری چیزوں کے ساتھ ہوٹل ہی میں چھوڑ دوں گا تاکہ اگر واپس کبھی اس ہوٹل میں آنے کے امکانات پیدا نہ ہو سکیں تو کسی شے کے زیاں کا احساس نہ ہو۔

ٹیکسی میں سفر کے دوران میں لی یان نے عقل مندی کا ثبوت دیا اور تازہ ترین حالات پر کوئی بات نہیں کی۔ اس کے برعکس نیپال کے موسم اور وہاں موجود قدرتی حسن پر ہم گفتگو کرتے رہے۔ ہماری گفتگو سے پہلا اور آخری تاثر یہی ابھرتا تھا کہ ہم ٹورسٹ ہیں۔ ہم جن سنگین حالات سے گزر رہے تھے ان کا تقاضا بھی یہی تھا۔

ہوٹل والی ''کارروائی'' مکمل کرنے کے بعد ہم انا پورنا ریسٹورنٹ میں آ بیٹھے۔ لی یان کافی کی طلب محسوس کر رہی تھی۔ موسم کی شدت سے نمٹنے کے لیے اس کی طلب برمحل تھی۔ ویٹر مینیو چھوڑ کر چلا گیا تو لی یان نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم کیا لو گے شون؟''

''تم کافی لے رہی ہو تو میں بھی یہی لے لوں گا۔'' میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

وہ جھٹ سے بولی ''مگر تمہیں تو چائے کافی کے استعمال سے نیند آنے لگتی ہے؟''

''ہاں۔ یہ تو ہے۔'' میں نے گول مول جواب دیا ''لیکن موسم کی ٹھنڈک کو شکست دینے کے لیے ایک کپ کافی پینے میں کوئی حرج بھی نہیں۔''

''یہ کچھ ایب نارمل سا نہیں ہے شون؟'' وہ احتیاطاً وجدان کے بجائے مجھے شون کہہ کر مخاطب کر رہی تھی۔

میں نے چونک کر پوچھا ''کیا ایب نارمل ہے' سردی کو بھگانے کے لیے کافی پینا؟''

وہ گڑبڑا گئی ''مم..... میرا مطلب ہے' عام طور پر تو یہی سننے میں آیا ہے کہ چائے کافی کے استعمال سے نیند اڑ جاتی ہے لیکن تمہارے ساتھ معاملہ بالکل الٹ ہے۔''

''معاملہ ہم دونوں کے ساتھ ہی الٹا ہے!'' میں نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میرے ساتھ کیوں..... اور کیسے؟'' وہ متذبذب لہجے میں بولی۔

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''میرا مطلب ہے' عام طور پر تو یہی سننے میں آیا ہے کہ شادی کے بعد عورت ماں بننے کی خواہش مند ہوتی ہے لیکن تمہارے ساتھ معاملہ.....''

''ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔'' وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی قطع کلامی کرتے ہوئے بولی ''ہم دونوں ہی سیدھے ہیں۔ مطلب یہ کہ..... ہمارے ساتھ کچھ بھی الٹا نہیں..... اوکے!''

میں لی یان کی اس فرار نما وضاحت پر زیرِ لب مسکرا کر رہ گیا۔ وہ میری معنی خیز مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''یہاں سے اٹھنے کے بعد میں شون کو فون کروں گی۔ اس نے رخصت کے وقت مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ کھٹمنڈو پہنچتے ہی میں اسے اپنی خیریت سے آگاہ کروں لیکن یہاں قدم رکھتے ہی جس توعیت کے واقعات سے واسطہ پڑا اس میں یہ بات میرے دھیان میں نہیں رہی۔''

میں نے اس کی خواہش پر صاد کرتے ہوئے کہا ''تم ٹھیک کہتی ہو' میں بھی وسیم کی خیر خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم شون سے بات کر چکو تو ریسیور مجھے دے دینا۔''

وہ عجیب سی نظر سے مجھے تکنے لگی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہی ہو..... بات کر چکوں' کیا مطلب! میں اس وقت شون ہی سے تو بات کر رہی ہوں؟

انسان اس کائنات کا سب سے حیرت انگیز عجوبہ ہے۔ یہ موقع محل کی مناسبت سے اس طور رنگ بدلتا ہے کہ گرگٹ کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ انسان نظریہ ضرورت کا استعمال کر کے اپنی غلط بات کو تسلیم کروانے کے لیے دوسرے کی ناجائز بات کو بڑی ڈھٹائی سے قبول کر لیتا ہے۔ لی یان ..... ذاتی بچے کے حوالے سے' سوچ میں واقع اپنی ایب نارملیٹی کو درست ثابت کرنے کے لیے میرے ذہن کے ایک مختلف ردعمل کو صحیح ماننے کے لیے فوراً تیار ہو گئی تھی۔

کافی پینے کے بعد نیو جرسی فون کرنے کی کوشش کی گئی۔ کوشش ان معنوں میں کہ ٹیلی فونک رابطہ ہو نہیں سکا۔ دو تین مرتبہ کی ٹرائی کے بعد یہ پتا چلا کہ دوسری جانب کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔ یہ ایک غیر متوقع صورت حال تھی۔ بہرحال' ہم انا پورنا ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔ ہم صبح بھی انا پورنا (ANNAPURNA) سے نکل کر سٹی اسپتال کی طرف گئے تھے لیکن اس وقت سب نارمل تھا جبکہ اب کی بار میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے اب اس ہوٹل کی طرف میرا آنا نہیں ہوگا۔ کم از کم ان تین دنوں میں تو نہیں جب تک کی بکنگ تھی۔ میں اپنے اس احساس کی کوئی توجیہہ پیش کرنے سے قاصر تھا۔

ٹیکسی کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے لی یان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''وجدان! شون نے فون کیوں نہیں اٹینڈ کیا؟''



وہ پریشانی میں مجھے وجدان کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ وہ شون کہہ کر مجھ سے شون کا ذکر نہیں کر سکتی تھی۔ جب سے ہم ایک ساتھ تھے' میں نے بعض مراحل میں اسے خاصی الجھن اور تذبذب میں پایا۔ میں اس کا شوہر نہیں تھا مگر اس کے شوہر کے روپ میں تھا۔ شون کے میک اپ میں' میں ہو بہو شون ہی نظر آتا تھا۔ میں لی یان کی متاملانہ بے بسی کو سمجھ رہا تھا۔ بعض نازک جذباتی موڑ پر وہ چکرا کر رہ جاتی تھی۔ اس کی تشویش دور کرنے کے لیے میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

''ممکن ہے' شون اس وقت گھر میں موجود نہ ہو!''

''گھر میں موجود نہ ہو۔ کیا مطلب؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی ''ہم یہاں جس تاریخ کی شام کو گزار رہے ہیں وہاں نیو جرسی میں ابھی اس تاریخ کا سورج طلوع نہیں ہوا۔''

نیو جرسی اور کھٹمنڈو کے مقامی وقت میں گیارہ گھنٹے سے زیادہ کا تفاوت ہے۔ میں نے لی یان سے کہا ''پھر تو تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ شون وہاں نیو جرسی میں اس وقت گہری نیند کے مزے لوٹ رہا ہوگا۔ تمہیں موقع محل اور وقت دیکھ کر اسے فون کرنا چاہیے تھا۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو وجدان!'' غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ معذول ہو گئی۔

میں نے کہا ''ہم ڈاکٹر مونگ کے بنگلے پر پہنچ کر نیو جرسی فون کریں گے۔ تم فکر نہ کرو' یہاں سے رخصت ہونے سے قبل شون' وسیم اور مسٹر و مونگ ہنگ کی خیریت معلوم ہو جائے گی۔''

اس نے پوری توجہ سے میری بات سنی پھر چونک کر بولی ''کیا ہم یہاں سے کہیں اور جا رہے ہیں؟''

ہائی وے والی بستی کی جانب جانے کا پروگرام لی یان کی غیر موجودی میں ترتیب پایا تھا چنانچہ وہ میرے اور ڈاکٹر مونگ کے درمیان ہونے والی گفتگو سے آگاہ نہیں تھی۔ میں نے مختصر الفاظ میں اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں' آج رات نو بجے ہم ڈاکٹر مونگ کے ساتھ اس شہر سے نکل جائیں گے۔''

''اوہ!'' وہ جوشیلے انداز میں بولی ''اس کا مطلب ہے' تمہاری ساتھی کا سراغ مل گیا۔''

''ہاں' ایک سرا ہاتھ تو آیا ہے۔'' میں نے مبہم انداز میں کہا۔

لی یان نیو جرسی سے میری بیوی بن کر یہاں کھٹمنڈو تک پہنچی تھی۔ وہ رنگ ہنگ کے لیے کئی کارنامے انجام دے چکی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' وہ قابل بھروسا ہے۔ رنگ ہنگ نے اسے یہاں کے مشن کے بارے میں تفصیلاً بتایا تھا۔ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ اور ساحل والا معاملہ اس سے پوشیدہ نہیں رکھا گیا تھا لہٰذا میرا محتاط اور مبہم انداز دیکھتے ہوئے وہ شاکی لہجے میں بولی۔

''وجدان! میں محسوس کر رہی ہوں' تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ خاص طور پر اپنی ساتھی کے حوالے سے؟''

''ایسی بات نہیں لی یان!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''فی الحال ڈاکٹر مونگ نے مجھے بھی زیادہ تفصیل نہیں بتائی۔ بس اتنا پتا چلا ہے کہ میری ساتھی ساحل کو کھٹمنڈو سے ایک گھنٹے کی مسافت پر' ہائی وے پر واقع ایک بستی میں رکھا گیا ہے۔ ہم یہاں سے اس بستی تک جائیں گے پھر کچھ دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد آگے بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کی طرف بڑھ جائیں گے۔ آج آدھی رات کے بعد عبادت گاہ میں ایک خون ریز معرکہ ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر کے مطابق' ربی موشے ہائمن کی ٹیم عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ بیش بہا خزانے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اور ہمیں.....'' میں نے تھوڑا توقف کر کے سانس ہموار کی پھر بات پوری کرتے ہوئے لی یان کو بتایا۔

''ہمیں..... اپنے دشمنوں کی اس کوشش کو ناکام بنانا ہوگا۔ ڈاکٹر مونگ' ربی کے محکوموں کے عزائم جاننے ہی گیا ہے۔ وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ لوگ کس انداز میں کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

میری وضاحت نے لی یان کو قدرے مطمئن کر دیا مگر میرے اندر ایک نامعلوم سی بے چینی نے گھر کر لیا۔ یہ بے چینی لی یان سے متعلق تھی۔ میں نہیں جانتا' کیا ہونے والا تھا لیکن ڈاکٹر مونگ نے' لی یان کو کوئی بڑا صدمہ ملنے والی جو بات کی تھی اس نے میرے ذہن کو الجھا کر رکھ دیا تھا اور ان لمحات میں یہ الجھن کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔

ہم ٹیکسی میں آ بیٹھے۔ ٹیکسی نے ہمیں دربار اسکوائر میں گھمایا پھر سنگھا دربار سیکریٹریٹ بلڈنگ کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ رام شاہ پاتھ پر آ گئی۔ کچھ دیر بعد ہم دربار پاتھ پر آ گئے اور پھر رتنا پارک پہنچ گئے۔ ٹیکسی پارک کے پہلو سے گزرنے لگی تو میں نے ایک فوری خیال کے تحت ڈرائیور سے ٹیکسی روکنے کو کہا ''ایک منٹ بھائی۔ پارک کے مین گیٹ پر اتارو۔''

لی یان نے مجھ سے پوچھا ''کیا سیدھا بنگلے کی طرف جانے کا ارادہ نہیں۔''

میں نے کرایہ دے کر ٹیکسی والے کو فارغ کیا اور پارک کے گیٹ کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے لی یان سے کہا ''میں

تھوڑی دیر اس پارک میں گزارنا چاہتا ہوں' پھر یہاں سے ٹہلتے ہوئے گھر کی طرف نکل جائیں گے۔ اس پارک سے میری بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔''

وہ مزید کوئی سوال کیے بغیر میرے ساتھ قدم اٹھانے لگی۔

رتنا پارک بہت ہی فرحت بخش جگہ ہے۔ کھٹمنڈو میں قیام کے دوران میں' میں روزانہ صبح یہاں آیا کرتا تھا۔ ہلکی پھلکی ایکسر سائز بھی ہو جاتی اور کچھ جوگنگ بھی۔ میں شب و روز جس قسم کے ہنگامی حالات سے نبرد آزما رہتا تھا ان کے لیے جسمانی طور پر چاق و چوبند اور فٹ رہنا ضروری تھا۔

اس پارک میں عموماً رات دس بجے تک خوب رونق رہتی تھی لیکن موسم کی شدت کے باعث آج کل لوگ جلدی وہاں سے رخصت ہو جاتے۔ پورے پارک میں' مناسب فاصلے سے کھمبوں پر گارڈن لائٹس روشن تھیں جو پارک کی خوب صورتی میں اضافے کا باعث تھیں۔ اس وقت میرے ذہن میں نیلگری کا خیال رچا بسا تھا۔ اس پُراسرار ہستی سے میری پہلی ملاقات اسی پارک میں ہوئی تھی۔ لی یان خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتی چلی آئی۔ میں بے اختیار پارک کے اس حصے کی جانب جا رہا تھا جہاں مجھے نیلگری کا ٹوٹا ہوا مجسمہ پڑا ملا تھا۔

ہم آگے پیچھے چلتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے۔ اس طرف درختوں کی بہتات تھی اور یہ جگہ عام پختہ روشوں سے ذرا ہٹ کر تھی۔ اس سے تھوڑا آگے پارک کا حفاظتی جنگلا تھا۔ میں کچھ دیر تک بے سبب یونہی ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ اسی جگہ کرسٹل کے ٹوٹے ہوئے مجسمے سے مجھے ٹھوکر لگی تھی اور میں اس حسین ترین مجسمے کو اپنی گاڑی میں رکھ کر گھر لے آیا تھا..... پھر وہ زندہ ہو گئی تھی۔

اس وقت پارک کے ماحول میں.... نیلگری کے وجود کی مخصوص مہک رچی بسی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپی کھڑی ہو اور مجھے حیرت زدہ کرنے کے لیے اچانک درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ جائے گی۔ نیلگری نے میری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے غائب رہنے کے بعد وہ دوبارہ مجھے اپنے وجود کا احساس دلانے لگی تھی مگر قدرے مختلف انداز میں اور اس کا یہ نیا انداز میرے لیے تشویش کا باعث تھا۔ پتا نہیں' اب وہ مجھ سے کیا چاہتی تھی۔

نیلگری تو کسی درخت کی اوٹ سے برآمد نہیں ہوئی۔ تاہم لی یان نے [illegible] بے معنی حرکات سے بور ہوتے ہوئے کہا ''وجدان! تم مجھے پارک کے اس نیم تاریک حصے میں کیوں لے آئے ہو؟ میں محسوس کر رہی ہوں جیسے تمہیں کسی خاص شے کی تلاش ہو۔''

''ہاں' وہ بہت ہی خاص تھی۔'' میں نے بے خیالی میں کہہ دیا۔

''وہ کون؟'' لی یان کی چونکی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

میں سنبھل گیا اور بات بناتے ہوئے کہا ''میں اپنی ایک دوست کے ساتھ یہاں ایکسر سائز کرنے آیا کرتا تھا۔ بس اس کی یاد آ گئی۔''

''اوہ!'' لی یان نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا اور بولی ''چلو کوئی بات نہیں۔ تمہاری دوست کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ہم بھی تھوڑی ایکسر سائز کر لیتے ہیں۔ موسم کا تقاضا بھی نبھ جائے گا اور کچھ ہاتھ پاؤں بھی کھل جائیں گے مگر پارک کے کسی روشن حصے کی طرف چلو۔''

مجھے شرارت سوجھی اور میں نے بے ساختہ کہہ دیا ''کیا یہاں نیم تاریکی میں تمہیں مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟''

''اگر میں تم سے ڈر رہی ہوتی تو نیو جرسی سے کھٹمنڈو تک نہ آتی۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ''تم تو مجھے کہیں سے بھی خطرناک نہیں لگے۔'' پھر وہ بڑے دلآویز انداز میں ہنس دی۔

اس نے آخری جملہ بہت معنی خیز انداز میں ادا کیا تو مجھے اپنے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس دوران میں وہ بدستور میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ میں اس کے انداز کی سنگینی کو بھانپ گیا اور سنبھلتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے' ہم جوگنگ ٹریک کی طرف چلتے ہیں۔ ادھر میں نے گھاس کے ایک قطعے پر چند افراد کو ورزش کرتے ہوئے دیکھا تھا۔''

اس نے کوئی اعتراض کیا اور نہ ہی کسی قسم کی بحث چھیڑی۔ ہم نیم تاریک حصے سے نکل کر مذکورہ مقام کی طرف چل پڑے۔ تھوڑا آگے آنے کے بعد لی یان نے کہا ''وجدان تنہائی میں' میں تمہیں وجدان کہوں تو تم اعتراض تو نہیں کرو گے؟''

''اس وقت تم کیا کر رہی ہو' مجھے وجدان کہہ کر ہی تو پکار رہی ہو۔'' میں نے معتدل لہجے میں کہا ''میں نے کون سا اعتراض کیا ہے۔ وہ تو میں نے احتیاط کے پیش نظر کہہ دیا تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ بہرحال' بعض معاملوں پر بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔''

میں پارک کے نیم تاریک گوشے سے نکل کر قدرے روشن حصے میں پہنچا تو محسوس ہوا جیسے نیلگری کی وہ مخصوص خوشبو بھی میرا تعاقب کرتے ہوئے ادھر آ گئی ہو۔ دراصل پارک میں داخل ہونے کے بعد سے میں مسلسل نیلگری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں اب یہ میری سوچ کا نتیجہ تھا یا واقعی وہ ہستی میرے ساتھ تھی۔ اگر چہ مجھے امید تو نہیں تھی کہ وہ میری پکار پر لبیک کہے گی۔ تاہم پھر بھی میں نے اپنی نسلی کی خاطر اسے زیرلب پکارا ''نیلگری.....!''

جواب میں خاموشی رہی۔ اس نے میری پکار پر لبیک نہیں کہا تاہم اس کے حیرت انگیز وجود کی سحر کار خوشبو مسلسل میری سانسوں میں بسیرا کیے رہی۔ میں اس خوشبو کو کئی مرتبہ سانس کے راستے اپنے خون میں جذب کر چکا تھا اور کے ڈی اے اسکیم ون کے ایک بنگلے میں تو میں نے نیلگری کے سحر انگیز وجود کی کرشمہ کاری بھی دیکھ لی تھی۔ وہ رات میری زندگی کی ایک تاریخ ساز اور ان مٹ رات تھی۔ اس ناقابلِ فراموش رات میں پربتوں کی ملکہ نے مجھے لذتِ حیات سے روشناس کرایا تھا۔

ہم نے لگ بھگ آدھا گھنٹا ایکسر سائز کی پھر ایک سنگی بینچ پر بیٹھ گئے۔ میں نے لی یان سے کہا ''میں آنکھیں بند کر کے تھوڑا آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟''

''مجھے کیوں اعتراض ہوگا.....!'' وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی ''تمہاری آنکھیں ہیں' آرام کرنے کے لیے انہیں بند کر دیا کھلا رہنے دو' تمہاری مرضی ہے۔''

لی یان اس وقت ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کے موڈ میں نظر آتی تھی۔ میں نے بھی جواباً شوخی سے پوچھ لیا ''اچھا' اگر میں آرام کرنے کے لیے تمہاری آنکھیں استعمال کروں گا تو تمہیں تب اعتراض ہوگا؟''

''تب بھی نہیں ہوگا۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

میں نے گہری نظر سے اسے دیکھا اور سنگی بینچ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں (اپنی) بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی انسان اپنے اندر بند ہو جاتا ہے۔ میں بھی خود میں بند ہو کر خود کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ میرے وجود کا اٹوٹ انگ مجھ سے جدا ہو گیا تھا۔ میں نے تھرڈ آئی کے سامنے ساحل کے سراپا کو اجاگر کیا اور رخشِ تصور کو اس کی جانب دوڑا دیا۔

نتیجہ حسبِ سابق برآمد ہوا۔ میں اپنے وجود کے ''اٹوٹ انگ'' تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک نامعلوم' ایک بے نام سی سفاک دیوار ہمارے بیچ حائل رہی۔ ڈاکٹر مونگ کو صد فیصد یقین تھا کہ اس نے جس لڑکی کو ہائی وے والی بستی میں پہنچایا ہے' وہ میری ساحل ہی ہے۔ مجھے ڈاکٹر مونگ کی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا لیکن دل کی اپنی مچلن تھی' یہ سینے کے پنجرے کو توڑ کر کھلی فضاؤں میں پرواز کرنا چاہتا تھا اور ایک لمبی اڑان بھر کر اپنی منزل..... میری ساحل تک پہنچنا چاہتا تھا مگر پتا نہیں' کس سبب یہ ''پرندہ'' پر پھڑ پھڑا کر رہ جاتا' منزل کا سراغ پانے سے پہلے ہی یہ بے دم سا ہو کر زمین سے آ لگتا۔ ربی موشے ہائمن کی شاطرانہ چال نے میری زندگی کی بساط کو تلپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ ساحل کو مجھ سے دور کرنے میں اسی کا ہاتھ تھا۔

ربی کے تصور نے میری سوچ کو زہریلا کر دیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کوشش میں ناکامی اور موشے ہائمن کے بارے میں سوچنے کی تلخی میرے چہرے سے ہویدا تھی۔ یہ تاثرات لی یان نے نوٹ کر لیے' گہری تشویش سے بولی۔

''کیا بات ہے وجدان! تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''کوئی بات نہیں۔'' میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی؟''

''میں ٹھیک ہوں' تم فکر نہ کرو۔''

''چلو' گھر چلتے ہیں۔'' وہ مشورہ دینے والے انداز میں بولی۔

''چلتے ہیں' ایک منٹ.....'' میں نے یہ کہتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

اس بار میں نے تیسری آنکھ کے توسط سے نیلگری کو ٹریس آؤٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کوشش میں بھی مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جھنجلا کر میں آنکھیں کھولنے ہی والا تھا کہ ایک مانوس آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''تم یہاں بیٹھے تصور کی کرتب بازیاں دکھاتے رہو اور وہاں.....!''

جملہ ادھورا چھوڑ کر آواز معدوم ہو گئی۔ اس بات میں ایک فیصد بھی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ آواز نیلگری کی تھی۔ وہ یہیں کہیں میرے آس پاس موجود تھی مگر مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی مخصوص آواز سنتے ہی میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تو لی یان بھی بوکھلا گئی۔

''کیا ہوا وجدان؟'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

''کچھ نہیں۔'' میں نے نیلگری کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

''کچھ تو ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے



بولی ''میں محسوس کر رہی ہوں' تمہیں کسی خاص چیز کی تلاش ہے۔ کس کی.....؟ یہ تم ہی بتا سکتے ہو۔''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے سرسری انداز میں کہا ''گھر چلتے ہیں'' پھر میں بینچ پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''وجدان! تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔'' لی یان نے ناراضی کے لہجے میں کہا ''اگر دانستہ یا کسی مصلحت کی بنا پر نہیں بتانا چاہتے تو دوسری بات ہے۔''

میں نے اس کی تشفی کی خاطر کہہ دیا ''بعد میں بتا دوں گا۔ اس وقت میرا ذہن بہت الجھا ہوا ہے۔''

''میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

''فی الحال میرے لیے کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔'' میں نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

پھر لی یان نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا اور ہم پارک سے باہر نکل آئے۔

اس وقت میرے دماغ میں صرف ایک ہی جملہ..... ادھورا جملہ گردش کر رہا تھا ''تم یہاں بیٹھے تصور کی کرتب بازیاں دکھاتے رہو اور وہاں.....''

یہ آواز ایک سو ایک فیصد نیلگری کی تھی۔ اس نے مجھے کوئی نہایت ہی اہم اشارہ دیا تھا۔ وہ مجھے کسی بات سے باخبر کرنا چاہتی تھی' مجھے کچھ بتانا چاہتی تھی' میری کسی کوتاہی' کسی غلطی کی نشان دہی کرنا چاہتی تھی۔ میں جیسے جیسے سوچ رہا تھا' پراسرار الجھن الجھتا جا رہا تھا۔

پھر میرا دھیان آپوں آپ ساحل کی طرف چلا گیا۔ میری زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اسی ہستی کو حاصل تھی۔ شاید نیلگری مجھے ساحل کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی تھی۔ ایک وہی تھی جو مجھ سے دور تھی اور اس پر کسی بھی وقت، کوئی بھی مصیبت نازل ہو سکتی تھی۔

میں انہی تشویش ناک اور سنگین خیالات سے لڑتے آئے ڈاکٹر مونگ والے بنگلے پر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر مونگ بنگلے میں موجود تھا۔ ہماری طرف دیکھتے ہوئے اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''تم لوگ خیریت سے آ گئے۔ کوئی اپ سیٹ تو نہیں ہوا؟''

''سب ٹھیک ہے ڈاکٹر۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

لی یان سامان والے بیگ کے ساتھ دوسرے کمرے میں آئی تو مونگ نے گمبھیر لہجے میں استفسار کیا ''وجدان! اگر کوئی اپ سیٹ نہیں تو پھر تم کیوں اپ سیٹ نظر آ رہے ہو؟''

میں نے ایک لمحے کے تامل کے بعد اسے اپنی کیفیت سے آگاہ کر دیا۔ ڈاکٹر مونگ دوستی کے بعد میرے بہت قریب ہو گیا تھا۔ الاسکا میں' اس کے مارشل آرٹس سینٹر میں ہمارے درمیان مختلف موضوعات پر بڑی بے تکلف گفتگو ہوئی تھی۔ وہ میری ''چی'' اور تھرڈ آئی والی صلاحیت سے بھی آگاہ تھا بلکہ تھرڈ آئی کے سلسلے میں تو وہ مجھ پر رشک کر رہا تھا۔ اس نے بھی اس شعبے میں کافی محنت کی تھی لیکن میری طرح اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی' البتہ وہ ''چی'' کی قوت سے دیگر بہت سے کام لیتا رہتا تھا۔ فلائنگ فائٹ بھی ''چی'' ہی کے طفیل تھی۔ وہ بھی میری طرح شاؤلن ٹیمپل ہی سے تربیت یافتہ تھا مگر یہ بہت عرصہ پہلے کی بات تھی۔

میری بات اور نیلگری کے حوالے سے تشویش کو اس نے پوری توجہ سے سنا اور کہنے لگا ''تم اس سلسلے میں پریشان نہ ہو۔ ہمارے پروگرام میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ہم ہلکا سا کھانا کھائیں گے اور پھر ہائی وے والی بستی کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔ وہاں جا کر ہی پتا چلے گا' کیا صورتِ حال ہے۔''

ڈاکٹر کی تسلی سے میری تشویش میں قدرے کمی تو ہوئی لیکن دل کی بے کلی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا ''کیا یہاں سے کسی طرح اس بستی میں رابطہ نہیں کیا جا سکتا؟''

''اس گھر میں فون کی سہولت موجود نہیں جہاں ساحل کو رکھا گیا ہے۔'' ڈاکٹر نے پُرخیال انداز میں جواب دیا ''وہ بہت چھوٹی سی بستی ہے جس کے اکثر گھر ضروریاتِ زندگی سے عاری ہیں۔ اگر وہاں کوئی گڑبڑ ہوتی تو شاکا ضرور مجھے اس کی اطلاع دیتا۔''

''کون شاکا؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

اس نے بتایا ''شاکا اس قابلِ اعتماد شخص کا نام ہے جس کے گھر میں' میں نے تمہاری ساتھی ساحل کو چھپا رکھا ہے۔ ساحل وہاں شاکا کی بیٹی بندیا کے بھیس میں رہ رہی ہے۔ بندیا اور ساحل کے قد کاٹھ میں نمایاں فرق نہیں اس لیے مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ شاکا اپنی بیوی بھان متی اور بیٹی بندیا کے ساتھ اس بستی میں رہتا ہے..... اور وہ اتنا عام سا آدمی ہے کہ بھولے سے بھی کسی کا اس کی طرف دھیان نہیں جا سکتا۔''

''اور اصل بندیا کہاں ہے؟'' میں نے پوچھ لیا۔

''وہ بھی اسی گھر میں ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے جواب دیا

مگر وہ بالکل روپوش ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی ''بندیا'' منظرعام پر رہ سکتی ہے۔'' وہ ایک لمحے کے لیے متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''جیسا کہ ایک وقت میں ایک شون منظرعام پر ہے!''

شون کے ذکر پر میں چونک اٹھا ''اس طرف کی کوئی خیر خبر ہے ڈاکٹر مونگ؟'' میں نے اس سے استفسار کیا اور یہ بھی بتادیا کہ ہم نے دربار مارگ سے نیوجرسی فون کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس کی گمبھیرتا میں اضافہ ہوگیا۔ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''وہاں کے معاملات خاصے گڑبڑ ہیں۔ ہنگامی حالات میں شون کو تمہارے زخمی ساتھی کے ہمراہ کسی دوسری جگہ شفٹ ہونا پڑا ہے۔ اسی لیے وہاں کسی نے تمہارا فون اٹینڈ نہیں کیا۔ میری ہنگ سے بات ہوچکی ہے۔ اس نے بتایا ہے' الف بی آئی والے بڑی سرگرمی سے تمہیں اور تمہارے زخمی ساتھی کو تلاش کررہے ہیں۔ ان کی توجہ کا مرکز اس وقت امریکا کی دو ریاستیں بنی ہوئی ہیں' یعنی نیویارک اور نیوجرسی۔ دونوں ریاستوں کے تمام ائرپورٹس پر تمہارے حوالے سے ایمرجنسی نافذ ہے۔ ہنگ نے کسی نہ کسی طور خود کو بچارکھا ہے لیکن مجھے لگتا ہے' تمہارے ساتھی کی تلاش میں بے چارہ شون رگڑا جائے گا۔ اسے کسی بھی صورت الف بی آئی والوں کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہیے' بہرحال ہنگ اس کو بچانے کی پوری کوشش میں ہے۔''

میں نے کہا ''اصلی شون کو روپوش ہی رہنا چاہیے کیونکہ وہ دونوں ''میاں بیوی'' تو اس وقت نیوجرسی سے ہزاروں میل دور گھٹنڈو کی سیاحت پر نکلے ہوئے ہیں۔''

''ہوں!'' ڈاکٹر مونگ نے گمبھیر انداز میں مجھے دیکھا اور خاموش ہوگیا۔

میں نے پوچھا ''کیا نیوجرسی والی تازہ ترین صورتِ حال سے لی یان کو آگاہ کردینا چاہیے؟''

''تمہاری مرضی ہے۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا ''میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔''

میں اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ نے کہا ''ہم ٹھیک آٹھ بجے کھانے کی میز پر ہوں گے۔ اس وقت ساڑھے سات بجنے والے ہیں۔ ہمیں خلافِ معمول کافی جلدی ہلکا پھلکا ڈنر کرنا ہوگا۔ ٹھیک نو بجے ہماری روانگی ہے۔ تمہارے پاس آدھا گھنٹا ہے۔ نہا دھو کر فریش ہوجاؤ تو اچھا ہے۔ پتا نہیں' آگے کون سے حالات ہمارا انتظار کررہے ہیں۔ کہیں منہ دھونے کی فرصت بھی ملے گی یا نہیں۔''

میں نے ایک فوری خیال کے تحت کہا ''ڈاکٹر مونگ میں اپنے اصلی روپ میں آنا چاہتا ہوں۔''

وہ چند لمحات تک سوچتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر پوچھا ''اس کی کوئی خاص وجہ؟''

''ہاں' بہت ہی خاص الخاص وجہ ہے۔'' میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''امریکا کے تازہ ترین حالات نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کررہے ہیں۔ الف بی آئی والے شیطان سے کم نہیں ہیں۔ اگر وہ ہاتھ دھو کر اور پاؤں لٹھ میرے زخمی ساتھی دیسم کے پیچھے پڑ گئے ہیں تو وہ بہت جلد جاننے میں کامیاب ہوجائیں گے کہ شون نے اسے پناہ رکھی ہے۔ جب شون ان کی گرفت میں آئے گا تو میرے کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اگر شون ان کے ہتھے نہیں چڑھتا تو بھی وہ شون اور لی یان کے بارے میں معلومات ضرور حاصل کریں گے اور جب انہیں پتا چلے گا' وہ دونوں میاں بیوی نیپال گئے ہوئے ہیں تو وہ لامحالہ شکی انداز میں سوچنے لگیں گے۔''

میں تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا' پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''الف بی آئی' سی آئی اے' این ڈی ڈی..... حتیٰ کہ امریکی صدر تک اس وقت ربی موشے ہاکم سے جڑے ہوئے ہیں' پل پل کی خبریں ربی تک پہنچائی جارہی ہیں اور وہ بھی انہیں نت نئے احکام صادر کررہا ہے۔ ربی کے لیے بدھ نیل کنڈ والا مشن بہت اہم ہے۔ جب ربی کو پتا چلے گا کہ شون اپنی بیوی کے ساتھ گھٹنڈو گیا ہے تو وہ کھٹک جائے گا۔ اور کچھ ہو یا نہ ہو' گھٹنڈو میں شون اور لی یان کی نگرانی شروع ہوجائے گی۔ پہلے تو دو مرتبہ ہم پر قاتلانہ حملہ اس لیے ہوا کہ ہم تمہارے لوگوں کے ساتھ تھے۔ اب وہ لوگ ربی کے حکم پر ہمیں براہِ راست بھی نشانہ بنا سکتے ہیں..... کچھ نہیں تو وہ ہمیں قابو کرکے ہماری زبان کھلوانے کی کوشش ضرور کریں گے کہ ہمیں یوں اچانک بیٹھے بٹھائے گھٹنڈو دیکھنے کا شوق کیوں چرایا اس لیے اب ہمیں شون اور لی یان کی نظر میں آنا چاہیے۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں اس میک اپ وغیرہ سے تنگ آگیا ہوں۔ میں وجدان کی اصلی صورت کے ساتھ ہی آگے بڑھوں گا جو میرے سامنے کتنے ہی خطرات کیوں نہ منہ کھولے کھڑے ہوں' البتہ لی یان کے چہرے پر تھوڑی پینگ کرنا ہوگی تھوڑا ہیئر اسٹائل میں تبدیلی بھی ضروری ہے تاکہ پہلی



ہی وہ لی یان دکھائی نہ دے' اس پر دوسری نظر پڑنے سے پہلے کوئی بندوبست کرلیا جائے گا۔''

''اوکے!'' ڈاکٹر مونگ نے مدبرانہ انداز میں کہا ''تمہاری تجویز معقول ہے۔ اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ویسے میں بھی یہی محسوس کررہا ہوں' تمہارے ''فرار'' کا راز اب زیادہ دیر تک راز نہیں رہے گا۔ الف بی آئی والوں نے اگر نیوجرسی میں' اوشین ایونیو اور لنکن پارک کا رخ کرلیا ہے تو شون کے لیے واقعی بہت بڑی مصیبت کھڑی ہوجائے گی۔ یہ لوگ بال کی کھال اور کھال کے بال نکالنا جانتے ہیں۔''

نیوجرسی کے علاقے ''جرسی سٹی'' میں اوشین ایونیو پر شون کا فوٹو اسٹوڈیو واقع تھا جبکہ وہ لی یان کے ساتھ لنکن پارک کی ایک اپارٹمنٹس بلڈنگ میں رہتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر مونگ کی توجہ ایک اور نہایت ہی اہم نکتے کی طرف مبذول کرائی۔

''فوٹو اسٹوڈیو پر کام کرنے والے ملازمین کو یہ بتایا گیا ہے کہ شون اور لی یان دو تین دن کے لیے کیلیفورنیا جارہے ہیں۔ اس مدت میں سے لگ بھگ دو دن تو نکل گئے۔ اگر مزید ایک دن تک شون روپوش رہتا ہے تو چل جائے گا البتہ اگر الف بی آئی والوں نے ملازمین سے پوچھ گچھ کی تو معاملہ وقت سے پہلے ہی بگڑ جائے گا اور..... وہ لوگ چھوڑیں گے نہیں۔ مجھے اور دیسم کو پانے کے لیے وہ ہنگ اور اس سے وابستہ ہر شخص کو ''چیک'' کریں گے۔ مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ ہنگ ابھی تک کیسے بچا ہوا ہے۔''

''لگتا ہے' لارڈ بدھا اس پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے!'' ڈاکٹر مونگ نے سرسراتے ہوئے لہجے میں ایک جملہ بول کر بات ہی ختم کردی۔

ڈاکٹر نے مجھے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ میں اس سے رخصت لے کر لی یان والے کمرے میں آگیا۔ مختصر الفاظ میں' میں نے اسے نیوجرسی کے تازہ ترین حالات سے آگاہ کیا پھر فریش اپ ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

ایک بات نے مجھے چونکا دیا۔ شون کو پیش آمدہ حالات کے بارے میں جان کر لی یان کو جس قدر فکرمند ہونا چاہیے تھا' وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ پتا نہیں' وہ اندر سے بھی اتنی پُرسکون تھی کہ نہیں' جتنی باہر سے دکھائی دیتی تھی!

☆☆☆

لنچ کی طرح ڈنر پر بھی ہم تینوں ایک ساتھ تھے۔ کھانے پینے کی بہت سی اشیا ڈاکٹر مونگ واپسی میں ساتھ لیتا آیا تھا' چند ایک چیزیں چندر سے منگوالی گئیں۔ وہ اپنا اور دونوں سادہ لباس پولیس والوں کا کھانا لینے گیا تھا۔ پولیس کے وہ جوان اس دوران میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوئے تھے۔ ہم چونکہ اپنی مجبوری کے باعث قبل از وقت کھانا کھا رہے تھے لہٰذا چندر اور دیگر پولیس والوں کو ہمارے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد کھانا کھانا تھا۔

کھانے کے دوران میں ہمارے درمیان رات والے مشن پر ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی۔ انہی باتوں میں ڈاکٹر مونگ نے یہ انکشاف کیا ''وجدان! تمہاری طرح میں بھی اپنے اصلی رنگ وروپ میں بستی کی طرف روانہ ہورہا ہوں۔''

''ویری گڈ!'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا ''انتہائی مجبوری کی بات دوسری ہے ورنہ ہمیں میک اپ کے بغیر ہی رہنا چاہیے۔ جب ہم میک اپ کے ذریعے حلیے تبدیل کرکے سوسائٹی میں مود کرتے ہیں تو کیا ہم پر دشمنوں کی طرف سے آفات نازل نہیں ہوتیں!'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''جب ہر صورت میں دشمنوں سے نبرد آزمائی ہی ٹھہری تو ہم کیوں خود سے بیگانہ ہوکر زندگی گزاریں۔ مجھے جب سے میک اپ کے تجربات ہورہے ہیں' میں یہ محسوس کرنے لگا ہوں جیسے میرے اندر کوئی اور وجدان ہو اور باہر کوئی اور۔ میں بیک وقت دو شخصیات کے ساتھ روز وشب بتا رہا ہوں۔''

ڈاکٹر مونگ نے کہا ''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن بعض حساس معاملات میں حلیے کی تبدیلی ضروری ہوجاتی ہے' جیسے امریکا سے نکلنے کے لیے تمہارا شون بننا وقت کا تقاضا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں رہ گیا تھا۔''

لی یان کو میں اس کے حلیے کی تبدیلی کے بارے میں بتا چکا تھا۔ اس نے ہماری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''کیا اس مشن میں' میں بھی اپنی اصلی صورت کے ساتھ حصہ لوں گی؟''

''تمہارے لیے فی الحال تھوڑی احتیاط ضروری ہے۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''ویسے بھی تمہیں اپنے چہرے پر کوئی باقاعدہ میک اپ تو کرنا نہیں۔ ہیئر اسٹائل کی تبدیلی اور ہلکی پینگ سے کام چل جائے گا۔ یہ احتیاط تم سے زیادہ شون کے کام آئے گی۔''

وہ خاموش ہوکر اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

کھانے کے بعد کافی کا دور چلا لیکن میں اس دور میں شامل نہیں تھا۔ میں آئندہ چند گھنٹوں تک بیدار مغز اور ہشاش بشاش رہنا چاہتا تھا۔ لگ بھگ دو گھنٹے بعد میری ایک ایسی بستی

سے ملاقات ہونے والی تھی جس کی تلاش میں' میں نے پاکستان سے لے کر یہاں تک دربدر کی ٹھوکریں کھائی تھیں۔ ہزاروں لاکھوں عذاب لمحے میری زندگی میں سے گزر رہے تھے' کروڑوں مرتبہ میں نے اپنی جانِ تمنا کی آرزو کی تھی۔ ساحل مجھ سے اس طور بچھڑی تھی کہ میرے اندر کا موسم مجھ سے روٹھ گیا تھا۔ میں نے جدائی کے اس تمام تر عرصے کو جس طرح برداشت کیا' اس کا انداز وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے فرقت اور ہجر کی رت میں سانسیں لی ہوں۔

پونے نو بجے ڈاکٹر مونگ نے بتایا ''ہم ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔''

''ہم بستی تک کس ذریعے سے جائیں گے؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں نے اس سفر کے لیے ایک ہیوی انجن والی جیپ کا بندوبست کر رکھا ہے جو پہاڑی راستوں کے لیے نہایت ہی موزوں ہے۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا ''آرمی گرین کلر کی یہ جیپ رات کی تاریکی میں اور بھی زیادہ محفوظ ہے۔ اس جیپ میں مناسب اسلحے کے علاوہ پیٹرول کی وافر مقدار بھی موجود ہے۔ جیپ کا ٹینک تو فل ہے ہی' ازیں علاوہ اس کے پچھلے حصے میں پانچ گیلن والے دو کین بھی بھرے رکھے ہیں۔ مذکورہ جیپ ساتھ والے بنگلے کے پورچ میں کھڑی ہے۔ میں نے اپنا ضروری سامان جیپ کے اندر پہنچا دیا ہے۔ تم لوگ جو کچھ لے جانا چاہو' اپنے بیگ میں بھر لینا۔''

میں نے ڈاکٹر کی بات پوری توجہ سے سنی اور ایک انکشاف پر الجھن زدہ انداز میں دریافت کیا ''ڈاکٹر! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ جیپ ساتھ والے بنگلے میں کیوں کھڑی ہے؟''

''محض احتیاط اور حفاظت کی خاطر۔'' ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا ''ساتھ والے بنگلے میں کوئی بھی رہائش پذیر نہیں۔ وہ میرے ہی تصرف میں ہے۔ یہ بات جانوس کے علاوہ چندر کو بھی معلوم ہے۔ یہ دونوں بنگلے مجھے جانوس نے فراہم کر رکھے ہیں جو اس کی خفیہ پراپرٹی میں شمار ہوتے ہیں۔''

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ جیپ والا آئیڈیا مجھے پسند آیا تھا۔

ڈاکٹر نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''دوسرے اس ''خاموش'' بنگلے کا بندوبست میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اس وقت ہم جن دشمنوں سے ٹکر بازی کر رہے ہیں وہ بہت ہی بااثر ہیں۔ یوں سمجھو کہ ہم بالواسطہ امریکا سے لڑ رہے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔''

''تم بالواسطہ کی بات کر رہے ہو ڈاکٹر۔ میں تو بلاواسطہ بھی پچھلے دنوں امریکا سے نمٹ رہا تھا۔ نیویارک کے دل میں ہیٹن میں جو واقعات پیش آئے' میں تمہیں ان کی تفصیل بتا چکا ہوں۔ میرے انہی ''کارناموں'' کے طفیل تو مجھے ''امریکا دشمن'' کا ٹائٹل ملا ہے۔''

''ہوں!'' ڈاکٹر مونگ نے ایک گہری سانس لی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''امریکا سے کہیں زیادہ سنگین واقعات یہاں نیپال میں بھی پیش آ سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ایک ایک قدم پھونک کر.....''

ڈاکٹر کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسی لمحے ہمیں چھت پر کسی کے کودنے کی آواز سنائی دی۔ ہم تینوں نے بیک وقت چونک کر کمرے کی چھت کی طرف دیکھا۔ وہ آواز اگرچہ بہت مدھم تھی لیکن ہم نے پلک جھپکتے میں اندازہ لگا لیا' کوئی نہایت ہی محتاط قدموں سے چھت کے اوپر چل رہا تھا' جلد ہی محتاط قدموں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

ہم نے ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھا اور یک لخت اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میرے اعصاب اچانک تن گئے تھے۔ اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ کم از کم نصف درجن افراد اس یخ بستہ موسم میں بنگلے کی چھت پر موجود تھے اور ظاہر ہے' وہ کسی اچھی نیت سے وہاں نہیں پہنچے تھے۔

''آپ دونوں اسی کمرے میں رہو۔ میں باہر جا کر دیکھتا ہوں۔'' ڈاکٹر مونگ نے اضطراری لہجے میں کہا اور دروازے کی سمت قدم بڑھا دیئے۔

اسی لمحے بنگلے کے بیرونی حصے میں بحث و تکرار کی آوازیں ابھریں۔ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چندر یا سادہ لباس پولیس والوں سے الجھ رہا ہو' وہ زبردستی بنگلے کے اندر گھسنا چاہتا ہو اور بنگلے کے محافظ اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہوں۔

یہ بحث و مباحثہ لمحاتی ثابت ہوا اور اگلے ہی لمحے فائرنگ کی تیز تڑ تڑاہٹ نے ٹھنڈے ٹھار ماحول کی خاموشی اور سناٹے کو پاش پاش کر دیا۔ ڈاکٹر مونگ نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اسی لمحے جوابی فائرنگ ہونے لگی۔ اگر پہلی فائرنگ حملہ آوروں کی طرف سے تھی تو پھر جوابی فائرنگ چندر وغیرہ کا کارنامہ ہی ہو سکتا تھا اور صورتِ حالات اس کے برعکس بھی متوقع تھی۔ آخر الذکر فائرنگ کے ساتھ ہی فضا میں انسانی چیخوں کی بھیانک آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ یہ ان بدقسمت



افراد کی چیخیں تھیں جو براہِ راست گولیوں کی زد میں آ گئے تھے۔ لگتا تھا' ہم میدانِ جنگ میں کھڑے ہوں!

میں نے تشویش بھری نظر سے لی یان کو دیکھا' وہ مضبوط لہجے میں بولی ''ہمیں ڈاکٹر مونگ کی مدد کرنا چاہیے۔ یوں محسوس ہو رہا ہے' درجن بھر کالی بلاؤں نے اس بنگلے پر شب خون مارا ہو۔''

لی یان کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ ہمارے کمرے کے باہر کوریڈور میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز ابھری۔ کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کمرے سے نکلتے وقت دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔ یقینی بات تھی' باہر جو کوئی بھی تھا یا تھے وہ سیدھے اندر ہی آتے۔ دوڑتے ہوئے قدموں سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا' وہ ایک دو ہیں یا اس سے زیادہ!

وہ بہت ہی نازک لمحات تھے۔ اگر ہم یونہی کھڑے رہ جاتے تو موت بڑی بے رحمی سے ہمیں اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی۔ اس طرف چڑھائی کرنے والے ہمارے دوست تو ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ دوست یوں گولیوں کی برسات کے ساتھ ملنے کے لیے نہیں آتے۔

میں نے پلک جھپکتے میں ایک فوری فیصلہ کیا اور لی یان کو بازو سے تھام لیا پھر میں اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے کھلے دروازے کی اوٹ میں پہنچ گیا۔ دروازے کے پٹ نے ہمیں پوری طرح اپنے پیچھے چھپا لیا۔ باہر سے اندر داخل ہونے والوں کو ہم پہلی نظر میں دکھائی نہیں دے سکتے تھے۔

ہم نے دروازے کے عقب میں پناہ لی ہی تھی کہ فضا ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی بھیانک آواز سے گونج اٹھی۔ یہ دو طرفہ فائرنگ تھی۔ فائرنگ کے نتیجے میں محدود پیمانے پر انسانی چیخیں بھی بلند ہوئیں جس سے یہ اندازہ بھی ہوا کہ حملہ آوروں کی مزاحمت بھرپور انداز میں نہیں کی جا رہی۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خوفناک خیال چمکا کہ چندر اور دونوں پولیس والے مسلح افراد اب اس دنیا میں باقی نہیں رہے۔ میں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یہ سوچا اور میرا پورا وجود سنسنا اٹھا۔ اسی اثنا میں ایک مرتبہ پھر بنگلے کے مختلف حصوں میں برسٹ فائرنگ کی بھیانک صدائیں بلند ہونے لگیں۔ لی یان مجھ سے لگی کھڑی تھی' بے اختیار وہ مجھ سے پیوست ہو گئی۔ میں نے اس کے نازک بدن کی مخصوص دھیمی تھرتھراہٹ کو اپنے وجود پر محسوس کیا۔ وہ کوئی بزدل لڑکی نہیں تھی لیکن وہاں خوفناک گنیں اس طور گرج رہی تھیں کہ دلوں پر ایک عجیب سی ہیبت طاری ہو رہی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق حملہ آور ایل ایم جی اور ایس ایم جی کا استعمال کر رہے تھے۔

لی یان بری طرح مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ میں نے تحفظ کا بھرپور احساس دلانے کے لیے اسے ایک بازو کے حلقے میں سمیٹا اور اپنی تمام تر سماعت کو کوریڈور کی سمت مبذول کر دیا۔

تین سیکنڈ کے بعد وہ دوڑتے ہوئے قدم ہمارے کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ اگلے مرحلے میں وہ لوگ کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو جاتے۔ میں نے لی یان کے کان کے نزدیک اپنا منہ لے جا کر سرگوشی کی۔

''تم یہیں کھڑی رہنا۔ میں آنے والوں سے نمٹتا ہوں۔''

سرگوشی کے دوران میں میرے ہونٹ اس کے کان سے مس ہو گئے تھے۔ اس کے بدن میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ تاہم اس نے مجھے اپنی اضطراری گرفت سے آزاد کر دیا۔

باہر رکنے والوں نے ایک لمحہ کمرے کے اندر جھانکا۔ کمرے کی لائٹ آن تھی اور باہر کھڑے ہو کر اندر کسی انسان کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اصولی طور پر انہیں کمرا خالی دیکھ کر آگے بڑھ جانا چاہیے تھا لیکن ڈاکوؤں کے مانند بنگلے پر چڑھائی کر کے انہوں نے کون سے اصولوں کی پاسداری کی تھی جو اب ان سے ایسی کوئی توقع رکھی جاتی۔

وہ اندر داخل ہوئے تو مجھے ان کی تعداد کا علم ہوا۔ وہ تین افراد تھے اور تینوں ہی مسلح۔ میں نے دروازے کی جھری میں سے ان کی جھلک دیکھی۔ اس وقت ان کی پشت میری طرف تھی اور ان کے سروں کو دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ انہوں نے اپنے چہروں پر لمبے نقاب چڑھا رکھے ہیں۔ اس قسم کے نقاب سر سے لے کر گردن تک کے حصے کو اچھی طرح ڈھانپ لیتے ہیں۔ صرف دیکھنے کے لیے آنکھوں کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے سوراخ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ یہ سارا بندوبست شناخت کو چھپانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کون تھے' ان کا شجرہ نسب کیا تھا۔ اس وقت وہ صرف دشمن تھے اور دشمنوں کو ہتھیار استعمال کرنے سے پہلے بے دست و پا کر دینا چاہیے۔

کمرے کو خالی پا کر وہ پیچھے کو مڑے اور یہ مڑنا ان پر غضب ڈھا گیا۔ اسی لمحے میں دروازے کی اوٹ سے نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔ وہ مجھے اپنے مقابل دیکھ کر ایک لمحے کے لیے بوکھلا گئے۔ اس بوکھلاہٹ سے فائدہ نہ اٹھانا زندگی کی سنگین ترین غلطی ہوتی۔

میں توپ میں سے نکلے ہوئے کسی گولے کے مانند ان

سے ''بھڑ'' گیا۔ میرا خوفناک تر چھا دھکا ایک گن بردار کے پہلو میں لگا۔ وہ اپنے برابر کھڑے ساتھی سے ٹکرایا پھر یہ ٹکراؤ تیسرے مسلح شخص تک منتقل ہوگیا۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے الجھ کر زمین بوس ہوگئے۔ میں نے ان کے اوپر سے جمپ کی اور کچھ فاصلے پر چلا گیا۔

زمین پر گرتے ہی ان میں سے ایک نے زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش میں بے دریغ مجھ پر فائرنگ کردی لیکن میں اس کے نشانے کو چھوڑ چکا تھا لہٰذا گن کے خوفناک بیرل سے خارج ہونے والی مہلک گولیاں چھت اور دیواروں کی خیریت دریافت کرنے لگیں پھر میں نے اسے گن استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا۔

میں نے اپنے قریب گرے ہوئے گن بردار کی کلائی کو بوٹ تلے روند ڈالا اور نیچے جھک کر اس کی گن پر قبضہ کرلیا۔ بوٹ والی کارروائی کے نتیجے میں گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ گن ہاتھ میں آتے ہی میں نے دیگر دو افراد کی ٹانگوں پر فائرنگ کردی۔ ان کی بھیانک چیخوں سے کمرا گونج اٹھا۔

میں نے آگے بڑھ کر ان کی گنوں والے ہاتھوں پر دھواں دھار ٹھڈے برسائے تو ان کی گنیں ہاتھوں سے نکل کر دوسری دیوار کے قریب پہنچ گئیں۔ اب وہ فائرنگ کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ گنیں ان سے ناقابل عبور فاصلے پر چلی گئی تھیں کیونکہ وہ اپنے قدموں پر چل کر وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔

اس دوران میں اس شخص نے کارکردگی دکھانے کی کوشش کی جس کی گن میرے ہاتھوں میں تھی۔ اس کا ایک ہاتھ میرے وزنی بوٹ کی ضرب سے ناکارہ ہوکر رہ گیا تھا۔ اس نے سلامت ہاتھ سے میری ٹانگ کھینچنا چاہی۔ وہ مجھے زمین پر گرانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر میں نے اس کے ارادے کو ملیامیٹ کردیا۔

وہ ایک ہاتھ کے بل بوتے پر کسی مینڈک کی طرح پھدک کر میری ٹانگ کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ میرا پاؤں چل گیا۔ میں نے ایک فٹ بال کک اس کے تھوبڑے پر جڑدی۔ وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکراتے ہوئے پیچھے کو الٹ گیا۔ میں نے اس کی ٹانگوں پر بھی ایک برسٹ مارا اور انصاف کا تقاضا نبھاتے ہوئے اسے اس کے دیگر دو ساتھیوں کی صف میں ''کھڑا'' کردیا۔

اسی وقت باہر کوریڈور میں دو مزید نقاب پوش نمودار ہوئے۔ میں نے پلک جھپکتے میں فائرنگ کرکے انہیں زمین چاٹنے پر مجبور کردیا۔ میں نے انہیں گھائل کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ وہ زندگی کی بازی کھیلتے رہیں مگر اپاہجوں کے مانند۔ میں نے انہیں بھی ان کے دیگر ساتھیوں کی طرح ہاتھ پاؤں سے ازلی ابدی معذور کردیا تھا۔ میری فائرنگ نے ان کے دست و بازو کی ہڈیوں کا کچومر نکال دیا۔

گن کا میگزین خالی ہوگیا تھا۔ میں نے اسے پھینک کر دوسری گن اٹھالی۔ اسی لمحے لی یان بھی دروازے کی اوٹ سے نکل آئی۔ ایک گن میں نے اسے بھی تھمادی۔ وہ گن کو سنبھالتے ہوئے سراسیمہ لہجے میں بولی۔

''وجدان! لگتا ہے' اس بنگلے میں اچھی خاصی خون ریزی ہوگئی۔ پتا نہیں باہر کا کیا حال ہوگا۔ ڈاکٹر مونگ بھی واپس پلٹ کر نہیں آیا۔''

''آؤ باہر جاکر صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں۔'' میں نے کمرے کے اندر اور باہر کوریڈور میں پڑے ہوئے شدید زخمی افراد کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

ان پانچ افراد میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں رہا تھا کہ ہمارے تعاقب میں لپکتا۔ ان کے وجود میں پائی جانے والی تمام تر توانائیاں اس وقت زندگی کے پیچھے لپک رہی تھیں۔ ان کے مرنے کا کوئی خدشہ نہیں تھا لیکن وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ اب ہیں..... اب نہیں ہیں! موت کے خوف اور حالات کی دہشت نے ان کے ذہنوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

کوریڈور میں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ میں نے محتاط نظر سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں لی یان کو اشارہ کیا۔ وہ میرے اشارے کو پلک جھپکتے میں سمجھ گئی۔ اگلے ہی لمحے ہم کوریڈور میں محتاط قدموں سے مخالف سمتوں میں بڑھ گئے۔

مجھے ڈاکٹر کی طرف سے گہری تشویش تھی۔ گیٹ پر موجود تین محافظوں کی زندگی کے امکانات معدوم تھے۔ جتنی بے دردی سے وہاں فائرنگ کی گئی تھی اس کے پیش نظر دونوں پارٹیوں نے شدید نقصان اٹھایا ہوگا۔ اگر ان میں کوئی زندہ بچ گیا تھا تو وہ شدید زخمی ضرور ہوگا۔

کوریڈور کے اختتام پر میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ لی یان مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ وہ بنگلے کے عقبی حصے کی جانب نکل گئی تھی۔ وہ طویل کوریڈور بنگلے کے سامنے والے حصے کو عقبی حصے سے ملاتا تھا اور اس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ میں اس وقت جہاں کھڑا تھا وہاں سے سامنے والا لان نظر آرہا تھا۔ اگر میں تھوڑا آگے نکل آتا تو گیٹ کا منظر دیکھ سکتا تھا اور وہ منظر کسی بھی طور دیکھنے کے قابل نہیں ہوسکتا تھا۔

میں نے گن کو سونتے سونتے محتاط نظر سے ادھر ادھر دیکھا



اور آہستگی سے آگے کو سرک آیا۔ اس حصے میں کوئی بندہ بشر مجھے دکھائی نہ دیا۔ سامنے والے لان سے گیٹ تک میں نے ایک نگاہ دوڑائی اور کھلے ہوئے گیٹ کے نزدیک تین چار انسان پڑے ہوئے نظر آئے۔ میں نے نیپالی ملازم چندر اور دونوں سادہ لباس محافظوں کو پلک جھپکتے میں پہچان لیا' باقی ایک شخص دشمن کی طرف سے تھا۔ میں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے مزید چند قدم آگے بڑھ آیا۔ ان سب کی حالت بتاتی تھی' انہوں نے اپنا جیون پورا کرلیا۔ اب انہیں زندہ انسانوں میں شمار کرنا ایک حماقت ہی ہوتی!

فائرنگ تھم گئی تھی۔ پچھلے چند منٹ سے ایک بھی گولی چلنے کی صدا نہیں ابھری تھی۔ میں نے نہایت ہی احتیاط کے ساتھ بیرونی گیٹ بند کیا اور بنگلے کے پہلو میں رہتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اسی وقت میں نے برآمدے میں ایک ہیولا سا لہراتے دیکھا۔ کوئی شخص دوڑتے ہوئے برآمدے سے نکل کر کوریڈور کی سمت بڑھا تھا۔ اس کے انداز میں فرار کی جھلک تھی اور یہ بھی یقینی بات تھی' وہ جو کوئی بھی تھا' اس وقت نہتا تھا ورنہ وہ مجھ پر فائرنگ ضرور کرتا۔ اس کی نسبت میں زیادہ روشن حصے میں تھا۔ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تھا تو یہ ممکن نہیں تھا' اس نے مجھے نہ دیکھا ہو!

میں نپے تلے قدموں سے واپس کوریڈور کی طرف بڑھنے لگا۔

اسی لمحے بنگلے کے عقبی حصے میں فائرنگ ہونے لگی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ کیونکہ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی ایک وحشت ناک نسوانی چیخ بھی بلند ہوئی تھی۔ میری ساتھی لی یان بنگلے کے اس حصے میں موجود تھی۔ میرے دل سے دعا نکلی' اے اللہ! لی یان کو کچھ نہ ہو۔

میں اس وقت برآمدے میں قدم رکھ چکا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر موجود لائٹ کے سوئچ کو آف کردیا۔ اگلے ہی لمحے برآمدہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ تاہم یہ تاریکی لمحے بھر کی تھی۔ لان والی لائٹ نے دو سیکنڈ بعد اس تاریکی کو ملگجے اجالے میں بدل دیا۔ رہی سہی کسر کوریڈور کی جانب سے آنے والی روشنی نے پوری کردی۔

اسی اثنا میں کوریڈور میں اٹھا پٹخ کی آوازیں پیدا ہونے لگیں۔ میں سمجھ گیا' برآمدے سے نکل کر کوریڈور کی جانب لپکنے والا بھگوڑا کسی سے ٹکرا گیا ہے اور قوی امکان اس بات کا تھا' یہ ٹکراؤ ڈاکٹر مونگ ریفوشے سے ہوا ہوگا۔ اب وہ بھگوڑا اپنے ہی کسی بھائی بند سے تو دھینگا مشتی کرنے سے رہا!

میں فارغ تھا' لی یان عقبی حصے کی طرف گئی تھی۔ آجا کر ایک ڈاکٹر مونگ ہی بچتا تھا۔ میں اس دشمن کو ڈاکٹر کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بنگلے کے پہلو میں رہتے ہوئے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔

بنگلے کے پیچھے پائیں باغ تک رسائی حاصل کرنے میں مجھے چند سیکنڈ لگے ہوں گے اور اس دوران میں' میں نے مزید دو افراد کی لاشیں دیکھ لیں۔ وہ ہمارے دشمن حملہ آوروں کی لاشیں تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے چہروں کو مخصوص نقابوں کے پیچھے چھپا رکھا تھا۔ وہ دونوں یقیناً ڈاکٹر مونگ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے تھے۔

پائیں باغ میں لی یان مجھے کہیں دکھائی نہیں دی۔ اس کی طرف سے میں پہلے ہی تشویش میں مبتلا تھا۔ اس کے حلق سے برآمد ہونے والی چیخ میرے دماغ میں چکرا رہی تھی۔ پائیں باغ کو روشن کرنے والی لائٹس چکنا چور ہوگئی تھیں۔ میں اندازے کی بنیاد پر آگے بڑھنے لگا۔ جب میں عقبی برآمدے کے قریب پہنچا تو وہاں برآمدے کی سیڑھیوں میں مجھے ایک شخص پڑا ہوا ملا۔ وہ بھی دشمنوں کا ساتھی تھا اور اپنی زندگی کی بازی ہار بیٹھا تھا۔ میں نے اس کے نقاب زدہ تھوبڑے پر ایک غصیلا ٹھڈا رسید کیا اور آگے قدم بڑھادیئے۔ مجھے اس وقت بڑی شدت سے لی یان کی تلاش تھی جو کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔

برآمد کے اختتام پر مجھے اپنے قدم روکنا پڑے۔ مجھے ایک نقاب پوش کی آدھی پشت دکھائی دی۔ بنگلے کے پہلو میں نصب کسی بلب کی تھوڑی سی روشنی وہاں پہنچ رہی تھی اور اسی روشنی میں' میں نے اس شخص کے سر پر نقاب چڑھا دیکھ لیا تھا۔ وہ میری موجودگی سے بے خبر تھا۔

میں نے اس کی بے خبری کا فائدہ اٹھایا اور دبے قدموں اس کے انتہائی قریب پہنچ گیا۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ وہ چپ چاپ وہاں کیوں کھڑا تھا۔ اگلے ہی لمحے میری حیرت دور ہوگئی۔ نزدیک پہنچتے ہی میں نے اس کی سرگوشی سماعت کرلی۔ وہ دھیمے لہجے میں کسی سے بات کررہا تھا۔ اس کا مخاطب مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر جب میں نے ایک نسوانی سسکی کی آواز سنی تو سارا معاملہ میری سمجھ میں آگیا۔

وہ شخص یقیناً لی یان سے ''سرگوشیاں'' کررہا تھا۔ نسوانی سسکی میں شامل بے بسی سے مجھے اندازہ ہوگیا' گن اب لی یان کے ہاتھ میں نہیں رہی تھی ورنہ وہ اس شخص کے سامنے یوں مجبور نہ ہوتی۔

میں نے فوری ایکشن کا فیصلہ کیا اور اس شخص کے اتنا قریب آگیا کہ یہ آسانی اسے چھو سکوں پھر میں نے ایک ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے شانے پر دستک دی۔

وہ اس طرح اچھل کر پلٹا جیسے کسی بھیانک خواب سے چونک کر جاگ گیا ہو۔ میں نے آندھی طوفان کی رفتار سے اسے واپس بھیانک خواب میں دھکیل دیا۔ اس کا نقاب پوش چہرہ جیسے ہی میری جانب پھرا میں نے اس کی ناک پر ایک اسٹریٹ پنچ جڑ دیا۔

اسٹریٹ پنچ کسی وزنی ہتھوڑے کے مانند کام کرتا ہے۔ یہ ہیمر پنچ بھی کہلاتا ہے۔ اگر یہی پنچ سر پر برسایا جائے تو ہیمر ہیڈ پنچ کہلاتا ہے۔ اپنی پوشیدہ ناک کو وہ میرے ظاہرہ مکے سے سنکوانے کے بعد ذبح ہوتے ہوئے کسی جانور کی طرح بلبلایا اور لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گیا، گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری، قدموں کی یہ لڑکھڑاہٹ اس کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ اسی لمحے لی یان کسی شیرنی کے مانند اس پر حملہ آور ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو کر ان کا تماشا دیکھنے لگا۔

جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا، اس نقاب پوش نے گن کے زور پر لی یان کو وقتی طور پر بے بس کر رکھا تھا ورنہ وہ اس کے لیے سوا سیر سے کم نہیں تھی۔ لی یان نے دل کھول کر اپنی ہزیمت کا بدلہ چکایا اور ہاتھ پاؤں کی ٹھوکروں سے صرف تین منٹ کے اندر اس نقاب پوش دشمن حملہ آور کو لمبا لٹا دیا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس زمین بوس شخص کا جائزہ لیا۔ وہ زندہ تھا مگر آنے والے دو تین گھنٹے تک وہ اٹھ کر اپنے قدموں پر چلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں نے اس کی گرن پر موجود ایک مخصوص نس کو بڑی تکنیک سے مسل کر اس کی انا غفیلی کو یقینی بنا دیا پھر کھڑے ہوتے ہوئے لی یان کو دیکھا۔

اس کا سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کے مانند چل رہا تھا، سانس کی آمد و شد بتاتی تھی، اس وقت لی یان کے سینے میں کس قیامت کا زیر و بم پیدا ہو رہا تھا۔ اس طوفان کو محسوس کرنے کے لیے کسی خاص روشنی کی ضرورت نہیں تھی، اس قسم کے معاملات میں آنکھ روشنی کی محتاج نہیں رہتی!

میں نے ذہن کو جھٹکا اور لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ''تم اس جنگلی کے ہتھے کس طرح چڑھ گئیں؟''

''بس اچانک ہی اس نے عقب میں پہنچ کر مجھے گن پوائنٹ پر رکھ لیا'' وہ اپنے بالوں کو سلجھاتے ہوئے بولی ''میں نے فائرنگ کر کے سامنے سے آنے والے بندے کو بے کار کر دیا تھا۔ اسی لمحے میں اس کی گرفت میں آ گئی۔ پتا نہیں، یہ مردود کہاں گھات لگائے کھڑا تھا۔'' اس نے نفرت انگیز نظر سے زمین پر پڑے مذکورہ شخص کی طرف دیکھا اور اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

''اس کے حکم پر، میں گن پھینکنے پر مجبور ہو گئی تھی لیکن اس خبیث نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ میرے بالوں کو بھی اپنی مٹھی میں جکڑ لیا پھر گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے وہ مجھے اس طرف لے گیا۔''

''وہ سرگوشیوں میں تمہیں کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا؟''

''وہی جو کوئی ندیدہ مرد، کسی عورت کو اپنے سامنے بے بس دیکھتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولی پھر گہری سنجیدگی سے پوچھنے لگی ''اندر کیا پوزیشن ہے؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے سے پہلے زمین پر پڑے انا غفیل ندیدے مرد پر تبصرہ کرنا ضروری سمجھا ''یہ تو احمقوں کا سردار نکلا۔ اس بنگلے میں ہر سو موت کی سبیل لگی ہوئی تھی اور یہ بے وقوف تمہارے حسن کی سوغات کے چکر میں تھا'' پھر میں نے ایک لمحے کے توقف سے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''بہر حال، اندر سب امن و امان ہے، آؤ میرے ساتھ۔''

وہ میرے قدم سے قدم ملاتے ہوئے بولی ''یہ تم نے میری تعریف کی ہے یا اس بدمعاش کی برائی؟''

میں لی یان کا اشارہ واضح طور پر سمجھ گیا۔ میں نے اس کے حسن اور ندیدے مرد کی حماقت کا ذکر کیا تھا۔ میں نے ذو معنی انداز میں کہا ''اگر اس مردود کی برائی کرتے ہوئے تمہاری تعریف کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو اس میں کون سی غلط بات ہے؟''

''میں غلط اور صحیح کی بات نہیں کر رہی'' وہ الجھن زدہ انداز میں بولی، پھر پوچھنے لگی ''کیا میں واقعی حسین ہوں؟''

''اس میں کیا شک ہے؟'' میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

عموماً لڑکی چاہے واجبی سی شکل و صورت کی مالک کیوں نہ ہو لیکن وہ خود کو ملکہ حسن سمجھتی ہے اور ایک لی یان تھی، مسند حسین ہونے کے باوجود بھی اسے اپنی خوبصورتی کا یقین نہیں تھا اور یہ بھی بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی تھی، پھر اس نے میری الجھن کو دور کر دیا۔

وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی ''شک تو کوئی نہیں مگر شون نے آج تک تمہاری طرح کھل کر میرے حسن کی تعریف نہیں کی!''

''وہ تمہارا شوہر ہے نا..... اس لئے.....'' میں نے کہا۔

وہ چلتے چلتے رک گئی ''شوہر ہے تو؟''

''شوہر عام طور پر اپنی بیویوں کی تعریف نہیں کرتے۔''

''اوہ!'' وہ ایک گہری سانس خارج کر کے رہ گئی۔

میں نے کہا ''بہت کم شوہر ایسے ہوتے ہیں جو پیٹھ پیچھے اور سامنے بھی اپنی بیویوں کے گن گاتے نظر آتے ہیں ..... جیسے بہت کم بیویاں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں کے لیے اولاد پیدا کرنے سے خائف ہوتی ہیں!''

وہ میٹھی نظر سے مجھے گھور کر رہ گئی۔

اسی لمحے سامنے سے ڈاکٹر مونگ آتا دکھائی دیا۔ اس کی صورت پر گمبھیرتا چھائی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر ہم بھی انتہائی سنجیدہ ہو گئے۔ اس بنگلے میں پچھلے دس پندرہ منٹ میں جو کچھ ہو چکا تھا، اس میں ہنسی مذاق کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا تھا۔ میں تو لی یان کی کوفت کو دور کرنے کے لئے وہ اٹکھیلیاں کر رہا تھا۔ ورنہ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کا موقع نہیں تھا۔

''ہمیں فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہوگا'' ڈاکٹر مونگ نے ہمیں صحیح سلامت دیکھ کر اطمینان کی سانس لی ''آؤ میرے ساتھ''

ہم نے خاموشی سے ڈاکٹر کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

وہ ہمیں لیتے ہوئے بنگلے کے ایک دور افتادہ کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں ٹیلی فون کی سہولت موجود تھی۔ اس نے کوئی نمبر ڈائل کیا پھر رابطہ ہونے پر اس نے مختصر الفاظ میں یہاں کی صورتِ حال سے کسی کو آگاہ کیا اور آخر میں کہا ''میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ تم یہاں کے معاملات کو اپنے طور پر ہینڈل کرنے کی کوشش کرنا۔ کیا تم کر لو گے؟''

پھر وہ پوری توجہ سے دوسری طرف بولنے والے کی بات سنتا رہا اور بولا ''ٹھیک ہے، تم جو چاہے کہانی گھڑ لو، بس ایک بات کا خیال رکھنا، یہاں جو کچھ ہوا ہے، میری غیر موجودگی میں ہوا ہے۔ تم دو پارٹیوں کا آپس میں ٹکراؤ بھی بیان کر سکتے ہو، ویسے پولیس والے تمہاری بھی مانتے ہیں اور یہاں تو ان کے اپنے دو آدمی بھی مارے گئے ہیں ..... اور سب سے بڑی بات یہ کہ آج دن میں بھی مجھ پر ایک ایسا ہی قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے، میرا خیال ہے، تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی'' اس نے ایک مرتبہ پھر دوسری طرف کی بات سنی اور حتمی لہجے میں بولا ''میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا'' اتنا کہتے ہی ڈاکٹر مونگ نے ریسیور کریڈل کر دیا۔

میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا تو وہ بولا ''میں نے جانوس کو فون کیا ہے۔ وہ یہاں کے حالات کو کنٹرول کر لے گا۔ ہمیں فوری طور پر بستی کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔ اگر مزید کچھ دیر یہاں رک گئے تو خواہ مخواہ کی پولیس کارروائی میں وقت برباد ہوگا اور اس بات کا بھی امکان ہے ..... ہم پر کوئی تیسرا قاتلانہ حملہ بھی ہو جائے، دو مرتبہ کی ناکامی کے بعد ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمیں منظر سے ہٹ جانا ہوگا''

وہ میری ساحل کی طرف روانہ ہونے کی بات کر رہا تھا، میں بھلا کیسے انکار کر دیتا۔ آئندہ پانچ منٹ میں ہم نے اپنا بیگ تیار کر لیا پھر ڈاکٹر مونگ کی ہدایت پر ایک کمرے میں پہنچ گئے

ڈاکٹر نے کہا ''ہم یہاں سے دوسرے بنگلے میں داخل ہوں گے پھر جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہو جائیں گے۔ ہم روانگی کے وقت سے پندرہ بیس منٹ لیٹ ہو چکے ہیں''

میں ڈاکٹر کی بات سن کر چونک اٹھا اور پوچھا ''اس کمرے سے دوسرے بنگلے میں کیسے داخل ہوں گے؟''

''ایسے'' وہ کمرے کے ایک کونے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا ''دیکھتے جاؤ''

میں دیکھتا گیا بلکہ میرے ساتھ ساتھ لی یان بھی دیکھتی چلی گئی۔

ڈاکٹر نے کمرے کے مذکورہ کونے سے قالین کو اٹھایا تو نیچے پختہ فرش کے بجائے لکڑی کا تختہ نظر آیا۔ یہ تختہ تین پائی تین فٹ کے سائز کا تھا۔ کمرے کے فرش میں یہ ایک خاص قسم کی تبدیلی تھی جس طرف کسی کا دھیان نہیں جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر نے مخصوص تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے مذکورہ چوبی تختے کو اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ یہ ایسا ہی عمل تھا جیسے کسی کنڑکا ڈھکنا اٹھایا جاتا ہے۔

وہ ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے فاتحانہ انداز میں بولا ''میں اس کے اندر اتر رہا ہوں۔ تم بھی باری باری میرے پیچھے آ جاؤ''

پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس خلا میں غائب ہو گیا جو تختہ اٹھ جانے سے پیدا ہوا تھا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھا اور کہا ''پہلے تم اس گڑھے میں اترو۔ تمہارے بعد میں اتروں گا''

لی یان کو یہ ہدایت دینے سے پہلے میں اس خلا میں اچھی طرح جھانک کر اپنا اطمینان کر چکا تھا۔ ویسے مستند تھا ڈاکٹر مونگ کا فرمایا ہوا۔ وہ ایک قابلِ اعتماد اور تجربہ کار شخص تھا۔ میں اس کی بات پر یقین کر سکتا تھا۔ وہ تہ دل سے ہماری مدد کر رہا تھا اور وہ بھی ایک ذمے دار بزرگ کے مانند۔

لی یان نے کسی فرمانبردار بچے کی طرح میرے حکم کو تعمیل کی اور گڑھے کی جانب بڑھ گئی۔ میں دیکھ چکا تھا، اس خلا کے اندر اترنے کے لیے باقاعدہ زینہ بنا ہوا تھا، لی یان کے بعد میں نے بیگ سنبھالا اور خلا میں قدم ڈال دیا۔ وہ لگ بھگ



دس اسٹیپ کا زینہ تھا۔ میں آہستگی ایک ایک اسٹیپ طے کر کے نیچے پہنچ گیا جہاں لی یان اور ڈاکٹر مونگ موجود تھے۔ وہ ایک تنگ سی راہداری تھی۔

یہاں پر ایک بلب روشن تھا۔ ڈاکٹر نے کہا ''تم ایک منٹ کے لیے رکو میں اس راستے کے داخلی حصے کو صحیح کر کے آتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ اس زینے کی جانب بڑھ گیا جس کے ذریعے ہم اس راہداری میں پہنچے تھے۔ میں سمجھ گیا، داخلی حصے کو صحیح کرنے سے اس کی مراد یہی تھی کہ وہ اس راستے کو بالکل ویسا ہی کر دے گا جیسا وہ پہلے تھا تاکہ اوپر کمرے میں آنے والے کسی شخص کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہاں کوئی چور راستہ بھی موجود ہے۔ یہ دونوں بنگلے جانوس کی خفیہ جائداد میں شمار ہوتے تھے۔ وہ یقیناً اس پُراسرار راستے کے راز سے واقف ہوگا۔

تین منٹ بعد ڈاکٹر مونگ ایک مرتبہ پھر ہمارے ساتھ تھا۔

ہم اس کی معیت میں اس تنگ سی راہداری میں آگے بڑھنے لگے۔ میں نے گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''ڈاکٹر جس بنگلے کو ہم خیرباد کہہ آئے ہیں اس میں چودہ پندرہ افراد خاک وخون میں نہائے پڑے ہیں جن میں ہمارے تین افراد کی لاشیں بھی شامل ہیں، جانوس کو یہ گمبھیر صورتِ حالات سنبھالنے میں دشواری تو پیش نہیں آئے گی؟''

میں نے جن چودہ پندرہ افراد کا ذکر کیا ان میں چھ شدید زخمی اور نو کے قریب لاشوں میں بدل چکے تھے، چندر اور دونوں سادہ لباس پولیس والے بھی لاشوں کی قطار میں تھے۔ دس پندرہ منٹ کے اندر اس بنگلے میں اچھی خاصی خونریزی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر نے میرے سوال کے جواب میں بتایا ''جانوس ایسی سچویشن سے نمٹنے کا ماہر ہے۔ میرا خیال ہے، وہ بڑی خوش اسلوبی سے معاملات کو نکال کر لے گا، لارڈ بدھا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم تینوں بالکل محفوظ ہیں۔''

وہ ایک کھلی حقیقت بیان کر رہا تھا۔ واقعی یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ اس مختصر سے معرکے میں ہمیں کسی قسم کا جانی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ میں نے ڈاکٹر مونگ سے دریافت کیا۔

''فائرنگ کی آواز سننے کے بعد تم کمرے سے نکلے تو ایسے غائب ہوئے کہ پھر پلٹ کر نظر نہیں آئے۔ میں نے تمہیں اس معرکے کے اختتام پر دوبارہ کوریڈور میں دیکھا جب تم ہمیں تلاش کرتے ہوئے ادھر آ نکلے تھے۔ اس تمام عرصے میں تم کیا کرتے پھرے؟''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''ہم دونوں ایک ہی نوعیت کے کام میں مصروف تھے، بس فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے یہ کام نہایت ہی خاموشی سے انجام دیا اور تم نے کافی ''ہلا گلا'' مچایا ہے۔ میں نے اس کمرے میں اور اس کے سامنے والی راہداری میں تمہارے کارنامے کے نتائج ملاحظہ کیے ہیں، تمہیں بھی میری خاموش کارکردگی دکھائی دی ہوگی۔''

''بالکل دکھائی دی ہے۔'' میں نے اثبات میں جواب دیا پھر ڈاکٹر مونگ کو لی یان کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بارے میں بتانے لگا۔

پوری بات سننے کے بعد اس نے کہا ''لی یان کے لیے یہ ایک بڑا محاذ ہے۔ اس سے پہلے یہ چھوٹے موٹے مشن میں کام کر چکی ہے۔ مجھے امید ہے، اس مشن میں اسے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا، اس کا تجربہ بلوغت کے زینے پر قدم رکھ دے گا۔''

اس دوران میں لی یان بالکل خاموش ہمارے ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔ میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی کہ لی یان ڈاکٹر کا بے حد احترام کرتی تھی اور اس کی موجودگی میں وہ زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھی اور اس کی بھی ایک خاص وجہ تھی۔

لی یان اور اس کا شوہر نامدار شون، مسٹر ونگ ہنگ کے لیے کام کرتے تھے اور ڈاکٹر مونگ ونگ ہنگ کا بڑا بھائی تھا۔ وہ دونوں ہنگ کے ساتھ تو بے تکلف دوستوں کی طرح رہتے تھے مگر مونگ کے ساتھ ایسا رویہ نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ وہ ایک طرح سے ان کے باس کا بھی باس تھا، لی یان کو پہلی مرتبہ ڈاکٹر مونگ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تھا اس لیے بھی وہ کچھ زیادہ ہی محتاط اور سنجیدہ نظر آتی تھی۔

ہم اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سے ایک زینہ طے کر کے دوسرے بنگلے کے کسی کمرے میں نمودار ہو جاتے۔ جو عمل اس بنگلے کے کمرے سے تہ خانے میں اترنے کے لیے کیا گیا تھا وہی عمل ایک مرتبہ پھر واپسی کے رخ پر اختیار کیا گیا اور ہم زیرِ زمین خفیہ راستہ استعمال کر کے بہ آسانی دوسرے بنگلے تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں نمودار ہونے کے بعد ڈاکٹر مونگ نے اس خفیہ راستے کے آثار کو قالین کے نیچے چھپا دیا اور ہم جیپ میں آ بیٹھے۔

جیپ بنگلے سے باہر نکلی تو ہم نے اس کے گیٹ کو ویسے ہی لاک کر دیا جیسے وہ پہلے تھا پھر ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت میری گھڑی رات کے نو بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔ یہ

.... اعلان ان کانٹوں کی زبانی تھا جو گھڑی کے ڈائل پر اپنی مخصوص حرکات سے وقت بتانے کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس حساب سے ہم پورے پچیس منٹ لیٹ تھے۔

ڈاکٹر مونگ نے جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی۔ میں لی یان کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ ہماری سیٹ کے پیچھے بھی ایک ٹنگ سا خلا موجود تھا جس میں پیٹرول کے دو بڑے کین رکھے تھے جو اپنے اسٹینڈ میں فکس تھے۔ خلا کے دوسرے کونے میں ہمارا بیگ پڑا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے اپنے ضروری سامان اور جس اسلحے کا ذکر کیا تھا' وہ جیپ میں مجھے دکھائی نہیں دیا۔ یقیناً یہ چیزیں اس نے جیپ کے کسی خفیہ گوشے میں محفوظ کر رکھی ہوں گی۔

ہماری جیپ گلی سے نکلی اور رتنا پارک کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس وقت تک جانوس یا کوئی اور اس ہنگامہ پرور بنگلے تک نہیں پہنچا تھا اور یہ ہمارے لیے ایک اطمینان بخش بات تھی۔ کسی کو ہماری روانگی کی خبر نہیں ہو سکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہماری جیپ رنگ روڈ پر نکل آئی۔ رنگ روڈ (RING ROAD) کی بڑی اہمیت ہے۔ اس سڑک نے پورے کھٹمنڈو کو اپنی آغوش میں سمیٹ رکھا ہے۔ کھٹمنڈو میں کہیں سے بھی داخل ہوں یا اس شہر سے خارج ہوں' کہیں نہ کہیں رنگ روڈ سے ضرور واسطہ پڑ جاتا ہے۔ یہ پورے شہر کے لیے ایک بائی پاس کا کام کرتی ہے۔

ہم نے رنگ روڈ کو چھوڑا اور ہائی وے پر نکل آئے پھر ہم کھٹمنڈو شہر کے آثار کو اپنے پیچھے چھوڑتے چلے گئے۔ ہائی وے ایک طرح سے ویران ہی پڑی تھی۔ یخ بستہ موسم نے اس کی خاموشی اور سناٹے میں اضافہ کر رکھا تھا۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے ہمیں رفتار بڑھانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی مگر دس پندرہ منٹ بعد احتیاطاً ہمیں رفتار کم کرنا پڑی۔

ڈاکٹر مونگ نے بتایا ''کھٹمنڈو کی حدود میں ہائی وے بڑی ہموار اور کشادہ ہے مگر اب وہ پہلے سی بات نہیں رہی لہٰذا ہمیں محتاط رہ کر آگے بڑھنا ہوگا۔''

میں اس ہائی وے پر سفر کر چکا تھا اور اس راستے کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ تھا اس لیے ڈاکٹر مونگ کے اظہار پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور گفتگو کو ساحل کی طرف موڑ دیا۔ میں نے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔

''ڈاکٹر! آخری مرتبہ تمہیں کب اطلاع ملی کہ وہاں بستی میں سب ٹھیک ہے؟''

اس نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے جواب دیا

''لگ بھگ شام چھ بجے۔''

''کاش کوئی ایسا ذریعہ بھی ہوتا کہ ہم اپنی مرضی سے وہاں رابطہ کر سکتے۔'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا ''تاکہ وہاں کی پل پل کی خبر ہمیں ملتی رہتی۔''

ڈاکٹر بڑی اچھی طرح سمجھ رہا تھا' میرے استفسار میں اتنی بے تابی کیوں ہے۔ اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''میں تمہیں بتا چکا ہوں اور تم خود بھی اس بستی کو دیکھ چکے ہو کہ وہاں کی کیا صورتِ حال ہے۔ بمشکل پچاس گھروں پر مشتمل اس بستی میں تمام ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہیں' ٹیلی فون کی سہولت ایک دو جگہ پر ہے۔ اسی لیے میں از خود شاکا سے رابطہ نہیں کر پاتا۔ وہ خود ہی کسی کال آفس سے مجھے فون کرتا ہے۔ تمہاری ساتھی کو اس بستی میں منتقل کیے زیادہ وقت نہیں ہوا۔ اس دوران میں شاکا مجھے اس کی خیریت سے تین مرتبہ آگاہ کر چکا ہے اور میں وہاں کے حالات سے مطمئن ہوں۔''

وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''آج شام چھ بجے جب شاکا سے میری بات ہوئی تو میں نے اسے بتا دیا تھا' رات دس بجے تک ہم اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ویسے تم خود بھی تو وہاں کی خبر لے سکتے ہو۔''

ڈاکٹر مونگ نے آخری جملہ بڑے ڈھکے چھپے انداز میں ادا کیا تھا اور یہ اس نے اچھا ہی کیا۔ لی یان میری چی اور تھرڈ آئی والی صلاحیت سے واقف نہیں تھی۔ ڈاکٹر اگر کھل کر بات کرتا تو پھر جلد یا بدیر مجھے لی یان کے ڈھیروں سوالات کے جوابات دینا پڑتے۔ ہو سکتا ہے' ڈاکٹر مونگ کی معیت میں وہ خاموشی اختیار کیے رہتی لیکن جیسے ہی اسے تنہائی میں مجھ سے بات کرنے کا موقع ملتا' وہ میرا دماغ چاٹنے کی ضرور کوشش کرتی۔

مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ حساس اور متجسس ہوتی ہیں اسی لیے ان کی جذباتیت کا گراف بھی قدرے اونچا ہوتا ہے اور اگر معاملہ کسی مرد کا ہو تو ان کا تجسس آسمان کو چھونے لگتا ہے۔ اگر لی یان کو میری خفیہ صلاحیتوں کی بھنک بھی مل جاتی تو وہ تفصیل جانے بغیر پُرسکون نہیں ہو سکتی تھی۔ میں فی الحال اسے چی اور تھرڈ آئی کے معاملات سے بے خبر ہی رکھنا چاہتا تھا۔ بعد کی بعد میں دیکھی جاتی۔ انسان کا اختیار صرف تدبیر تک محدود ہے' تقدیر کا مالک کوئی اور ہی ہے اور وہ تقدیر رقم کرنے کے سلسلے میں کسی سے مشورہ یا رائے لینے کا پابند ہے اور نہ ہی محتاج!

میں نے بھی مبہم انداز میں ڈاکٹر مونگ سے کہا ''کاش!



میں وہاں کی خبر لے سکتا۔ اس شاطر ربی نے میرے راستے میں اپنے کسی عمل کی دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔ میں اس دیوار سے سر ٹکرا کر رہ جاتا ہوں۔ پتا نہیں' یہ مجبوری کب تک میری کوشش کی راہ میں حائل رہے گی!''

میری سوچ میں ایک نامعلوم سی مایوسی در آئی۔ ڈاکٹر نے میری کیفیت کو سمجھتے ہوئے حوصلہ بڑھانے والے انداز میں کہا۔

''دل چھوٹا نہ کرو۔ میں نے تمہاری ساتھی کا علاج شروع کر دیا ہے۔ اگر لارڈ بدھا نے مہربانی کی تو وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔ اسے بنیادی طور پر کوئی بیماری نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق ربی موشے ہائمن نے اپنا نرم کے مختلف سیشن میں اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب بھی نظر آتا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے' وہ اپنے ذہن میں ربی کے لیے بہت احترام اور اطاعت مندی کی گنجائش رکھتی ہے اور جہاں تک تمہاری ناکامی کا تعلق ہے۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر سلسلہ کلام کو جوڑتے ہوئے بولا۔

''میں سمجھتا ہوں' ربی نے اپنے کسی عمل سے تمہاری ساتھی کے گرد ایک طلسمی حصار سا قائم کر دیا ہے جو تمہارے راستے کی رکاوٹ بن کر سامنے آ رہا ہے لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میں اس حصار کی کاٹ میں لگا ہوا ہوں۔ لارڈ بدھا مجھے جلد ہی کامیابی دے گا!''

''خدا تمہاری زبان مبارک کرے!'' بے اختیار میرے منہ سے نکلا پھر میں نے کسیلے لہجے میں کہا ''اس مکار ربی نے اپنے گرد بھی ایسا ہی حصار کھینچ رکھا ہے جیسا تم بتا رہے ہو۔ ان دونوں محاذوں پر میں مسلسل ناکامی کا منہ دیکھ رہا ہوں۔''

''فکر نہ کرو' آدھے پونے گھنٹے بعد تم اپنی ساحل کا منہ دیکھنے والے ہو۔'' ڈاکٹر مونگ نے میری طرف دیکھے بغیر کہا ''پھر تمہاری ساری تھکن' مایوسی اور کلفت دور ہو جائے گی۔''

میں نے ڈاکٹر مونگ کی اس خوش خبری کے جواب میں کچھ نہ کہا اور آنکھیں بند کر کے ساحل کے تصور میں کھو گیا۔ اس کا تصور بڑا سہانا' بڑا مستانہ تھا۔ یہ مستانہ تصور مجھے دیوانہ بنا دیتا تھا۔ انسان کو جس شے کی شدت سے طلب ہو' اس کے حصول کے آثار پیدا ہو جائیں تو اس کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ اسے یقین نہیں آتا کہ وہ اپنے کسی دیرینہ مقصد کو پانے والا ہے۔ میں بھی اسی بے یقینی کا شکار تھا اور اس میں میرا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ میں ایسا سوچنے اور محسوس کرنے کے لیے لاشعوری طور پر مجبور تھا۔

ساحل کو مجھ سے بچھڑے اب اچھا خاصا وقت گزر گیا تھا۔ اس دوران میں بارہا ایسے مواقع بھی آئے کہ مجھے یوں محسوس ہوا' ساحل مجھ سے ایک ہاتھ کی دوری پر ہے۔ میں ہاتھ بڑھاؤں گا اور وہ میری دسترس میں ہوگی لیکن میرا یہ احساس سراب ثابت ہوا۔ شاید اس لیے بھی میں بے یقینی کا شکار تھا۔

میں نے اس کی تلاش میں کیا کیا نہیں کیا تھا۔ خود تو جو صدمات اٹھائے تھے وہ اپنی جگہ مسلم تھے لیکن اس کے جواب میں' میں نے دشمنوں کے دانت بھی کھٹے کیے تھے' یہ الگ بات کہ اس راہ میں میرے دشمن بدلتے رہے' شیطان مختلف روپ دھار کر میرے مقابل ڈٹا رہا۔ وہ چوہدری نوازش علی ہو' شعیب غوری ہو یا پھر ربی موشے ہائمن..... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ان سب کرداروں کا ایک ہی مقصد تھا' ساحل کو مجھ سے جدا کرنا۔ چاہے وہ کسی بھی سبب میری رگ جاں کو مجھ سے الگ کر رہے ہوں..... اور ان میں ربی موشے ہائمن میرا سب سے زیادہ خطرناک اور طاقت ور دشمن تھا اور حقیقی معنوں میں' میں نے سب سے زیادہ نقصان بھی اسی شخص کو پہنچایا تھا۔ امریکا میں تو مجھے ''پاکستانی دہشت گرد'' اور ''امریکا دشمن'' جیسے ٹائٹل سے نوازا جا چکا تھا۔ میں نے ربی کے درجنوں آدمیوں کی لاشیں گرائی تھیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری و ساری تھا۔ میں امریکا میں ہوں یا نیپال میں' اس وقت میری موشے ہائمن ہی سے ٹھنی ہوئی تھی..... میں نہیں جانتا تھا' ہمارے درمیان یہ جنگ کب تک جاری رہے گی۔ میں ساحل کے حصول کی خاطر اس سے ٹکرا رہا تھا اور اب میری ساحل اس کے قبضے سے نکل کر میرے ایک انتہائی ہمدرد کی پناہ میں آ چکی تھی۔ میں ڈاکٹر مونگ کے اس عظیم احسان کو زندگی بھر بھول نہیں سکتا تھا۔

ساحل کا تصور میرے رگ و پے میں ایک گدگدی سی مچا دیتا۔ دل میں ایک ترنگ' ایک امنگ سی کروٹ لینے لگتی۔ میرے احساسات اس کی خوشبو سے جگمگانے لگتے اور میں اپنے تن بدن میں ایک کیف سا دوڑتا ہوا محسوس کرتا۔ ساحل کا خیال میری روح کی سرشاری کا باعث تھا۔ درجنوں بار کی ناکامی کے بعد بھی اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کو جی مچل جاتا۔ کیا پتا' اس مرتبہ کامیابی قدم چوم لے..... کیا پتا!

میں نے تیسری آنکھ کے سامنے ساحل کے نقوش کو ابھارا اور اپنی تمام تر باطنی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی' پھر میری یہ کوشش ایک بار تک محدود نہ رہی' میں نے متعدد مرتبہ ساحل

کے ماحول کو چھونا چاہا مگر ہر دفعہ میرے تصور کے پر جل کر رہ گئے۔ میں اپنی جان تپتا کے ماحول میں داخل نہ ہو سکا۔ مایوس ہو کر میں نے یہ کوشش ترک کر دی اور آنکھیں کھول کر جیپ میں حاضر ہو گیا۔

ڈاکٹر مونگ میری اس ''کارروائی'' کو عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ میری ناکامی اس سے چھپی نہ رہی۔ میرے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات نے اسے بہت کچھ بتا دیا تھا۔ تاہم وہ خاموش رہا۔ میں اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی لی یان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

لی یان کافی دیر سے خاموش تھی۔ میں نے اس کا جائزہ لیا تو اسے غنودگی کی حالت میں پایا۔ وہ ایک طرح سے مجھ پر لدی ہوئی تھی۔ اس کے بدن کے بوجھ ہی نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ یہ سونے کا وقت نہیں تھا حالانکہ اس نے اور ڈاکٹر مونگ نے کافی بھی پی تھی۔ میں لی یان کی حالت کو دیکھتے ہوئے یہی سمجھا کہ آج صبح سے رات تک ہونے والی معرکہ آرائی نے اسے بری طرح تھکا دیا ہے' شاید اسی سبب وہ نیند کی آغوش میں سر ڈالنے کو مچل رہی ہے۔

میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا تاکہ وہ سیدھی ہو کر آرام سے لیٹ جائے مگر اس نے تھپتھپاہٹ کے جواب میں آنکھیں نہیں کھولیں اور مزید میرے اوپر گرتی چلی گئی۔ اسے گرنے سے بچانے کے لیے مجبوراً مجھے گھٹنے کا سہارا لینا پڑا۔ میں نے ایک ٹانگ کو ذرا سا اوپر اٹھایا اور گھٹنے پر اس کا سر ٹکا دیا۔ اسی لمحے اس کی گردن ڈھلک گئی اور وہ منہ کے بل میری ران پر آ رہی۔ اب ٹانگ کو واپس اس کی جگہ پہنچانے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ کار باقی نہیں بچا تھا۔ میں اس عمل سے گزرا تو وہ میری ران کو تکیہ بنائے بڑے مزے سے سو رہی تھی۔ اس کی تراشیدہ نرم و ملائم زلفوں نے میری ران پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔

''پتا نہیں' اسے کیا ہو گیا ہے؟'' میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

ڈاکٹر مونگ کی آواز ابھری ''بے چاری تھک گئی ہے۔ آج اس نے حد سے زیادہ مشقت کی ہے۔''

''تھک گئی ہے تو آرام سے سو جائے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''بے چاری سو تو رہی ہے' اور کیسے سوئے گی؟'' وہ حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

میں نے کہا ''میں چاہتا ہوں' یہ پوری سیٹ پر آرام سے ٹانگیں پسار کر سو جائے۔ میں تمہارے برابر میں اگلی سیٹ پر آ جاتا ہوں لیکن لگتا ہے' یہ میری سننے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔''

''ہاں لگ تو مجھے بھی یہی رہا ہے۔'' وہ تائیدی انداز میں بولا پھر اچانک پوچھا ''کیا تمہیں اس کے سر کا بوجھ ناگوار محسوس ہو رہا ہے؟''

''نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''پھر خوامخواہ اس کی نیند کیوں خراب کرتے ہو۔ ایسے ہی لیٹے رہنے دو۔''

میں نے ڈاکٹر مونگ سے کوئی بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور کھسک کر سیٹ کے آخری کنارے پر پہنچ گیا۔ اس طرح اس سیٹ پر لی یان کے لیے زیادہ گنجائش نکل آئی۔ میں نے اس کے آرام کی خاطر آگے جھک کر اس کی ٹانگوں کو سمیٹا اور اٹھا کر سیٹ پر پھیلا دیں۔ وہ تھوڑا سا کسمسائی اور کروٹ بدل کر اپنے منہ کو میرے پیٹ سے لگا دیا۔ اس کی گرم سانس میرے پیٹ کے زیریں حصے کو گدگدانے لگی۔ کروٹ بدلنے کے دوران میں اس نے اپنی ٹانگیں بھی فولڈ کر لی تھیں۔ اب وہ گھٹنے اپنے پیٹ میں دبائے اور منہ میرے پیٹ سے لگائے بڑے مزے سے سو رہی تھی۔

میں چند لمحات تک خوابیدہ حسن کو دیکھتا رہا۔ چست جینز نے اس کے جسمانی خطوط کو خاصا نمایاں کر دیا تھا۔ وہ نیمہ دراز کی ایک سرد ترین رات تھی اور جیپ کے اندر بھی خوشگوار خنکی موجود تھی' اس کے باوجود بھی مجھے اپنے بدن پر پسینہ سا رینگتا محسوس ہوا۔ وہ بڑے آزمائشی لمحات تھے۔ میری دسترس میں مجسم خوابیدہ فلپائنی حسن پناہ گزیں تھا۔ پناہ دینے والا کبھی امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ لی یان میرے پاس شون کی امانت تھی۔ میں نے نیو جرسی سے روانہ ہوتے وقت شون سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کی بیوی کا خیال رکھوں گا..... اور میں نے اس کا خیال رکھا ہوا تھا۔

میری کنپٹیاں سلگنے لگیں تو میں نے ڈاکٹر مونگ کو مخاطب کر لیا ''ٹھکن اپنی جگہ لیکن لی یان کی یہ اچانک نیند میری سمجھ سے باہر ہے حالانکہ آپ دونوں نے تو کافی بھی پی تھی۔ آپ لوگوں کو مجھ سے زیادہ ہشاش بشاش ہونا چاہیے۔'' میں نے ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد اضافہ کرتے ہوئے کہا ''رات کے کھانے سے پہلے تک تو لی یان بہت ایکٹو تھی۔ ہم نے رتنا پارک میں اچھی خاصی ایکسرسائز بھی کی تھی۔ پتا نہیں اب اسے کیا ہو گیا ہے!''

''تم اس وقت جھنجلائے ہوئے ہو اس لیے لی یان کی



نیند کو ایشو بنا رہے ہو۔'' ڈاکٹر مونگ نے آئینے میں مجھے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اس کا اشارہ بخوبی سمجھ رہا تھا۔ وہ ساحل کے ماحول تک رسائی میں ناکامی پر میری جھنجلاہٹ کا ذکر کر رہا تھا ''میں سمجھتا ہوں' ٹھکن نے اسے بے حال کر دیا ہے۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں برداشت کی قوت کم ہوتی ہے۔ اسی لیے انہیں صنفِ نازک کہا جاتا ہے۔''

میں نے کہا ''ڈاکٹر مونگ! تم چاہے کچھ بھی ہو' میں کسی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا مگر میں محسوس کر رہا ہوں' ہم نے جو ڈنر کیا ہے اس میں کوئی گڑبڑ تھی!''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

میں نے کہا ''تم اچھی طرح سمجھ رہے ہو' میں کس طرف اشارہ کر رہا ہوں۔''

وہ ٹٹولنے والے انداز میں مستفسر ہوا ''کیا تم بھی اپنے اندر کوئی گڑبڑ محسوس کر رہے ہو؟''

اس کا استفسار یہ ظاہر کرتا تھا' وہ میرے اشارے کی تہ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے جواب میں بتایا ''ہاں' میں بھی اپنے اعصاب اور عضلات میں کافی اضمحلال محسوس کر رہا ہوں۔ میرے دل میں شدت سے یہ خواہش ابھر رہی ہے کہ لمبی تان کر سو جاؤں۔''

''تم عجیب بات کر رہے ہو وجدان!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''ہم تینوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا ہے۔ اگر اس کھانے میں کوئی ایسی ویسی شے ملی ہوتی تو تمہاری طرح میں بھی.....''

اس کا جملہ ادھورا رہ گیا کیونکہ اسی وقت اس نے ایک طویل جماہی لی تھی۔ میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''ڈاکٹر! تمہیں ماننا پڑے گا' ہم تینوں کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے ورنہ رات کے پہلے ہی پہر تمہاری یہ طویل جماہی کیا معنی رکھتی ہے؟''

''میں اب اپنی آنکھوں میں جلن سی بھی محسوس کر رہا ہوں۔'' وہ بوجھل آواز میں بولا۔

میں نے کہا ''مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔''

''میں تمہارے خدشے پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں وجدان۔'' ڈاکٹر نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

''مجھے یقین ہو چلا ہے' رات کے کھانے میں کوئی بھی نشہ آور اور اعصاب کو مضمحل کرنے والی شے ضرور ملی ہوئی تھی۔'' میں نے پُروثوق انداز میں کہا۔

ڈاکٹر کے لہجے سے گہری پریشانی جھلکنے لگی۔ متذبذب انداز میں بولا ''مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے!''

''یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

وہ بولا ''رات کا کھانا میں خود باہر لے کر آیا تھا۔ فاسٹ فوڈ میں خاص طور پر ہمارے لیے کوئی ملاوٹ کیوں کرے گا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔''

''تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پولیس والوں کے لیے چندر بھی کھانا لے کر آیا تھا۔'' میں نے اس کی توجہ چندر کی جانب مبذول کرواتے ہوئے کہا ''اسی کھانے کا کچھ حصہ ہماری ٹیبل پر بھی پہنچا تھا اور.....'' میں سوچنے والے انداز میں ذرا دیر کو رکا پھر بھاری آواز میں بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''اور..... اگر ان دونوں کھانوں میں پہلے سے کچھ نہ بھی ملا ہوا ہو تو سرد کرتے وقت تو ملایا جا سکتا ہے نا؟''

''تم بہت خطرناک باتیں کر رہے ہو وجدان!'' وہ گمبھیر آواز میں بولا ''کھانا میرے بااعتماد ملازم چندر نے سرو کیا تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' چندر نے کھانے میں کسی اعصاب کشیدہ شے کی ملاوٹ کر دی ہو گی؟''

''ایسا ہونا ناممکن تو نہیں ڈاکٹر مونگ!''

''لیکن چندر بھروسے کا آدمی ہے!''

''کس کے بھروسے کا؟'' میں نے چبھتے ہوئے کہا ''تمہیں کھٹمنڈو میں ڈیرا ڈالے ابھی چند روز ہوئے ہیں۔ کیا تم چندر کو بھی سیٹل سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے؟''

''چندر' جانوس کا برسوں کا آزمایا ہوا ہے۔''

''جانوس..... اونہہ!'' لامحالہ میرے لہجے میں ترشی در آئی۔

میرے انداز نے ڈاکٹر مونگ کو گہری تشویش میں مبتلا کر دیا' الجھن زدہ لہجے میں بولا ''جانوس کی نیت پر شک کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور..... جانوس کے لیے چندر ایک قابلِ بھروسا جاں نثار ہے۔''

میں نے قدرے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا ''ڈاکٹر! تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو۔ جرائم کی دنیا میں وفاداریاں بدلتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔ عین ممکن ہے' چندر ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں بک گیا ہو۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

میں نے کہا ''تم رتنا پارک والے جس بنگلے پر ٹھہرے ہوئے تھے وہاں تم پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوا۔ پہلی بار تم نے چار انتہائی خطرناک فائٹرز کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ دوسری دفعہ درجن بھر مسلح افراد نے شب خون مارا۔ ہماری خوش قسمتی کہ ہم زندہ ہیں اور وہ حملہ آور عبرتناک انجام سے دوچار

ہو چکے ہیں۔''

میں نے ایک لمحے کا توقف کیا پھر اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے مزید کہا ''اگر میری تھیوری کے مطابق سوچا جائے تو چندر ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن گیا تھا۔ تمہیں نہایت ہی رازداری کے ساتھ سٹی اسپتال سے رتنا پارک کے اس بنگلے پر منتقل کیا گیا۔ یہ راز جانوس، انسپکٹر شیوا اور چندر کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔ ذرا سوچو، چار مشاق فائٹرز کیونکر تمہارا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئے، یقیناً چندر نے اپنے نئے آقاؤں کو اس بارے میں بتایا ہوگا۔ انہوں نے تم سے نمٹنے کے لیے مارشل آرٹس کے بہترین ماہرین کو بھیجا۔ ان کی بدقسمتی کہ وہ منہ کی کھا کر یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔ اس کے بعد مسلح افراد کی ایک بھاری جمعیت کو روانہ کیا گیا جو بے دریغ فائرنگ کرتے ہوئے اس بنگلے کی اینٹ سے اینٹ بجانا چاہتے تھے'' میں نے ذرا دیر کو رک کر سانس درست کی پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اس مرتبہ انہوں نے پولیس والوں سمیت چندر کو بھی گولیوں سے بھون ڈالا تاکہ ثبوت کے طور پر نہ رہے بانس اور بعد میں نہ بجے بانسری۔ حملہ آوروں کو یقین تھا کہ کھانے میں ملی ہوئی نشہ آور دوائی کے باعث ہم خاصے کمزور ہو چکے ہوں گے لہٰذا انہیں مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ بڑی آسانی سے ہمیں خاک و خون میں نہلا کر چلتے بنیں گے لیکن ہماری مضبوط اعصابی ان کے لیے غلط فہمی بن گئی۔ ہم نے پوری طرح ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا اور اپنے بجائے انہیں خاک و خون کا تحفہ دیا مگر..... یہ مضبوط اعصابی کب تک چلے گی۔ لی یان تقریباً بے ہوش پڑی ہے اور ہم دونوں بھی غنودگی کی طرف جا رہے ہیں۔ میرا مشورہ ہے ڈاکٹر، جیپ کی رفتار قدرے کم کر دو۔ اس اونچے نیچے پہاڑی راستے پر سفر کرتے ہوئے اگر اسٹیئرنگ پر تمہارے ہاتھ بہک گئے تو ہم بیٹھے بٹھائے موت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے۔ موت کو تھپک تھپک کر سلانا خوب آتا ہے!''

''میں نے تمہارے کہنے سے پہلے ہی رفتار کافی کم کر دی ہے'' ڈاکٹر نے انکشاف کیا۔

میرے لیے یہ اس صورت انکشاف تھا کہ رفتار کی کمی کو میں محسوس نہیں کر سکا تھا۔ اس کا مطلب تھا، مجھ پر ''ڈنر'' نے اچھا خاصا اثر کیا تھا۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آ رہا کہ ہم کسی گہری سازش کا شکار ہو گئے ہیں؟''

''یقین آ گیا ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

اس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ جیپ بری طرح لہرائی۔ میں نے سیدھا ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا ''سنبھل کر ڈاکٹر! اس وقت تین زندگیاں تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔''

میرے اچانک اچھل کر سیدھا ہونے کے باعث لی یان کا سر میری ران سے ہٹ کر سیٹ پر چلا گیا۔ وہ ذرا کسمسائی پھر ساکت ہوگئی۔ یہ ایک جھٹکا اس کی نیند توڑنے میں ناکام رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ سب سے زیادہ وہی متاثر ہوئی تھی۔

ڈاکٹر نے عقل مندی کا ثبوت دیا اور جیپ کو سڑک سے اتار کر ایک سائیڈ میں کھڑا کر دیا۔ سڑک کی باقاعدہ سیاہ پٹی کے ساتھ ساتھ دونوں جانب آٹھ آٹھ فٹ تک زمین کو ہموار کر کے چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ کسی ہنگامی صورت حال میں گاڑی کو کنارے لگایا جا سکے۔ اس طرح دونوں طرف سے رواں دواں ٹریفک میں کوئی تعطل واقع نہ ہوتا۔ ویسے ٹھنڈی ٹھار رات میں وہ سڑک کسی سنسان قبرستان کا منظر پیش کر رہی تھی۔ جب سے ہم ہائی وے میں داخل ہوئے تھے، ہم نے بمشکل تین گاڑیوں کو اپنے قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔

''اب کیا ارادہ ہے ڈاکٹر؟'' میں نے پُرتشویش انداز میں استفسار کیا۔

وہ بولا ''لی یان مزے سے سوتی رہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ہم دونوں جس حالت میں ہیں، اس میں ڈرائیونگ کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔''

''وہی تو پوچھ رہا ہوں، اب کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے کہا ''آگے بڑھنا بھی ضروری ہے۔ آج آدھی رات کے بعد بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں قیامت آنے والی ہے اور اس قیامت کا مقابلہ ہمیں ہی کرنا ہے..... اور اس سے پہلے مجھے ہائی وے والی بستی میں ساحل سے بھی ملاقات کرنا ہے۔''

''میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے'' ڈاکٹر نے اسٹیئرنگ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا ''رفتار کی کمی کے باعث ہم کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔ کچھ وقت وہاں بنگلے میں ہونے والی مار ماری میں نکل گیا۔ ہمیں جلد از جلد بستی تک پہنچنا ہوگا۔''

''آئیڈیا کیا ہے، تمہارے ذہن میں؟''

وہ بولا ''جیپ سے باہر اچھا خاصا ٹھنڈا موسم ہے۔ اگر ہم اس موسم میں نکل کر اپنے ہاتھ پاؤں کو کچھ زحمت دیں تو اعصاب اور دماغ پر چھائی ہوئی یہ کسل مندی چھٹ سکتی ہے؟''

''نیک خیال ہے'' میں نے تائیدی انداز میں کہا۔ ''مجھے

تمہارا آئیڈیا پسند آیا۔''

پھر ہم دونوں جیپ سے باہر نکل آئے۔ پہلے دس منٹ تک ہم وارم اپ ایکسرسائز کرتے رہے۔ اس شدید موسم میں وارم اپ ہونا اتنا آسان نہیں تھا اور ہم درحقیقت وارم اپ ہونا بھی نہیں چاہتے تھے۔ دراصل ہاتھ پاؤں کی حرکات تو اس لیے تھیں کہ ہمارے ذہنوں پر چھائی ہوئی دھند ڈھل جائے تاکہ نشہ آور خوراک کے اثرات زائل ہوسکیں۔

انسان کے اعضا اور اعصاب میں ایک گہرا ربط پایا جاتا ہے اور یہ ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اگر آپ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر آرام سے لیٹ جائیں تو اعصاب میں بھی نرمی اور لچک پیدا ہوجاتی ہے پھر خواہ مخواہ ہی نیند آنے لگتی ہے۔ اسی طرح اگر اعصاب کسی شے کے زیر اثر ہوں تو ہاتھ پاؤں خود بخود ڈھیلے پڑنے لگتے ہیں۔ ہمارے ساتھ یہ آخر الذکر صورتِ حال تھی۔

دس منٹ کی اس مشقت میں ہم نے آپس میں تین منٹ کی ایک محفوظ فائٹ بھی کی جس کے نتیجے میں ہمارے دماغ ہشاش بشاش اور چاق و چوبند ہوگئے۔ گویا ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ واپس جیپ میں بیٹھنے سے قبل ہم نے یوگا کی مشقیں بھی کیں تاکہ تازہ آکسیجن سے پھیپڑوں اور ذہن کو تازگی ملے۔

ہم پوری طرح فٹ ہوکر جیپ کی جانب بڑھے ہی تھے کہ ہمیں چونک جانا پڑا۔

دور نشیب میں کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس اچھلتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ وہی سمت تھی جدھر سے ہم آرہے تھے۔ اس کا مطلب تھا' ہماری طرح کوئی اور بھی کھٹمنڈو کی طرف سے ہائی وے پر چلا آرہا تھا۔ میں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں ڈاکٹر مونگ کو اشارہ کیا اور ہم اپنی جیپ میں آبیٹھے۔

لی یان ابھی تک اسی طرح عقبی نشست پر آڑی ٹیڑھی بے سدھ پڑی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب کھلنے والا کھڑکی کا شیشہ وا کردیا تاکہ کھڑکی کے راستے اندر پہنچنے والی ٹھنڈک اس کے حواس کا مساج کرسکے اس طرح وہ خود بخود گہری غفلتانہ نیند سے بیدار ہوجاتی۔ اگر وہ نارمل روزمرہ کی نیند سو رہی ہوتی تو تشویش والی کوئی بات نہیں تھی۔ یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ ہمیں کھانے میں کوئی ایسی ویسی چیز کھلا دی گئی ہے' لی یان کا جلد از جلد ہوش میں آجانا بہت ضروری تھا!

کھڑکی اور شیشے والی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد میں پسنجر سیٹ پر آبیٹھا اور ڈاکٹر مونگ نے جیپ کو کچے میں سے نکال کر باقاعدہ سڑک پر پہنچا دیا۔ ایک مرتبہ پھر کھٹمنڈو سے ہائی وے والی بستی کی جانب ہمارا سفر شروع ہوگیا۔ اب ہم دونوں پوری طرح ہوش و حواس میں تھے۔

ڈاکٹر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''شاکا ہماری طرف سے پریشان ہورہا ہوگا۔ میں نے اسے دس بجے تک بستی میں پہنچنے کے بارے میں بتایا تھا اور اس وقت رات کے ساڑھے دس بج رہے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق ابھی ہم کھٹمنڈو اور بستی کے وسط میں موجود ہیں۔ بستی تک پہنچتے پہنچتے گیارہ تو بج ہی جائیں گے۔''

میں نے کہا ''اگر شاکا ہماری وجہ سے پریشان ہوگا تو اسے چاہیے فون کرکے تم سے اس تاخیر کا سبب معلوم کرے۔ کیا اس کے پاس تمہارا موبائل نمبر بھی ہے؟''

''میں نے اسے اپنے تمام نمبرز لکھوا رکھے ہیں۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے' شاکا بڑے مزے سے وہاں بستی میں تمہارا انتظار کررہا ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''اگر اسے تمہاری جانب سے کوئی پریشانی لاحق ہوتی یا پھر وہاں بستی میں کسی قسم کی کوئی گڑبڑ کا امکان ہوتا تو وہ اب تک تم سے ٹیلی فونک رابطہ کرچکا ہوتا۔''

وہ گمبھیر لہجے میں بولا ''لاڑ دبھا خیر کرے۔'' پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اضافہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''ویسے اس وقت تک بستی والی دکانیں بند ہوچکی ہوں گی۔ اگر شاکا کو ٹیلی فون کی ضرورت محسوس ہوئی بھی تو وہ فون نہیں کرسکے گا۔''

''ڈاکٹر مونگ! ساحل والا معاملہ بہت ہی اہم ہے۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''تمہیں چاہیے تھا' ایک آدھ موبائل فون شاکا کو بھی دلوا دیتے تاکہ وقت بے وقت وہ تمہاری رسائی میں رہتا۔''

وہ بولا ''موبائل فون والا آئیڈیا پہلے میرے ذہن میں بھی آیا تھا لیکن پھر میں نے کچھ سوچ کر اسے رد کردیا۔''

''کیا سوچ کر تم نے اس معقول اور مفید آئیڈیا کو رد کردیا؟'' میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

اس نے بتایا ''شاکا اس بستی کا ایک عام اور بے ضرر انسان ہے' اپنے کام سے کام رکھنے والا۔ وہ موبائل جیسی سہولت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے شاکا کی ذات پر کوئی شک کی نظر ڈالے۔''

میں نے اس سلسلے میں ڈاکٹر سے بحث کرنا ضروری نہ سمجھا حالانکہ مجھے اس کے خیالات سے اتفاق نہیں تھا۔ میرے حساب سے شاکا کے پاس موبائل فون بہت ضروری تھا۔ وہ



اسے چھپا کر رکھتا اور بوقت ضرورت اس کا استعمال کرتا۔ خواہ مخواہ موبائل فون کی نمائش کی کوئی تُک نہیں بنتی تھی۔ جب تک دوسروں کی نظر اس موبائل پر نہ جاتی' کوئی اسے شک کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ڈاکٹر نے عقب نما آئینے میں جھانکتے ہوئے کہا ''لگتا ہے ان لوگوں کو کہیں پہنچنے کی بہت جلدی ہے۔ وہ بہت غیر محتاط انداز میں ڈرائیونگ کررہے ہیں۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی حرکات سے اندازہ ہوتا ہے وہ جیسے اچھلتے کودتے آگے بڑھ رہے ہیں' ان کی رفتار خاصی خطرناک ہے۔''

ڈاکٹر مونگ اس گاڑی کا ذکر کررہا تھا جس کی ہیڈ لائٹس میں نے بھی دور نشیب میں چمکتی ہوئی دیکھی تھیں۔ میں نے سرسری انداز میں کہا ''جلدی تو ہمیں بھی ہے ڈاکٹر! ہم اپنے پروگرام سے ایک گھنٹا لیٹ ہوچکے ہیں لیکن میں تمہیں رف ڈرائیونگ کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہم تاریک رات میں اس وقت ایک خطرناک پہاڑی راستے پر سفر کررہے ہیں۔ جلدی میں ہونے والی کوئی بھی غلطی ہمیں منزل کے بجائے کہیں اور بھی پہنچا سکتی ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تم فکر نہ کرو' میں بہت احتیاط سے اور دیکھ بھال کر جیپ کو آگے بڑھا رہا ہوں۔''

میں نے عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں لی یان کا جائزہ لیا۔ وہ ہنوز غفلت کی نیند کے ''مزے'' لوٹ رہی تھی۔ میں اس کی طرف سے خاصا متفکر تھا۔ مجھے فکر مند ہونا بھی چاہیے تھا۔ میں نے شون سے اس کی حفاظت کا وعدہ کررکھا تھا۔

پہاڑی راستے کے سبب پہنچنے والے جھٹکوں اور ہچکولوں نے عقبی نشست پر لی یان کی پوزیشن بدل دی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا' کھڑکی کے راستے اندر پہنچنے والی ٹھنڈک نے اسے کروٹ بدلنے پر مجبور کردیا ہو۔ عقب نما آئینے میں اس کا چہرہ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ بے خبر تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوچکا ہے۔ ویسے جیپ روکنے کے بعد میں نے اور ڈاکٹر مونگ نے بڑی توجہ سے اسے چیک کیا تھا۔ اس کے وائٹل سائینز تسلی بخش تھے۔ بس وہ غفلت کی نیند میں تھی۔ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔

لی یان کی معصوم صورت کو دیکھتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ ہم نے اس کے چہرے کی پینگ اور ہیئر اسٹائل کی تبدیلی کا پروگرام بنایا تھا لیکن رتنا پارک والے بنگلے میں وہ خونریز واقعات اتنی تیزی سے رونما ہوئے کہ ہمیں خود پر توجہ دینے کا ہوش نہیں رہا تھا، لی یان کے میک اپ کے بارے میں کب سوچتے۔ ان حالات میں' پہلی فرصت میں اس بنگلے کو خیر باد کہنا ضروری تھا..... اور یہ ضروری کام ہم نے پہلے کیا تھا۔ لی یان کے چہرے کی پینگ اور ہیئر اسٹائل کے بارے میں بستی میں پہنچنے کے بعد بھی سوچا جاسکتا تھا۔ ہم جو بیگ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے' اس میں میک اپ کے حوالے سے مکمل رینج موجود تھی۔

''دجدان! یہ لوگ تو سر پر چڑھے آرہے ہیں۔'' ڈاکٹر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

میں نے بھی تھوڑا سا جھک کر عقبی منظر دکھانے والے آئینے میں جھانکا تو تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ ہمارے پیچھے آنے والی گاڑی واقعی بڑے خطرناک انداز میں آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کی رفتار اور راستے کی صورت کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا تھا' اس گاڑی میں موجود افراد کو اپنی زندگی سے ذرا سا بھی پیار نہیں۔ میں نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر ڈاکٹر کو مشورہ دیا۔

''ڈاکٹر مونگ! جیپ کو ایک طرف ہٹا کر اس گاڑی کو اوورٹیک کا موقع دو' ورنہ مجھے تو یوں لگ رہا ہے یہ لوگ ہمیں روندتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گے۔''

ادھر میری بات ختم ہوئی ادھر اس گاڑی نے اوورٹیک کے لیے ہارن بجانا شروع کردیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' انہوں نے ہماری گفتگو سن لی ہو۔ اگرچہ ماحول میں ہر سو تاریکی رچی بسی تھی تاہم ہیڈ لائٹس کی روشنی نے ہمیں بتا دیا کہ وہ کوئی ہیوی گاڑی تھی۔ میرا اندازہ اسٹیشن ویگن کا تھا۔

اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اس گاڑی کو آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرتا' تاریک یخ بستہ فضا فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھی۔

ہم دونوں نے تشویش بھری نظروں سے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے جیپ کی اسپیڈ میں اضافہ کردیا۔ میں نے کہا ''کیا کررہے ہو ڈاکٹر؟''

''کیا کررہا ہوں!'' اس کی جھلائی ہوئی آواز ابھری۔

میں نے چیخ سے مشابہ آواز میں کہا ''یہ بہت خطرناک ہے۔ تاریکی اور راستہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ ہم کوئی بہت بڑا نقصان اٹھالیں گے۔''

''ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔'' وہ جیپ کی رفتار کو بتدریج بڑھاتے ہوئے بولا۔

میں نے وحشت زدہ نظر سے عقب میں دیکھا۔ ہمارے پیچھے آنے والی گاڑی نے ہارن بجانا بند کردیا تھا تاہم اس کی

رفتار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے بڑے لرزہ خیز انداز میں تاریک سڑک پر دوڑنے لگیں۔ میں نے واضح طور پر دیکھ لیا۔ وہ ایک اسٹیشن ویگن تھی۔ اب اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ وہ لوگ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے اور تھوڑی دیر پہلے چلنے والی گولی نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ہمارے دشمن تھے۔ وہ فائر یقیناً ہماری جیپ پر کیا گیا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کہ جیپ اس گولی سے محفوظ رہی۔

ڈاکٹر نے ڈرائیونگ پر کنٹرول برقرار رکھتے ہوئے اپنے ایک پاؤں کو کک کے سے انداز میں جیپ کے ڈیش بورڈ کے نیچے واقع خلا میں چلایا۔ کھٹک کی آواز پیدا ہوئی۔ یہ وہی خلا تھا جہاں میں نے پاؤں رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں نے ایک خفیہ خانہ کھول دیا ہے۔ وہاں دو آٹو میٹک رائفلیں رکھی ہیں۔ وہ نکال لو۔ ان لوگوں کو تعاقب سے روکنا ہوگا۔''

میں نے پلک جھپکتے میں تھوڑا جھک کر دونوں مذکورہ رائفلیں اس خفیہ خانے سے برآمد کرلیں۔ وہ پوری طرح لوڈ تھیں۔ ایک گن کو میں نے ڈاکٹر کی سیٹ کے ساتھ کھڑا کردیا دوسری کو اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ وہ دونوں سیون ایم ایم گنیں تھیں۔

فائر کے بعد متعاقب گاڑی کی طرف سے مزید کوئی گولی نہ چلی' انہوں نے ہارن کی ضرورت بھی محسوس نہ کی البتہ انہوں نے ہمیں روکنے اور دہشت زدہ کرنے کے لیے ایک دوسرا راستہ اپنایا۔ میں جیسے ہی گن تھام کر سیدھا ہوا' ہماری جیپ کو ایک خوفناک دھکا لگا۔

تعاقب میں آنے والی اسٹیشن ویگن نے ہماری جیپ کو ایک ہنگامہ خیز بوسہ دیا تھا۔ اس ٹکر کے نتیجے میں جیپ کے اندر ایک نسوانی مدھم چیخ ابھری۔ میں نے بے ساختہ پلٹ کر جیپ کی عقبی نشست کو دیکھا' لی یان مجھے وہاں دکھائی نہیں دی۔ جیپ کی پشت پر لگنے والے خطرناک دھکے نے لی یان کو سیٹ ''چھوڑنے'' پر مجبور کردیا تھا اور یقینی بات تھی' وہ اس وقت دونوں سیٹوں کے درمیان واقع خلا میں فٹ میٹ پر پڑی ہوگی۔ میں نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر لی یان کو دیکھنا چاہا تو ڈاکٹر مونگ نے ٹھوس لہجے میں کہا ''وہ جہاں پڑی ہے پڑے رہنے دو۔ اس کے لیے سب سے زیادہ محفوظ جگہ وہی ہے۔ تم تعاقب میں آنے والوں کی راہ کھوٹی کرنے کی کوشش کرو۔''

بات ختم کرتے ہی ڈاکٹر مونگ نے جیپ کی اندرونی لائٹ کو آف کردیا۔ جیپ کا اندرونی ماحول اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اب باہر اور آس پاس سے جیپ کے اندر جھانکا نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے ایک طرف کے محاذ کو پوری ذہنی بیداری کے ساتھ سنبھال لیا۔

میں نے پسنجرز سیٹ والی کھڑکی کا شیشہ گرایا اور اپنے بالائی نصف دھڑ کو ٹھنڈی ٹھار فضا کے سپرد کردیا۔ جسم کے اسی حصے میں میرے دونوں ہاتھ بھی پیوست تھے اور ان ہاتھوں میں ایک خطرناک سیون ایم ایم دبی ہوئی تھی۔

میں نے جیپ سے باہر نکلے ہوئے اپنے جسم کو ایک خاص زاویے سے موڑا اور سیون ایم ایم سے اسٹیشن ویگن کی ہیڈ لائٹس کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو ممکن ہے وہ گاڑی کے پہیوں پر فائرنگ کرتا مگر میں نے ایک خاص وجہ سے ہیڈ لائٹس کو چنا تھا۔ میرے سامنے اس وقت متعاقب اسٹیشن ویگن کے ''جسم'' کے تین حصے کھلے ہوئے تھے۔ پاؤں' پیٹ اور آنکھیں۔ میں اپنی جیپ میں رہتے ہوئے بآسانی اسٹیشن ویگن کے ٹائروں' ونڈ اسکرین اور ہیڈ لائٹس کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ میں نے اس بدبخت کو مجروح یا معذور کرنے کے بجائے اندھا کرنے کا فیصلہ کیا۔

اگلے ہی لمحے سیون ایم ایم گرج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی اسٹیشن ویگن کی لائٹس چکنا چور ہوگئیں۔ میں نے نشانہ باندھ کر جو برسٹ مارا تھا اس نے متعاقب گاڑی کو دونوں آنکھوں سے اندھا کردیا۔ اب وہ اسٹیشن ویگن تاریک رات میں ہماری جیپ کو ''دیکھنے'' کے قابل نہیں رہی تھی۔

میں واپس پسنجرز سیٹ پر پہنچا اور ڈاکٹر مونگ سے کہا ''جیپ کی رفتار کو بڑھا دو۔''

وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں تیز رفتاری کے حق میں نہیں تھا اور اب خود ہی ڈاکٹر کو اسپیڈ بڑھانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ یہ سب نظریہ ضرورت کا کھیل ہے۔ ڈاکٹر فلائنگ فائٹ کا ماہر ضرور تھا لیکن وہ جیپ کو اڑا کر نہیں لے جاسکتا تھا۔ اسے جیپ کو اسی سڑک پر دوڑانا تھا۔ اسٹیرنگ پر قابو رکھتے ہوئے اس نے جیپ کی رفتار میں خاطر خواہ اضافہ کردیا اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

''میں تو انہیں پیچھے چھوڑنے کی کوشش کر ہی رہا ہوں۔ تم بھی انہیں روکنے کی چارہ جوئی کرو۔''

میں نے اگلے ہی لمحے اپنے جسم کے نصف بالائی حصے کو جیپ کی کھڑکی سے باہر پہنچا دیا۔ گن بدستور میرے ہاتھ میں تھی۔ اسٹیشن ویگن کے تعاقب سے مکمل نجات کے لیے اس کے پاؤں کو گھائل کرنا بھی ضروری ہوگیا تھا۔ یہ بھی نظریہ ضرورت کا ایک رخ تھا۔

میں نے جیسے ہی سیون ایم ایم کو سیدھا کرکے ٹریگر دبانا چاہا' ہماری جیپ کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ اسی لمحے اسٹیشن ویگن نے عقب سے جیپ کو ٹکر ماری تھی۔ وہ اسٹیشن ویگن کم بخت ہماری جیپ کی دم سے گویا بندھی چلی آرہی تھی۔ میں دھکا کھانے کے سبب اپنے ٹارگٹ پر فائر نہ کرسکا۔ دوبارہ سنبھل کر جب میں نے یہ کوشش کرنا چاہی تو میدانِ جنگ کے نقشے میں تھوڑی تبدیلی آچکی تھی۔ اسٹیشن ویگن میری فائرنگ رینج میں نہیں رہی تھی۔

دوسری مرتبہ وہ ڈرائیونگ سائیڈ میں نمودار ہوئی۔ اب اس کا انداز اوورٹیک کرنے والا تھا۔ میں سمجھ گیا وہ لوگ ہم سے آگے نکل کر ہماری راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہونے کا عزم رکھتے ہیں۔ اگر اسٹیشن ویگن ہماری جیپ کے سامنے پہنچ کر ایسی کوئی کوشش کرتی تو لامحالہ ہم جیپ روکنے پر مجبور ہوجاتے' بصورتِ دیگر ہمیں اسٹیشن ویگن سے ٹکرانا ہوتا۔

میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اپنی نشست کے اوپر سے ہوتے ہوئے عقبی نشست پر پہنچ گیا۔ میں نے سرسری انداز میں لی یان کا جائزہ لیا۔ وہ فٹ میٹ پر بے سدھ پڑی تھی۔ میں پوری توجہ سے محاذ پر ڈٹ گیا۔

میں نے بڑی احتیاط سے کھڑکی کا شیشہ اتنا سا کھول لیا جہاں سے میں گن کے بیرل کو باہر نکال سکوں۔ اسٹیشن ویگن اب تقریباً جیپ کے متوازی چل رہی تھی۔ ویگن کی کھڑکیوں پر پردے گرے ہوئے تھے۔ اس لیے میں اندازہ نہیں لگا سکتا تھا' اس کے اندر کتنے دشمن موجود ہیں۔

میں نے جیسے ہی اسٹیشن ویگن پر سیون ایم ایم کو استعمال کرنا چاہا' وہ گولی کی رفتار سے آگے بڑھ گئی۔ میں پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ میری نگاہ نے ایک ناقابلِ یقین نظارہ دیکھا تھا۔ میں نے سیکڑوں' ہزاروں اور لاکھوں گاڑیوں کو اوورٹیک کرتے دیکھا تھا مگر ایسی سرعت کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ میں نے سیکنڈ کے دس ویں حصے میں یہ حیرت انگیز منظر دیکھا اور اگلے ہی لمحے میری حیرت کی وضاحت ہوگئی۔

رات کی تاریکی اور سناٹے میں ٹائروں کی مخصوص چرچراہٹ ابھری اور میں اپنی جگہ پر توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اگلے ہی لمحے صورتِ حال میری سمجھ میں آگئی۔ ڈاکٹر نے اچانک جیپ کے بریک لگا دیے تھے جس کے سبب اسٹیشن ویگن جیپ کے پہلو سے گولی کی طرح آگے نکل گئی تھی۔

تھوڑے فاصلے پر آگے جا کر وہ ویگن بھی رک گئی۔ اس دوران میں ڈاکٹر مونگ بھی آٹو میٹک سیون ایم ایم سنبھال چکا تھا۔ میں نے اپنی گن پر کنٹرول حاصل کیا اور سفاک لہجے میں ڈاکٹر سے کہا۔

''ان خبیثوں سے یہیں نمٹ لیا جائے تو اچھا ہے ورنہ یہ ہمارے ساتھ ہی بستی تک پہنچیں گے۔''

''میں نے ان سے نمٹنے کے لیے ہی جیپ روکی ہے۔'' ڈاکٹر نے چٹانی لہجے میں کہا ''انہیں اپنے ساتھ بستی تک لے کر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا ''کیا ہم ان کے استقبال کے لیے جیپ سے باہر نکل جائیں؟''

ڈاکٹر نے اپنے سامنے سڑک پر کھڑی اسٹیشن ویگن کو گہری نظر سے دیکھا اور بولا ''میرا خیال ہے' ہمیں ان کے برآمد ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ ہم سے ''ملاقات'' کی خواہش وہ لوگ اپنے دلوں میں بسا کر یہاں پہنچے ہیں۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' میں نے اسٹیشن ویگن اور جیپ کے مابین فاصلے کو نگاہ میں تولتے ہوئے کہا ''وہاں کھڑے کھڑے تو وہ ہمیں نشانہ نہیں بنا سکتے۔ انہیں ویگن سے نکل کر ہماری طرف آنا ہوگا۔ ہم جیپ کے اندر رہتے ہوئے انہیں آسانی سے شکار کرسکتے ہیں۔''

ادھر میری بات ختم ہوئی' ادھر وہ اسٹیشن ویگن دوبارہ حرکت میں آگئی۔ یہ حرکت اس نے ریورس گیئر میں کی تھی۔ ڈاکٹر نے گن کو پسنجرز سیٹ پر رکھا اور تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں ایک چال چل رہا ہوں۔ تم پوری طرح ہوشیار رہنا۔ جیسے ہی اسٹیشن ویگن فائرنگ رینج میں آئے' تم سیون ایم ایم کا دہانہ کھول دینا۔''

''او کے..... آئی ایم ریڈی!'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

میں نہیں جانتا تھا' ڈاکٹر نے کون سی چال چلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بہرحال' میں ریڈ الرٹ ہوکر آنے والے سنگین لمحات کا انتظار کرنے لگا۔

اسٹیشن ویگن بیک گیئر میں چلتے ہوئے تیزی سے پیچھے آرہی تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ فائرنگ رینج میں آتی' ڈاکٹر نے ایک جھٹکے سے جیپ کو آگے بڑھا دیا۔ دونوں گاڑیاں تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آنے لگیں۔ وہ بہت ہی نازک لمحات تھے۔ کسی وقت کچھ بھی ہوسکتا تھا اور اس ''ہونے'' کا نتیجہ دونوں پارٹیوں کے لیے مختلف اثرات کا حامل ہوتا۔ میں اپنی گن سے گولیاں برسانے کا ارادہ کر ہی رہا

تھا کہ اسٹیشن ویگن کی طرف سے فائرنگ کا آغاز ہوگیا۔

ڈاکٹر جیسے اس ماحول سے بیگانہ ہوگیا تھا۔ وہ نتائج کی پروا کیے بغیر جیپ کو آگے بڑھاتا چلا گیا۔ اسٹیشن ویگن والوں کی کوشش تھی کہ وہ اپنی گاڑی کو جیپ سے ٹکرا دیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ جیپ کی جانب گولیاں بھی اچھال رہے تھے تاکہ ہمیں کسی جوابی کارروائی کا موقع نہ مل سکے لیکن میں تو دشمنوں کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔

جب دونوں گاڑیوں کے بیچ اتنا فاصلہ رہ گیا کہ کسی بھی لمحے وہ ایک عظیم الشان تصادم کو جنم دے سکتی تھیں تو ڈاکٹر نے بڑی صفائی سے اسٹیرنگ کو ایک جرک دی اور جیپ کو ایک مخصوص زاویے سے آگے بڑھاتا چلا گیا۔

اس لمحاتی جرک نے جیپ کو لرزا کر رکھ دیا۔ تاہم اس دوران میں مجھے بھرپور فائرنگ کا موقع مل گیا۔ جیسے ہی اسٹیشن ویگن ہماری جیپ کے قریب پہنچی' میں نے اس کے عقبی ٹائروں پر ایک طویل برسٹ مارا۔ بیک گیئر میں گاڑی کو کنٹرول میں رکھنا نسبتاً مشکل ہوتا ہے' پھر ہماری جیپ بھی لہراتی ہوتی آگے بڑھی تھی لہٰذا میری فائرنگ سے اسٹیشن ویگن کے ٹائر محفوظ رہے۔ البتہ وہ جیپ کی سائیڈ لگنے سے تھوڑا ڈگمگا چکی تھی چنانچہ میری گن سے نکلنے والی گولیوں نے اسٹیشن ویگن کی باڈی کا مزاج پوچھ لیا پھر ہمارے درمیان دوطرفہ فائرنگ ہونے لگی۔

میں نے ڈاکٹر مونگ سے کہا ''ہمیں جیپ سے باہر نکل کر ان پر فائرنگ کرنا چاہیے تاکہ ان کی فائرنگ کا زاویہ تبدیل ہوسکے۔ ابھی تک تو ہماری جیپ محفوظ اور سفر کرنے کے قابل ہے۔ اگر کوئی اندھی گولی اس کے فیول ٹینک میں گھس گئی تو ہم خود کو نارجہنم کے حصار میں پائیں گے۔ جیپ کے عقبی حصے میں خطرناک ایندھن سے بھرے ہوئے دو کین بھی رکھے ہیں..... اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہماری ایک ساتھی اس جیپ کے فٹ میٹ پر بے ہوش پڑی ہے۔''

میری تجویز ڈاکٹر کی سمجھ میں آ گئی۔ ہم اپنی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر جیپ سے باہر کود گئے۔ ڈاکٹر جیپ کے اگنیشن میں سے چابی نکالنا نہیں بھولا تھا۔ ہم دونوں سیون ایم ایم سے لیس مختلف سمتوں میں تاریکی کا سہارا لیتے ہوئے تیزی سے دوڑتے چلے گئے۔ اس دوڑ کے دوران میں ہم فائرنگ کی طرف سے غافل نہیں ہوئے تھے۔

نتیجہ ہماری توقع کے عین مطابق برآمد ہوا۔ اب اسٹیشن ویگن والے دشمنوں کی فائرنگ کا رخ بدل گیا تھا۔ وہ اس وقت دوررخی فائرنگ کررہے تھے کیونکہ میں اور ڈاکٹر دو مختلف سمتوں میں نکلے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر مونگ کی طرف سے فائرنگ کا سلسلہ تھم گیا۔ میں نے بھی اپنی گن کو ''رحمت'' سے بچالیا البتہ' اسٹیشن ویگن والے وقفے وقفے سے فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہماری خاموشی سے یہ تاثر لے سکتے تھے کہ ہم وہاں سے فرار کی کوشش میں ہیں۔ اگر وہ واقعی ایسا سوچ رہے تھے تو زندگی کی ایک بہت بڑی حماقت کررہے تھے۔

جیپ سے نکلتے وقت ہمارے درمیان آیندہ کا لائحہ عمل طے نہیں ہوا تھا۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ ہمیں اپنی گاڑی سے زیادہ دور نہیں جانا چاہیے۔ جیپ کے اندر لی یان بے سدھ پڑی تھی۔ اگر ہمارے دشمن جیپ کے اندر جھانکنے کے لیے اس طرف نکل آتے تو ایک نئی مصیبت کھڑی ہوسکتی تھی۔

میں نہیں جانتا تھا' ڈاکٹر نے اس پوزیشن سے نمٹنے کے لیے اپنے ذہن میں کیا سوچ رکھا ہے' میں نے البتہ ایک منی شیڈول بنالیا۔ یہ ایک فوری فیصلہ تھا۔ مجھے جیپ سے زیادہ فاصلے پر نہیں جانا تھا اور دشمنوں تک رسائی بھی حاصل کرنا تھی۔

میں نے جیپ کو فائرنگ رینج میں رکھ لیا تاکہ اگر کوئی دشمن اس طرف جانے کی کوشش کرے تو میں اسے گولیوں سے بھون سکوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے نیم دائرے میں اسٹیشن ویگن کی سمت قدم اٹھانا شروع کردیے۔

دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں اور وہ ایسے بے ہودہ انداز میں کھڑی تھیں کہ نہ آتی ہوئی نظر آتی تھیں اور نہ ہی جاتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ٹھنڈی ٹھار تاریکی میں ان کے ہیولے بڑا ہیبت ناک منظر پیش کررہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دو بھوت آمنے سامنے کھڑے ہوں۔ اسٹیشن ویگن کی ہیڈ لائٹس پر فائرنگ کرکے میں نے اس کی آنکھیں چھین لی تھیں اور ڈاکٹر نے جیپ کے اگنیشن سے چابی نکالتے وقت انجن کو بند کردیا تھا۔

میں محتاط قدموں سے اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ مخالف سمت میں مجھے شدید فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ یہ وہی سمت تھی جدھر ڈاکٹر مونگ گیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے محاذ کو نظرانداز کرکے اپنے محاذ پر توجہ مرکوز کردی۔ ڈاکٹر اپنے ''معاملات'' سے نمٹنا جانتا تھا۔

اچانک میرے نزدیک ہی ایک گولی چلی اور مجھے اپنے بازو میں چنگاریاں سی بھرتی محسوس ہوئیں۔ کوئی مجھ پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اس نے میری زندگی کا چراغ گل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تو میری خوش قسمتی کہ پھونکوں سے اس چراغ



کو بجھایا نہیں جاسکتا تھا جب تک کہ ہوا کا فانوس میری حفاظت کررہا تھا۔ یہ وہی بات تھی' جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!

میں نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس سمت اندھیرے میں فائرنگ کی جدھر سے آنے والی گولی نے میرے کندھے میں جیسے آگ سی لگادی تھی۔ اس فائرنگ کے نتیجے میں ایک طویل' اذیت ناک انسانی چیخ بلند ہوئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا' یا تو شدید زخمی ہوگیا تھا یا پھر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

میں نے ایک لمبی رولنگ کی اور اپنی جگہ سے خاصے فاصلے پر چلا گیا۔

کھلی جگہ پر گن فائٹ کے دوران میں اپنی پوزیشن کو بدلتے رہنا چاہیے ورنہ شدید نقصان پہنچ جاتا ہے' میں جیسے ہی رولنگ مکمل کرکے اپنے قدموں پر آیا' ایک اور دشمن سے سامنا ہوگیا۔ وہ اپنی گن کو میری سمت سیدھا کررہا تھا کہ میں نے اچھل کر ڈبل فرنٹ فلائنگ کک اس کے سینے پر ماری۔

وہ عقبی سمت میں اچھلا اور گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کہیں گم ہوگئی۔

گم اس لیے کہ وہاں اچھی خاصی تاریکی تھی۔ میں یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ گن کہاں گری ہوگی۔ مجھ سے کک کھانے والا بہت پھرتیلا ثابت ہوا۔ وہ زمین پر پشت لگاتے ہی کسی اسپرنگ کے مانند اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مارشل آرٹس سے واقف تھا۔ میں اس اندھیرے میں فائٹ کو طول دے کر اپنا اور اس کا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے ساحل کے پاس پہنچنے کی جلدی تھی اور اس بدبخت کو موت آوازیں دے رہی تھی۔ موت کی آواز پر لبیک کہنا اس پر لازم تھا۔ مجھ پر جو کچھ لازم تھا میں نے صرف اس پر دھیان دیا۔

وہ جیسے ہی اٹھ کر کھڑا ہوا، میں نے اس کے سینے پر فائرنگ کردی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ دباتے ہوئے کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند زمین بوس ہوگیا۔

اس لمحے میں نے تھوڑے فاصلے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی، اندھیرے کے باعث میں اتنی دور تک دیکھ نہیں سکتا تھا۔ تاہم مجھے اندازہ ہوگیا، کوئی وہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں تھا۔ میں نے جن دو افراد کو ابھی ابھی جہنم واصل کیا تھا، وہ بھی یقیناً انہی کا کوئی ساتھی ہوگا۔

میں نے اندازے سے اس سمت فائرنگ کردی جدھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز ابھری تھی

جواب میں کوئی انسانی چیخ فضا میں بلند نہ ہوئی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا۔ یا تو وہ فائرنگ رینج سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا تھا یا پھر وہ میرے نشانے پر نہیں آیا تھا۔

میں محتاط قدموں سے آگے بڑھنے لگا، رات کی تاریکی کے باعث وہ اسٹیشن ویگن کسی ہیولے کے مانند نظر آرہی تھی۔ میں اس وقت ویگن کی عقبی سمت میں تھا۔ ویگن مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی تاہم اس کا انجن اسٹارٹ تھا جس کی مخصوص ''گھوں گھوں'' ایک تواتر کے ساتھ سنائی دے رہی تھی۔

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسٹیشن ویگن میں بھر کر کتنے دشمن ہمارے تعاقب میں لپکے تھے۔ دو کو میں نے مار گرایا تھا، تیسرا ممکنہ طور پر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ چوتھے کی کرب ناک چیخ میں نے اس سمت سے ابھرتی سنی تھی جدھر ڈاکٹر مونگ نے مورچا سنبھال رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اگر ان کا کوئی اور ساتھی بھی تھا تو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

جاننے کے لئے اسٹیشن ویگن کے نزدیک جانا ضروری تھا اور میرے محتاط قدم اسی سمت اٹھ رہے تھے۔

موسم کی شدت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا اور اس سخت ترین موسم کی ٹھنڈک نے جلد ہی میرے بازو کے زخم کو بھی جما کر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر پہلے میں جو اس میں شرارے سے بھرے محسوس کررہا تھا، اب اس جلن اور تکلیف میں خاصی کمی آگئی تھی۔ میں زخمی بازو کی پروا کیے بغیر اسٹیشن ویگن کے انتہائی قریب پہنچ گیا۔

میں نے اپنی سانس روک لی اور بے آواز قدموں سے آگے بڑھنے لگا مگر ویگن کے اندر اور آس پاس مجھے سناٹے کا راج دکھائی دیا۔ وہاں کسی بھی متنفس کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ ویگن کی کھڑکیوں پر چونکہ پردے گرے ہوئے تھے اس لئے میں اس کے اندر دیکھنے سے قاصر تھا۔ اگر میں ویگن کے سامنے والے حصے کی طرف نکل جاتا تو ممکن تھا، ونڈ اسکرین کے پار، ویگن کے اندر کچھ دکھائی دے جاتا۔ میں اس وقت عقبی سمت میں تھا۔

میں نے اسٹیشن ونگ کے یخ بستہ پہلو کو چھو کر دیکھا اور اس پر دستک دیتے ہوئے آگے نکل آیا۔ اگر وہاں آس پاس یا ویگن کے اندر کوئی موجود ہوتا تو وہ میری اس دستک پر چونک جاتا اور چونکنے کے بعد کوئی نہ کوئی ردِعمل بھی ضرور پیش کرتا!

مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ویگن کے گرد و نواح کو کوئی سانپ سونگھ گیا ہو۔ میں اس وقت ویگن کے ڈرائیونگ سائیڈ والے پہلو میں تھا۔ دو سیکنڈ بعد میں ڈرائیونگ کیبن کے قریب پہنچ گیا۔ تھوڑا سا جھک کر میں نے

ویگن کے اندر جھانکا۔ ڈرائیور والی کھڑکی پر چونکہ پردہ موجود نہیں تھا اس لیے مجھے اندر کا ماحول نظر آ گیا۔ ویگن کے اندر ریڈنگ لائٹ آن تھی مگر کسی ذی روح کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اس ویگن میں ہمارا تعاقب کرنے والے تمام افراد کہیں اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔

اسی لمحے مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے عقب میں موجود ہو۔ یہ بڑا سنسنی خیز احساس تھا۔ میں دیکھ چکا تھا، تھوڑی دیر پہلے وہاں کوئی بھی نہیں تھا لیکن میں اپنے احساس کو جھٹلا نہیں سکتا تھا، چنانچہ فوری ایکشن کا فیصلہ کرتے ہی میں عمل کے میدان میں اتر آیا۔

اس وقت میں رکوع کے بل جھک کر ویگن کے اندر جھانک رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ گاڑی کی باڈی پر ٹکے تھے جن میں سیون ایم ایم بھی موجود تھی۔ جیسے ہی مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، میں نے سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ضائع کرنا بھی مناسب نہ سمجھا، وہیں جھکے جھکے میں نے گاڑی کی باڈی سے ہینڈ پش لیا اور عقب میں قلابازی کرتے ہوئے ایک تیز رفتار ریئر کک چلا دی۔

اس کک کے جواب میں ایک انسانی چیخ بلند ہوئی اور کوئی وزنی شے ''دھپ'' سے زمین پر گری۔ زمین پر قدم پڑتے ہی میں نے بیک سمر سالٹ لگایا اور متاثرہ قطعہ زمین سے کافی فاصلے پر پہنچ گیا۔

اسی وقت میری نگاہ ایک شخص پر پڑی۔ وہ زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی ایک وزنی پتھر بھی نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے ''دھپ'' کی جو آواز سنی وہ یقیناً اسی پتھر کے زمین پر گرنے سے پیدا ہوئی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ شخص عقب سے پتھر پھینک کر میرا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔

مذکورہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس کا ایک ہاتھ ہونٹوں کی مزاج پرسی میں مصروف تھا، میری ریئر فلائنگ کک نے اس کی ناک اور ہونٹوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔

ریئر کک (بیک کک) بہت ہی خطرناک تصور کی جاتی ہے اور گراؤنڈ ریئر کک کی نسبت فلائنگ ریئر کک ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ شخص نہتا، حاصل شدہ تمام تر نقصان کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا، اندھیرے کے باعث ہم ایک دوسرے کے خدوخال کی تفصیل تو نہیں جان سکتے تھے تاہم ایک دوسرے کو دیکھ ضرور سکتے تھے۔

مجھے امید تھی، وہ سنبھلتے ہی مجھ پر حملہ آور ہوگا لیکن پتا نہیں، اس کے جی میں کیا آئی کہ اس نے ایک جانب دوڑ لگا دی، شاید اس کی غالب وجہ یہ تھی کہ وہ نہتا تھا اور میرے ہاتھ میں اس نے ایک خطرناک گن دیکھ لی تھی۔ وہ ممکنہ موت سے بچنے کے لیے زندگی کی طرف لپکا تھا۔ زندگی ..... جو ایک بے وفا شے کا نام ہے!

اس کی بھگوڑوں والی حرکت پر میں ایک لمحے کے لیے حیران ہوا پھر اس کے تعاقب میں لپک گیا۔

اتفاق سے وہ اس طرف جا رہا تھا جدھر ہماری جیپ کھڑی تھی۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ اس طرح میں اس کا پیچھا کرتے ہوئے جیپ کے قریب پہنچ جاتا، جیپ کے اندر لی یان بے ہوش پڑی تھی۔ پتا نہیں، اب وہ کس حال میں تھی۔

میں پوری تیز رفتاری سے بھاگا اور جیپ سے محض پانچ فٹ کی دوری پر اسے جالیا۔ جب کوئی راہ فرار نہ رہی تو اس نے موت کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور میرے مقابل جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے خطرناک سیون ایم ایم کو جیپ کے قریب زمین پر ڈالا اور اس شخص کی جانب بڑھا۔ اس نے نروس انداز میں مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس کے حملے میں دیسی پن تھا یعنی وہ لڑائی بھڑائی کا شائق تو نظر آتا تھا مگر مارشل آرٹس کی ٹیکنیکس سے نابلد تھا۔

اس نے دونوں بازو وا کر کے مجھے اپنی گرفت میں دبوچنے کی کوشش کی۔ اس کا انداز جن جپھا ڈالنے والا تھا۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی دبوچ میں آ جاتا۔ میں اپنے قدموں کی حرکات سے تھوڑا پیچھے ہٹا اور ایک اسٹیپ لے کر اس کے، آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں پر فرنٹ کک ماردی۔

میرے فٹ ورک نے مجھے محفوظ رکھا لیکن وہ کک کھانے کے بعد دوبارہ اندر کو آیا۔ میں اس کے انداز سے سمجھ گیا، وہ جوڈو اور اکاڈو وغیرہ کی ٹیکنیکس سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے میری ٹانگ پر ٹانگ مارنا چاہی۔

میں نے بیک فٹ پر جاتے ہوئے اپنی ٹانگ کو بچایا اور وہیں بیٹھ کر فرنٹ سوئپ چلا دی، میری پنڈلی کے سامنے والی ہڈی اس کی پنڈلی کے گوشت پر لگی۔ وہ قدموں سے اکھڑا اور پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے تکلیف دہ ''اوں'' خارج ہوئی۔

وہاں کی زمین پتھریلی تھی جس نے اس کی تشریف کا ولولہ انگیز خیر مقدم کیا۔ میں ایک اسٹیپ لے کر اس کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ زمین پر گرے ہوئے ہمہ مقابل پر حملہ کرنا سچے مارشل آرٹسٹ کی توہین

ہے۔ وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور اس ٹانگ کو بری طرح جھٹکنے لگا جس کی پنڈلی پر میں نے خطرناک فرنٹ سوئپ ماری تھی، شن (پنڈلی کی ہڈی) کی ضرب بہت ہی خطرناک ہوتی ہے۔ یہ کسی تیز دھار تلوار کے مانند کام کرتی ہے اور اس کے برابر نقصان بھی پہنچاتی ہے۔ اس طرح شن (SHIN) پر لگنے والی چوٹ بھی دن میں تارے دکھا دیتی ہے۔ مضروب کافی دنوں تک لنگڑا کر چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اسی لیے مارشل آرٹس کی فائٹ کے دوران میں دونوں فائٹرز شن گارڈز کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔

میرا مدِمقابل جیسے ہی اٹھ کر کھڑا ہوا، میں نے اچھل کر فرنٹ فلائنگ کک چلا دی۔ وہ خود کو بچانے کے لیے تیزی سے پیچھے کو گیا۔ وہ میری کک سے تو محفوظ رہا تاہم اندھا دھند پیچھے ہٹنے کے باعث اس کا پاؤں ایک آڑے ٹیڑھے پتھر پر پڑ گیا۔

وہ بری طرح لڑکھڑایا اور ایک مرتبہ پھر پیٹھ کے بل زمین پر جا گرا۔

اس مرتبہ پہلے کی نسبت اسے زیادہ چوٹ لگی تاہم وہ پہلے کی نسبت جلدی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دوران میں، میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔

میں نے ہاتھ پاؤں کی مسلسل ٹھوکروں سے اسے دھو کر رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بری طرح پٹ رہا تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ایک دو مرتبہ اس نے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اس کے فرار کی ہر راہ مسدود کر دی۔ اس کی موت میرے ہاتھوں لکھی تھی لہٰذا وہ کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ میں دل سے اس بات کا خواہاں نہیں تھا کہ اس کی جان لوں مگر تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔

میں تو محض اسے ناکارہ بنا کر چھوڑنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ ایک مرتبہ میری ڈھال پر ایسا آیا کہ اس کی زندگی کی کہانی کو ''دی اینڈ'' کا ٹائٹل مل گیا۔

وہ مجھے اٹھا کر پھینکنے کی کوشش میں جوڈو کی ایک مقبول عام ٹیکنیک ''تھرو'' کا استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا داؤ اسی پر لوٹا دیا اور ''ریورس تھرو'' مار کر اسے دور پھینک دیا۔

ان سنگین لمحات میں اجل اس کے آس پاس ہی گھوم رہی تھی۔ وہ جس جگہ جا کر گرا وہاں چھوٹے بڑے کئی پتھر موجود تھے۔ اس بدبخت کا سر ایک بڑے پتھر سے جا ٹکرایا۔ کھوپڑی اور پتھر کے تصادم سے ایک مخصوص آواز پیدا ہوئی۔ میں نے پلک جھپکتے میں جان لیا' اس کا ناریل بری طرح چٹخ گیا تھا۔

میں لپک کر اس کے نزدیک پہنچا تو مجھے اس کا وجود خطرناک انداز میں جھٹکے لیتا ہوا نظر آیا۔ وہ اس وقت جان کنی کے عالم میں تھا۔ اندھیرے کے باعث میں اس کی کھوپڑی پر ٹوٹنے والی قیامت اور اس کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصان کا اندازہ تو نہیں لگا سکتا تھا تاہم اس کی حالت دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پل دو پل کا مہمان تھا۔ وہ آخری مرتبہ اس دنیا کو دیکھ رہا تھا۔ یہ اس کی بدقسمتی کہ دنیا کے آخری نظارے کی صورت میں تاریکی کے سوا کچھ بھی اس کے حصے میں نہیں آیا تھا۔ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ انسان کی طاقت ور جن کا مقابلہ کر سکتا ہے مگر نصیب سے نہیں لڑ سکتا کیونکہ یہ براہِ راست نصیب بنانے والے سے لڑائی ہو گی۔ نصیب بنانے والا سب سے زیادہ قدرت والا ہے۔ آج تک کوئی اس سے جیت سکا ہے اور نہ ہی کبھی جیت سکے گا!

میں واپس جیپ کی طرف پلٹا تو سامنے سے ڈاکٹر مونگ آتا نظر آیا۔ میں نے اس کے گیٹ اپ کی وجہ سے اسے پہچان لیا تھا ورنہ تاریکی میں اس کا سراپا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اب تک جو مار ماری تھی' وہ درحقیقت دو ہیولوں کا تصادم ہی تھا جن میں ہر دفعہ ایک ہیولا میں رہا تھا۔ ہم نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں ایک دوسرے کو اپنی اپنی کارکردگی کے بارے میں بتایا جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ ہمارے تعاقب میں یہاں پہنچنے والے دشمنوں کا صفایا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے فکرمند ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اب ہمیں فوراً یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔''

''شوٹر!'' میں نے حتمی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ قدم بڑھا دیے۔

ہم دونوں چند سیکنڈ کے وقفے سے جیپ کے اندر آ بیٹھے۔ ڈاکٹر مونگ نے جس سابق ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں پسنجر زیٹ پر براجمان ہو گیا۔ ڈاکٹر نے جیپ اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا کیا حال ہے؟''

اس کا اشارہ لی یان کی طرف تھا۔ میں نے مڑ کر جیپ کے عقبی حصے میں نگاہ دوڑائی۔ لی یان بدستور فرنٹ سیٹ پر پڑی تھی تاہم اس کے وجود میں مجھے حرکت نظر آئی۔ وہ بے ہوشی کے عالم سے واپس آ رہی تھی۔

''یہ ہوش میں آ رہی ہے۔'' میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم عقبی نشست پر چلے جاؤ اور اس کی مدد کرو۔'' ڈاکٹر نے بڑی رسان سے کہا۔

میں ڈاکٹر کی ہدایت پر جیپ کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر نے مجھے لی یان کی مدد کرنے کو کہا تھا۔ میں اس کے اشارے کو بڑی وضاحت سے سمجھ گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا' میں جلد از جلد لی یان کو ہوش میں لے آؤں۔ وہ سنگین کیفیت سے نکل آئی تھی۔ میری مذکورہ کوشش آسانی سے بارآور ہو سکتی تھی۔

اس دوران میں ڈاکٹر مونگ نے چار پانچ بار کی کوشش کے بعد بالآخر کسی نہ کسی طرح جیپ کو اسٹارٹ کر ہی لیا۔ سخت ترین سرد موسم کے باعث جیپ کے ہیوی انجن کو ''ٹھنڈ'' لگ گئی تھی۔ اس لیے وہ تعاون کرنے سے گریزاں تھا اور اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ڈاکٹر نے جاتے وقت اس کا انجن سوئچ آف کر دیا تھا۔ اگر اس جیپ کے بجائے کوئی چھوٹی موٹی گاڑی ہوتی تو اس کنڈیشن میں اس کے اسٹارٹ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی تو میں لی یان کے ساتھ مصروف ہو گیا۔

میں نے بڑی احتیاط سے اس کے گٹھڑی وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹا اور اٹھا کر سیٹ پر رکھ دیا۔ اس کے جسم میں بے ربط جنبش پیدا ہوئی اور اس نے کوشش کر کے اپنی ٹانگیں سیدھی کر لیں۔ اس کوشش میں' میں نے اس کا بھرپور ''ہاتھ بٹایا۔''

میں نے اس کے وائٹل سائنز کو ایک مرتبہ پھر چیک کیا۔ تسلی ہو جانے کے بعد میں نے اسے بیدار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ جیپ کے ٹھنڈے ٹھار فرنٹ میٹ پر کھلے پڑے رہنے سے اس کے وجود میں اچھی خاصی ٹھنڈک اتر آئی تھی۔ اور یہ اس کے لیے مفید بھی ثابت ہوا تھا۔ اسی ٹھنڈک کے باعث وہ ہوش میں آنے کے قابل ہوئی تھی۔

میں نے اس کی پھیلی ہوئی جینز ملبوس ٹانگوں پر ایک گرم کمبل ڈال دیا اور اس کے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے ہلکا ہلکا سا مساج کرنے لگا۔ پہلے اس نے اپنی بے خبری میں میری ران کو تکیہ بنایا تھا' اب میں نے دانستہ اسے یہ موقع فراہم کیا۔ میں انگلیوں کے مساج کے ساتھ ساتھ گھٹنے کے متوازن جھٹکے سے اسے جھولا بھی جھلا رہا تھا۔ یہ ایک طرح کی لوری تھی۔

لوری عموماً جاگتے ہوئے انسان کو نیند کی وادی میں پہنچا دینے کے لیے سر کا مساج بھی خاصا نیند آور ہوتا ہے لیکن اگر یہی دونوں عمل کسی سوتے ہوئے یا بے ہوش انسان پر آزمائے جائیں تو نتائج اس کے برعکس برآمد ہوتے ہیں۔ سوتا ہوا فوراً بیدار ہو جاتا ہے۔

لی یان پر بھی میری یہ کوشش خاصے حوصلہ افزا اثرات مرتب کر رہی تھی۔ دھیرے دھیرے وہ جیپ کے ماحول میں واپس آ رہی تھی۔ میں نے اس سے آگے بڑھ کر ایک اور ٹیکنیک بھی آزمائی۔ میں نے وقفے وقفے سے اس کی ناک کو دو انگلیوں کی چٹکی میں پکڑ کر دبانا شروع کر دیا۔ اس طرح اس کی سانس کا سلسلہ لمحاتی طور پر رکا تو اسے اپنے وجود میں ایک بے چینی سی پھیلتی محسوس ہوئی۔

بالآخر اس بے چینی اور سانس کے تعطل نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔

لی یان نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اپنے ماحول کو جانچنے کی کوشش کی۔ شناسا چہروں پر نظر گئی تو اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ اپنوں میں ہے۔ آئندہ پانچ منٹ بعد وہ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔ اسے یہ جاننے کی بڑی تشویش تھی کہ پچھلے بیس پچیس منٹ میں اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

میں نے اسے بتایا کہ بیس پچیس منٹ نہیں بلکہ وہ اس سے دگنے وقت تک اپنے آپ سے بیگانہ رہی ہے پھر نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بارے میں بتایا گیا۔

''کھانا تو ہم تینوں نے ایک ساتھ کھایا تھا۔'' وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی ''پھر آپ دونوں پر کوئی اثر کیوں نہیں ہوا؟''

''ہوا تھا۔'' میں نے کہا ''لیکن ہم نے کوشش کر کے اس اثر کو زائل کر دیا مگر تم اس نشہ آور دھانے کی وجہ سے گہری بے ہوشی میں چلی گئیں۔ بہرحال' اب سب کچھ ٹھیک ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ تم اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔''

پھر ہمارے درمیان راستے میں پیش آنے والے واقعے پر بات ہونے لگی۔ ڈاکٹر مونگ نے کہا ''اب تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ رات کے کھانے میں کسی سازش کے تحت کچھ ملایا گیا تھا اور یہ حرکت چندر کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔''

''جس کسی کی بھی حرکت تھی اب اس کا ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' میں نے کہا ''سازشی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گیا۔''

ڈاکٹر نے کہا ''ہمیں شکار کرنے کا منصوبہ خاصے وسیع پیمانے پر بنایا گیا ہے۔ پہلے چار فائٹرز کو بھیجا گیا۔ ناکامی کے بعد کمک بردار اس پنگلے پر چڑھ دوڑے اور اب یہ بیچ راہ میں ایک اور حملہ آور ٹیم نے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔''

''اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے حملوں کو ختم نہیں سمجھنا چاہیے۔'' میں نے کہا ''آگے چل کر بھی ایسا ہی کوئی

ناخوشگوار واقعہ اور بھی پیش آ سکتا ہے۔''

''وجدان! تم خواہ مخواہ ڈرانے والی باتیں کر رہے ہو!'' لی یان نے کہا۔ اب وہ اپنے حواس میں مکمل طور پر آ چکی تھی۔

میں نے کہا ''میں نے ایک حقیقت اور متوقع حالات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیا تمہیں اس سے ڈر لگ رہا ہے؟''

''میرے دل میں کوئی اندیشہ ہے اور نہ ہی ذہن میں کوئی خوف۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی ''میں تو صرف یہ کہنا چاہتی ہوں' جو بیت گیا' سو بیت گیا۔ ہمیں اچھی اور خوش آیند باتیں کر کے باقی کا راستہ کاٹنا چاہیے۔''

مجھے شرارت سوجھی اور میں نے تیکھے لہجے میں کہا ''تم کیوں اتنی فکرمند ہوتی ہو۔ اگر آگے چل کر پھر کسی دشمن نے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی تو تم بے ہوش ہو جانا۔ اللہ اللہ خیر سلا!''

وہ گھور کر مجھے دیکھنے لگی۔

ڈاکٹر مونگ نے میری شرارت میں دم باندھتے ہوئے کہا ''اس میں تم دونوں کا بھلا بھی ہے۔''

''کیا مطلب' کن دونوں کا؟'' یہ سوال میں نے ڈاکٹر مونگ سے کیا تھا۔

''میں تم دونوں ''میاں بیوی'' کا ذکر کر رہا ہوں۔''

اس نے لفظ میاں بیوی پر اچھا خاصا زور دیا تھا۔ میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''اس میں ہم دونوں کا کیسے بھلا ہے؟''

اس نے کہا ''بھئی سیدھی سی بات ہے' بیوی بے ہوش ہو کر خون ریز واقعات دیکھنے سے محفوظ ہو جائے گی اور شوہر کو اسے ہوش میں لانے کا نادر موقع ہاتھ آ جائے گا۔''

ڈاکٹر کی اس لطیف چھیڑ چھاڑ پر ہم دونوں ہنس پڑے۔

باقی کا سفر بھی بخوشی اور خیر و عافیت سے گزر گیا اور ہم لوگ بھگ رات ساڑھے گیارہ بجے ہائی وے والی بستی میں پہنچ گئے۔

پچاس گھروں پر مشتمل وہ چھوٹی سی بستی اس ٹھنڈے ٹھار موسم میں سوئی سوئی نظر آ رہی تھی۔ ڈاکٹر جیپ کو بستی کے اندر سے گزار کر سیدھا شاکا کے گھر کی طرف لے گیا۔

شاکا کا گھر بستی کے آخری کنارے پر واقع تھا۔ جیپ کو شاکا کے دروازے کے سامنے کھڑا کر کے ڈاکٹر نے مخصوص انداز میں تین مرتبہ ہارن بجایا اور بتایا۔

''ہمارے درمیان یہ پہلے سے طے ہے۔ ہارن کی آواز سن کر شاکا گھر کا دروازہ کھول دے گا۔''

میں متجسس نگاہ سے اس دروازے کو دیکھنے لگا جس کے عقب سے شاکا نمودار ہونے والا تھا۔ جب پانچ منٹ اس انتظار میں گزر گئے تو مجھے گہری تشویش ہوئی۔

میں نے کہا ''ہمیں نیچے اتر کر خود دیکھنا چاہیے۔''

ڈاکٹر بولا ''شاکا کو اب تک دروازہ کھول دینا چاہیے تھا لیکن.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کے چہرے پر گمبھیرتا کو پھیلتے ہوئے واضح طور پر محسوس کیا۔ میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر! گھر کے اندر چھائی ہوئی خاموشی مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر رہی ہیں۔ چلو جیپ سے نیچے اترو۔ دیکھتے ہیں، وہاں کیا صورتِ حال ہے!''

ہم تینوں یکے بعد دیگرے جیپ سے باہر آئے۔ پھر شاکا کے گھر کے دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ایک ایک لمحہ میرے لیے ایک ایک صدی کے برابر تھا۔

جب تین دستک پر بھی دروازہ نہیں کھلا تو میں نے دروازے کے پٹ پر دباؤ ڈال کر دیکھا۔ اس دباؤ کے نتیجے میں دروازہ خود بہ خود کھلتا چلا گیا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔

میں نے ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھا اور لپک کر گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

میری پہلی نگاہ نے گھر کے اندر جو منظر دیکھا وہ رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میرے پیچھے ڈاکٹر مونگ اور لی یان بھی گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ان لمحات میں وقت تھم گیا ہو!


سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

(3 حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ 110 روپے۔ ڈاک خرچ فی حصہ 20 روپے
تینوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ 70 روپے

کتاب سلسلہ کوئٹہ کراچی
پوسٹ بکس 231
کراچی 74200
021-7780781

وقت تھکتا نہیں' رکتا نہیں۔ یہ ایک مخصوص رفتار سے اپنا سفر جاری رکھتا ہے لیکن بعض اوقات حالات اتنے غیر یقینی انداز میں پیش آتے ہیں کہ انسان کی سوچ گویا تھم سی جاتی ہے۔ یہی محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے وقت کے پاؤں پکڑ لیے ہوں' وہ ایک جگہ ٹھہر گیا ہو!

ہم بھی کچھ ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار تھے۔

وہ چھوٹے چھوٹے دو کمروں پر مشتمل ایک مختصر سا کوارٹر تھا جس کے صحن میں اس وقت ہم کھڑے تھے۔ ہم سب کی نظریں ایک ہی نقطے پر مرکوز تھیں اور وہ نقطہ اتنا جسیم تھا کہ آدھی رات کو بھی ہم اسے بہ آسانی دیکھ اور پہچان سکتے تھے۔ ہم شاکا کے گھر میں ایسے کسی منظر کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے ہمارے دماغ' ہماری سوچ ایک لمحے کے لیے جیسے رک گئی تھی۔ ہم تینوں متوحش نگاہوں سے اس خونیں منظر کو ملاحظہ کررہے تھے۔ اس لمحے میں' ہمارے لیے ایک طرح وقت واقعی تھم سا گیا تھا۔

اس مہیب اور موت ایسے سناٹے کو ڈاکٹر مونگ کی سرسراتی ہوئی آواز نے مجروح کردیا۔ وہ اضطراری انداز میں گویا خود کلامی کرتے ہوئے بولا ''یہ..... یہ تو شاکا معلوم ہوتا ہے!''

یہ جملہ ادا کرتے ہی وہ میکانکی انداز میں آگے بڑھا۔ ہم دونوں نے اس کی تقلید کی۔ وہ جسیم نقطہ کسی انسان کی لاش تھی۔ مونگ کی اضطراری آواز نے تصدیق کردی کہ وہ شاکا کی لاش تھی۔ میرے دل و دماغ میں ایک طوفان سا اٹھا اور میں نے بے اختیار ان کمروں کی جانب قدم اٹھائے جو صحن کے اختتام پر پہلو بہ پہلو تعمیر کیے گئے تھے۔ اس وقت میرا ذہن تیز آندھیوں کی زد میں تھا۔

شاکا وہ شخص تھا جس کی پناہ میں میری ساحل کو رکھا گیا تھا۔ یہ ڈاکٹر مونگ کا منصوبہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک معقول اور بے داغ منصوبہ تھا لیکن اس کے باوجود بھی میرا دل اس طرف سے مطمئن نہیں تھا اور..... میری یہ قلبی بے اطمینانی کوئی رنگ لے آئی تھی۔ شاکا کی لاش کسی بہت بڑے بھونچال کی آمد کی خبر دیتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا' ڈاکٹر مونگ کا منصوبہ داغ دار ہوگیا ہو!

میں دھڑکتے دل اور دوڑتے ہوئے قدموں سے ایک کمرے میں پہنچا۔ مذکورہ کمرا کسی انسانی وجود سے خالی تھا۔ نیچی چھت والے اس کمرے کی ایک پتھریلی دیوار میں طاق کے اندر یک دیا روشن تھا۔ فضا میں رچی لمبی مخصوص بو نے مجھے بتادیا' وہ دیا یاک کی چربی سے روشن کیا گیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق اس چھوٹے سے گھر میں چار افراد کو موجود ہونا چاہیے تھا۔ شاکا' اس کی بیوی بھان متی' ان کی بیٹی بندیا اور میری رگِ جاں ساحل!

شاکا کی عبرت اثر لاش باہر صحن میں پڑی تھی۔ باقی تین افراد کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ میں ایک کر دوسرے کمرے میں پہنچا اور اس کمرے میں قدم رکھتے ہی میرے پاؤں من من کے ہوگئے۔ میری بصارت کو ایک خونچکاں منظر نے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ کمرے کے فرش پر دو عورتوں کی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ ان میں ایک نوجوان لڑکی اور دوسری ادھیڑ عمر عورت تھی۔ ان دونوں کو بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ وہ کٹی ہوئی گردنوں کے ساتھ کمرے کے فرش پر ایک دوسرے سے الجھی پڑی تھیں۔ اس کمرے میں بھی یاک کی چربی سے جلنے والا ایک دیا روشن تھا۔ تبت اور نیپال کے دور دراز علاقوں میں یاک کا گوشت کھانے میں اور چربی جلانے میں استعمال کی جاتی ہے۔

ملگجی روشنی میں دو انسانوں کی موت کے منظر نے مجھے دہلا کر رکھ دیا۔ وہ آپس میں گتھم گتھا پڑی تھیں اور ان کی نصف کٹی ہوئی گردنوں سے بہنے والے خون نے کمرے کے فرش کو دور تک سرخ کررکھا تھا۔ موسم کی ٹھنڈک نے اس خون کو جما دیا تھا۔ وہ اس طور ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں کہ یوں محسوس ہوتا تھا' ایک نے دوسری کو بچانے کی کوشش کی ہو مگر سفاک درندوں نے وہ کمزور کوشش کامیاب نہیں ہونے دی۔ زندگی دونوں سے روٹھ گئی۔ گھر کے صحن میں شاکا کو بھی اسی انداز میں گردن کاٹ کر موت سے ہمکنار کیا گیا تھا۔ قاتلوں نے فائرنگ سے اجتناب برتا تھا۔

یہ اندازہ لگانے میں مجھے ذرا دیر نہ لگی کہ کمرے کے فرش پر پڑی ہوئی ان دو لاشوں میں سے کسی کا تعلق میری ساحل سے نہیں تھا۔ ساحل کو اس ''مردہ خانے'' میں نہ پاکر مجھے اطمینان سا محسوس ہوا۔ تاہم اس مختصر سے خاندان کے عبرت ناک انجام نے مجھے ان لمحات میں دل گرفتہ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ذہن میں یہ سوال بھی ابھرا کہ اگر ساحل وہاں موجود نہیں تو پھر کہاں ہے؟

اس سوال کا فوری اور منطقی جواب یہی تھا کہ جن۔سفاک وحشیوں نے شاکا اور اس کی فیملی کو حسرت بھری موت دی وہی ساحل کو اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے۔ بلکہ زیادہ درست یہ تھا کہ ساحل کو حاصل کرنے کے لیے ہی اس ہنستے بستے گھرانے کا چراغ گل کردیا گیا تھا۔ شاکا' بھان متی اور بندیا نہایت ہی خفیہ انداز میں ساحل کی حفاظت پر مامور تھے۔

انہیں اس فرض کی ادائیگی پر کڑی سزا دی گئی تھی' ایک بے درد سزائے موت!

اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ شاکا کے گھر پر میرے ہی دشمنوں نے شب خون مارا تھا اور اس وقت میرا سب سے بڑا دشمن تھا..... ربی موشے ہائمن!

موشے ہائمن ان پانچ نایاب پتھروں کے حصول کی خاطر دیوانہ ہو رہا تھا جو بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے میں موجود تھے۔ مذکورہ خفیہ تہ خانے تک صرف اور صرف ساحل ہی اسے پہنچا سکتی تھی۔ ساحل پچھلے کچھ عرصے سے اسی شیطان کی تحویل میں تھی۔ ساحل کو ربی کے قبضۂ قدرت سے نکالنے کے لیے میں نے اسے ناقابلِ فراموش نقصان پہنچایا تھا۔ جس کے بدلے میں وہ میری جان کا دشمن ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے پچھلے دنوں ساحل کو ربی کے بندوں سے چھین کر جو کارنامہ انجام دیا تھا یہ اسی کا ردعمل تھا۔ جواب آں غزل میں یہی کچھ ہوا کرتا ہے!

نیپال خصوصاً کھٹمنڈو میں جمی فونڈا ربی کے عزائم کی تکمیل کے لیے سرگرمِ عمل تھا۔ اسے یہاں کی ایک طاقت ور سیاسی شخصیت کی آشیر باد حاصل تھی۔ جوگندر پال نامی وہ سیاسی شخص کھلم کھلا اور در پردہ دونوں طریقوں سے جمی فونڈا کی مدد کر رہا تھا۔ اغلب امکان یہی تھا' اس بستی میں جمی فونڈا کے بندوں ہی نے کارروائی کی ہوگی۔ ربی نے بدھ نیل کنڈ والا مشن جمی فونڈا کو سونپ رکھا تھا۔

میں گہرے رنج و دکھ سے ان دو لاشوں کو تکے جا رہا تھا کہ ڈاکٹر مونگ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا ''وجدان! سب کچھ ختم ہو گیا۔ یہاں اب ہمارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔'' وہ دونوں میری بے خبری میں لاشوں والے کمرے میں پہنچ گئے تھے۔

''سب کچھ ختم نہیں ہوا ڈاکٹر!'' میں نے گمبھیر مگر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''ان تینوں کو دردناک موت کے منہ میں دھکیلنے والے میری ساحل کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ ہمیں فوراً ان تک پہنچنا ہوگا۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کیا ''اس سے پہلے کہ سب کچھ ختم ہو جائے!''

ڈاکٹر تشویش بھرے لہجے میں بولا ''یہ جمی فونڈا کے آدمیوں کی وحشیانہ کارروائی ہو سکتی ہے۔ ساحل کو اس کے قبضے سے نکال کر میں نے اسے جو چوٹ دی تھی یہ اسی کا جواب معلوم ہوتا ہے لیکن.....'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر افسردہ نظر سے فرش پر پڑی بھان متی اور بندیا کی لاشوں کو دیکھنے لگا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''لیکن..... جمی فونڈا اور اس کے آدمی یہاں تک پہنچنے میں کیسے کامیاب ہو گئے۔ یہ ٹھکانا تو اتنا محفوظ اور خفیہ تھا کہ.....''

''یہ بعد میں بھی سوچا جا سکتا ہے۔'' میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''فی الحال ہمیں فوری طور پر ساحل کا تعاقب کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں وہ لوگ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کی طرف گئے ہوں گے۔ تم نے بتایا تھا' آج آدھی رات کے بعد وہ عبادت گاہ پر ہلا بولیں گے اور اب آدھی رات بھی ہو گئی۔''

ڈاکٹر نے میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا ''میں تمہارے خیال اور تجویز کی تائید کرتا ہوں۔ وہ یقیناً ساحل کو اپنے ساتھ عبادت گاہ ہی لے کر جائیں گے کیونکہ اس کے تعاون کے بغیر وہ لوگ عبادت گاہ کے تہ خانے تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ تم فکر نہ کرو' ہم سیدھے ادھر ہی جائیں گے۔'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''ایک بات کا مجھے پورا یقین ہے وجدان! وہ لوگ ساحل کو کوئی نقصان پہنچانے کے بارے میں بھول کر بھی نہیں سوچ سکتے۔ ساحل اس خزانے کی کنجی ہے جس کے حصول کے لیے ربی موشے ہائمن پاگل ہوا جا رہا ہے اور ساحل ان لوگوں کے پاس ایک طرح سے ربی کی امانت کی حیثیت رکھتی ہے۔''

ڈاکٹر کی بات وزن سے خالی نہیں تھی۔ میرے ذہن میں ایک اندیشے نے سر ابھارا ''مونگ!'' میں نے تشویش ناک لہجے میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا ''کیا اس بات کا امکان ہے کہ وہ لوگ ساحل کے توسط سے تہ خانے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں؟''

ڈاکٹر مونگ کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ یاک کی چربی سے روشن چراغ کی مدھم روشنی میں ڈاکٹر کا چہرہ تشویش اور فکر کا مرقع نظر آتا تھا۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ہاں' اس بات کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا!''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

وہ تامل کرتے ہوئے بولا ''دیکھو وجدان! اگر ساحل نارمل ہوتی تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا تھا' وہ اپنی جان دے دیتی مگر کسی دیوانے کو اس گراں قدر خزانے تک پہنچانے کا وسیلہ نہ بنتی لیکن تم جانتے ہو' اس کی ذہنی اور روحانی صحت تسلی بخش نہیں۔ ربی نے اسے ہپناٹزم کے مختلف سیشنز سے



گزار کر تقریباً خود سے بیگانہ کر دیا ہے۔ وہ ربی کی ہپناٹزم کے زیرِ اثر ہے۔ مجھے اس کے علاج کا خاطر خواہ موقع نہیں مل سکا۔''

وہ تھوڑی دیر کو رکا پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا ''اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگ عبادت گاہ کے تہ خانے میں داخل ہو جائیں۔ شاید اسی لیے محترم سانگ نو کی خواہش تھی کہ ہم دونوں مل کر اس خزانے کی حفاظت کریں۔''

سانگ نو' ڈاکٹر مونگ کا بڑا تھا۔ سانگ نو کا ذکر کر کے وہ افسردہ ہو گیا کیونکہ محترم سانگ نو اب آں جہانی ہو چکا تھا۔ اس نے پہلی اور آخری واحد ملاقات میں مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ اس کی نصیحتیں میرے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اس کی باتوں سے میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا' بدھ نیل کنڈ والے مشن میں ڈاکٹر مونگ کے ساتھ مجھے بھی دیکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے سانگ نو نے مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ڈالا تھا لیکن حالات خود بخود مجھے بوائیس اے سے گھسیٹ کر یہاں کھٹمنڈو میں لے آئے تھے۔ ''ہم دونوں'' سے ڈاکٹر مونگ کی مراد بھی وہ اور میں ہی تھی۔

میں نے پوچھا ''ڈاکٹر فونگ! ان دنوں جو بدھ بھکشو اپنی فیملی کے ساتھ عبادت گاہ کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے ہے' اس کا کیا ہوا۔ میری معلومات کے مطابق وہ شخص بھی خفیہ تہ خانے اور وہاں موجود بیش بہا خزانے کے راز سے واقف ہے۔ ربی کے بھیجے ہوئے وحشی درندے اس کی زبان کھلوانے کی کوشش بھی تو کر سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر مونگ نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا اور یک ٹک بھان متی' بندیا کی لاشوں کو دیکھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی گمبھیرتا ظاہر کرتی تھی' وہ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے کہیں اور بھی پہنچا ہوا تھا۔

اس کی خاموشی کے دوران میں لی یان کو بولنے کا موقع مل گیا۔ پہلی مرتبہ' ہمارے درمیان جاری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے اس نے مشورہ دینے والے انداز میں کہا ''میرا خیال ہے' آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں شاکا کی لاش کو بھی صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں ڈال دینا چاہیے۔'' پھر وہ افسوس ناک انداز میں گردن جھٹکتے ہوئے بولی ''اوہ..... بے چارے.....!''

ڈاکٹر مونگ جیسے کسی موقع کی تلاش ہی میں تھا' جلدی سے بولا ''ہاں وجدان! آؤ' شاکا کی لاش کو اٹھا کر اندر لاتے ہیں۔''

میں نے واضح طور پر محسوس کیا' وہ میرے سوال کا جواب دینے سے کترایا تھا۔ بہر حال' وہ کریدنے کا وقت اور موقع نہیں تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ہی صحن کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ آئندہ پانچ منٹ کے اندر ہماری باہمی کوشش سے شاکا اپنی ''فیملی'' کا قرب حاصل کر چکا تھا۔

تین لاشوں پر مشتمل اس ''فیملی'' پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے بے ساختہ میرے ہونٹوں سے پھسل گیا ''ان بدبختوں نے بھی کیا حسرت ناک موت پائی ہے۔ کاش ہم سرِ شام ہی یہاں پہنچ گئے ہوتے!''

''سرِ شام؟'' ڈاکٹر مونگ نے چونک کر وضاحت طلب نظر سے میری جانب دیکھا۔

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''میرے اندازے کے مطابق آج شام کو اس گھر پر یہ قیامت ٹوٹی ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو وجدان؟'' ڈاکٹر مونگ کا چہرہ تفکر کی لکیروں کے جال میں قید ہو گیا ''آج شام چھ بجے تو شاکا نے مجھے ''سب ٹھیک ہے'' کی اطلاع دی تھی۔ میں یہ بات تمہیں بتا چکا ہوں۔ تم کس بنا پر سرِ شام اس خوں چکاں واقعے کی وقوع پذیری کی بات کر رہے ہو؟''

میں نے اس کے سوالات کے جواب دینے کے بجائے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''میرے اندازے کے مطابق' یہ واقعہ آج شام لگ بھگ سات بجے پیش آیا ہے!''

یہ اندازہ قائم کرتے ہوئے میرے ذہن میں تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ میں خود کو رتنا پارک میں بیٹھا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ لی یان بھی میرے ساتھ ہی پارک کی ایک سنگی بینچ پر بیٹھی تھی۔ میں آنکھیں بند کیے تیسری آنکھ کے استعمال میں مصروف تھا۔ اسی مصروفیت کے دوران میں اچانک ایک مانوس کھنکتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی تھی۔ تم یہاں بیٹھے تصور کی کرتب بازیاں دکھاتے رہو اور وہاں.....!

جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ آواز معدوم ہو گئی تھی۔ میں جل ترنگ بجاتی اس سحر آفریں آواز کو لاکھوں کروڑوں آوازوں میں بالکل الگ شناخت کر سکتا تھا۔ وہ ملکہ کوہسار میگلری کی جادو اثر اور کیف آور آواز تھی۔ اس دھمکی بردار آواز نے مجھے یک لخت آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے' اس وقت شام کے سات بجے تھے۔ میگلری کی آواز اور الفاظ نے مجھے کسی خطرے کی آگاہی دینا چاہی تھی۔ وہ بعض اوقات ایسی ہی اشاروں کنایوں والی ہو جاتی تھی۔ اس وقت میں جن حالات میں گھرا ہوا تھا اس

میں سب سے زیادہ اہمیت ساحل کی تھی۔ نیلگری کی وارننگ نے میرا دھیان ساحل کی جانب پھیر دیا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا' موجودہ حالات میں' میں ساحل کے بارے میں سوچوں اور میرے چہرے سے پریشانی ظاہر نہ ہو!

اسی پریشانی کو سب سے پہلے لی یان نے نوٹ کیا کیونکہ وہی ہستی اس وقت میرے سب سے زیادہ قریب بیٹھی تھی۔ اس نے اس بارے میں مجھ سے استفسار بھی کیا تھا لیکن میں نے بڑی خوب صورتی سے ٹال دیا تھا۔ اس سے میری اندرونی بے چینی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ میں راستے بھر ساحل کے بارے میں سوچتا اور فکرمند ہوتا رہا۔

گھر پہنچے تو ڈاکٹر مونگ سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے میری پریشانی کو چہرے سے بھانپ لیا۔ علیحدگی میسر آتے ہی اس نے پوچھ لیا۔ میں نے نیلگری کے حوالے سے ساری بات بتادی تو اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا' فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم پروگرام کے مطابق بستی کی طرف جائیں گے اور..... یہ کہ شام چھ بجے شاکا نے اسے ''سب ٹھیک'' ہے کی اطلاع دی تھی۔

ڈاکٹر مونگ کی تسلی تشفی سے میرے دل کی بے کلی رفع نہ ہوسکی۔ اس کے بعد حالات میں ایسی ہنگامہ خیزی نے جگہ بنائی کہ سنجیدگی اور آرام سے اس بارے میں سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا اور اب میں محسوس کررہا تھا' اس وقت فکرمند ہونے کی ضرورت تھی۔ نیلگری کی کوئی صدا' کوئی ادا خالی از معنی نہیں ہوسکتی۔ اس نے یقیناً مجھے اسی واقعے کے بارے میں اشارہ دیا تھا لیکن اب تو وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس خون ریز واقعے کو بیتے لگ بھگ پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اگر جمی فونڈا کے آدمی ساحل کو اپنے ساتھ لے کر بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کی طرف گئے تھے تو وہ کب کے وہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ اس ہائی وے والی بستی سے عبادت گاہ تک پہنچنے کے لیے کم وبیش ڈیڑھ گھنٹا درکار تھا۔

ڈاکٹر مونگ کافی دیر سے خاموش کھڑا مجھے تکے جارہا تھا۔ میں امید کررہا تھا' وہ مجھ سے کوئی سوال کرے گا لیکن سوال کرنے کے بجائے وہ گمبھیر آواز میں بولا۔

''میرا خیال ہے' اب ہمیں بدھ نیل کنڈ کی جانب روانہ ہوجانا چاہیے!''

میں نے اور لی یان نے خاموشی سے اس کی تقلید کی۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ تاہم بدنصیب شاکا کے گھر سے روانہ ہونے سے پہلے ہم نے گھوم پھر کر اچھی طرح دونوں کمروں کا جائزہ لیا تاکہ حملہ آور قاتلوں کے بارے میں کوئی سراغ مل سکے لیکن اس سلسلے میں ہمارے ہاتھ کسی کامیابی تک رسائی حاصل نہ کرسکے۔

میرے مشورے پر اس ''مردہ خانے'' کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تاکہ اگلی صبح بستی والے بہ آسانی ان تک رسائی حاصل کرسکیں۔ اس طرح وقت پر ان کے عقیدے کے مطابق آخری رسومات کی ادائیگی ممکن ہوجاتی۔ میں گھر کا داخلی دروازہ بھی کھلا چھوڑ کر جانا چاہتا تھا۔ وہ گھر اب ہر قسم کے خطرے سے آزاد ہوگیا تھا۔

کوئی بھی مکان' مکینوں سے ہوتا ہے۔ جس مکان میں مکین موجود ہوں وہ گھر ہوجاتا ہے۔ وہ گھر اب خالی مکان میں بدل گیا تھا۔ اس مکان میں بسنے والے اب اس دنیا کے باسی نہیں رہے تھے لہٰذا وہاں موجود کسی بھی شے کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔ انسان کی زندگی کی بس اتنی سی حقیقت ہے!

جس گھر کے ایک' دو یا اس سے زیادہ افراد کسی دشمنانہ کارروائی کی بھینٹ چڑھ جائیں' انہیں کوئی دوبارہ زندہ تو نہیں کرسکتا لیکن دستورِ زمانہ ہے کہ باقی زندہ بچ رہنے والے افراد کی اشک شوئی کے لیے ان کی بھرپور مالی مدد کردی جاتی ہے۔ افسوس! ہم شاکا کی فیملی کے ساتھ دستورِ زمانہ بھی نہیں نبھا سکتے تھے۔ ہم لاکھوں' کروڑوں بھی اس مکان کے در دیوار پر نچھاور کردیتے' وہاں کی جگر پاش ویرانی اور ہولناک سناٹے میں بہار کا ایک جھونکا بھی نہیں لاسکتے تھے۔

بعض حالات میں انسان کتنا مجبور ہوجاتا ہے۔ ایسی مجبوری میں یہی محسوس ہوتا ہے' انسان ازل سے مجبور ہے اور ابد تک مجبور ہی رہے گا۔

ہم بوجھل ذہنوں' پژمردہ دلوں اور تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ بیرونی دروازے کے قریب پہنچے تو دروازے کی پشت پر نگاہ پڑتے ہی میں چونک اٹھا۔ دروازے کی اندرونی کنڈی کے ساتھ ایک کاغذ لٹکا ہوا دکھائی دیا۔

جب ہم اس گھر میں داخل ہوئے تھے تو کسی کو دروازے کی طرف دھیان دینے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کنڈی میں سے وہ کاغذ نکال لیا۔ وہ ایک رول کیا ہوا فل اسکیپ کاغذ تھا جو کنڈی کے ہک میں بڑی مہارت سے پھنسایا گیا تھا۔

میں نے رول کیے ہوئے کاغذ کو ایک خاص انداز میں کھول لیا اور اس پر موجود تحریر پر نگاہ دوڑانے لگا۔ اس مقصد کے لیے مجھے ماچس جلانا پڑی جو میں اندر ایک کمرے کے طاق سے اٹھا لایا تھا۔ یہ میری ایک اضطراری حرکت تھی۔ میں سگریٹ نہیں پیتا۔ چلو اچھا ہوا' یہ ماچس اب کام آرہا تھی۔ وہاں شفاف اور شستہ انگلش میں ایک مختصر سا پیغام درج تھا۔ ڈاکٹر مونگ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا گیا تھا:

نکلوں کے سردار! تمہارا بچا بچایا سر مونڈنا کیسا رہا؟ اگر میری راہ میں دوبارہ آنے کی کوشش کی تو یہ استرا تمہاری شہ رگ پر بھی چل سکتا ہے۔ اپنے تین وفاداروں کا حشر دیکھ کر یقیناً تمہیں عبرت ہوگئی ہوگی!

اس مختصر دھمکی آمیز پیغام کے اختتام پر ''جے۔ ایف'' درج تھا۔ میں پلک جھپکتے میں سمجھ گیا' جے۔ ایف کا مطلب سیدھا سیدھا ''جمی فونڈا'' تھا۔ اب جے۔ ایف کینیڈی تو ہونے سے رہا!

بدھ کے پیروکار عموماً اپنے سر کو منڈوا کر رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مونگ کو اسی مناسبت سے نکلوں کا سردار کہا گیا تھا۔ ڈاکٹر مونگ کا اپنا آدھا سر آگے سے منڈا ہوا تھا۔ تاہم چوٹی کاٹنے کے بعد اس نے پچھلے بالوں کو آگے گرا کر ایک مخصوص اسٹائل بنالیا تھا۔ جب ہم الاسکا سے واشنگٹن آرہے تھے تو ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے اپنی چوٹی کاٹ ڈالی تھی اور حلیے میں بھی مناسب تبدیلی کرلی تھی۔ جمی فونڈا کی اس دل جلانے والی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ ڈاکٹر مونگ کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ ربی نے اس سلسلے میں اسے ہر قسم کی معلومات فراہم کی تھیں۔

''کیا لکھا ہے' اس کاغذ پر؟'' ڈاکٹر کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

اسی وقت ماچس کی تیلی اپنے جلاؤ کے اختتام تک جا پہنچی۔ میں نے نئی تیلی جلانے کے بجائے دروازے سے باہر قدم نکالتے ہوئے کہا۔

''جیپ میں بیٹھ کر آرام سے پڑھ لینا ڈاکٹر!''

اس نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔ میرے پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی شاکا کے گھر سے نکل آئے۔ گھر کے بیرونی دروازے کو پروگرام کے مطابق کھلا چھوڑ دیا گیا۔ ہم پہلے والی پوزیشن میں جیپ کے اندر آکر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر نے ریڈنگ لائٹ جلائی اور گردن موڑ کر ہاتھ میری جانب بڑھا دیا۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا جبکہ میں لی یان کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر کے دراز ہاتھ کا مطلب سمجھتے ہوئے میں نے جمی فونڈا کا سند یسہ اس کی جانب بڑھا دیا۔ وہ رول کیا ہوا کاغذ میرے ہاتھ سے لے کر پڑھنے لگا۔

اسی لمحے میرے پہلو میں کہنی کا ہلکا سا ٹہوکا لگا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھا۔ وہ الجھی ہوئی نگاہ سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے بھویں اچکائیں تو وہ منہ سے کچھ نہ بولی تاہم میں نے اس کی آنکھوں میں مجسم سوال کو بہ آسانی پڑھ لیا۔ وہ بھی مجھ سے اس دھمکی آمیز رقعے کے بارے میں بہ زبانِ خاموشی پوچھ رہی تھی۔

میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے صبر کی تلقین کی اور ڈاکٹر مونگ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس دوران میں وہ اس کاغذ کی تحریر پڑھ چکا تھا' گمبھیر آواز میں بولا۔

''اس رقعے نے ثابت کردیا کہ یہاں ہونے والی بہیمانہ کارروائی جمی فونڈا کی کارستانی ہے!''

''میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

''لو یہ کاغذ لی یان کو بھی پڑھاؤ۔'' وہ مذکورہ کاغذ میری سمت بڑھاتے ہوئے بولا ''یہ اس مشن میں ہمارے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ اس کی معلومات بھی اپ ٹو ڈیٹ رہنا چاہئیں۔''

لی یان' جمی فونڈا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ میں نے مختصر الفاظ میں جمی فونڈا کا پس منظر اس کے گوش گزار کیا پھر وہ رقعہ اسے تھمادیا۔ وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

''اوہ.....!''

لی یان کی یہ ''اوہ'' ڈاکٹر مونگ تک رسائی حاصل نہ کرسکی کیونکہ اسی لمحے اس نے جیپ کے بیدار انجن کو احکام کی تعمیل پر مجبور کردیا تھا۔ جیپ حرکت میں آئی تو ہمارے پہلو ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے۔ ہم نے لگ بھگ آدھا گھنٹا کھلے میں گزارا تھا۔ وہ گھنٹوں کے سرد ترین موسم کی ایک ٹھنڈی ٹھار رات تھی۔ ایسے ظالم موسم میں لگ کر بیٹھنا بھلا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے لی یان سے دور ہٹنے کی کوشش کی اور نہ ہی اس نے ضرورت سمجھی۔ جیپ کے اندر خاموشی کا راج تھا اور یہ جیپ ماحول کے سناٹے کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ بستی سوئی سوئی سی لگ رہی تھی۔ اس بستی کے گھر میں آج قیامت برپا ہوگئی تھی مگر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی شخص کو کانوں کان اس سانحے کی خبر نہ ہو۔

جلد ہی ہم ایک نیم بیضوی چکر کاٹنے کے بعد اس راستے پر نکل آئے جو ہمیں اس بستی سے بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کی طرف لے جاتا۔ ہماری اگلی منزل وہ عبادت گاہ ہوتی جہاں آج رات' ربی کی بھیجی ہوئی ٹیم کوئی ''عظیم کارنامہ'' انجام دینے والی تھی۔

ہم اپنے راستے پر کوئی پانچ سو میٹر آگے نکل آئے تو مونگ ریفوشے نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''وجدان! تمہارے بازو کا کیا حال ہے؟''

یہ ایک غیر متوقع سوال تھا۔ میں امید کر رہا تھا' وہ جی فونڈایا نیل کنڈ کے بارے میں بات کرے گا۔ میں اسٹیشن ویگن والے دشمنوں سے نمٹنے کے بعد جب جیپ میں آ کر بیٹھا تھا تو ڈاکٹر کو اپنے زخمی بازو کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اس کے بعد جب لی یان پوری طرح ہوش وحواس میں آ گئی تو وہ بھی میرے گھائل بازو کی ہسٹری اور مسٹری سے آگاہ ہوگئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود بھی اپنے بازو سے غافل ہوگیا تھا۔ شاید یہ شاکا کے گھر میں پیش آنے والے اس افسوس ناک خونچکاں واقعے کا اثر تھا۔ اب ڈاکٹر مونگ نے یاد دلایا تو مجھے بازو میں تکلیف کا احساس ہوا۔

''ہلکا ہلکا درد محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے اپنے مضروب بازو کو سہلاتے ہوئے جواب دیا۔

وہ معنی خیز انداز میں بولا ''وجدان! جس طرح قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے' بالکل اسی طرح ہلکا ہلکا مل کر بھاری ہوجاتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں لینے کے دینے پڑ جائیں اس لیے.....'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ذرا دیر کو خاموش ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے جیپ کی رفتار انتہائی کم کر دی تھی۔ اپنے ادھورے بیان کو مکمل کرنے کے لیے اس نے اضافہ کیا۔

''کیوں نہ پہلے تمہارے زخم کا معائنہ کرلیا جائے۔ ہمارے پاس فرسٹ ایڈ کا تمام سامان موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک خوب صورت فلپائنی نرس کا ساتھ بھی ہمیں میسر ہے۔'' اس نے عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں لی یان کو دیکھا اور استفسار یہ انداز میں بولا ''میں غلط تو نہیں کہہ رہا نا؟''

''نو سر۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' وہ مؤدب انداز میں بولی۔

ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی شخصیت لی یان کے لیے ہر لحاظ سے واجب الاحترام تھی۔ سانگ فو کے انتقال کے بعد ڈاکٹر مونگ' ونگ ہنگ کا بڑا تھا اور لی یان وشون' مسٹر ہنگ کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ لی یان کے لیے مونگ بگ باس کی حیثیت رکھتا تھا۔

ڈاکٹر مونگ نے نگاہ کا زاویہ تبدیل کیا اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ''تم کیا کہتے ہو وجدان؟''

ہم نے تھوڑی دیر پہلے جو خوں ریز مظاہر دیکھے تھے وہ سنجیدگی' افسردگی اور گمبھیرتا کا تقاضا کرتے تھے۔ ڈاکٹر مونگ کے انداز سے میں نے محسوس کیا کہ وہ ماحول میں طاری سنگینی اور دل گرفتگی کو کم کرنے کا خواہاں تھا جبھی اس نے چھیڑ چھاڑ والا اسٹائل اپنایا تھا۔ یہ ایک طرح سے ٹھیک بھی تھا۔ ہم جتنے بڑے معرکے پر جا رہے تھے اس کے لیے اعصاب کو پُرسکون اور ہاتھ پاؤں کو نہایت ہی مستعد ہونا چاہیے تھا۔ اگر اعصاب ہمارے قابو میں رہتے تو ہم پوری ذہنی یک سوئی کے ساتھ وہ میدان مار سکتے تھے۔ میں نے بھی ہلکے پھلکے انداز میں کہہ دیا۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں تو اس وقت ایک تجربہ کار ڈاکٹر اور ایک خوب صورت نرس کے درمیان آ پھنسا ہوں۔ تم جو چاہو' میرے ساتھ سلوک کرو۔ میں اف تک نہیں کروں گا۔''

''لارڈ بدھا نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک ہی کریں گے۔'' ڈاکٹر مونگ نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور جیپ روک دی۔ میں سمجھ گیا' وہ میرے بازو کی ''تیمارداری'' کے بغیر آگے نہیں بڑھے گا۔

لی یان نے نرسنگ کورس کر رکھا تھا۔ نیوجرسی میں میرے دوست وسیم کو وہی اٹینڈ کرتی رہی تھی۔ ہم اس وقت جس جیپ میں سفر کر رہے تھے' اس میں عقبی نشست کے پیچھے ایک خلا سا بنا ہوا تھا جہاں ایک طرف پانچ پانچ گیلن پیٹرول والے دو کین اپنے اسٹینڈز میں فکس تھے' دوسرے کونے میں ہمارا بیگ رکھا تھا۔ ہمارے بیگ کے ساتھ ہی فرسٹ ایڈ باکس بھی موجود تھا۔

آیندہ دس پندرہ منٹ میں ڈاکٹر اور نرس نے مل کر میرے بازو کا ماہرانہ معائنہ فرمایا اور یہ رپورٹ دی کہ زخم خطرناک نہیں۔ گولی میرے بائیں بازو کے ٹرائی سیپ مسل کو چھیلتے ہوئے گزر گئی تھی۔ لی یان نے میرے ٹرائی سیپس (TRI CEPS) کو اچھی طرح ایک اینٹی سیپٹک لوشن میں روئی بھگو کر صاف کیا پھر زخم پر ایک ہیلنگ آئنٹمنٹ پھیلا کر ڈریسنگ کر دی۔

''کسی پین کلر کی ضرورت تو محسوس نہیں کر رہے ہو؟'' ڈاکٹر مونگ نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں۔'' میں نے مختصراً کہا۔

ڈاکٹر نے ایک مرتبہ پھر جیپ آگے بڑھا دی۔

ہائی وے والی بستی سے بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ تک کم و بیش ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ تھا لیکن طے شدہ پروگرام کے تحت ہمیں یہ فاصلہ پائنے میں ڈھائی سے تین گھنٹے لگ سکتے تھے اور کچھ بعید نہیں کہ تین گھنٹے سے بھی زیادہ!

دراصل مزید چند کلومیٹر آگے جانے کے بعد ہمیں اپنا



رخ تبدیل کرنا تھا۔ ہم اس راستے سے عبادت گاہ تک نہیں پہنچنا چاہتے تھے جو عام گزرگاہ تھی۔ ہمارے دشمن اس وقت بھاری تعداد میں وہاں موجود تھے اور عام گزرگاہ خصوصاً عبادت گاہ کے نزدیک ہمارے لیے کئی گھاتوں کا بندوبست ہوگا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ عبادت گاہ سے چند کلومیٹر پہلے ہم اپنا راستہ تبدیل کر دیں گے اور ایک لمبا چکر کاٹ کر عبادت گاہ کی دوسری سمت پہاڑی سلسلے کے بیچ نمودار ہوں گے۔ یہ وہی رخ ہوتا جدھر سے میں پہلی مرتبہ اس عبادت گاہ تک پہنچا تھا۔ وہ سمت ہمارے مشن کے لیے زیادہ سودمند تھی۔

اس خیال نے میرے تصور میں ماضی کی وہ رات پھرا دی جب میں زخمی سمبا کے ہمراہ ایک لینڈ کروزر میں سوار اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرتا اس عبادت گاہ کی طرف اتفاقاً نکل آیا تھا۔ تب چانگ لی کے غنڈوں نے ہمیں ایک حویلی میں قید کر کے بری طرح پیٹا تھا۔ گویا انہوں نے میرا جوڑ جوڑ کھول کر رکھ دیا تھا۔ سمبا کی حالت قابل رحم تھی۔ حویلی سے فرار کے لیے ہمیں ایک لینڈ کروزر جیپ حاصل ہوگئی اور ہم چٹانی راستوں کی دشواریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر اس عبادت گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے جس کے تہ خانے میں ایک انمول خزانہ موجود تھا مگر اس وقت یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔

بہرحال' اب اگر ہم عبادت گاہ کی اس سمت رسائی حاصل کر لیتے تو دشمن کی نظر سے محفوظ رہ سکتے تھے اور اس سمت تک پہنچنے کے لیے ہمیں ایک لمبا' دشوار گزار چکر کاٹنا تھا جس کے سبب وقت دگنا لگتا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق' اگر راستے میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آتا تو ہم ساڑھے تین بجے تک اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ جاتے۔

ہماری جیپ اونچے نیچے پہاڑی راستے پر اچھلتی کودتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ایک تو وہ مشکل ترین راستہ' اوپر سے رات کا وقت۔ ڈاکٹر مونگ بڑی مضبوطی سے احتیاط کا دامن تھامے ہوئے تھا۔ ایک ذرا سی غلطی ہم تینوں کو موت کے منہ میں پھینک سکتی تھی۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا' پھر بھی ہم شدید زخمی ضرور ہوجاتے۔ جیپ کو جو نقصان پہنچتا' وہ ہماری راہ کھوٹی کرنے کا وسیلہ بن جاتا۔

ہمارے درمیان کافی دیر تک خاموشی رہی پھر ڈاکٹر مونگ نے قدرے شکایتی انداز میں کہا ''وجدان! وہاں شاکا کے گھر میں تم نے ایک بات بڑے وثوق سے کہی تھی لیکن یہ نہیں بتایا' تمہارے وثوق کی بنیاد کیا تھی؟''

''تم کس بات کا ذکر کر رہے ہو ڈاکٹر؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''اس واقعے کے پیش آنے کا وقت تم نے بڑے اعتماد سے بتایا تھا!''

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا پھر کہا ''ڈاکٹر! میں تمہیں اس بارے میں بتا چکا ہوں۔ تمہیں یاد ہوگا' آج شام جب میں باہر سے آیا تھا تو تم نے مجھے الجھا ہوا پا کر کئی سوالات کر ڈالے تھے اور میں نے تمہیں اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ ہمارے درمیان نیلگری بھی ڈسکس ہوئی تھی۔ میں نے نیلگری کے ایک جملے کی بنا پر وہ بات کی تھی۔ جب نیلگری نے مجھے کسی ان جانے خطرے سے آگاہ کیا اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔''

اس مرتبہ ڈاکٹر مونگ نے طویل سانس خارج کی ''اوہ.....!''

نیلگری کے ذکر پر لی یان کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ سات بجے شام میرے ساتھ تھی اور ہم دونوں اس وقت رتنا پارک کی بینچ پر بیٹھے تھے جب کا یہ ذکر ہے۔ نیلگری کی ''اطلاع'' کے بعد میرے چہرے پر جو تاثرات نمودار ہوئے اور میں نے فوری طور پر جس اضطراری ردعمل کا مظاہرہ کیا وہ لی یان سے چھپا نہیں رہا تھا۔ اس نے اس وقت مجھ سے استفسار بھی کیا تھا لیکن میں نے اسے ٹال دیا تھا۔ اس وقت بھی وہ ڈھیروں سوالات کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے ڈاکٹر مونگ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے لی یان کو یہ موقع فراہم نہیں ہونے دیا۔

''ڈاکٹر! میں نے گہری سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا ''تم نے بھی میرے ایک اہم سوال کا ابھی تک جواب نہیں دیا حالانکہ وہ سوال خاصا وضاحت طلب تھا؟''

وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے بولا ''تم سوال دہراؤ۔ میں وضاحت کر دیتا ہوں۔''

''میں نے تم سے عبادت گاہ میں موجود بدھ بھکشو اور اس کی فیملی کے بارے میں استفسار کیا تھا؟''

''اوہ وہ لوگ!'' ڈاکٹر مونگ اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔

میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''کیا ہوا ان لوگوں کو؟''

''جیسا کہ تم جانتے ہو' وہ بھکشو تہ خانے والے راز سے واقف تھا.....'' ڈاکٹر مونگ نے اتنا کہہ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

میرا دماغ سنسنا اٹھا۔ رگ و پے میں ہل چل سی مچ گئی اور دل کی دھڑکن یک دم بڑھ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا' ڈاکٹر ماضی کے کسی قصے کو حال کے کرداروں کی مناسبت سے بیان

کرنے جا رہا ہو۔ کچھ عرصہ پہلے اسی عبادت گاہ میں خون رنگ تماشا ہوا تھا۔ چانگ لی اور ناگ۔ پال کے غنڈوں نے وہاں انسانی خون کی ہولی کھیلی تھی۔ تھونچی اور بھیر جانی کی تشدد شدہ لاشیں میرے تصور میں گھوم گئیں۔

تھونچی ایک طویل عرصے سے اس عبادت گاہ میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ وہ بھی تہ خانے والے راز سے آگاہ تھا۔ اس کی بیوی بھیر جانی اور دھنو (ساحل) اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں۔ تھونچی نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے وہ راز میری آنکھوں کے راستے میرے سینے میں منتقل کیا تھا پھر میرے توسط سے دھنو بھی تہ خانے والے خزانے اور وہاں تک رسائی کے طریقۂ کار سے آگاہ ہوگئی تھی۔ یہ سوچ کر میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی کہ کہیں اس عبادت گاہ کی تاریخ کو دہرایا تو نہیں جا چکا!

یہ تمام تر خیالات سیکنڈ کے دس ویں حصے میں میرے ذہن سے گزرے اور میں دوبارہ ڈاکٹر مونگ کی طرف متوجہ ہوگیا ''ہاں' میں اچھی طرح جانتا ہوں' وہ بدھ بھکشو تہ خانے والے راز سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ کافی عرصہ پہلے دقفے دقفے سے اس عبادت گاہ کے پھیرے بھی لگاتا رہا تھا۔ اس وقت تھونچی زندہ تھا۔ دونوں بھکشو عبادت گاہ کے اندر جا کر گھنٹوں غائب رہتے تھے۔ وہ تہ خانے میں اتر کر راز و نیاز کرتے رہتے۔ اس بدھ بھکشو کا تعلق دلائی لاما کے دیش دھرم شالا سے تھا۔ وہ اپنی ادھیڑ عمر بیوی اور دو نوعمر بچوں کے ساتھ' تھونچی کے انتقال کے بعد اس عبادت گاہ میں ''تعینات'' ہوا تھا۔ تھونچی کی موت کے بعد دلائی لاما نے اسے عبادت گاہ کے انتظام اور اس کے تہ خانے میں موجود خزانے کی حفاظت کے لیے یہاں بھیجا تھا مگر.....''

میں جملہ ادھورا چھوڑ کر متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ''مگر یہ تو بتاؤ' اس بھکشو اور اس کی فیملی کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ تمہاری پُراسرار خاموشی مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی ہے!''

ڈاکٹر نے فوراً میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اسے گہری سوچ میں ڈوبے پایا تو انتظار کرنے لگا۔ اس انتظار کے ساتھ ہی میرا ذہن ماضی میں بھی جھانک رہا تھا۔ دلائی لاما کے بارے میں بہت سی معلومات مجھے ساحل کے باپ تھونچی سے حاصل ہوئی تھیں۔ تبت سے جلا وطنی کے بعد دلائی لاما نے انڈیا کی شمالی ریاست ہماچل پردیش میں سکونت اختیار کی۔ ہماچل پردیش کے صدر مقام دھرم شالا میں دلائی لاما کو وہ تمام مراعات حاصل تھیں جو کسی بھی جلا وطن ہیڈ آف اسٹیٹ کو حاصل ہوسکتی تھیں۔ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے میں جو خزانہ پوشیدہ تھا وہ ہر دور کے دلائی لاما کی نظر میں رہتا تھا اور تھونچی کے مطابق' دلائی لاما نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی۔

نئے بدھ بھکشو کو میری موجودگی میں ہی اس عبادت گاہ کا چارج دیا گیا تھا۔ ان دنوں میں' کھنٹنڈو میں مایا متی کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مایا متی نیکونامی ایک اسپتال میں نرس تھی۔ تھی یوں کہ ازاں بعد ناگ پال کے غنڈوں نے اسے بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ نیا بدھ بھکشو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دھرم شالا سے سیدھا مایا متی کے گھر پہنچا تھا۔ اس وقت دھنو بھی میرے ساتھ تھی۔ وہ اس بھکشو کو دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔ وہ عبادت گاہ میں اپنے باپ کے پاس اسے آتے جاتے دیکھ چکی تھی۔ بہرحال' میں نے اس بھکشو سے تفصیلی ملاقات کی اور اگلے روز انسپکٹر بریندرا کے ساتھ اس بھکشو فیملی کو عبادت گاہ میں چھوڑ آیا تھا۔ اسی بھکشو کی زبانی مجھے معلوم ہوا تھا کہ دلائی لاما کو تھونچی کی موت کی خبر مل گئی تھی اور اس نے اسے تھونچی کی جگہ عبادت گاہ میں قیام کرنے کو بھیجا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ لوگ پہلے میرے پاس آئیں پھر عبادت گاہ کا رخ کریں۔ یہ دلائی لاما کا بے پناہ اعتماد تھا جو اس نے مجھ پر کیا تھا۔

ڈاکٹر کی سرسراتی ہوئی آواز نے میرا انتظار ختم کر دیا۔ وہ گمبھیر انداز میں مجھے بتا رہا تھا ''ربی کی بھیجی ہوئی ٹیم نے جب پہلی مرتبہ عبادت گاہ کے تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ بدھ بھکشو اور اس کے بیوی بچے بھی ان کے تشدد کا نشانہ بنے پھر ان ظالموں نے اس مختصر سے خاندان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ماضی میں ناگ پال کے غنڈوں نے تھونچی اور بھیر جانی کے ساتھ کیا تھا۔''

گویا میرا شک یقین میں بدل گیا۔ ڈاکٹر مونگ نے نہایت ہی مناسب الفاظ میں بھکشو اور اس کی فیملی کی موت کا اعلان کر دیا تو میں ایک افسوس بھری سانس خارج کر کے رہ گیا۔ ڈاکٹر مونگ کی آواز دوبارہ ابھری۔

''ربی کی ٹیم نے پہلی پیش قدمی اس وقت کی جب ساحل ابھی یہاں نہیں پہنچی تھی۔ اس معرکے میں دونوں طرف شدید نقصان ہوا۔ دوسری کوشش وہ ساحل کی معیت میں کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے جمی فونڈا کے جنگل سے ساحل کو نکال لیا پھر مجھے پتا چلا کہ آج آدھی رات کے بعد وہ دوبارہ' ساحل کے بغیر ہی تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے پھر.....''

''اور اب تو ساحل بھی انہیں حاصل ہوگئی ہے!'' میں نے ڈاکٹر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

اس کی خاموشی مجھے کھلنے لگی تو میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا ''ڈاکٹر! بدھ نیل کنڈ کی وہ عبادت گاہ کھٹمنڈو کے ایک تھانے کی حدود میں آتی ہے۔ چار افراد کی ہلاکت کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ تمہیں عبادت گاہ کی حفاظت کے لیے پولیس سے مدد لینا چاہیے تھی۔ اس سلسلے میں انسپکٹر شیوا بہت اہم کردار ادا کرسکتا تھا؟''

مجھے اچھی طرح یاد تھا' جن دنوں میں کھٹمنڈو میں سرگرم عمل تھا' انسپکٹر بریندرا میرے بہت قریب آ گیا تھا۔ میں نے بھی نیپالی پولیس کی مختلف مراحل پر بھرپور مدد کی تھی پھر جب تھوتچی اور بھیرجانی کو بڑے بہیمانہ انداز میں قتل کردیا تو بریندرا نے پولیس کی ایک تفتیشی ٹیم ترتیب دے کر باقاعدہ کارروائی کرائی تھی۔ اس کے بعد ہی یہ فیصلہ ہوا تھا کہ دھنو (ساحل) اب میرے ساتھ رہے گی۔

''تم کیا سمجھتے ہو' میں اس دوران میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا ہوں!'' ڈاکٹر مونگ نے میرے سوال کے جواب میں کہا ''وہاں عبادت گاہ کے اندر جو لوگ اس وقت دیکھ بھال کے فرائض انجام دے رہے ہیں' ان کا تعلق پولیس سے ہے۔ وہ سادہ لباس میں وہاں کی کڑی نگرانی کررہے ہیں۔''

''اور وہاں آس پاس جمی فوٹڑا کے آدمی بھی موجود ہیں؟'' میں نے کہا۔

''ہاں' وہ بھی ہیں۔'' وہ تائیدی انداز میں بولا ''شدید ترین نقصان اٹھانے کے بعد بھی انہوں نے مورچا نہیں چھوڑا..... اور اب تک تو ان کے پاس نئی کمک بھی پہنچ گئی ہوگی جس میں سب سے خطرناک ہتھیار تمہاری ساتھی ساحل ہے۔''

ڈاکٹر مونگ نے رتنا پارک والے بنگلے پر گفتگو کے دوران میں ساحل کو قیمتی مہرے سے تعبیر کیا تھا اور اب وہ اس کے لیے خطرناک ہتھیار جیسے الفاظ استعمال کررہا تھا۔ میرے اور ساحل کے درمیان جس نوعیت کا حساس تعلق تھا' وہ ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس وقت بھی مجھے بہت دکھ ہوا تھا اور اب بھی میں ایک تکلیف سے گزر رہا تھا لیکن میں جانتا تھا' ڈاکٹر مونگ نے میری دل آزاری کے لیے وہ سب نہیں کہا تھا لہٰذا میں الفاظ کے وقتی تاثر کو فراموش کرکے اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ہمارے پاس اسلحے کی کیا پوزیشن ہے؟'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

''وہی دو آٹومیٹک رائفلیں ہیں جن کا تم دیدار کرچکے ہو۔'' اس نے جواب دیا ''ان کے کم وبیش ایک ہزار راؤنڈز بھی موجود ہیں۔ گولیوں والی پیٹی کو میں نے ایک دوسرے خفیہ خانے میں چھپا رکھا ہے۔''

ڈاکٹر کا اشارہ ان دو سیون ایم ایم گنز کی جانب تھا جو ہم ہائی وے والے معرکے میں استعمال کرچکے تھے۔ مذکورہ گنز ڈاکٹر نے ڈیش بورڈ کے نیچے واقع ایک خفیہ خانے سے برآمد کی تھیں۔ وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''عبادت گاہ کے اندر ہمارے کل چھ افراد موجود ہیں۔ ان میں چار سادہ لباس پولیس والے اور دو میرے اپنے آدمی ہیں۔ یہ چھ کے چھ پوری طرح مسلح ہیں اور ہر قسم کی صورتِ حال سے نمٹنے کے ماہر ہیں۔ مجھے گنز وغیرہ کے استعمال سے دلچسپی نہیں۔ یہ دو گنز میں نے تم دونوں کے لیے رکھ لی تھیں۔''

میں نے کہا ''میں بھی آتشیں اسلحے کے استعمال سے ممکنہ حد تک پرہیز ہی کرتا ہوں لیکن بعض حالات میں یہ ناگزیر ہوجاتا ہے۔ جیسے اسٹیشن ویگن والے دشمنوں کے خلاف اگر ہم ہتھیار نہ اٹھاتے تو بڑی مشکل ہوجاتی۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو!'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

میں نے پوچھا ''ڈاکٹر! جیپ میں فیول کی کیا خبریں ہیں؟''

''دس گیلن پیٹرول تو ڈوکین میں فاضل رکھا ہے۔'' اس نے بتایا ''اور جیپ کے ٹینک میں فیول کی پوزیشن بتانے والی سوئی اس بات کی نشان دہی کررہی ہے کہ ہم اسی ایندھن سے واپس کھٹمنڈو بھی جاسکتے ہیں۔''

''دیٹس گڈ!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

اسی وقت مجھے لی یان پر جھک جانا پڑا۔ ڈاکٹر نے جیپ کو مرکزی راستے سے ہٹا کر ایک تنگ اور مزید دشوار گزار راہ پر ڈال دیا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ اگر ہم بغیر راستے پر سفر جاری رکھتے تو لگ بھگ پونے دو بجے ہم عبادت گاہ تک پہنچ جاتے۔ اب راستہ بدل گیا تھا۔ ہمیں ایک طویل چکر کاٹ کر عبادت گاہ تک پہنچنا تھا جس میں زیادہ وقت صرف ہونا یقینی بات تھی۔

میں جیپ کے ٹرن کی وجہ سے لی یان پر جھکا تو وہ مڑ کر آگے جھکتی چلی گئی۔ ہم دونوں کا جھکاؤ ایک ہی سمت میں تھا۔ ہم عقبی نشست پر گویا ایک دوسرے پر گر گئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا۔



''ذرا سنبھل کر بھئی۔ آگے تو اور بھی خطرناک ٹرننگ آئے گی۔''

ہم دونوں سنبھل گئے۔ مرہم پٹی سے پہلے لی یان میرے بائیں پہلو میں بیٹھی تھی۔ ڈریسنگ کے بعد وہ میرے دائیں طرف آ گئی تھی تاکہ زخمی بازو زیادہ سے زیادہ محفوظ رہے۔ گھائل بازو تو رہا ایک طرف' لی یان کی پوزیشن بدل جانے سے میں بازوئے دیگر میں بھی اچھی خاصی ''تکلیف'' محسوس کرنے لگا تھا!

موسم سرما میں انسانی جسم کو زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا معدہ نسبتاً تیز کام کرتا ہے۔ ہم نے رتنا پارک والے بنگلے پر رات آٹھ بجے ڈنر کیا تھا۔ کچھ کھائے پیے ہمیں لگ بھگ پانچ گھنٹے ہوگئے تھے۔ ان دونوں کا تو پتا نہیں مگر میں ہلکی بھوک محسوس کررہا تھا۔ ہائی وے پر اسٹیشن ویگن والے دشمنوں سے جو مارا ماری ہوئی اس نے اچھی خاصی توانائی کھا لی تھی۔

''ڈاکٹر مونگ! کیا تم کچھ کھانا پسند کرو گے؟'' میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

''نہیں۔'' اس نے قطعی لہجے میں کہا ''البتہ اگر تم لوگ کچھ بھوک محسوس کررہے ہو تو شغل کرسکتے ہو۔ تمہارے بیگ کے اندر میں نے ایک منی باکس رکھا ہوا ہے جس میں پیٹ پوجا کا مناسب بندوبست موجود ہے۔''

ڈاکٹر جس منی باکس کا ذکر کررہا تھا' میں اس سے واقف تھا۔ ڈاکٹر نے پیکنگ کے وقت مذکورہ باکس ہمارے بیگ میں رکھوا دیا تھا۔ باکس میں باقاعدہ کھانا تو نہیں تھا البتہ ایک خاص قسم کی مٹھائی موجود تھی جو سوجی اور مختلف قسم کے ڈرائی فروٹس کی آمیزش سے تیار کی گئی تھی۔

بدھا کے پیروکاروں (کنڑ) کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ وہ دوپہر ڈھلنے کے بعد کچھ نہیں کھاتے۔ پینے والی اشیا میں بھی پانی' جوس اور سافٹ مشروب پر گزارہ کرتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کا اصول تھا جو دنیا تیاگ کر ایک طرح کا جوگ لے لیتے ہیں۔ باقی بدھ مت بھی دیسی ہی زندگی گزارتے ہیں جیسی دوسرے عام لوگ۔ ڈاکٹر مونگ کے حوالے سے میں نے ایک خاص بات نوٹ کی تھی اور وہ یہ کہ رات کے کھانے کے بعد سے دوسری صبح تک کچھ نہیں کھاتا تھا۔

میں نے لی یان کی طرف صلح مارنے والی نظر سے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں مجھے تائید دکھائی دی۔ میں نے مخصوص مٹھائی والا وہ باکس کھولا اور ڈاکٹر مونگ کے مطابق' ہم اس ڈرائی فروٹس والی مٹھائی سے شغل کرنے لگے۔

اس دوران میں ہمارے درمیان ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ زیادہ تر بدھ عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ خزانے اور جمی فوٹڑا کے بارے میں باتیں ہوئیں پھر ہماری گفتگو کا زاویہ شون کی جانب مڑ گیا۔

رتنا پارک والے بنگلے میں آج شام ڈاکٹر مونگ نے مجھے نیو جرسی کے حوالے سے جو تازہ ترین اطلاعات فراہم کی تھیں' وہ میں نے ڈاکٹر کی اجازت پا کر لی یان کے گوش گزار کردی تھیں۔ وہ شون کے لیے پریشان ضرور تھی تاہم اس پریشانی کو اس نے خود پر طاری نہیں کیا تھا۔ وہ بڑی برداشت والی عجیب وغریب لڑکی تھی۔

وہ اپنے نظریات کے حوالے سے عجیب اور ان کے ثمرات کے باعث واقعی غریب تھی!

ڈاکٹر مونگ ہماری بات چیت میں شریک ضرور تھا لیکن میں محسوس کررہا تھا' اس کی تمام تر توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز تھی اور اسے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ میں کھٹمنڈو کے مضافات میں میلوں تک پھیلے ہوئے اس سلسلۂ کوہ کو پہلے بھی بھگت چکا تھا۔ یہ خطرناک اور دشوار گزار ٹیڑھے میڑھے راستے قدم قدم پر موت کے مانند منہ کھولے بیٹھے تھے۔ ایک ذرا سی غفلت یا کوتاہی کی سزا زندگی بھر کا پچھتاوا تھا۔

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ وہ چاند کی ابتدائی تاریخیں تھیں اس لیے بھی فضا میں کچھ زیادہ ہی تاریکی نظر آرہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی سیاہ رو کے چہرے پر کالک مل دی گئی ہو۔ ہماری جیپ اونچے نیچے چٹانی راستے پر آگے بڑھتے ہوئے اچھل کود مچاتی تو اس کی باڈی جنبشوں کی مناسبت سے ہیڈ لائٹس کی روشنیاں بھی تھرکنے لگتیں۔ ہیڈ لائٹس کے اونچے نیچے حرکت کرتے ہوئے وہ ملگجے ہیولے تاریک رات کے سینے پر بڑا سحر انگیز رقص کررہے تھے۔ فضا میں ٹھنڈک اور تاریکی ایک خاص تناسب سے نفوذ کیے بیٹھی تھیں۔

ڈاکٹر مونگ نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اس ہیوی انجن والی آرمی گرین جیپ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ پتھریلے اور ریتیلے دونوں قسم کے راستوں پر بھاگنے کے لیے یکساں موزوں تھی۔ اس کی جگہ کوئی اور گاڑی ہوتی تو کبھی کا جواب دے چکی ہوتی۔ وہ بظاہر دیکھنے میں ایک پرانی سی میلی جیپ نظر آتی تھی مگر اس کا انجن کسی دیو کی طاقت اور ٹائر کسی جن ایسی گرفت کے حامل تھے۔ میں جب زخمی سمبا کے ساتھ ناگ پال کے حویلی نما بندی خانے سے فرار ہوا تھا تو ایک لینڈ

.....کروز رمیرے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ تمام تر راستے میں اس گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر جما بیٹھا رہا تھا لہٰذا میں ان ڈھلوانی چٹانی راستوں کی ہلاکت خیزی سے بخوبی آگاہ تھا۔

ہمارا سفر ایک مخصوص رفتار سے جاری رہا۔ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جاتا تو محسوس کیا جاسکتا تھا کہ ہم ایک دائرے میں سفر کررہے تھے اور یہ ایک حقیقت بھی تھی۔ ہم نے جس مقام سے راستہ بدلا تھا اگر وہاں سے ناک کی سیدھ میں چلتے چلے جاتے تو نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں پہنچ جاتے۔ اب ہمیں نصف دائرے میں ایک لمبا توسی سفر طے کرتے ہوئے عبادت گاہ کی دوسری سمت تھوڑا فاصلے سے باہر نکلنا تھا۔

اس وقت ہم جس راستے سے گزر رہے تھے' وہ ایک طرح سے متروک راہ گزر تھی۔ اس لیے بھی وہاں صفائی ستھرائی نظر نہیں آتی تھی۔ جن راستوں سے باقاعدہ سواریاں گزرتی رہیں وہ چھوٹی موٹی رکاوٹوں اور دیگر آلائشوں سے پاک ہوجاتے ہیں مگر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ راستہ صدیوں پہلے آمدورفت کے لیے استعمال ہوتا رہا تھا اور ایک زمانے سے اس طرف کسی گاڑی وغیرہ کا گزر نہیں ہوا تھا۔

اس توسی سفر کا ابھی نصف راستہ ہی طے ہوا تھا کہ ہماری جیپ دو طرفہ چٹانوں میں داخل ہوگئی۔ درحقیقت وہ راستہ آگے جاکر نسبتاً تنگ ہوگیا تھا اور ہمیں یوں محسوس ہورہا تھا جیسے ہم دو طرفہ چٹانوں میں داخل ہوگئے ہوں حالانکہ وہ چٹانیں پہلے بھی کچھ فاصلے پر موجود تھیں۔ اگرچہ اوپر آسمان نظر آرہا تھا لیکن تنگ و تاریک راستے کے سبب یہی لگتا تھا جیسے ہم کسی اندھے غار میں محوِ سفر ہوں۔ اس تصور کے ساتھ ہی گھٹن بھی محسوس ہونے لگی۔

یہ سب تو چل ہی رہا تھا' اس پر مستزاد چڑھائی شروع ہوگئی۔ جیپ جیسے جیسے آگے بڑھ رہی تھی' چڑھائی کا زاویہ بھی بتدریج بڑھتا چلا جارہا تھا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہماری جیپ سطح زمین سے ساٹھ درجے کا زاویہ بناتے ہوئے آگے یعنی اوپر کو بڑھنے لگی۔ یہ انتہائی خطرناک صورتِ حال تھی۔ اس موقع پر جیپ کے ہیوی ڈیوٹی انجن نے کسی وفادار ساتھی کا کردار نبھایا۔ اگر خدانخواستہ جیپ کا انجن ہم سے خفا ہوکر چپ سادھ لیتا تو ہمارے لیے ایک بڑی مصیبت کھڑی ہوسکتی تھی۔ خدا کا شکر کہ ہم بخیر و عافیت اس ڈھلوانی راستے کے عروج پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد چند گز تک ایک سطح میدان سا تھا۔ کچھ آگے جاکر وہ پتھریلا راستہ پھر کمرائے امتحان کی صورت اختیار کرگیا۔ اب ہم ایک خطرناک ڈھلوان پر سفر کررہے تھے۔

چڑھائی کی بہ نسبت اترائی کا سفر زیادہ مشکل اور صبر آزما ہوتا ہے۔ چڑھائی میں صرف گاڑی کے انجن کا امتحان ہوتا ہے' ڈرائیور کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جبکہ اترائی میں گاڑی کا انجن بہت ریلیکس ہوتا ہے اور ڈرائیور کو اسٹیئرنگ پر کنٹرول رکھنے کے لیے بہت پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔ ہر لمحے موت کے منہ میں جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔

ڈھلوان پر آتے ہی راستے کا زاویہ بڑی تیزی سے نشیب کی سمت بڑھنے لگا۔ اس راہ پر جابجا چھوٹے بڑے پتھر بھی موجود تھے۔ ہماری جیپ کے طاقت ور ٹائر ان پتھروں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گویا اپنے ''پاؤں'' تلے روندتے چلے جارہے تھے۔ چڑھائی کی بہ نسبت اترائی کی یہ راہ اس لیے بھی زیادہ خطرناک تھی کہ اب اس کے دائیں بائیں چٹانوں کا وہ سلسلہ بھی نظر نہیں آرہا تھا جو ایک طرح سے حفاظتی بند کا کام کررہا تھا۔ اب اگر کسی بیری پتھر کے سبب ہماری جیپ اچھل کر بے قابو ہوجاتی تو اسے سنبھالنا مشکل ہوتا..... اور اس بات کے قوی امکانات موجود تھے کہ ہم جیپ سمیت ہزاروں فٹ کے تاریک نشیب میں کہیں گم ہوکر رہ جاتے۔

ہم بہ خیر و عافیت ڈھلوانی سفر طے کرکے عروج پر تو پہنچ گئے تھے مگر واپسی میں ہم نے ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ ایک مصیبت منہ کھول کر ہمارے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

وہ مصیبت ایک بڑا سا بڑا سا پتھر تھا جو کسی چٹان کے مانند ہمارے راستے میں استادہ تھا۔ اس پتھر نے کچھ اس طور آگے بڑھنے کی راہ مسدود کررکھی تھی کہ اس کے دائیں بائیں بمشکل تین تین فٹ کا راستہ بچا تھا۔ ہم اس پتھر سے کنی کاٹتے ہوئے جیپ کو دائیں یا بائیں سے آگے نہیں بڑھا سکتے تھے لہٰذا بریک لگانا لازم ٹھہرا۔ اس کے علاوہ ہر چارہ' موت کا ہرکارہ تھا!

ڈاکٹر مونگ نے بہ آہستگی بریک لگائے اور جیپ کو اس ظلمی پتھر کے ساتھ لگا کر کھڑا کردیا پھر گردن موڑ کر میری طرف دیکھنے لگا۔

میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا ''ہمیں باہر نکل کر اس بدمعاش پتھر کو اپنی راہ سے ہٹانا ہوگا ورنہ یہیں کھڑے رہیں اور ہماری جیپ سردی میں ٹھٹھر کر رہ جائے گی۔''

''آجاؤ۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا ''اس پتھر سے بھی مل لیتے ہیں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ پُرعزم انداز میں ڈرائیونگ سائیڈ



والا دروازہ کھول کر جیپ سے نیچے کود گیا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں باہر آنے کی ضرورت نہیں۔ تم آرام سے اندر بیٹھ کر تماشا دیکھو۔''

''یہ بات تو تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے واقعی کوئی جادو تماشا دکھانے والے ہو۔'' وہ چمک کر بولی۔

لی یان کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھی اور اس کی یہ خاموشی بگ فٹ ڈاکٹر مونگ کے احترام میں تھی۔ وہ اس کی موجودگی میں بہت محتاط اور باادب باملاحظہ رہتی تھی۔ اب وہ جو اچانک بولی تو مجھے اس کی آواز کچھ زیادہ ہی چہکی ہوئی محسوس ہوئی۔

میں نے اس کی آنکھوں میں معنی خیز انداز میں دیکھا اور کہا ''کسی جادو کے مظاہرے کے بغیر تو وہ جناتی پتھر اپنی جگہ سے ہٹے گا نہیں۔ توجہ سے دیکھتی رہو' باہر کیا کیا کھیل تماشا ہوتا ہے۔''

وہ خالص امریکی لہجے میں بولی ''اوگاڈ! اتنے سنسنی خیز اور مہم جو منظر کو میں کیا جیپ کے اندر بیٹھ کر دیکھوں گی۔ نہیں.....'' اس نے ہیجانی انداز میں گردن کو نفی جنبش دی اور ولولہ انگیز لہجے میں بولی ''میں بھی باہر آرہی ہوں۔''

''اگر قفلی جمانے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے تو چلی آؤ۔'' میں نے کہا۔

وہ کندھے جھٹکتے ہوئے بولی ''اگر قفلی جم گئی تو اسے ڈرائی فروٹ کی حرارت سے دوبارہ پگھلا لیں گے۔ ہمارے بیگ میں رکھا ہوا وہ لنچ باکس آخر کس مرض کی دوا ہے!''

میں لی یان کو اس کے حال پر چھوڑ کر جیپ سے باہر نکل آیا۔ وہ جیپ کے اندر رہنے یا باہر آنے کے لیے اپنی مرضی کی مالک تھی۔ ویسے ڈاکٹر کے جیپ چھوڑتے ہی اس کی جون بدل گئی تھی۔ اس کے شوخ مکالمات سے ظاہر ہوا کہ وہ اندر سے اتنی افسردہ اور غمزدہ نہیں تھی جتنی اوپر سے دکھائی دیتی تھی۔ اس کی خاموشی' سنجیدگی اور ٹھہراؤ محض ڈاکٹر مونگ کی موجودگی کی وجہ سے تھا۔

میں نے جیپ سے باہر آکر اس پتھر کی جانب ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ اپنے عقب میں ''دھپ'' کی آواز سن کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ لی یان نے میرے نقشِ قدم پر پاؤں ڈال دیا تھا۔ میں خاموشی سے ڈاکٹر مونگ کی طرف بڑھ گیا جو اس چٹان نما پتھر کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ پتھر اپنی ذات میں کسی چٹان سے کم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کس طرح بیچ راہ پہنچ گیا تھا۔ اسے اٹھا کر وہاں رکھنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ منوں وزنی وہ دیوقامت پتھر بالکل گول تو نہیں تھا تاہم اس کا قطر کسی بھی طور پانچ فٹ سے کم نظر نہیں آتا تھا۔ اونچائی بھی کم و بیش اتنی ہی تھی۔ ایک بات طے تھی کہ اسے راہ سے ہٹائے بغیر آگے بڑھنا ممکنات میں سے نہیں تھا' یعنی جیپ سمیت!

ڈاکٹر ٹھونک بجا کر اس پتھر کا معائنہ کرچکا تو سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا ''ڈاکٹر! کیا خیال ہے' اس پتھر کو راستے سے ہٹانے کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا اور بولا ''یہ اصلاً نسلاً ایک وزنی چٹانی پتھر ہے۔ اگر یہ فلموں کی شوٹنگ میں استعمال ہونے والا ہوا بھرا کوئی ربر کا گولا ہوتا تو ہم ایک زوردار فٹ بال کک سے اسے دور گہرائی میں اچھال دیتے۔ میرا خیال ہے' یہ تمہارا کیس ہے۔''

''میرا کیس؟'' میں نے متعجب نظر سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا ''یہ تو مجھے بھی دکھائی دے رہا ہے کہ یہ فلمی شوٹنگ میں استعمال ہونے والا کوئی مصنوعی پتھر نہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ میرا کیس کیسے ہوگیا؟''

''تم نے شاؤلن ٹیمپل میں اچھا خاصا وقت گزارا ہے!''

میں پلک جھپکنے میں سمجھ گیا' اس کا اشارہ میری پوشیدہ قوت چی کی جانب تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''تم بھی تو اسی تربیت گاہ کے فارغ التحصیل ہو؟''

''بھئی! میں تو اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

میں سمجھ گیا' وہ اس پتھر کے سلسلے میں میری چی کی قوت کو آزمانا چاہتا تھا ورنہ نہ وہ بوڑھا ہوا تھا اور نہ ہی اس میں پُراسرار قوتوں اور اعلیٰ صلاحیتوں کی کمی تھی۔ اسے بھی چی پر عبور حاصل تھا۔ فلائنگ فائٹ وہ چی کے بل بوتے پر کرتا تھا۔

میں نے اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کہا ''ٹھیک ہے ڈاکٹر! میں کوشش کرکے دیکھتا ہوں۔''

وہ زیرلب مسکرا کر رہ گیا۔ اس کی یہ مسکراہٹ لی یان تک نہیں پہنچی کیونکہ وہ ہمارے عقب میں چند فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ تاریکی اس کی نگاہ کا خار ثابت ہورہی تھی۔ ہماری جیپ اسی پتھر کے سہارے کھڑی تھی۔ اگر پتھر کو ہٹا دیا جاتا تو اس خطرناک ڈھلوان پر جیپ دوڑ لگانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتی اور ہم اپنے مشن کے اس مرحلے میں جیپ سے ہاتھ دھونا..... افورڈ نہیں کرسکتے تھے۔

میں نے کہا ''ڈاکٹر! پتھر کو ہٹانے سے پہلے ہمیں جیپ کو اس کے قدموں پر رو کے رکھنے کا کوئی بندوبست کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی ''میں یہ بندوبست ابھی کر دیتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ کسی شے کی تلاش میں تھوڑا نشیب میں اتر گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مناسب سائز کے چار چھوٹے پتھر وہاں جمع کر چکا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے وہ پتھر جیپ کے چاروں پہیوں کے آگے لگا کر روک پیدا کر دی اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا۔

''میں نے اس جیپ کو باندھ کر قدموں پر کھڑا کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے' یہ اب کہیں نہیں جائے گی۔ تم اپنا کام شروع کر دو۔''

بات ختم کرتے ہی وہ جیپ کی طرف مڑا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ مجھے امید تھی اس نے بریک پیڈل کو بھی دبا رکھا ہوگا اور ہینڈ بریک کے استعمال سے بھی غافل نہیں ہوگا۔ جیپ کو روکے رکھنے کے لیے تین مختلف محاذوں سے کوشش کی جارہی تھی حالانکہ اس مقصد کے لیے ایک کوشش بھی کافی ہوتی مگر ہم جن سنگین ترین حالات سے گزر رہے تھے ان میں حتی الامکان احتیاط کی ضرورت تھی۔

میں اس جسیم چٹانی پتھر سے لگ بھگ ایک فٹ کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میرا چہرہ ہزاروں فٹ گہرے نشیب کی طرف تھا جو مجھ سے محض آٹھ فٹ کی دوری پر واقع تھا۔ پانچ فٹ قطر کا وہ پتھر اور آگے مزید تین فٹ خالی جگہ۔

چی کا استعمال کرتے ہوئے اس پتھر کو کھسکانا میرے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن اسے کھسکانے سے ہمارا مسئلہ حل ہونے والا نہیں تھا۔ میں اگر اسے سرکا کر کنارے تک پہنچا دیتا یا کنارے سے تھوڑا آگے بھی جھکا دیتا تو بھی ہماری جیپ کو آگے بڑھنے کے لیے جتنی گنجائش کی ضرورت تھی وہ پیدا نہ ہو پاتی۔ اس مسئلے کا واحد... حل یہی تھا کہ میں اپنی مخفی قوت کو بروئے کار لا کر اس پتھر کو گہرے نشیب میں لڑھکا دیتا۔

میں نے خود کو تیار کرنے کے لیے ایک منٹ تک پرانا یام (PRANAYAM) کی مشق کی۔ خوب ڈوب کر ہموار.... گہری گہری سانس لیں۔ اس مخصوص انداز کی بریدنگ (BREATHING) سے دماغ اور روح کو تازگی ملی تو میں پوری طرح اس پتھر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

سب سے پہلے میں ہارس پوزیشن میں آیا۔ مارشل آرٹس میں اس پوزیشن کو بنیادی اسٹانس کی حیثیت حاصل ہے۔ گھٹنے ایک خاص زاویے پر جھک جانے کے باعث میں پتھر کے قد کا ہو گیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کو آگے پھیلا کر دیکھا۔ میرے اور پتھر کے درمیان محض ایک فٹ کا فاصلہ حائل تھا۔ میرے ہاتھوں کی ہتھیلیوں نے اس چٹانی پتھر کو بڑے بھرپور بوسے دیے۔ دونوں ہاتھ پوری طرح پھیلانے کے لیے مجھے کم از کم دو فٹ جگہ درکار تھی جو یہاں میسر نہیں تھی اور یہی اس ٹیکنیک کی کامیابی کی ضرورت تھی۔ اس پتھر پر ایک بھرپور پش اسی پوزیشن میں کھڑے ہو کر لگایا جا سکتا تھا۔

ہاتھوں کی حرکات اور پتھر کی وقوع پذیری کو ذہن میں نقش کرنے کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے سے میں تصور کی نگاہ سے..... اس پتھر کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک متوازن سانس کھینچ کر اپنے پھیپھڑوں کو بھرا' پھر اس سانس کو ایک مخصوص اسٹروک سے نیچے کی جانب مقام چی کی طرف منتقل کر دیا۔ چی کی مخصوص جگہ ناف کے پیچھے' ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے کے قریب واقع ہے۔ اس عمل کو تفصیل سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ''چی'' کے طریقہ کار کو اچھی طرح سمجھ جائیں!

طاقتور سانس نے پلک جھپکتے میں چی کو متحرک کر دیا۔ مجھے اپنے اندر توانائی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہوا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں ایک پھونک مار کر پہاڑ کو بھی ہوا میں اڑا سکتا ہوں۔ یہ طاقت اور تصرف کا ایک علامتی احساس تھا۔ سادہ الفاظ میں اس وقت میں اپنے وجود میں بے پناہ قوت اور توانائی کو موجزن محسوس کر رہا تھا۔ پیٹ کے زیریں حصے میں طاقت کا طوفان مچل رہا تھا۔

چی کے متحرک ہوتے ہی میں نے اپنی سانس کو واپس پھیپھڑوں کی طرف بلایا اور اسٹروک بریدنگ (STROKE BREATHING) کی تیکنیک کا استعمال کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ایک جھٹکے سے پتھر کی جانب بڑھایا۔ میری کھلی ہتھیلیوں کے قیامت خیز پش نے پتھر کے ''قدم'' اکھاڑ دیے۔ سانس خارج کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں کو جو بھی حرکت دی جائے اس میں بے حد و حساب توانائی موجود ہوتی ہے۔ میرے پش میں ہزاروں نیوٹن قوت بھری ہوئی تھی۔

پتھر کے اپنی جگہ سے ہٹتے ہی مخصوص آواز پیدا ہوئی۔ مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ ثبوت ملتے ہی میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ رکاوٹی پتھر تیزی سے لڑھکتے ہوئے نشیب کی طرف جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے کسی جہازی سائز دہانہ رکھنے والی توپ میں بھر کر داغا گیا ہو..... یا پھر اس کا یہ لڑھکاؤ

کسی طاقت ور منجنیق کا کارنامہ ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ پتھر پل بھر میں تاریک گہرائی میں اتر گیا۔ نشیب کی جانب بڑھتے ہوئے پہاڑوں سے اس کے ٹکراؤ کی مخصوص ہیبت ناک آواز کچھ دیر تک ابھرتی رہی پھر ماحول کا سناٹا واپس لوٹ آیا۔

میں واپسی کے لیے پلٹا تو اپنے عقب میں لی یان کو کھڑے پایا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی ترچھے زاویے سے اس کے چہرے پر منعکس ہو رہی تھی۔ میں نے اسے ششدر کھڑے پایا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ یک ٹک اندھیرے میں اس سمت دیکھ رہی تھی جدھر تاریک نشیب واقع تھا۔

پتھر لڑھکنے کے منظر نے اسے ساکت و مبہوت کر دیا تھا۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے پکارا ''لی یان.....!'' وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

میں نے قدرے بلند آواز میں اس کا نام دہرایا ''لی یان!''

اس کے باوجود بھی لی یان کے وجود میں جنبش پیدا نہ ہوئی تو میں نے آگے بڑھ کر اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا ''لی یان! ہوش میں آؤ۔''

اس نے گردن کو حرکت دے کر اپنے سکتے میں نہ ہونے کا یقین دلایا اور متوحش نظر سے میرے چہرے کو تکنے لگی۔ میں جانتا تھا اس کی حیرت اور تعجب کا سبب میں اور وہ پتھر تھا۔ پتھر کو وہ اندھے نشیب میں غائب ہوتے دیکھ چکی تھی اور میں اس کی نگاہ کے سامنے موجود تھا۔ یہ نظارہ اس کی زندگی کے ناقابلِ فراموش مشاہدے میں ایک گراں قدر اضافہ تھا۔

اس کی تمام تر سوالیہ نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے میں نے اس کا شانہ تھپکا اور پچکارنے والے لہجے میں کہا ''یہاں کچھ دیر اور کھڑی رہو گی تو سردی سے جم کر برف بن جاؤ گی۔ گاڑی کے اندر جا کر بیٹھو۔ چلو شاباش۔''

اس نے کوئی سوال نہ کیا اور بہ دستور متوحش نگاہ سے مجھے دیکھتے ہوئے جیپ کی جانب قدم بڑھا دیے۔ ڈاکٹر مونگ چی اور اس کے کرشمات سے بہ خوبی آگاہی رکھتا تھا۔ میرا اس بھاری پتھر کو اندھیرے میں دھکیلنا اس کے لیے ایک شعبدہ تھا لیکن اس حیرت ناک منظر نے لی یان کی سٹی گم کر دی تھی۔

میں نے بہ آواز بلند ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ڈاکٹر مونگ! تم جیپ کے بریکس کو اپنے کنٹرول میں رکھنا۔ میں اس کے 'پاؤں' کی 'بندشیں' کھول رہا ہوں۔''

پھر میں نے نہایت احتیاط کے ساتھ جیپ کے چاروں پہیوں کے آگے رکھے ہوئے رکاوٹی پتھروں کو ہٹا دیا اور جیپ کے اندر آ کر لی یان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر نے جیپ کا انجن اس دوران میں بیدار رکھا تھا۔ اگلے ہی لمحے ہمارا سفر شروع ہو گیا۔

چند لمحات تک جیپ کے اندر موت جیسا سناٹا طاری رہا پھر لی یان کی سرسراتی آواز نے اس خاموشی میں نقب لگائی۔ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے وہ سراسیمہ لہجے میں بولی۔

''وجدان! میں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟''

''نہیں۔'' میں قطعیت سے بولا ''تمہاری آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا وہ ایک کھلی حقیقت ہے اور یہ حقیقت اب پیچھے رہ گئی ہے۔ تم اس منظر کے ٹرانس سے نکلنے کی کوشش کرو۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' وہ ہیجان خیز لہجے میں بولی۔

''بعض چیزیں ناقابلِ یقین ہوتی ہیں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''خاص طور پر وہ جن سے زندگی میں پہلی مرتبہ واسطہ پڑتا ہے۔ ایسا واسطہ انسان کے ذہن کو الجھا کر رکھ دیتا ہے۔ تم بھی اسی لیے الجھن محسوس کر رہی ہو لیکن فکر نہ کرو۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر گہری نظر سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے وہاں نظر آنے والی وحشت اور سراسیمگی اب کافی حد تک زائل ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ پُرتجسس اور حیرانی نے قبضہ جما لیا تھا۔ میں نے اس کی تسلی کی خاطر مزید کہا۔

''رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا لی یان! اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو۔ بی ری لیکس پلیز!''

وہ اپنے ہاتھوں کے مخصوص نسوانی گداز کو، گھٹنوں پر رکھے میرے ہاتھوں میں اتارنے لگی۔ اس کی مخروطی انگلیوں کی اضطراری جنبشوں میں خاموش تجسس پنہاں تھا۔ وہ انگلیاں میرے ہاتھوں پر سرسراتے ہوئے اس راز سے آگاہی کی خواہاں تھیں جس کا مظاہرہ میں نے تھوڑی دیر پہلے اس ٹھنڈی ٹھار راہ گزر پر کیا تھا۔ میں نے لی یان کی متلاشی انگلیوں کی جستجو کے راستے میں دیوار بننے کی کوشش نہیں کی اور اس مرمریں لمس سے آشنائی لیتا رہا۔ وہ بڑبڑانے والے انداز میں ایک ہی جملے کی تکرار کرتی جا رہی تھی۔

''او مائی گاڈ! آئی ڈونٹ بیلیو.....''

ڈاکٹر نے کھنکار کر لی یان کو مخاطب کیا تو اس نے اپنے ہاتھ بڑی سرعت سے سمیٹ کر گود میں رکھ لیے اور پوری



طرح اپنے بگ باس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

ڈاکٹر مونگ نے نہایت ہی مختصر اور آسان انداز میں اسے پُراسرار قوت ''چی'' کے بارے میں بتایا پھر وہ اسے اس قوت سے لیے جانے والے مختلف کاموں کی تفصیل سے آگاہ کرنے لگا۔ آخر میں وہ کہہ رہا تھا۔

''وجدان نے ایک طویل عرصہ شاؤلن ٹیمپل ایسی عظیم المرتبت مارشل آرٹس کی تربیت گاہ میں ٹریننگ حاصل کی ہے۔ شاؤلن ٹیمپل میں زیرِ تربیت افراد میں سے چنیدہ کو 'چی' کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے وجدان بہت خوش قسمت ثابت ہوا ہے کہ شاؤلن ٹیمپل میں اسے جید اساتذہ کی توجہ اور قرب حاصل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی چی کی قوت کو بیدار کر لیا ہے۔ اس قوت کی مدد سے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے جا سکتے ہیں۔ ''چی'' دراصل چینی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں پُراسرار تخلیقی قوت۔ اس قوت کا پورا نام چی گونگ (QI GONG) ہے۔''

''کیا میں بھی اپنے وجود میں چی کی قوت کو بیدار کر سکتی ہوں؟'' وہ ایک ایسے معصوم بچے کے مانند مچل کر بولی جو نورِ مسرت سے کہہ رہا ہو..... ''میں بھی ٹافی کھاؤں گا!''

دراصل چی کا موضوع ہی بہت پُرکشش اور دلچسپ تھا۔ جو بھی اس کا ذکر سنتا، اس کے حصول کے لیے بے چین ہو جاتا۔ اس میں بے چاری لی یان کا کوئی قصور نہیں تھا۔

''کیوں نہیں!'' ڈاکٹر مونگ نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے کہا ''جس انسان کے اندر سچی لگن ہو وہ محنت سے نہیں گھبراتا اور تم نے یہ تو سن رکھا ہو گا، محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔''

اس کے بعد بھی ڈاکٹر کچھ دیر تک لی یان کو چی اور اسکی بیداری کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتا رہا۔ ان کی گفتگو میں ذرا سا وقفہ آیا تو میں نے ڈاکٹر کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔

''ڈاکٹر مونگ! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ بھاری پتھر کس نے اور کس مقصد سے بیچ راہ میں ڈال دیا تھا؟''

''میں نے بھی اس بارے میں بڑا غور کیا ہے۔'' وہ مدبرانہ انداز میں بولا ''اور ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی ہے اور وہ یہ کہ..... یہ بندروں کی کارستانی ہے۔''

''بندروں کی کارستانی؟'' میں نے چیخ سے مشابہ آواز میں کہا۔

وہ ہونٹ سکیڑ کر بولا ''اس میں اتنا حیران ہونے کا کیا سبب ہے؟''

''تم بھی کمال کرتے ہو ڈاکٹر!'' میں نے بے یقینی سے کہا ''اس پتھر کو راستے میں کھڑا کرنے میں بھلا بندروں کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟''

لی یان نے کہا ''کیا بندروں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منوں وزنی پتھر سے اٹکھیلیاں کر سکیں؟'' اس کے سوال سے الجھن عیاں تھی۔

ڈاکٹر مونگ نے عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں باری باری ہماری طرف دیکھا اور بولا ''بندروں کا بڑا فائدہ ہے وجدان۔ اس پہاڑی سلسلے کی اکثر چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ اس موسم میں بندروں کے لیے سب سے اہم ترین مسئلہ خوراک کا ہوتا ہے۔ وہ راہ میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کر کے آنے جانے والوں کا راستہ مسدود کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ انہیں خوف زدہ کرنے کے لیے ان پر باجماعت حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہ حملہ سراسر مصنوعی ہوتا ہے لیکن کوئی مسافر بندروں کے ذہن کو نہیں پڑھ سکتا۔ اس سلسلے میں تجربہ ہی کام آتا ہے اور مصیبت یہ ہے کہ اکثر مسافروں کے پاس نہ ایسا تجربہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ بندروں کی مخصوص نفسیات سے واقف ہوتے ہیں اس لیے مارکھا جاتے ہیں۔''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر معلومات کے دریا کو مزید بہاتے ہوئے بولا ''بے چارے مسافر اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد پر خوف زدہ ہو کر اپنی سواری اور سواری میں موجود سامان کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح بندروں کو سامانِ خور و نوش پر ہاتھ صاف کرنے کا بھرپور موقع مل جاتا ہے۔ بعد میں جب دور کھڑے مسافر ان کی چالاکی اور بدمعاشی کو سمجھ کر غصے کا اظہار کرتے ہیں تو یہ شکم سیر بندر 'کھی کھی' ہنستے ہوئے اچھلتے کودتے، قلابچیں بھرتے پہاڑوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ ایسی کارروائیاں بندر عموماً دن کی روشنی میں کرتے ہیں۔ رات کو وہ بڑے آرام کی نیند سوتے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے، بندروں نے اپنے شکار کو پھانسنے کے لیے پتھر کا وہ 'پھندا' دن میں کسی وقت لگایا تھا۔'' میں نے ڈاکٹر کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں کہا ''اور ظاہر ہے یہ 'پھندا' ہمارے لیے نہیں تھا۔''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تمہاری بات ٹھیک ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے، یہ رکاوٹ انہوں نے آج نہ کھڑی کی ہو بلکہ اس پتھر کو راہ میں حائل ہوئے کئی روز یا کئی

ماہ گزر گئے ہوں!''

میں نے اس موضوع کو ختم کرتے ہوئے کہا ''ہاں بھئی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ وہ ٹھہرے بندر۔ ان سے کیا بعید ہے!''

ڈاکٹر مونگ نے لی یان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تم نے تھوڑی دیر پہلے بندروں کی طاقت کے حوالے سے ایک سوال کیا تھا تو سن لو اس ذہین جانور میں وجدان کی طرح ''چی'' کی قوت تو موجود نہیں ہوتی البتہ یہ ''چو'' سے مالا مال ہوتے ہیں۔ میں خاص طور پر پہاڑی بندروں کی بات کر رہا ہوں۔''

''چو؟'' میں نے حیرت سے دہرایا۔

وہ وضاحت میں ہم دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ''چو..... دراصل پہاڑوں سے نکلنے والا ایک مخصوص سیال ہے جو سیاہی مائل بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔ جب یہ سیال پہاڑوں کے اندر سے خارج ہوتا ہے تو اس کی شکل مائع جیسی ہوتی ہے' بعد میں یہ سوکھ کر سخت ہوجاتا ہے۔ پہاڑوں میں آباد بندر چونامی اس سخت شے کو گاہے بہ گاہے چاٹتے رہتے ہیں جس کے سبب چو کی طاقت ان کے معدوں میں پہنچ کر جزو بدن بنتی رہتی ہے۔ اسی لیے جنگلی بندر کی بہ نسبت پہاڑی بندر زیادہ جفاکش اور طاقتور ہوتا ہے۔ چو کی قوت اسے بہادر بنا دیتی ہے۔''

ڈاکٹر مونگ پتا نہیں کس ''چو'' کی کہانی سنا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا چو کی کوئی ارضی حقیقت بھی تھی یا ڈاکٹر وقت گزاری کے لیے ایک دلچسپ قصہ لے بیٹھا تھا لیکن اس وقت میرا دماغ کھٹمنڈو سے ہزاروں میل دور پاکستان کے پہاڑی قبائلی علاقوں میں گھوم رہا تھا۔ وہاں گلگت' چیلاس اور چترال وغیرہ کے پہاڑوں سے بھی ایسی ہی ایک طاقتور شے برآمد ہوتی تھی جسے عرف عام میں ''سلاجیت'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بندروں والی کہانی سلاجیت سے بھی منسوب ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ سلاجیت بڑھاپے کے بہتر امراض کا علاج ہے!

لی یان بار بار عقیدت بھری نظر سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چی کے مظاہرے کے بعد سے میرے لیے اس کا رویہ کچھ زیادہ ہی متاثر کن ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر مونگ کی موجودگی کا لحاظ تھا ورنہ وہ فرطِ جذبات میں جانے کیا کر بیٹھتی۔ بہرحال وہ پھر بھی یہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

''وجدان! تم گریٹ ہو۔ میں تمہارے یہ ہاتھ چومنا چاہتی ہوں جن سے تم نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم بہت مختلف اور عام انسانوں سے برتر ہو!''

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اپنا خلیفہ اور تمام کائناتی مخلوقات کا سردار قرار دیا ہے لیکن پتا نہیں انسان انسان کو انسان کیوں نہیں رہنے دیتا۔ کبھی یہ اسے اس کے مقام سے گرا کر جانوروں سے بھی بدتر درجے پر لے جاتا ہے اور کبھی ایسا بانس پر چڑھاتا ہے کہ اللہ معاف کرے.....!

لی یان کی فرمائش کو ڈاکٹر مونگ کی تائید نما سفارش حاصل ہوگئی تو مجھے ان دونوں کے سامنے سپر ڈالنا پڑی۔ لی یان اپنی خواہش پوری کرچکی تو میں نے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھ لیے اور کہا۔

''تم دونوں باتیں کرو۔ میں تھوڑا آرام کرنا چاہتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ آرام کرنے کے لیے آنکھیں بند کرنا لازمی نہیں تھا۔ یہ احتیاط میں نے اسے لیے برتی تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی مجھے مخاطب نہ کرے۔ اگلے ہی لمحے میں' میں اپنے تازہ ترین حالات پر غور کرنے لگا۔ وہ حالات جن کی سنگینی پل پل بڑھتی چلی جارہی تھی۔

یہ سچ ہے کہ اس وقت ہم ایک اہم مشن پر جارہے تھے۔ ربی کی بھیجی ہوئی ٹیم بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ خزانے پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے جان کی بازی لگائے ہوئے تھی۔ اقتدار اور اختیار کی اندھی ہوس نے ربی کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ وہ ہر صورت ان پانچ نایاب پتھروں تک پہنچنا چاہتا تھا جن کی ایک روحانی حیثیت مسلم تھی۔

غیر معمولی ساخت اور سائز کے حامل وہ پانچ حاکم پتھر ڈائمنڈ (ہیرا) ایمرالڈ (زمرد) روبی (یاقوت) سیفائر (نیلم) اور ٹوپاز (پکھراج) جس کسی کے بھی ہتھے چڑھ جاتے' اسے ایک خاص قسم کی روحانی قوت اور تصرف حاصل ہوجاتا..... اور ہمیں ان قیمتی پتھروں کو چوری ہونے سے بچانا تھا۔

اگر معاملہ صرف ان پتھروں کی حفاظت تک محدود ہوتا تو میں کبھی بھی اس عبادت گاہ یا کھٹمنڈو کا رخ نہ کرتا۔ مجھے ایسے خزانوں سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر میں لالچی فطرت کا مالک ہوتا تو اس دور کا دلائی لاما کبھی مجھ پر اپنے اعتماد کا اظہار نہ کرتا۔ جس بدھ بھکشو کو میں انسپکٹر بریندرا کے توسط سے کچھ عرصہ پہلے اس عبادت گاہ میں چھوڑ گیا تھا' اس نے ایک آزمائش کی خاطر مجھے بڑی پُرکشش پیش کش کی تھی۔ جب میں اس سے رخصت ہورہا تھا تو اس نے کہا تھا۔ اس وقت ہم عبادت گاہ کے خفیہ تہ خانے میں تھے۔

''دلائی لاما نے اجازت دی ہے کہ تم یہاں سے جتنا سونا چاہو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔''

اور میں نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا ''اگر مجھے سونا لے جانا ہوتا تو مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ سب کچھ میرے اختیار میں تھا۔''

میں تو اپنی جانِ تمنا کی تلاش میں دردر کی خاک چھانتے ہوئے یہاں تک چلا آیا تھا۔ اگر ساحل اس دیس میں نہ پہنچائی گئی ہوتی تو میں بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔

ساحل کی یاد نے میرے سینے کے جلتے ہوئے زخموں کو ہوا دی۔ میں جسم و جاں سے انگاروں پر لوٹنے لگا۔ ربی موشے ہائمن نے ساحل کو ہپناٹزم اور جانے کون کون سے ازم سے گزار کر میری رسائی سے بہت دور کردیا تھا۔ میں باطنی آنکھ رکھتے ہوئے بھی اسے اپنی دسترس میں نہیں لا پا رہا تھا۔ تھرڈ آئی کی راہ میں ایسی نادیدہ رکاوٹ کھڑی ہوگئی تھی کہ اس طرف پرواز کا سوچتے ہی میرے تصور کا پھیرو چاروں خانے چت ہوجاتا۔ تیسری آنکھ پھڑ پھڑا کر بند ہوجاتی اور میں ناکامی ...کی ایک ادر ٹھنڈی آہ بھر کر رہ جاتا!

مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں ہمت ہار بیٹھتا اور کوشش ترک کردیتا۔ یہ تو اس حقیقت کی نفی ہوتی کہ ہمتِ مرداں' مددِ خدا! میں ہاتھ پاؤں چھوڑ کر اس ذات باری کی رحمت' مدد اور عنایت سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔

میں نے ساحل کا تصور کیا اور تیسری آنکھ کے توسط سے اس کے ماحول میں رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ساحل کے خال وخط کو یاد کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس کا سراپا میری سوچ میں کندہ ہوکر رہ گیا تھا۔ وہ لہو بن کر میری نس نس میں دوڑ رہی تھی اور مجھے اپنے پیچھے دوڑا رہی تھی.....جسمانی اور خیالی' دونوں طور پر!

اس کوشش میں تین بار ناکامیابی کے بعد میں نے پربتوں کی ملکہ نیلگری کا رخ کیا کہ شاید ساحل کے سلسلے میں کوئی اور اشارہ مل جائے لیکن وہ بھی میرے قابو میں نہ آسکی۔

اگلی ٹرائی میں نے اپنے دشمنِ خاص ربی موشے ہائمن پر ماری۔ یہ سارا کھٹ راگ اسی شاطر کا پھیلایا ہوا تھا۔ میں اس کو اور اس کے ماحول کو اپنے دام میں نہ لا سکا۔ میں نے تصور میں ربی پر دانت کچکچائے اور آنکھیں کھول دیں۔

جیپ کی رفتار بہت دھیمی ہوچکی تھی۔ میں نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں' ڈاکٹر مونگ نے جیپ کو ایک سائیڈ میں روک دیا۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو جیپ کو روکنے کا سبب سامنے آگیا۔ اس دوران میں وہ موبائل فون کو جیب سے نکال کر کان سے پیوست کرچکا تھا۔

ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے فون اٹینڈ کیا جاسکتا تھا لیکن اس خطرناک پہاڑی راستے پر ڈاکٹر نے ایسا کوئی رسک لینا مناسب نہ سمجھا جس کے نتائج کو ہم اس وقت افورڈ نہیں کرسکتے تھے۔ فون پر بات کرتے ہوئے اس کی آواز گمبھیرتا میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہ بھاری گونج دار آواز میں محض ''ہوں' ہاں ٹھیک ہے' اوکے' رائٹ۔'' وغیرہ پر اکتفا کرتا رہا۔

ڈاکٹر کے پُراسرار انداز نے مجھے گہری تشویش میں مبتلا کردیا۔ میرے اندر سے کسی نے چیخ کر کہا' کوئی بڑی گڑبڑ واقع ہوچکی ہے۔ کیا؟ اس کے بارے میں تو ڈاکٹر مونگ ہی بتا سکتا تھا۔ میں اس کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

اس نے سیلولر گفتگو ختم کرتے ہوئے موبائل کو جیب میں رکھا اور دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر مارتے ہوئے ایک بوجھل سانس خارج کی۔

''کیا ہوا ڈاکٹر!'' میں نے اضطراری لہجے میں پوچھا۔ ''کس کا فون تھا؟''

''ونگ ہنگ!'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

اس مختصر گوئی نے میری تشویش میں اضافہ کردیا۔ میں نے پوچھا ''وہاں امریکا میں خیریت تو ہے نا؟''

ونگ ہنگ کے ذکر پر لی یان بھی پوری طرح ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ اس نے استفسار کیا ''محترم! آپ کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پتا دے رہی ہے!''

''ہاں' ایسی ہی بات ہے۔'' وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

ڈاکٹر کا مبہم انداز مجھے بری طرح الجھا رہا تھا۔ میں نے احتجاجی لہجے میں کہا ''ڈاکٹر پلیز! صاف صاف بتاؤ' وہاں کی کیا صورتِ حال ہے؟''

''اوکے!'' اس نے ایک طویل سانس خارج کی اور ہمیں ونگ ہنگ سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کردیا۔

ڈاکٹر کے مطابق' ونگ ہنگ نے انتہائی ایمرجنسی میں وہ کال کی تھی۔ ادھر نیویارک اور نیوجرسی میں بازی پلٹ گئی تھی۔ ایف بی آئی اور این وائے پی ڈی والے شون کا سراغ لگانے اور اسے حراست میں لینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دسیم بھی ان کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ ہنگامی حالات کے پیشِ نظر شون اور دسیم کو کسی دوسرے ٹھکانے پر منتقل ہونا پڑا تھا مگر امریکی خفیہ اور ظاہرہ ایجنسیز نے سرگرمی دکھا کر انہیں ڈھونڈ نکالا تھا۔

انٹیروگیشن سیل میں جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ ربی موشے ہائمن امریکا کے حساس ترین اداروں کی مدد سے مجھے اور دسیم کو تلاش کروا رہا تھا اور ان کی تلاش کا محور امریکا کی دو ریاستیں نیویارک اور نیوجرسی بنی ہوئی تھیں۔ زخمی دسیم ان کے ہتھے چڑھا تو وہ اس سے میرے بارے میں پوچھنے لگے۔ اس نے جب میری خاطر زبان نہ کھولی تو ان ظالموں نے تشدد کی انتہا کرکے اسے زندگی کے ہر دکھ سے آزاد کردیا۔ دسیم کو میری دوستی کی سزا دی گئی تھی..... میرا دل بھر آیا۔

شون پر بھی کڑی تفتیش کی گئی۔ یہ ثابت ہوگیا تھا کہ میں نے اور دسیم نے شون کے اپارٹمنٹ پر وقت گزارا تھا۔ شون اور اس کی بیوی لی یان نے ہمیں پناہ دی تھی۔ شون حتی الامکان ان کے سوالات کے سامنے ڈٹا رہا لیکن جب اس کی بیوی کے غیاب کے بارے میں استفسار کیا گیا تو تھیل گڑ گیا۔ اس نے ایف بی آئی والوں کو بتایا کہ لی یان چند روز کے لیے کیلے فورنیا گئی ہے۔ اس کے بیان پر بلیک جھپکتے میں متعلقہ فلائٹ کی ایگزٹ کنٹرول لسٹ چیک کی گئی تو وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ اس پر سختی ردار کھتے ہوئے ان ایک دو دنوں میں نیوجرسی اسٹیٹ کے ''نیوآرک'' انٹرنیشنل ائرپورٹ سے روانہ ہونے والی تمام فلائٹس کی ای سی ایل (ایگزٹ کنٹرول لسٹ) چیک کی گئیں تو شون کے جھوٹ کا پول کھل گیا۔ ایف بی آئی والے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ نیویارک ائرپورٹ سے شون اور اس کی بیوی لی یان نے کھٹمنڈو کے لیے پرواز کی تھی۔

جب کسی معاملے کا ایک سرا ایف بی آئی والوں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس کے آخری سرے تک پہنچنے میں تاخیر سے کام نہیں لیتے۔ نیوآرک ائرپورٹ سے اپنی بیوی کے ساتھ کھٹمنڈو روانہ ہونے والا شون بہ نفسِ نفیس ان کے سامنے موجود تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' شون کی آئی ڈی پر لی یان کے ساتھ کوئی اور امریکا سے باہر نکل گیا تھا۔ دسیم کا شون کے ساتھ پایا جانا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ لی یان کے ساتھ میں امریکا سے ''فرار'' ہوا تھا۔ ایک میں ہی منظر پر نظر نہیں آرہا تھا۔

ایف بی آئی والوں کے اس وثوق کو اس وقت تقویت مل گئی جب انہیں شون کے لنکن پارک والے اپارٹمنٹ سے میرے فرار کی مصدقہ اطلاع موصول ہوئی۔ ایف بی آئی کے دو ایجنٹ اس اپارٹمنٹ میں دھرنا دیے بیٹھے تھے کہ پاکستان سے صدف کا فون آگیا۔ وہ مجھ سے کسی ضروری مسئلے پر بات کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسی اپارٹمنٹ کے فون سے صدف کو عید مبارک دی تھی۔ ایف بی آئی کے ایجنٹس نے بڑے فریب سے خود کو میرے ساتھی ظاہر کرتے ہوئے صدف سے یہ اگلوالیا کہ میں نے اس سے کہا تھا' میں نیوجرسی سے کھٹمنڈو پہنچنے والا ہوں۔ ازاں بعد اوشین ایونیو والے اسٹوڈیو سے شون کے دونوں ملازمین کو بھی شاملِ تفتیش کرلیا گیا۔ ان کے مطابق' شون اور لی یان دو تین دن کے لیے کیلے فورنیا گئے ہوئے تھے۔ شون کا جھوٹ پر جھوٹ کھلتا چلا گیا۔ کڑی سے کڑی مل کر میرے فرار کی زنجیر مکمل ہوگئی۔ ربی موشے ہائمن اور ایف بی آئی والے اتنے بدھو نہیں تھے کہ صورتِ حالات کو سمجھنے کے لیے انہیں پاپڑ بیلنا پڑتے۔

مسٹر ہنگ نے مختصر الفاظ میں ڈاکٹر کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا اور جواب میں ڈاکٹر گمبھیر انداز میں ''ہوں ہاں'' کرتا رہا تھا۔ ونگ ہنگ کی فراہم کردہ تشویش ناک اطلاعات کو ڈاکٹر مونگ نے پھیلا کر ہمارے سامنے پیش کیا تو حالات کی سنگینی ہم پر واضح ہوگئی۔

دسیم کی پُرتشدد موت کا مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔ اسے پیش آنے والے حالات نے مجھے سناٹے میں پہنچا دیا تھا۔ اسی سناٹے میں لی یان کی لرزتی ہوئی تشویش بھری آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ وہ ڈاکٹر مونگ سے پوچھ رہی تھی۔

''محترم! ایف بی آئی والوں نے شون کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

ڈاکٹر نے ایک افسردہ سانس چھوڑی اور افسوس ناک لہجے میں بولا ''شون کو جب انٹیروگیشن سیل سے لاک اپ کی طرف لے جایا جارہا تھا تو اسے مہم جوئی کی سوجھی۔ ہتھ کڑی کے باوجود بھی اس نے ایک گارڈ کے ہولسٹر سے اس کا سروس ریوالور اچک لیا اور خود کو فرار کے قابل بنانے کے لیے اس نے بے دریغ فائرنگ شروع کردی۔ گارڈز کو جوابی فائرنگ پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ اسے زخمی کرکے فرار سے روکنا چاہتے تھے لیکن بھاگم دوڑ میں وہ زخمی کرنے والی حد تک محدود نہ رہ سکے۔ دو گارڈز شون کی فائرنگ سے موقع پر ہی ہلاک ہوگئے اور جواب میں شون.....؟''

ڈاکٹر نے جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموشی اختیار کرلی۔ اس کی خاموشی میں ماتمی رنگ غالب تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ شون ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہیں دور چلا گیا تھا۔ میرا دل دسیم کی موت کا سن کر پہلے ہی بہت بوجھل تھا۔ شون کی ''رخصتی'' نے اس بوجھ میں بے پناہ اضافہ کردیا۔ میں نے افسوس ناک انداز میں سر جھٹکتے ہوئے گردن جھکالی۔ میرے اور موشے ہائمن کے درمیان دشمنی اور انتقام کی جو

آگ روشن تھی اس نے دسیم اور شون کو بھی نگل لیا تھا۔ میرا دل و دماغ ربی کی طرف سے شدید نفرت سے لبریز ہوگیا۔ میں اس کے ''احسانات'' کے بوجھ تلے پوری طرح دب کر رہ گیا۔ یہ اس کا مجھ پر قرض تھا جسے چکانا اور سود در سود چکانا میرا فرض تھا!

شون کی موت کی خبر نے لی یان کو بے حد افسردہ اور ملول کردیا۔ بس، اس کے آنسو ہی نہیں نکلے ورنہ وہ اس شدید غم کی لپیٹ میں دکھائی دیتی تھی۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کس طرح لی یان سے تعزیت کروں۔ شون نے لی یان کو اپنی امانت کہہ کر میری حفاظت میں دیا تھا۔ میں نے اس امانت کو ممکنہ تحفظ دیا تھا۔ میں لی یان کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا تھا کہ آیندہ بھی اس کا خیال رکھوں۔ شون کو واپس لانا میرے بس میں نہیں تھا!

لی یان کی خاموشی کو توڑنے کے لیے ڈاکٹر مونگ اس سے تسلی تشفی کی باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی اس مرہم کاری میں شامل ہوگیا۔ پندرہ بیس منٹ تک ہم دونوں مل کر لی یان کے دکھ کو بانٹنے کی کوشش کرتے رہے اور ہمیں اس کوشش میں خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی۔ لی یان نے حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے بڑی حد تک خود کو سنبھال لیا۔

میں نے ڈاکٹر سے پوچھا ''ونگ ہنگ کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا؟''

''وہ روپوش ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے کہا ''وہاں مین ہیٹن کے چائنا ٹاؤن میں مسٹر ہنگ کا فوٹو اسٹوڈیو اور رہائش گاہ واقع ہے این وائے پی ڈی (نیویارک پولیس ڈیپارٹمنٹ) اور ایف بی آئی والے اس کی جان نہیں چھوڑیں گے وہ کب تک روپوش رہے گا؟''

''جب تک لارڈ بدھا کو منظور ہے۔'' اس نے گول مول جواب دیا۔

میں سمجھ گیا وہ اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ہم کب تک یہاں کھڑے رہیں گے؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف پانچ منٹ اور۔''

میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ رات' یعنی صبح کے تین بج کر بتیس منٹ ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے مجھ سے محض پانچ منٹ کی مہلت مانگی تھی۔ اس کا مطلب تھا' وہ تین بج کر سینتیس منٹ تک وہاں رکنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں اس ٹھہراؤ میں کیا حکمت پوشیدہ تھی! میں سردست ڈاکٹر سے کوئی سوال کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ اس نے میرے آخری سوال کا جواب دینے کے بعد آنکھیں بند کرلی تھیں' یوں محسوس ہورہا تھا' وہ دھیان گیان میں مصروف ہوگیا ہو! اس کی یہ ادا اسرار و رموز سے لبریز تھی۔ خدا جانے' وہ کہاں مصروف ہوگیا تھا!

میرے پاس سوائے صبر اور انتظار کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

جب ڈاکٹر مونگ نے ہیوی ڈیوٹی جیپ آگے بڑھائی تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''ڈاکٹر! تم نے کس مقصد کی خاطر وہ پانچ منٹ لیے تھے۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو میرے تجسس کی تسکین کے لیے بتادو۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔'' وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولا ''کائنات کے گوشے گوشے میں وقت کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم جس دنیا کے باسی ہیں وہاں کے پیچے پیچے پر تین بج کر تینتیس منٹ اور تینتیس سیکنڈ والے وقت کی بڑی قدر و منزلت ہے کیونکہ اس لمحے کا سمک ریز (کائناتی شعاعیں) براہ راست اس دنیا کے ہر خطے پر مرتکز ہوتی ہیں۔ کا سمک ریز کی موجودگی میں اگر کوئی روحانی مشق یا دھیان گیان کیا جائے تو اس کے نتائج زیادہ نمایاں اور فوائد بے حد و حساب حاصل ہوتے ہیں۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''بس' میں بھی اسی ''نادر و نایاب'' لمحے کو حاصل کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔''

ڈاکٹر مونگ اپنی تھیوری کے مطابق ایک خاص وقت کی افادیت کو اجاگر کرکے خاموش ہوگیا تو میرا دھیان ایک اور ہی نقطے پر جم گیا۔ میں مذہب اسلام کی حقانیت اور ہمہ گیری پر غور کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے ایک لمحے کی اہمیت بیان کی تھی اور میں اس پورے فیز کو ہی بہت اہم اور سود مند سمجھ رہا تھا صبح کاذب کے پاس کا وقت ہر لحاظ سے مفید ہے۔ تہجد گزار افراد میری بات کو زیادہ وضاحت سے سمجھ رہے ہوں گے!

چار بجے صبح ہم اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے۔

ڈاکٹر نے جیپ کو راستے کے کنارے پر روک دیا اور اس کا انجن بند کرنے کے بعد مجھے سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ سامنے بڑی سی چٹان دکھائی دے رہی ہے؟''

رات کی تاریکی میں مذکورہ چٹان کسی ہیبت ناک دیو کے مانند لگ بھگ دو سو گز کے فاصلے پر استادہ تھی اور ایک ہیولے کی طرح نظر آرہی تھی۔ اس چٹان کی بلندی اچھی



خاصی تھی۔ اترائی کے اختتام پر ہماری جیپ نے کچھ فاصلہ ایک مسطح میدان میں طے کیا تھا۔

''ہاں' نظر تو آرہی ہے۔'' میں نے ڈاکٹر کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''اس چٹان کے عقب میں بدھ نیل کنڈ والی وہ عبادت گاہ ہے جو ہماری منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔''

''اوہ!'' ہم نے ایک طویل اطمینان بھری سانس خارج کی۔

ڈاکٹر نے کہا ''ہم اپنی جیپ کو اس چٹان کی اوٹ میں کھڑا کرکے عبادت گاہ کا رخ کریں گے۔ اس جگہ پر موجود رہتے ہوئے ہماری جیپ کسی کی نگاہ میں نہیں آئے گی' ماسوائے ان کے جو ہماری راہ پر چل کر ادھر آئیں..... اور اس بات کے امکانات فی الحال نہ ہونے کے برابر ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' میں نے الجھن زدہ لہجے میں کہا ''مگر تم نے اس چٹان تک پہنچنے سے پہلے ہی جیپ کیوں روک دی ہے۔ نہ صرف جیپ روکی ہے بلکہ اس کا انجن بھی بند کردیا ہے؟''

وہ تحمل انداز میں بولا ''وہ محض اس لیے کہ انجن کی آواز سے کوئی ہماری جانب متوجہ نہ ہونے پائے۔ اس کو ایک احتیاطی تدبیر سمجھ لو۔''

لی یان نے پوچھا ''پھر ہماری جیپ اس چٹان تک کیسے پہنچے گی؟''

''پش سے۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا ''ہم جیپ کو دھکیلتے ہوئے اس محفوظ مقام تک لے جائیں گے۔''

جہاں ہماری جیپ کھڑی تھی وہاں سے وہ چٹان کم و بیش دو سو گز کے فاصلے پر واقع تھی اور یہ اچھا خاصا فاصلہ تھا مگر لی یان نے اس حوالے سے کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے میرے پش کا چمتکار... دیکھ چکی تھی۔ وہ میری جانب ایسی نظر سے دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو..... جیپ کو پش میں دوں گا نا!

ڈاکٹر نے لی یان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تمہاری ذہنی کیفیت کیسی ہے۔ کیا تم خود کو ایک آسان سی ڈرائیونگ کے قابل سمجھ رہی ہو۔ ایسی ڈرائیونگ جس میں اسٹیرنگ پر کنٹرول رکھتے ہوئے محض پریکس کا استعمال کرنا ہوگا؟''

اس نے جواب میں سر کو اثباتی جنبش دی۔

اس کے بعد ڈاکٹر کی پلاننگ کے تحت لی یان ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھی۔ میں اور مونگ ریفوشے دھیرے دھیرے جیپ کو دھکیلنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد ہم جیپ سمیت مطلوبہ محفوظ مقام تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

آیندہ دس منٹ میں ہم پوری تیاری کے ساتھ جیپ کو چٹان کی آڑ میں چھوڑ کر عبادت گاہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سیون ایم ایم گنز کو لوڈ کرکے ہم اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ ان میں سے ایک گن میرے پاس اور دوسری لی یان کے پاس تھی۔ فاضل راؤنڈز کی اچھی خاصی تعداد ہم نے اپنے گرم لباس میں چھپا رکھی تھی۔ ڈاکٹر مونگ خالی ہاتھ تھا۔

میں کچھ عرصہ پہلے جب دن کی روشنی میں یہاں آیا تھا تو مجھے بہت عجیب سا محسوس ہوا تھا تاہم کچھ دن وہاں گزارنے کے بعد میں وہاں کے ماحول اور اونچے نیچے راستوں سے اچھی طرح واقف ہوگیا تھا۔ بدھ نیل کنڈ کی وہ عبادت گاہ ایک پیگوڈا کی شکل میں بلند ٹیلے پر دریا کے کنارے واقع تھی۔ یہ مقام بھاگ متی کی طرف جانے والی سڑک سے لگ بھگ پانچ میل ہٹ کر تھا۔

نشیب میں بہنے والے دریائے بھاگ متی کی دوسری جانب دور تک سرسبز و شاداب وادی پھیلی ہوئی تھی لیکن وادی کی ساری سرسبزی اور شادابی کو اس وقت رات کی مہیب تاریکی نے نگل رکھا تھا۔ یہ قدیم بدھ عبادت گاہ سیکڑوں سال پرانی تھی۔ دور سے عبادت گاہ کی پیگوڈا نما عمارت چھوٹی نظر آتی تھی لیکن قریب پہنچ کر یہ اچھی خاصی بڑی دکھائی دینے لگتی۔

ہم نہایت ہی احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے عبادت گاہ کے عقب میں پہنچ گئے۔ اس دوران میں ہم نے عبادت گاہ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی آواز ابھرتے نہیں سنی تھی۔ ہم ایک محفوظ مقام پر رک کر لائحۂ عمل ترتیب دینے لگے۔ ہماری آواز سرگوشیوں سے مشابہ تھی۔

ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا ''عبادت گاہ کے اندر اور قرب و جوار میں پھیلا ہوا سناٹا اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یا تو سب خیریت ہے اور یا پھر کچھ بھی خیریت نہیں۔''

لی یان نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا ''جیپ سے لے کر یہاں تک پہنچنے میں جمی فونڈا کے کسی آدمی سے ہمارا سامنا نہیں ہوا۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، وہ لوگ یا تو ادھر آئے ہی نہیں یا پھر اپنا کام کرکے یہاں سے رخصت ہوچکے ہیں۔''

لی یان نے ڈاکٹر مونگ کے تجزیے ہی کو الفاظ بدل کر دہرا دیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اسے شوہر کی موت کی خبر سنائی گئی

تھی لہٰذا اس کا ذہنی طور پر اپ سیٹ ہونا ایک فطری بات تھی۔
میں لی یان کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈاکٹر مونگ کی جانب متوجہ ہوگیا۔
''تم نے بتایا تھا' عبادت گاہ کے اندر تمہارے چھ افراد موجود ہیں' چار سادہ لباس پولیس والے اور دو تمہارے خاص آدمی۔ وہ عبادت گاہ کی نگرانی اور حفاظت کے لیے یہاں چھوڑے گئے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ سب کے سب ایک ساتھ سو گئے ہوں۔ ان میں سے کم از کم دو تین افراد کو تو جاگ کر پہرا دینا چاہیے تھا لیکن اس طرف چھائی خاموشی مجھے بہت دور تک سوچنے پر مجبور کررہی ہے۔ کہیں.....''
میں نے تشویش ناک انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو ڈاکٹر نے سرسراتی ہوئی سرگوشی کی ''مجھے یقین ہے' وہ پوری طرح مستعد ہوں گے۔'' پھر فیصلہ سناتے ہوئے اس نے باری باری ہم دونوں کو دیکھا اور کہا۔
''میں عبادت گاہ کے سامنے والے حصے سے پیش قدمی کرتا ہوں۔ تم دونوں عقبی حصے کو آزماؤ۔ ہمیں بکھر کر اپنے ٹارگٹ پر پہنچنا ہے اور سمٹ کر اپنے مقصد کو سمیٹ لینا ہے۔''
ڈاکٹر نے بڑے خوب صورت الفاظ میں کارروائی کا نقشہ کھینچ ڈالا تھا۔ میں نے اپنی گن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
''یہ تم رکھ لو۔ میں اگر ضرورت محسوس کروں گا تو لی یان سے گن لے لوں گا۔''
''میں نے تمہیں بتایا ہے نا' گن کا استعمال مجھے پسند نہیں ہے۔''
''میرے ساتھ بھی یہی صورتِ حال ہے ڈاکٹر!''
وہ متذبذب نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔
میں نے دوستانہ انداز میں کہا ''ڈاکٹر! ہم یہاں سے دو ٹولیوں میں بٹ کر اپنے مقصد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ الگ بات کہ تمہاری ٹولی صرف ایک فرد یعنی تم پر مشتمل ہے۔ ایسی صورت میں' اصولی طور پر تو تمہارے پاس زیادہ اسلحہ ہونا چاہیے۔ چلو زیادہ نہ سہی' کم از کم اس ہلاکت خیز خودکار طاقت، میں دونوں جانب توازن تو ہونا چاہیے نا!''
میں نے گن بردار ہاتھ کو بہ دستور آگے بڑھا رکھا تھا۔ ڈاکٹر کی ہچکچاہٹ طول پکڑنے لگی تو میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
''رکھ لو ڈاکٹر! اگر تمہیں گن چلانا پسند نہیں تو اپنے کسی بندے کو دے دینا۔ اس خطرناک گن کی انہیں بہت ضرورت ہوگی۔''
ڈاکٹر نے میرے ہاتھ سے وہ ہلاکت خیز سیون ایم ایم آٹو میٹک رائفل لے لی۔ ہمارے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا پھر وہ اس راستے پر ہولیا جو ذرا گھوم کر عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں نمودار ہوتا۔
بدھ نیل کنڈ کی اس عبادت گاہ کا سامنے والا بیرونی حصہ ایک وسیع و عریض ہال نما قطعے پر مشتمل تھا جس کے عین وسط میں ایک چبوترے پر مہاتما بدھ کا مجسمہ استادہ تھا۔ فاسٹنگ بدھا (فاقہ زدہ بدھا) کا یہ مجسمہ کم و بیش تین فٹ بلند تھا جو سرخ پتھر کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ فاسٹنگ بدھا کا وہ مجسمہ کسی سنگ تراش کی فنکارانہ مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اندر کو دھنسے ہوئے پیٹ کے دائیں بائیں بدھا کی پسلیاں بہ آسانی گنی جاسکتی تھیں۔
عبادت گاہ کا عقبی حصہ ایک عظیم چٹان سے جڑا ہوا تھا۔ مجھے اور لی یان کو اسی سمت سے عبادت گاہ کی طرف بڑھنا تھا۔ میں لی یان کے ساتھ احتیاط سے قدم اٹھانے لگا۔ چاروں جانب ایک پُراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس ہولناک سناٹے میں ہم آگے بڑھتے چلے گئے۔
ایک جگہ لی یان اچانک رک گئی اور گن کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''وجدان! یہ تم لے لو۔ میری حفاظت کے لیے تم موجود ہو تو پھر مجھے کیا پروا ہے۔ ویسے بھی آتشیں اسلحے کا زیور مردوں ہی کو جچتا ہے۔''
اندھیرا ہونے کے باوجود بھی میں نے اس کے چہرے پر تھکن اور اشتعال کو نوٹ کرلیا۔ وہ تازہ تازہ بیوہ ہوئی تھی۔ اس صدمے کے اثرات اس کی آواز سے ہویدا تھے۔ اس نے عام بیویوں کی طرح رونا پیٹنا تو نہیں مچایا تھا، نہ ہی اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی ٹپکا مگر وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی تھی اور یہ سنجیدگی اس سنجیدگی سے قطعی مختلف تھی جو ڈاکٹر مونگ کی موجودگی کے باعث احترام اوڑھ کر اس پر غالب آجاتی تھی۔
میں نے اس کے ہاتھ سے گن لے لی اور ہم خاموشی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ چند قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں رک جانا پڑا۔ ایک سایہ سا میری نگاہ کے سامنے لہرایا تھا۔ مجھے یوں لگا، کوئی انسانی ہیولا کسی چھلاوے کے مانند ادھر سے ادھر گیا ہو۔
میں گن سونتے محتاط نظر سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن وہاں مجھے کوئی دکھائی نہ دیا۔ ایک لمحے کو میں نے یہی سوچا، شاید وہ میرے تصور کی کرشمہ کاری تھی۔ ہم جس قسم کے



حالات سے گزر رہے تھے۔ ان میں واہمے تخلیق ہونا کوئی خاص بات نہیں تھی مگر وہ میرا واہمہ یا نظر کا دھوکا نہیں تھا۔ اگلے ہی لمحے میری سماعت سے ایک غراتی ہوئی آواز ٹکرائی ''گن پھینک کر شرافت سے سیدھے کھڑے ہوجاؤ!''
یہ تکلمانہ آواز ہمارے عقب سے ابھری تھی۔ لب ولہجہ خالص امریکی تھا۔ تاہم اس نے غراہٹ بھری آواز کو زیادہ بلند نہیں ہونے دیا تھا۔ یقیناً یہ وہی شخص تھا جس کا سایہ سا میں نے تاریکی میں لہراتے دیکھا تھا۔ وہ دوبارہ گویا ہوا۔
''کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ میں اس وقت تمہارے بہت قریب ہوں۔ تم دونوں میرے نشانے پر ہو۔ اگر تم نے تین گننے تک گن نہیں پھینکی تو پھر تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔''
''تم کون ہو؟'' میں نے اسے باتوں میں لگاتے ہوئے پوچھا۔
میں اس کی آواز سے مابنی فاصلے کا اندازہ لگا چکا تھا۔ کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے میں اس کی پوزیشن کو سمجھ رہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ پھر غرایا۔
''سوالات نہیں کرو۔ ورنہ میں گولی چلادوں گا۔''
''گولی چلانے والے مکالمت کے چکر میں نہیں پڑتے۔'' میں نے کہا ''بہرحال، تمہارے نہ بتانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری بک بک سے ظاہر ہوگیا کہ تم امریکی ہو۔'' پھر میں نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا ''تم امریکا سے ہزاروں میل دور یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟''
''میں تمہیں جہنم واصل کرنے کے لیے یہاں تعینات کیا گیا ہوں۔'' وہ سنگین لہجے میں بولا ''تین گننے کی مہلت تم نے کھودی۔ اب جلدی سے گن پھینک کر سیدھے ہوجاؤ ورنہ میں تمہیں بھی وہیں پہنچادوں گا جہاں اس وقت تمہارے ساتھی پہنچے ہوئے ہیں۔''
اس کی بات نے مجھے چونکا دیا ''ہمارے ساتھی'' سے اس کی مراد یقیناً وہ افراد تھے جو عبادت گاہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ اب اس طرف خاموشی اور سناٹے کا سبب سمجھ میں آرہا تھا۔ ہمارے بندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔
''ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی، میں گن پھینک رہا ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ہمیں مرنے کا کوئی شوق نہیں۔''
اس کے ساتھ ہی میں ذرا سا آگے کو جھک گیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں گن کو بصد احترام پتھریلی زمین پر رکھنے جارہا ہوں مگر میرے ذہن میں اس وقت کوئی اور پروگرام ہی چل رہا تھا لیکن مجھے اپنے پروگرام میں ہنگامی طور پر تھوڑی تبدیلی کرنا پڑی۔
میں جیسے ہی آگے کو جھکا، عبادت گاہ کے سامنے والے حصے کی جانب سے فائرنگ کی آواز آنے لگی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ ہمیں نشانے پر رکھنے والا فائرنگ کی اس آواز سے چونکا نہ ہو، خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ ہمارے ساتھیوں کو تلف کرنے کا بھی دعوے دار تھا۔
میں نے اس کے لحاظی چونکنے سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور چشم زدن میں ایک جھٹکے سے گھوم کر اپنے عقب میں فائرنگ کردی۔
یہ ایک رسکی اسٹیپ تھا لیکن میں چونکہ اس کی پوزیشن کو ذہن میں نقش کرچکا تھا اس لیے میرے اندازے نے کام دکھایا اور فائرنگ کی تیز تڑتڑاہٹ میں انسانی چیخوں کی آواز غلط ملط ہوکر رہ گئی۔
میں نے تیزی سے پلٹ کر اس جانب گن سیدھی کرلی لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی گن سمیت الٹا پڑا تھا۔ میری گن سے نکلنے والی گولیوں نے اس کے وجود کو چھلنی میں بدل دیا تھا۔ میں نے اس کے قریب جاکر اس کی موت کی تصدیق کی اور گن اٹھا کر لی یان کی طرف بڑھادی۔ وہ چھوٹے سائز کی ایک خودکار گن تھی اور پوری طرح لوڈ بھی تھی۔ لی یان کو اس کے استعمال میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ میں سیدھا ہوا ہی تھا کہ اسی لمحے ایک مرتبہ پھر فضا فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھی پھر اس کے جواب میں فائرنگ ہونے لگی۔
میں نے لی یان کے ساتھ ایک جانب دوڑ لگادی۔ تاہم اس دوڑ میں ہم نے احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ فائرنگ کی آوازیں عبادت گاہ کے سامنے والے حصے کی جانب سے ابھری تھیں اس کا یہی مطلب تھا، ڈاکٹر مونگ بھی اس طرف ''مصروفِ عمل'' ہوگیا تھا۔
''تم ٹھیک تو ہو؟'' میں نے لی یان کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے استفسار کیا۔
''ہاں ٹھیک ہوں۔ اس نے مختصر سا جواب دیا۔
میں نے کہا ''اگر ہم کھٹمنڈو میں ہوتے اور شون کے بارے میں کوئی ایسی ویسی اطلاع ملتی تو میں تمہیں ہرگز ہرگز اپنے ساتھ نہ آنے دیتا۔ یہ ایسا وقت نہیں کہ تم مارا ماری کی کارروائی میں ہمارا ساتھ دیتی۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔''
''زندگی اور موت کا کھیل بڑا بھیانک ہے وجدان!''

وہ ٹھوس لہجے میں بولی ''اس میں انسان کو ایک لمحے کے آرام کی مہلت میسر نہیں آتی۔ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ہم جس مشن میں ہیں، اس میں موت ہماری زندگی سے نہیں کھیلے گی؟''

''ہاں اس بات کی گارنٹی تو واقعی کوئی نہیں دے سکتا۔''

''تو پھر ہمیں موت اور زندگی کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی ''یہ دونوں آس پاس محو سفر ہیں اور ہر لمحے ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے چھیننے کی کوشش میں رہتی ہیں۔'' ایک لمحے کے توقف سے وہ اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''شون کی موت کا مجھے دکھ ضرور ہے لیکن میں اس سچائی کو تسلیم کرتی ہوں کہ اس کی زندگی پوری ہوگئی تھی اس لیے وہ موت کے منہ میں چلا گیا۔ ایک روز ہماری زندگی کو بھی موت ہڑپ کر جائے گی اور..... ہم بھی بہت لوگوں کو دکھ میں مبتلا کر جائیں گے۔''

لی یان کی مبنی بر حقیقت باتوں نے مجھے متاثر کیا۔ وہ اس وقت پہلے والی لی یان نظر نہیں آ رہی تھی۔ پتا نہیں، یہ اس کا اصل روپ تھا یا حالات کی سنگینی نے اس کے دماغ کو ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالات و واقعات انسانی سوچ پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس کے بعد کوئی ہماری راہ میں نہ آیا اور ہم پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے اس چٹان کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ لی یان نے اس عبادت گاہ میں پہلی مرتبہ قدم رکھا تھا مگر میں پہلے بھی یہاں چند روز گزار کر گیا تھا اور عبادت گاہ کے ایک ایک راز سے بخوبی آگاہ تھا۔

باہر سے سنگلاخ اور ٹھوس نظر آنے والی وہ عظیم الجثہ چٹان اندرونی جانب سے خاصی کھلی تھی اور اس کے کھلاؤ نے ایک غار سا بنا دیا تھا۔ اس غار میں داخل ہونے کا راستہ دوسری سمت آخری کنارے پر تھا۔ ہم ایک تنگ سی راہداری کو عبور کرتے ہوئے اس راستے تک پہنچ گئے۔ اسی لمحے غار کے اندر فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔

ہم دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ لی یان کی آنکھوں میں مجھے استفسار نظر آیا۔ تاریکی کے باوجود بھی میں نے سمجھ لیا کہ وہ اشاروں کی زبان میں مجھ سے پوچھ رہی تھی..... یہاں کھڑے ہو کر کچھ دیر انتظار کریں یا اندر داخل ہو جائیں!

میں نے وہیں رک کر اندر کی سن گن لینے کی کوشش کی اور غار کے اندر مجھے اٹھا پٹخ کی مخصوص آواز صاف سنائی دے گئی۔ میں سمجھ گیا، اس طرف ڈاکٹر مونگ دشمنوں سے نمٹ رہا تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے بڑے اعتماد کے ساتھ آگے قدم بڑھا دیئے۔

ہم دونوں غار کے اندر داخل ہوگئے۔ وہ غار ایک ہال نما تھا اور تقریباً مربع شکل کا تھا۔ اس کی دیواروں کی لمبائی ساٹھ فٹ کے قریب تھی اور ''چھت'' بھی کم و بیش اتنی ہی بلندی پر واقع تھی۔ غار کے وسط میں مہاتما بدھ کا ایک عظیم الجسامت مجسمہ کھڑا تھا۔ اس مجسمے کی اونچائی لگ بھگ تیس فٹ تھی اور اسے ایک چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا جس کا گھیر کم و بیش پندرہ فٹ تھا۔ اتنے بڑے مجسمے کو تراش کر باہر سے اندر لانا تو ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ یہی ہو سکتا تھا، غار کے اندر پہلے سے کوئی بڑی چٹان موجود ہو جسے تراش کر مجسمے کی شکل دے دی گئی تھی۔ غار کی دیواروں پر بھی جا بجا پتھر تراش کر بدھ کی شبیہ ابھارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایسی ہی ایک سنگلاخ دیوار میں نصب مخصوص اسٹینڈ میں ایک مشعل روشن تھی۔ مشعل کی محدود روشنی اگرچہ غار کو پوری طرح اجاگر کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ تاہم ہم اسی کے طفیل غار کے اندرونی مناظر کو دیکھ پا رہے تھے۔ وہ ماحول سمجھنے میں مجھے اس لیے بھی کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ وہ سب کچھ میرا دیکھا بھالا ہوا تھا!

ہم اس مجسمے کے عقب سے گھوم کر پہلو میں پہنچے تو وہاں غار کے فرش پر مجھے دو انسان پڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کی حالت سے لگتا تھا وہ اب اس دنیا میں باقی نہیں رہے۔ میں نے قریب پہنچنے کے بعد ٹھڈے مار کر ان کو سیدھا کیا پھر نشانے پر رکھتے ہوئے ان کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کسی قسم کی مزاحمت کے قابل نہیں تھے۔ ان دونوں کی صورت دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مقامی تھے۔ یہ بات میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا، وہ جی فو نڈا کے آدمی تھے یا ان چھ افراد میں سے دو جو اس عبادت گاہ کی حفاظت کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ دونوں میں سے کوئی بھی صورت ممکن ہو سکتی تھی۔ جی فو نڈا کو ایک مقامی طاقت ور شخصیت جوگندر پال کا تعاون حاصل تھا۔ جوگندر پال اسے مقامی جاں نثار بھی مہیا کر سکتا تھا۔

اغلب امکان اس بات کا تھا کہ وہ دشمنوں کے آدمی ہوں گے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے غار کے اندر اٹھا پٹخ کی آواز سنی تھی۔ یہ دو لاشیں اسی کا نتیجہ تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ کارروائی ڈاکٹر مونگ نے کی تھی لیکن وہ خود غار میں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دونوں لاشوں کے قریب

فرش پر ان کی گنیں بھی پڑی تھیں جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا، انہوں نے ہی ڈاکٹر پر فائرنگ کی ہوگی۔

ہم تھوڑا آگے بڑھے تو ایک اور آدمی اوندھا پڑا ہوا ملا۔ میں نے اسے سیدھا کیا تو وہ صورت شکل سے امریکی نظر آیا۔ اس کی گن بھی ہاتھوں میں دبی وہیں اسی کے ساتھ ہی پڑی تھی۔ میں نے وسیع و عریض ہال نما غار میں چاروں جانب نگاہ دوڑائی، ہال میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میں پلٹا اور مجسمے کے ہاتھ پاؤں کی طرف آ گیا۔

یہ مجسمہ اپنے اندر ایک خطرناک راز چھپائے ہوئے تھا۔ اس کو دیکھ کر، چھو کر اور جانچ کر کوئی ناواقف یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے اندر بھی داخل ہوا جا سکتا ہے۔ وہ بظاہر ایک ٹھوس ترشی ہوئی چٹان تھی جس کی سنگلاخی کو ماہر ہاتھوں نے بدھا کے مجسمے میں ڈھال دیا تھا لیکن میں جانتا تھا، اس مجسمے کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ میں داخلے کے مخصوص طریقۂ کار سے بھی واقف تھا۔

میں نے جھک کر مجسمے کے دونوں پاؤں کا جائزہ لیا۔ دونوں سنگی پاؤں کے درمیان تقریباً چار فٹ کا فاصلہ تھا اور یہ فاصلہ ٹھوس چٹانی پتھر پر مشتمل تھا۔ دونوں پاؤں کی ایڑیوں کو جب مخصوص انداز میں دبایا جاتا تو چار فٹ کا یہ چٹانی پتھر اپنی جگہ سے سرک جاتا تھا اور وہاں ایک کھڑکی نما خلا پیدا ہو جاتا تھا۔ اس خلا میں سے گزر کر مجسمے کے اندر پہنچا جا سکتا تھا۔ میں اس تجربے سے گزر چکا تھا۔

وہ ٹھوس پتھر اپنی جگہ پر ثابت قدم کھڑا تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا، ہمارے دشمنوں میں سے کوئی اندر داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ یہ ایک اطمینان بخش صورتِ حال تھی لیکن میرا اندرون بے اطمینانی اور اضطراب کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میرا دل جس صورت کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا تھا وہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں نے دیوار میں نصب مشعل کو اس کے اسٹینڈ میں سے نکال لیا۔ سیون ایم ایم کو اسٹریپ کی مدد سے کندھے پر لٹکایا اور مشعل کو ہاتھ میں تھام کر آگے بڑھنے لگا۔ اس غار نما ہال میں ڈاکٹر کو غیر موجود پا کر میں یہی سمجھا کہ وہ عبادت گاہ کے کسی دوسرے حصے کی طرف بڑھ گیا ہے۔

ہم آگے پیچھے چلتے ہوئے اس جانب بڑھنے لگے جو راستہ عبادت گاہ کے سامنے والے حصے کی طرف جاتا تھا۔ اسی لمحے غار کے آخری سرے پر فائرنگ کی آواز ابھری۔ ہم ٹھٹک کر رک گئے۔ فائرنگ کے ساتھ ہی انسانی چیخیں بھی بلند ہوئیں۔ میں نے مشعل کو ہاتھ پھیلا کر اپنے وجود سے کافی دور کر دیا تاکہ روشنی دیکھ کر اگر کوئی ہماری سمت فائرنگ کھول دے تو ہم ہلاکت خیز گولیوں سے محفوظ رہیں مگر ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ چند لمحے کے انتظار کے بعد ہم آگے بڑھ گئے۔

اس غار کے اندر بدھا کے مجسمے کو ٹھیک حالت میں دیکھ کر اگرچہ مجھے اطمینان سا ہو گیا تھا لیکن موجودہ فائرنگ بتاتی تھی وہاں سب ٹھیک نہیں بلکہ کوئی بڑی گڑبڑ موجود ہے۔ عبادت گاہ کے سامنے والے حصے کی جانب جانے کا ارادہ ترک کر کے میں اس سمت بڑھنے لگا جدھر سے ایک لمحے پہلے فائرنگ اور انسانی چیخوں کی آواز ابھری تھی۔

میں نے تھوڑی دیر پہلے اچھی طرح اس ہال نما غار کا جائزہ لیا تھا اور وہاں ہم دونوں کے سوا کوئی بھی موجود نہیں تھا پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اچانک کس نے کس پر فائرنگ کی تھی۔ انسانی چیخوں نے کسی کی ہلاکت کی خبر بھی دی تھی۔

ہم نہایت ہی محتاط قدموں سے اپنے ٹارگٹ کی جانب بڑھتے رہے اور غار کے اس حصے میں جا پہنچے جہاں ایک تنگ سی راہداری موجود تھی جس میں بمشکل دو افراد پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے۔ اس راہداری کے اندر، خاصے فاصلے پر مجھے ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ تاہم اس روشنی کا ماخذ کہیں دکھائی نہ دیا۔ راہداری کی تنگی کو دیکھتے ہی مجھے یاد آ گیا کہ دھنو (ساحل) کے باپ نے مجھے اس راہداری کے بارے میں بتایا تھا۔

لی یان نے کہا ''وجدان! ہمیں اس طرف جا کر صورتِ حال کا جائزہ لینا چاہیے۔ ڈاکٹر مونگ کسی خطرے سے بھی دو چار ہو سکتا ہے!''

اس کے لہجے میں ڈاکٹر مونگ کے لیے احترام بھری تشویش موجود تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی، اس طرف راہداریوں کا کیسا الجھا ہوا جال پھیلا ہے۔ وہ ان بھول بھلیوں کی سنگینی اور سحر آفرینی سے آگاہ نہیں تھی۔

میں نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ تھونچی نے بھی ان راہداریوں کے بارے میں کھل کر کوئی بات نہیں کی تھی۔ مبہم انداز میں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ ادھر بڑے اہم اور پُراسرار راز پوشیدہ ہیں۔ وہ مجھے اپنے ساتھ بدھا کے عظیم الجثہ مجسمے کے اندر لے گیا تھا جہاں میں نے سونے کا ایک بے بہا ذخیرہ دیکھا تھا۔ لگتا تھا جیسے پوری دنیا سے تمام تر سونا اکٹھا کر کے وہاں ڈھیر لگا دیا گیا ہو جس میں بدھا کے طلائی مجسمے کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

اس سنسنی خیز تجرباتی نظارے کا تصور کرتے ہوئے مجھے اپنے وجود میں ہیجان سا پھیلتا محسوس ہوا۔ کوئی عام آدمی



سونے کے اتنے بڑے ذخیرے کو دیکھ لیتا تو حیرت سے اس کا دماغ الٹ جاتا۔ ربی موشے ہائمن ایسے ہی تو اس تہ خانے کا دیوانہ نہیں بنا بیٹھا تھا!

ربی کے خیال نے میرا دھیان اس کی خواہش کی طرف پھیر دیا۔ ربی تہ خانے میں پوشیدہ ان پانچ متبرک پتھروں کو حاصل کرنا چاہتا تھا جن کی یکجائی ایک بہت بڑی روحانی قوت کا وسیلہ تھی۔ اس قوت کا حامل شخص پوری دنیا کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

تھونچی نے بڑی وضاحت کے ساتھ مجھے سونے کے اس ذخیرے سے آگاہی دی تھی۔ میں نے کہیں دیکھا اور نہ ہی تھونچی نے ان پانچ عظیم المرتبت پتھروں کا ذکر کیا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ ربی کی جستجو کا تعلق انہی بھول بھلیوں سے تھا جن کی سمت جانے والے راستے پر ہم اس وقت کھڑے تھے۔ وہ نادر و نایاب پتھر اسی طرف کہیں محفوظ کیے گئے تھے۔

لی یان کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا ''وجدان! ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔''

سونے کے ذخیرے اور پانچ روحانی پتھروں کے بارے میں میرے ذہن نے محض پانچ سیکنڈ سوچا ہوگا اور اسی مختصر سی محویت نے لی یان کو، مجھے دوبارہ مخاطب کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''اوکے..... کم آن.....!''

میرے منہ سے یہ الفاظ خارج ہوئے ہی تھے کہ غار کے عقبی حصے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھریں۔ یہ اسی سمت تھی جدھر سے ہم اس ہال نما غار میں داخل ہوئے تھے۔ گویا کوئی اور بھی ادھر آ رہا تھا۔ قدموں کی چاپ بتاتی تھی، وہ کم از کم دو افراد ہوں گے اور یہ بات بھی یقینی تھی کہ وہ ہمارے دشمن ہی ہوں گے!

میں نے لی یان کا بازو تھاما اور اچک کر تنگ سی راہداری میں داخل ہو گیا۔ اسی لمحے وہ غار گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔ ہمیں اس راہداری میں پناہ لینے میں اگر لمحے بھر کی تاخیر ہو جاتی تو ہمارے وجود اندھی گولیوں کی راہ میں حائل ہو کر اپنے اندر کئی سوراخ بنوا لیتے۔ وہ فائرنگ براہِ راست ہماری سمت کی گئی تھی۔

جلد ہی اس کا سبب بھی سمجھ میں آ گیا۔ میرے ہاتھ میں موجود مشعل، فائرنگ کے لیے مشعل راہ بن گئی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اس مشعل کو غار میں ایک جانب اچھال دیا۔ اگر وہ میرے پاس رہتی تو دشمنوں کے لیے سدِ راہ ثابت ہو سکتے تھے۔ میں اس مشعل کو اپنے دشمنوں کے اسلحہ بردار ''سفینوں'' کی راہنمائی کے لیے لائٹ ہاؤس کا کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

وہ مشعل میرے ہاتھ سے جدا ہونے کے بعد لگ بھگ دس فٹ کے فاصلے پر ہمارے اور بدھا کے مجسمے کے وسط میں گری تھی اور بدستور روشن تھی اور اس نے اپنی روشنی سے اردگرد کے ماحول کو بھی کافی حد تک روشن کر رکھا تھا۔

میں نے لی یان کا ہاتھ تھاما اور اس کے کان کے قریب اپنا منہ لے جا کر سرگوشی کی ''ہم غار کے نسبتاً تاریک حصے کی طرف جا رہے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔''

اس نے میری معیت میں قدم اٹھانا شروع کر دیئے۔

جلد ہی ہم بھول بھلیوں کی سمت جانے والی تنگ سی راہداری سے باہر نکل آئے۔ فائرنگ کرنے والے ابھی ہماری نظر میں نہیں آئے تھے۔ ہم پتھریلی دیوار کے ساتھ چپک کر سرکتے ہوئے غار کے ایک کونے میں پہنچ گئے۔ اب ہمارے اور مشعل کے درمیان بدھا کا دیو قامت سنگی مجسمہ حائل تھا۔ اس وجہ سے بھی اس کونے میں مناسب تاریکی موجود تھی۔ اگر بہت گھور گھور کر اس کونے کا جائزہ نہ لیا جاتا تو ہمارے لیے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

اس غار میں داخل ہونے والے تازہ ترین دشمن مجھے نظر تو نہیں آ رہے تھے۔ تاہم محتاط انداز میں اس تاریک راہ داری کی جانب بڑھتے ہوئے ان کے قدموں کی دھیمی چاپ کو میں بڑی وضاحت سے محسوس کر رہا تھا۔ پوزیشن کے لحاظ سے وہ روشن مشعل تنگ راہداری اور دشمنوں کے قدموں کے درمیان آ گئی تھی۔

لی یان مجھ سے چپک کر کھڑی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ پھر اس کے کان میں سرگوشی کی ''تم پوزیشن سنبھالے یہیں الرٹ کھڑی رہو۔ میں دوسری سمت سے انہیں گھیرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

میں نے اپنی آواز کو اس حد تک مدھم رکھا تھا کہ لی یان تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے محض میرے ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے۔ ان لمحات میں ایک ذرا سی آواز دشمنوں کو ہماری جانب متوجہ کر سکتی تھی۔ اس سرگوشی کے دوران میں میرے لب لی یان کے کان کی لو سے مس ہوئے تو مجھے اپنے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑتی محسوس ہوئی۔ دل گویا کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔

میں نے اپنے حواس پر قابو پایا اور لی یان کا ہاتھ تسلی دینے والے انداز میں دبانے کے بعد سنگی مجسمے کی طرف بڑھ

گیا۔ میرے دشمن اس مجسمے کی دوسری جانب پیش قدمی کررہے تھے۔ میں مجسمے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک انسانی وجود سے ٹکرا گیا۔

کوئی پہلے سے اس تاریکی میں موجود تھا۔ یہ یقیناً نووارد دشمنوں کا کوئی ساتھی تھا۔ ورنہ ہم ان کی آمد سے قبل اس ہال نما غار کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔ وہاں ہمارے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

ٹکر کے نتیجے میں وہ شخص بڑی سرعت کے ساتھ متحرک ہوگیا۔

اسی لمحے غار کے دوسرے حصے میں فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی مردانہ چیخوں سے وہ غار بھر گیا۔ مجھے یہ سمجھنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ ہوئی کہ وہ مردانہ چیخیں لی یان کی فائرنگ کا نتیجہ تھیں۔ میں پوری تن دہی سے اپنے محاذ پر ڈٹ گیا۔ لی یان نے بڑی مہارت سے محاذ کا دوسرا سرا سنبھال لیا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا' مجھے زیر کرنے کے لیے بے انتہا قوت صرف کررہا تھا۔ میں اندھیرے کے باعث اس کے جسمے میں آ گیا تھا۔ متحرک ہوتے ہی اس نے مجھے گرفت میں لیتے ہوئے نیچے گرانے کی کوشش شروع کردی' اس کی اس کوشش میں بلا کی پھرتی اور طاقت بھری ہوئی تھی۔

اس نے مجھے اٹھا کر پتھریلے فرش پر پٹخنے کے لیے جیسے ہی ہوا میں بلند کیا' میرا داؤ چل گیا۔ میں نے بائیں پاؤں کی ایڑی کو ایک جرک کے ساتھ اس کے پیٹ کے زیریں حصے پر رسید کردیا۔

پیٹ کا زیریں حصہ انسانی بدن کا بہت نازک مقام ہوتا ہے اور اس پر لگنے والی معمولی سی چوٹ بھی دن میں تارے دکھلا دیتی ہے۔ مجھے گرفت میں لینے والا دشمن رات کی تاریکی میں دیکھتا ہوا گولا دیکھنے پر مجبور ہوگیا۔ اس کے حلق سے ایسی دہشت ناک چیخ خارج ہوئی جیسے اچانک سورج اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا ہو۔

میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور کھڑے ہاتھ کی ایک بھرپور ضرب اس کی گردن پر جمادی۔ وہ پہلے ہی اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔ اس ضرب نے اسے تیورا کر رکھ دیا۔ نتیجے کے طور پر میرے وجود پر سے اس کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے ایک خاص زاویے سے باڈی کو ٹوئسٹ کیا اور اس کے بازوؤں کے حلقے سے باہر نکل آیا۔

وہ پیٹ کو دبائے کھڑا تھا۔ میں نے گھوم کر ایک ریئر کک اس کے چہرے پر جڑ دی۔ وہ الٹے قدموں پیچھے کو گیا اور بدھا کے سنگی مجسمے سے ٹکرا کر زمین بوس ہوگیا۔ اس ہال نما غار کی زمین قالین پوش نہیں تھی کہ خیریت گزرتی' پتھریلی زمین نے اس کے وجود کے مختلف حصوں پر بے دریغ بڑے سنگین بوسے دے ڈالے' گویا زمیں بوس ہونے کا حق ادا کردیا۔

اسی لمحے مجھے اپنے ماحول میں تاریکی چھٹنے کا احساس ہوا۔ مشعلِ غار کے دوسرے حصے میں گری تھی اور میں نے ابھی اس شخص سے ملگجے اجالے میں دو دو ہاتھ کیے تھے۔ وہاں نہ تو مکمل تاریکی تھی اور نہ ہی مناسب اجالا۔ اگلے ہی لمحے مجھے اپنے ماحول میں روشنی بڑھنے کا سبب معلوم ہوگیا۔

لی یان مشعل تھامے میری جانب آ رہی تھی۔ میں نے ایک پرسکون سانس لی اور اپنے مدمقابل کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ اس کی گن تھوڑے فاصلے پر پڑی تھی۔ وہ جیسے ہی سیدھا ہوا' میں نے ایک لمبا اسٹیپ لے کر سائیڈ کک چلادی۔

اس نے اچانک بڑی پھرتی سے گن کی جانب ڈائیو کیا اور رول کرتے ہوئے میرے ٹارگٹ سے دور چلا گیا۔ میرا پاؤں جا کر سیدھا بدھا کے مجسمے پر لگا مگر اس سے پہلے میں صورتِ حال کو سمجھ چکا تھا۔ میں نے دیکھ لیا کہ مدمقابل اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا لہٰذا میرے ذہن نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ایک اہم فیصلہ کیا۔ میرے پاؤں نے جیسے ہی مجسمے کو چھوا' ذہن کی ہدایت کے مطابق میں نے اس پاؤں پر پش لیا اور بیک ڈائیو کرتے ہوئے مخالف سمت میں نکل گیا۔

میں نے وہاں رکنا انتہائی غیر مناسب سمجھا اور بڑی سرعت سے تین بیک فلیک لگاتے ہوئے اپنے دشمن کے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران میں وہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مجھے ایک خطرناک گن نظر آئی مگر میں نے اسے گن کے استعمال کا موقع نہ دیا۔

اس نے جیسے ہی میری طرف گن سیدھی کرنا چاہی' میں نے اس کے گن بردار ہاتھوں پر ایک فٹ بال کک جڑ دی۔ ہمارے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ اس کک کا بھرپور استعمال کیا جاسکتا تھا۔ یہ کک کسی فٹ بال کو ایک ڈی سے دوسری ڈی تک پہنچانے کے لیے مناسب توانائی سے لیس تھی۔ میرے مدمقابل کی گن اس طرح ہوا میں اچھلی جیسے کسی مغرور اور ظالم شخص کی پگڑی اچھلتی ہے۔ وہ ہکا بکا میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی حیرت میں چار چاند لگانا شروع کردیے۔

صرف تین منٹ کی ٹھوکا پیٹی کے بعد وہ غار کے پتھریلے



فرش پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں کی ٹھوکروں کے وہ غار کے سنگلاخ ماحول نے بھی اسے شدید چوٹیں پہنچائی تھیں۔ لی یان مشعل لے کر میرے پاس آ گئی۔ میں روشنی میں فرش نشین دشمن کا جائزہ لینے لگا۔

وہ مقامی نہیں تھا' صورت سے امریکی یا یورپی دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس کی گردن پر اپنا بھاری بوٹ جمایا اور غرا کر پوچھا ''جمی فونڈا کہاں ہے؟''

اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا مگر اس نے زبان نہیں کھولی۔ میں سمجھا' وہ جواب دینے میں تردد سے کام لے رہا ہے۔ میں نے بے رحمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور سفاک لہجے میں استفسار کیا۔

''تمہارے پاس صرف پندرہ سیکنڈ ہیں۔ اگر تم نے یہ مہلت پوری ہونے سے پہلے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو تمہاری زندگی کو فل اسٹاپ لگ جائے گا۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے سیون ایم ایم کی خطرناک گن اس کی جانب اٹھادی۔ وہ اشاروں میں مجھے اپنی گردن کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی اس حرکت سے میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ بولنے میں دقت محسوس کررہا تھا۔ میرے سوال کے جواب نہ دینے کا سبب سامنے آ گیا۔ میرے پاؤں کی ضرب نے اس کی گردن کو مفلوج کرکے رکھ دیا تھا' گویا وہ عارضی طور پر قوتِ گویائی سے محروم ہوگیا تھا۔

میں نے اس کی گردن پر سے پاؤں کا دباؤ ذرا ہلکا کیا تو وہ کھانسنے لگا۔ یہ اس کا ایک فطری ردِعمل تھا مگر میں نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

''اگر تمہیں کھانسنے کا اتنا ہی شوق ہے تو میں تمہیں کسی کنسرٹ ہال یا تھیٹر میں داخل کروادوں گا۔ تم ٹی بی وارڈ کے کسی بیڈ پر بیٹھ کر اپنا یہ شوق پورا کرتے رہنا۔'' میں نے گن کی نال کو اس کے حلق سے انتہائی قریب کردیا۔

میرے الفاظ میں ایسی سنگینی بھری ہوئی تھی کہ اس کی آنکھیں خوف کو بریک لگ گئے۔

''تم نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' میں نے اسی سفاک لہجے میں دریافت کیا ''وہ تمہارا باپ جمی فونڈا کہاں ہے؟''

''میں جمی فونڈا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا ''وہ لوگ ادھر اندر تھے' ہم باہر دوسری طرف پہرا دے رہے تھے۔''

''تم لوگوں نے ہائی دے والی بستی کے ایک گھر میں گھس کر وہاں سے ایک لڑکی کو اغوا کیا تھا۔'' میں نے زہرخند لہجے میں کہا ''وہ لڑکی کہاں ہے؟''

وہ منت ریز لہجے میں بولا ''میں ہائی وے والی کسی بستی اور لڑکی کے اغوا سے بھی واقف نہیں ہوں۔ ہم تو کئی دنوں سے یہاں موجود ہیں۔ جمی فونڈا کے ساتھ جو لوگ آج رات یہاں پہنچے ہیں' ہماری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

''تمہارے اور کتنے ساتھی باہر پہرا دے رہے ہیں؟''

''میں آخری بچا ہوں۔'' وہ امید بھری نظر سے مجھے تکنے لگا۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا ''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں پہرا دینے والے ہمارے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جاچکا ہے۔'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''تھوڑی دیر پہلے یہاں اچانک ہی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ ہم نے بڑی کامیابی سے یہاں کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا کہ سب کچھ الٹ کر رہ گیا۔''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''ادھر عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں ہمارے ساتھی مارے گئے تو ہم تینوں ایک سائیڈ میں چٹان کے پیچھے چھپ گئے تھے پھر چٹان کے قریب فائرنگ کی آواز گونجی تو ہم جائزہ لینے کے لیے اس طرف چلے گئے۔ وہاں ہمیں اپنے ایک ساتھی کی لاش مل گئی۔ ہم چٹان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس ہال تک آ پہنچے ہیں لیکن.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر لی یان کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں موت کے خوف اور زندگی کی دہشت سے پھٹی جارہی تھیں۔ ابھی اس نے اپنے جس ساتھی کی لاش کا ذکر کیا تھا وہ وہی دشمن گن بردار تھا جو میرے ہاتھوں جہنم رسید ہوا تھا اور اس جہنمی کی خطرناک گن اب لی یان کے ہاتھوں میں تھی جس کے ہلاکت خیز برسٹ سے لی یان نے اسی ہال نما غار میں دشمنوں کی تعداد میں دو کی کمی پیدا کردی تھی۔ یہ دشمن کا جوتا اسی کے سر پر توڑنے والی بات تھی!

عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں دشمنوں کی جتنی لاشیں گری تھیں، اس میں یقیناً ڈاکٹر مونگ کا ہاتھ تھا۔ میں دوبارہ زیرِدام آئے ہوئے اس شخص کی جانب متوجہ ہوگیا۔

''تم نے بتایا ہے کہ تم لوگوں نے بڑی کامیابی سے یہاں کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لے رکھا تھا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''یہاں پر جو لوگ عبادت گاہ کی حفاظت اور دیکھ بھال کا فرض انجام دے رہے تھے' وہ

کہاں گئے؟ تم لوگوں نے انہیں کس سلوک سے گزارا؟''

میری معلومات کے مطابق' بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے اندر اور باہر چھ افراد نگرانی اور حفاظت وغیرہ کا کام سنبھالے ہوئے تھے جن میں دو ڈاکٹر مونگ کے اپنے آدمی تھے اور چار سادہ لباس افراد کا تعلق نیپال پولیس سے تھا۔ اس شخص کے جواب نے میرا خون کھولا کر رکھ دیا۔

''وہ چھ کے چھ بے بسی کی موت مارے گئے!''

تعداد کا ذکر کر کے اس نے اس بات کی بھی تصدیق کردی کہ اب ہم تینوں یعنی ڈاکٹر مونگ' لی یان اور میرے سوا اس عبادت گاہ میں ہمارا اور کوئی ساتھی زندہ موجود نہیں تھا۔

میں نے گن کی نال کو نیچے پڑے ہوئے اس امریکی شخص کی پیشانی سے ہٹا دیا اور موت سے بھی زیادہ سرد لہجے میں کہا ''وہ چھ کے چھ مارے گئے تو تم کیوں زندہ ہو؟''۔

''پلیز' مجھے نہ مارو.....'' وہ ملتجیانہ لہجے میں بولا۔

''کیوں نہ ماروں؟'' میں نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔ مجھے اپنی آواز خود بھی اجنبی سی لگی۔

''مم..... میں..... تمہاری منت کرتا ہوں کہ.....''

''ان چھ افراد نے بھی تم لوگوں کی بہت منت کی ہوگی۔'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''کیا تم میں سے کسی کو ان پر ترس آیا تھا؟''

پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی منحوس زبان سے مزید کوئی التجا کرتا' وہ ہال نما غار فائرنگ کی تیز آواز سے گونج اٹھا۔ سیون ایم ایم کے ایک مختصر سے برسٹ نے اس کی کھوپڑی کو نابود کر دیا۔ اگلے ہی لمحے غار میں ایک مرتبہ پھر موت کا سا سناٹا پھیل گیا۔

میں نے گن کو سیدھا کیا اور مڑ کر لی یان کو دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ ہم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں تبادلۂ خیال کیا پھر اس جانب بڑھ گئے جدھر لی یان کی فائرنگ سے ہلاک ہونے والے گرے تھے۔ لی یان نے گن کا بروقت استعمال کر کے بڑی بہادری کا ثبوت دیا تھا۔

جلد ہی ہم مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے۔ میں نے مشعل کی روشنی میں دیکھا' وہ دونوں خون میں نہائے ہوئے تھے۔ لی یان نے ایک خطرناک برسٹ مار کر ان کے جسموں کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔ ان میں سے ایک مقامی اور دوسرا سفید فام تھا۔ وہ دونوں ہمارے دشمنوں میں شمار ہوتے تھے اور اس بات کی تصدیق اس شخص نے کی تھی جو چند لمحے پہلے میرے ہاتھوں زندگی کے بعد کے کڑے سفر پر روانہ ہوا تھا۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں نے سیون ایم ایم کو ری لوڈ کیا۔ لی یان والی گن بھی خالی ہوگئی تھی۔ مذکورہ گن میں استعمال ہونے والی گولیاں ہمارے پاس نہیں تھیں۔ ہمارے فاضل ایمونیشن میں موجود گولیوں کا کیلیبر مختلف تھا۔ لی یان والی گن راؤنڈز کے بغیر ایک آہنی لاٹھی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی لہٰذا اسے ہم نے وہیں پھینک دیا۔ اب ہمارے سامنے یہ سوال کھڑا تھا کہ کس طرف کا رخ کیا جائے!

اس وقت میرے ذہن میں بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ جمی فونڈ اعبادت گاہ کے اندر نہیں موجود تھا' کہاں؟ یہ ہمیں معلوم کرنا تھا۔ میرے ہاتھوں موت سے ہم کنار ہونے والے شخص نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ جمی فونڈ اوہاں آیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق' آج شام سات بجے جمی فونڈ ا نے ہائی دے والی بستی کے ایک گھر میں خون کی ہولی کھیل کر میری ساحل کو وہاں سے اغوا کرلیا تھا۔ شاکا کے گھر کے داخلی دروازے کی اندرونی کنڈی میں لٹکا جمی فونڈ اکا ''پیغام'' ہم نے پڑھ لیا تھا۔ اس نے اس خونیں واردات کا تحریری اقبال کیا تھا۔ یقینی بات تھی کہ وہ ساحل کو اپنے ساتھ اس عبادت گاہ میں لایا ہوگا مگر یہاں جمی فونڈ انظر آرہا تھا اور نہ ہی ساحل کا کوئی سراغ دکھائی دے رہا تھا۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر مونگ ریفوئے بھی پُراسرار طور پر کہیں غائب ہوگیا تھا۔ پتا نہیں' یہ سب لوگ کہاں چلے گئے تھے!

لی یان نے اس تنگ سی راہداری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جو آگے جا کر راہداریوں کی بھول بھلیوں کو جنم دیتی تھی ''میرا خیال ہے' ہمیں ادھر جانا چاہیے۔''

اس کا خیال معقول اور حالات کے تقاضے کے عین مطابق تھا لیکن میں نے اس کے خیال کی تردید کردی ''پہلے ہم عبادت گاہ کا بیرونی اور رہائشی حصہ دیکھ لیں پھر ادھر جائیں گے۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

اس نے میری تجویز پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ شاید اس لیے کہ اس تجویز میں ایک قسم کا تحکم پایا جاتا تھا۔ بھول بھلیوں والے اس تہ خانے کے حصے کے بارے میں تھونچی نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ خاصا اطمینان بخش تھا۔ کوئی انجان شخص اگر بھول بھلیوں کی اس نگری میں قدم رکھ دیتا تو واپسی اس کو نصیب نہ ہوتی اور..... کسی ''واقف'' شخص کا اس طرف جانا تشویش ناک نہیں تھا۔ بہرحال اس جانب ہونے والی فائرنگ ضرور تشویش کا باعث تھی!

ہم ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس ہال نما غار کے داخلی

راستے تک پہنچ گئے۔ عبادت گاہ کے رہائشی حصے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں تھوڑا گھوم کر ادھر جانا تھا۔ لی یان نے بڑی مضبوطی سے مشعل تھام رکھی تھی۔ وہ خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ پہلے وہ ڈاکٹر مونگ کو نہ پاکر فوراً مجھ سے بے تکلف ہوجاتی تھی۔ ہمارے درمیان زندگی کے ہر موضوع پر بات ہوتی۔ میں اسے چھیڑنے اور اس کا نفسیاتی علاج کرنے کے لیے گفتگو کو اس کی ذہنی ٹیڑھ کی طرف موڑ دیتا اور وہ واقعی چھڑ جاتی۔ یہ موضوع اس کی زندگی کا بڑا نازک پہلو تھا اور شون کی موت کے ساتھ ہی اس موضوع کی بساط بھی لپیٹ گئی تھی۔ اس کی خاموشی اور گہری سنجیدگی بھی بیوگی کے سبب ہی تھی! مجھے نہیں امید تھی کہ وہ دوبارہ شادی کے بارے میں سوچے گی بھی۔

ویسے مستقبل کے بارے میں محض اندازے ہی قائم کیے جاسکتے ہیں' کوئی حتمی بات کہنا سراسر حماقت کے زمرے میں شمار ہوگا کیونکہ مستقبل کا حال کوئی اور ہی جانتا ہے اور وہ ذات پاک بہت ہی قدرت والی ہے۔ انسان اگر پوری طرح ماضی کے حال تک ہی رسائی حاصل کرلے تو یہ بہت بڑی بات ہوگی۔ اس کا تصرف تو حال تک محدود ہے اور اسے اپنے حال کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر کسی کا حال ٹھیک نہ ہو تو ماضی اور مستقبل دونوں کی صورت بگڑ کر رہ جاتی ہے!

ہم عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں آگئے۔ وہاں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ مشعل کی روشنی کے طفیل ہم ایک دوسرے کمرے میں چکراتے پھرے۔ اس جلت پھرت کے دوران میں کئی ہولناک مناظر نے ہماری آنکھوں میں جگہ پائی۔ کم و بیش آٹھ انسانی لاشوں نے ہمارا ''استقبال'' کیا۔ ان میں اپنوں اور بیگانوں کی لاشیں شامل تھیں۔ بیرونی حصے کا مکمل معائنہ کرتے ہوئے بھی پہاڑی ڈھلوان پر تین چار افراد مردہ حالت میں پائے گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم کسی بدھ بیگو ڈانما عبادت گاہ میں نہ ہوں بلکہ انسان کے بے گور و کفن شہرِ خاموشاں میں چہل قدمی کررہے ہوں۔

اس تلاش میں مجھے صرف تین افراد کو دیکھنے کی خواہش تھی اور وہ تین افراد تھے میری ساحل' ڈاکٹر مونگ ریفوشے اور شیطان اعظم ربی موشے ہائمن کا چیلا جی فونڈا..... مگر یہ تینوں صورتیں ہنوز آنکھوں سے اوجھل تھیں۔

میں لی یان کے ساتھ واپس عبادت گاہ کی عقبی سمت نکل آیا۔ اس طرف چٹان کے ساتھ چلتے ہوئے ہمیں ہال نما غار تک پہنچنا تھا۔ اب بھول بھلیوں کی طرف جانے والی راہداری میں جھانکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ اس طرح لی یان کی تشویش بھی دور ہوجاتی کیونکہ اس طرف ہم نے فائرنگ اور انسانی چیخوں کی آواز بہرحال سنی تھی۔

غار کے اندر داخل ہوتے وقت میں ٹھٹک کر رک گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غار کے اندرونی حصے میں کوئی مشعل جل رہی ہو۔ میں نے وہاں واضح طور پر روشنی کے آثار دیکھے تھے۔ تنگ راہداری کے دور افتادہ کسی حصے سے روشنی سفر کرکے اس غار تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب ہم مشعل لے کر غار سے باہر نکلے تھے تو وہاں گھپ اندھیرے نے خیمہ ڈال دیا تھا۔

اب اگر وہاں کسی قسم کی روشنی دکھائی دے رہی تھی تو اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ وہاں کوئی ہے!

''کوئی ہے'' کے الفاظ تن بدن میں تشویش دوڑانے کا باعث تھے۔ وہ کوئی بھی ہوسکتا تھا۔ جی فونڈا یا ڈاکٹر مونگ یا پھر میری جانِ تمنا ساحل!

میرے دل نے ان لمحات میں بڑی شدت سے پکارا..... کاش' وہ میری ساحل ہو!

لی یان کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہی تھی ''رک کیوں گئے وجدان؟''

وہ میرے پیچھے تھوڑے فاصلے پر تھی اس لیے غار کے اندر نظر آنے والی روشنی کا اسے احساس نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کی پکار بلکہ استفسار نے ساحل کے تصور کو ذہن سے مٹا دیا اور میں پوری طرح اپنے ماحول میں حاضر ہوگیا۔ دراصل' بات یہ تھی کہ ساحل کے بارے میں سوچتے ہوئے میں بعض اوقات اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجاتا تھا' وہ ماحول کیا بیتا تھا ساحل کی یاد کے سامنے!

''آں..... آگے کچھ گڑبڑ ہے لی یان!'' میں نے جلدی سے بات بنائی۔

''آگے؟'' وہ الجھن زدہ انداز میں بولی ''لیکن مجھے تو کوئی گڑبڑ دکھائی نہیں دے رہی!''

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''میرا مطلب ہے..... اس غار کے اندر!''

''غار کے اندر کسی گڑبڑ کو تم نے باہر رہتے ہوئے کیسے دیکھ لیا؟''

جواب میں' میں نے اسے اندر نظر آنے والی روشنی کے بارے میں بتا دیا۔ میری بات سننے کے بعد وہ بھی تشویش میں مبتلا ہوگئی ''ہاں' یہ تو واقعی بڑی فکر والی بات ہے۔''

میں نے کہا ''لی یان! یہ گن تم اپنے ہاتھوں میں تھام لو۔ مشعل مجھے دے دو۔''



''اور تم؟'' اس نے سوالیہ انداز میں کہا ''تم اس مشعل کے ساتھ کیا کرنے والے ہو؟''

''میں اس مشعل کو غار کے اندر پھینکوں گا جیسا کہ پہلے پھینکا تھا۔'' میں نے فوری طور پر ذہن میں آنے والے آئیڈیا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لی کو بتایا ''اندر جو کوئی بھی ہے' وہ فطری انداز میں ردعمل کے طور پر مشعل کی سمت بے دریغ فائرنگ کرے گا۔ اس سے ہمیں دو فائدے حاصل ہوں گے۔''

''مثلاً..... کون کون سے دو فائدے؟'' وہ پوری توجہ سے میری بات سن رہی تھی۔

''نمبر ایک'' میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا ''اس فائرنگ میں اس شخص کا اچھا خاصا ایمونیشن کام آجائے گا۔ اگر وہ ہمارا دشمن ہے تو یہ ہماری ایک اہم کامیابی ہوگی اور دوسرے۔'' میں نے سانس لینے کے لیے تھوڑا توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے بات مکمل کردی۔

''نمبر دو' ہمیں اس کی درست لوکیشن معلوم ہوجائے گی۔''

''آئیڈیا عمدہ ہے۔'' وہ ستائشی انداز میں بولی۔

میں نے مزید کہا ''اس کے بعد میں چپکے سے غار کے اندر داخل ہوجاؤں گا۔ اگر وہاں میرے ساتھ کوئی ایسی ویسی پوزیشن پیدا ہوگئی تو تم سنبھال لینا۔ تم اس خطرناک سیون ایم گن کے ساتھ غار کے اندر موجود دشمن پر ہلا بول سکتی ہو!''

وہ میری تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں بولی ''ڈن!''

ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ بجایا اور اس کے بعد ہاتھوں میں پکڑی ہوئی گن اور مشعل کا تبادلہ کرلیا۔ اگلے لمحے میں اس ہال نما غار کے داخلی راستے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چند قدم آگے آکر میں نے غار کے اندر موجود روشنی کا تنقیدی جائزہ لیا اور پھر اپنے منصوبے کے پہلے مرحلے پر عمل کر ڈالا۔ مشعل کو اندر پھینکنے کے بعد میں لپک کر ایک طرف ہوگیا۔ اس طرح مجھے ایک سنگی آڑ میسر آگئی۔ یہ احتیاط اس لیے بھی تھی کہ اگر غار کے اندر چھپا ہوا کوئی دشمن مشعل کے زاویے کو پکڑ کر میری جانب فائرنگ کرتا تو بھی میں گولیوں کی زد میں نہ آتا۔

مشعل ''شوں'' کرکے غار کے اندر پہنچی' پھر اس کے سنگی ٹکرانے کی مخصوص آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی وہ آتش بازی کے انجام کی طرح ٹھنڈی ہوگئی۔ یقیناً وہ کسی ایسے زاویے سے جاکر فرش پر گری تھی کہ اس کا مزید روشن رہنا اس کے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ وہ بے چاری بھی کب تک اس پھینکا تانی کی تاب لاتی مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ غار کے اندر کسی بھی نوعیت کی فائرنگ سنائی نہیں دی۔

اندر موجود شخص کی اس بے اعتنائی نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا۔ اب اندر داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا۔ غار کے اندر وہ مدھم روشنی اب بھی دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر دبے قدموں غار کے اندر پاؤں ڈال دیے اور ایک دیوار کے ساتھ پیوست ہوکر آگے بڑھنے لگا۔ یہ رسک لیے بغیر اندر کی صورتِ حال سے آگاہی ممکن نہیں تھی۔

سب سے پہلے بدھا کا عظیم الجثہ مجسمہ میری نگاہ میں آیا اور میں جان سکا کہ مذکورہ روشنی اس مجسمے کی دوسری جانب سے پھوٹ رہی تھی۔ میں روشنی کے مخرج کو دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اندازہ یہی تھا کہ وہ کوئی مشعل ہی ہوگی۔ مجسمے کے ادھر ماحول روشن ہونے کے سبب اُدھر کا ماحول خاصا تاریک ہوگیا تھا۔ میں نے اس تاریکی کا فائدہ اٹھایا اور اچک کر مجسمے کے عین پیچھے پہنچ گیا۔ یہ ایک بہترین آڑ تھی جہاں میں ہر قسم کی فائرنگ سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

میں نے اس آڑ کو ڈھال ہی کی طرح استعمال کرتے ہوئے نہایت محتاط انداز میں گردن اور آنکھوں کو مختلف زاویوں میں گھمانے کے بعد یہ معلوم کرلیا کہ وہ ہال نما غار کسی زندہ انسان کے وجود سے خالی تھا' سوائے میرے۔ یہ ایک الجھن زدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی صورتِ حال تھی۔

میں مجسمے کی اوٹ سے باہر نکل آیا اور اس سمت بڑھنے لگا جدھر وہ مشعل رکھی تھی۔ وہ مشعل اس رخ والی سنگی دیوار میں اٹکی ہوئی تھی جہاں سے بھول بھلیوں کی طرف تنگ سی راہداری جاتی تھی۔ میں مشعل سے ابھی چند قدم کی دوری پر ہی تھا کہ مجھے حیرت کا ایک شدید جھٹکا پہنچا۔

ہم اس مقام پر دو افراد کی لاشوں کو چھوڑ کر گئے تھے لیکن اب لاشوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوگیا تھا۔ ایک فوری گنتی کے مطابق وہاں چھ افراد کی لاشیں پڑی تھیں۔ ان میں سے دو تو وہی تھے جنہیں لی یان نے شکار کیا تھا۔ باقی چار کہاں سے آئے تھے' یہ سوچتے ہوئے دماغ گھوم رہا تھا۔ ان لمحات میں لامحالہ میرے ذہن میں یہ خیال آیا..... کہیں میرے ساتھ پھر کوئی طلسماتی چکر تو نہیں شروع ہونے والا؟

میں نے آواز دے کر لی یان کو غار کے اندر بلا لیا۔ وہ میرے پاس پہنچی تو لاشوں کی تعداد میں گراں قدر اضافے

نے اسے ششدر کر کے رکھ دیا۔ استعجاب میں ڈوبی ہوئی آواز میں وہ بولی۔

''یہ لاشیں..... کس نے یہاں ڈالی ہیں؟''

''کم از کم میں نے تو نہیں ڈالیں۔'' بے ساختہ میری زبان سے نکل گیا۔

وہ میرے بازو سے لگتے ہوئے بولی ''مذاق نہیں کرد وجدان!''

اس کی آواز خاصی سہمی ہوئی تھی۔ وہ کوئی بزدل لڑکی نہیں تھی لیکن مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی کہ لاشوں کو دور سے چھ میں بدلتے دیکھ کر وہ بھی یہی سمجھی تھی کہ وہاں کوئی پراسرار کھیل شروع ہو گیا ہے۔ اس عبادت گاہ اور اس کے تہ خانے سے متعلق بہت سی تحیر آمیز کہانیاں اس نے بھی سن رکھی تھیں..... اور مزید بہت سے کھیل تماشے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں لی یان! ان لاشوں کے یہاں پہنچنے کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔''

''اوہ!'' وہ خوف زدہ نگاہ سے کبھی مجھے اور کبھی ان لاشوں کو تکنے لگی۔

اسی وقت ہمیں ہمارے تمام تر سوالات کے جوابات مل گئے۔ تنگ راہ داری میں مجھے ڈاکٹر مونگ کی صورت دکھائی دی تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ دو بے سدھ افراد کو ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے راہ داری سے باہر لا رہا تھا۔ اس کا انداز بڑا نپا تلا تھا۔

مجھ سے نظر ملی تو وہ معنی خیز انداز میں دھیرے سے مسکرایا لیکن اس نے اپنے ''کام'' سے غفلت نہیں برتی اور ان دو یقینی لاشوں کو لا کر بھی پہلے سے موجود چھ افراد کی لاشوں کے اوپر ڈھیر کر دیا۔

''یہ..... یہ سب کیا ہے ڈاکٹر؟'' میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں استفسار کیا۔

اس نے کندھے اچکائے ''لاشیں ہیں!''

''وہ تو مجھے بھی نظر آ رہی ہیں۔'' میں نے تیز لہجے میں کہا ''لیکن یہ ماجرا کیا ہے؟''

وہ باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھنے کے بعد گویا ہوا ''ماجرا کچھ نہیں ہے۔ یہ گندے لوگ اپنے ناپاک مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ادھر متبرک راہ داریوں کی طرف چلے گئے تھے پھر بھول بھلیوں میں کھو کر خود کو بھی بھول بیٹھے۔ اگر ان کی لاشیں ادھر راہ داریوں کے اندر پڑی رہتیں تو خواہ مخواہ تعفن پھیلتا۔ میں نے غلیظ لوگوں کے مردہ جسموں کو وہاں سے اٹھا کر راہ داریوں کے تقدس کی حفاظت کی ہے۔ اب اس طرف سب ٹھیک ہے۔ کسی فکر پریشانی کی ضرورت نہیں۔'' بات ختم کر کے وہ تنگ سی راہ داری کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈاکٹر نے معنی خیز انداز میں ڈھیروں انکشافات کر ڈالے تو مجھے اپنے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سب کچھ کہہ ڈالا تھا۔ اس کے مطابق یہ لوگ اپنے مقصد کو حاصل کرنے ان بھول بھلیوں کی طرف گئے تھے۔ اس دقت ہمارے دشمنوں کا سب سے بڑا مقصد ان پانچ نایاب پتھروں کا حصول تھا جن کے لیے ربی موشے ہاشمن بے دریغ انسانی خون بہانے پر تلا ہوا نظر آتا تھا۔

میں نے ٹھہری ہوئی نظر سے ڈاکٹر مونگ کی طرف دیکھا اور اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر پوچھ لیا ''تمہارا مطلب ہے، وہ پانچ متبرک پتھر ان بھول بھلیوں میں کہیں موجود ہیں؟''

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''ان بھول بھلیوں سے بھی آگے ایک جہان حیرت اپنا وجود رکھتا ہے۔ وہ پتھر اسی جہان کے ایک نادیدہ محفوظ گوشے میں موجود ہیں۔''

''اوہ!'' میں ایک طویل سانس خارج کر کے رہ گیا۔

''بہرحال۔'' وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''میں نے کہا نا، فکر اور تردد کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ پتھر اپنی سلامت اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ کوئی ناواقف شخص اگر کسی طرح اس تنگ سی راہ داری تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو بھی وہ بھول بھلیوں میں بھٹک کر رہ جاتا ہے۔ اسے واپسی کا راستہ نہیں ملتا، وہ اس سے آگے اور کہاں جائے گا۔'' پھر اس نے زمین پر پڑی لاشوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا اور بولا۔

''اگر یہ لوگ آپس میں نہ لڑ مرتے تو بھول بھلیوں میں چکراتے رہ جاتے۔ بہرحال.....!''

اس نے کندھے اچکا کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

میں نے پوچھا ''یہ آپس میں کیوں لڑ مرے ہیں؟''

''ان کے دماغ خراب ہو گئے تھے۔'' وہ تحقیر آمیز انداز میں بولا ''بھول بھلیوں کے سحر انگیز ماحول نے ان کے ذہنی توازن الٹ دیے۔ یہ خود پر قابو نہ رکھ سکے اور.....'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر سفاک لہجے میں بولا ''ان طرح کے مہم جو اکثر و بیش تر خطرات سے دوچار ہوتے رہتے



ہیں۔ یہ جان لیوا نتائج مہم جوئی کا لازمی حصہ ہیں۔''

میں نے محسوس کیا، وہ بھول بھلیوں تک رسائی حاصل کرنے والے دشمنوں کی اموات کے بارے میں کھل کر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے اس رویے سے ظاہر ہوتا تھا، شاید اسی نے ان لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں اسے زیادہ نہیں کریدا اور ایک اہم سوال کیا۔

''ڈاکٹر! تم نے بتایا ہے، وہ قیمتی پُراسرار پتھر صحیح سلامت اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ تمہارے پُردثوق الفاظ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تم خود اپنی آنکھوں سے ان پتھروں کو محفوظ مقام پر رکھا دیکھ کر آ رہے ہو؟''

اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا ''ہاں، ایسی ہی بات ہے!''

میرے سینے سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔ ڈاکٹر مونگ میرے اندازے سے بڑھ کر پُراسرار ثابت ہو رہا تھا۔ وہ محترم سانگ فو کا نائب تھا۔ سانگ فو جیسے عظیم شخص کی نائبی ایسے ہی حاصل نہیں ہو جاتی۔ بہرحال، یہ بھی ایک خوشگوار امر تھا کہ میں پچھلے کچھ عرصے سے ڈاکٹر مونگ جیسے نابغہ روزگار کے ساتھ مل کر مصروفِ عمل تھا۔

میرے ذہن میں ایک فوری خیال پیدا ہوا اور میں نے لاشوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مونگ سے استفسار کیا ''ان بدبختوں میں جی فونڈا کی لاش بھی موجود ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں گردن ہلائی ''مجھے اسی کی تلاش ہے۔''

''کیا تم اس کے صورت آشنا ہو؟''

اس نے زبان ہلانے کے بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میں نے کہا ''ساحل بھی کہیں نظر نہیں آ رہی۔ ہم نے اسے عبادت گاہ کے بیرونی اور رہائشی حصے میں بھی جھانک لیا ہے۔ ادھر کوئی زندہ انسان موجود نہیں۔ اپنے اور بیگانے لاشوں کی صورت بکھرے ہوئے ہیں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا، ان میں کون اپنا ہے اور کون بیگانہ!''

''میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ''ہمارے جو چھ افراد یہاں موجود تھے، ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ دشمنوں کے بھی کئی افراد مارے گئے ہیں۔ بہرحال دو طرفہ لڑائی میں یہ سب کچھ تو ہوتا ہی ہے۔''

میں نے پوچھا ''کیا دشمن کی صورت میں صرف جی فونڈا بچا ہے؟''

پھر میں نے اسے ان افراد کے بارے میں بھی بتا دیا جنہیں میں نے اور لی یان نے شکار کیا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے میرے سوال کے جواب میں کہا۔

''اس بارے میں، میں فی الحال وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے دشمنوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا ''اب ہمیں سب سے پہلے ساحل اور جی فونڈا کو تلاش کرنا ہے۔''

میں نے کہا ''اس عبادت گاہ کے اندر، باہر اور تہ خانے میں پھیلے ہوئے موت نما سناٹے سے تو یہی لگتا ہے، اب کوئی بھی بندہ بشر زندہ حالت میں باقی نہیں بچا۔ ساحل اور جی فونڈا منظر سے غائب ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ انہیں کہاں تلاش کیا جائے!''

''حالانکہ سب سے پہلے یہ تمہاری ہی سمجھ میں آنا چاہیے تھا!''

ڈاکٹر مونگ کے معنی خیز جملے نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اضطراری لہجے میں کہا ''پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو۔ بھلا پہلے میری سمجھ میں کیوں آنا چاہیے تھا؟''

''اس لیے کہ تم سونے والے عظیم الشان ذخیرے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا ''نہ صرف دیکھ چکے ہو بلکہ اس طرف رسائی حاصل کرنے کے طریقۂ کار سے بھی واقف ہو۔''

''تت..... تمہارا مطلب ہے.....؟'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر بدھا کے عظیم الجثہ مجسمے کی طرف حیرت بھری نظر سے دیکھا۔

''ہاں..... میرا یہی مطلب ہے!''

''اوہ!'' بے ساختہ میری زبان سے ادا ہوا۔

ڈاکٹر مونگ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''کچھ لوگوں کا ان بھول بھلیوں والی راہ داریوں تک رسائی حاصل کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جی فونڈا کی ٹیم کو عبادت گاہ کے تہ خانے سے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ ان کی معلومات کا وسیلہ کچھ بھی رہا ہو، ہمیں اس سے غرض نہیں۔''

''ان کو حاصل ہونے والی معلومات کا ذریعہ صرف اور صرف ربی ہی ہو سکتا ہے۔'' میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا ''چاہے ربی نے یہ معلومات اپنے تئیں فراہم کی ہوں..... یا پھر ساحل کے دماغ سے نکالی ہوں!''

''ساحل کے دماغ سے نکالنے والی بات سمجھ میں نہیں

آرہی۔'' وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولا ''اگر ربی اس مقصد میں کامیاب ہوگیا تو پھر ساحل کو اسرائیل سے کھنٹنڈو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے دماغ سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں ربی کے آدمی یہاں عبادت گاہ میں کارروائی کرسکتے تھے۔''

''تم بھی غلط نہیں کہہ رہے ہو ڈاکٹر۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''ربی کے آدمی بھی عبادت گاہ پر ایک چڑھائی کرچکے ہیں جس میں وہ بری طرح ناکام رہے مگر آج والی کارروائی بہت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ اس تہ خانے اور بھول بھلیوں تک رسائی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کررہی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آج شام ہی ساحل بھی ان کے ہتھے چڑھی ہے۔''

ڈاکٹر مونگ نے ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا۔ اس کی نگاہ میں بڑی کھوج تھی۔ مشعل کی ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات بڑے مختلف رنگ میں اجاگر ہورہے تھے۔ چند لمحے یک ٹک مجھے دیکھنے کے بعد وہ گمبھیر آواز میں مجھ سے مستفسر ہوا۔

''کیا تم ایسا سوچ رہے ہو کہ آج شام کے بعد ہی ساحل کے دماغ سے اس تہ خانے سے متعلق معلومات حاصل کی گئی ہیں؟''

''میں کیا سوچوں گا' حالات خود ہی اس طرف اشارہ کررہے ہیں۔'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا ''دشمنوں کی پہلی اور دوسری یلغار میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہی فرق نتائج کی صورت میں بھی سامنے آرہا ہے۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا اور لاشوں کے انبار کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے کے بعد جمی فونڈا کے آدمی پُراسرار بھول بھلیوں میں بھی جا گھسے تھے۔ یہ کوئی معمولی اور نظرانداز کردینے والی حقیقت نہیں۔ جو لوگ اس تہ خانے کے رازوں کے امین ہیں ان میں سے صرف ایک اس وقت ہمارے دشمنوں کے قبضے میں ہے اور وہ ہے' میرا ساتھی ساحل!''

میرے دوٹوک انداز نے ڈاکٹر مونگ کو گہری سوچ میں مبتلا کردیا۔ میں نے جو کچھ بھی کہا تھا' وہ سیدھا سیدھا پیش آمدہ حالات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ تھا اور ایسی تجزیہ نگاری کے لیے کسی خاص صلاحیت یا قوت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

''اگر تمہاری بات کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ساحل کے دماغ سے مذکورہ معلومات کس نے نکالی ہوں گی۔'' ڈاکٹر مونگ نے ایک خاص زاویے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''پنٹاگون اور دیگر روحانی علوم کا ماہر ہمارا دشمن تو ادھر اسرائیل میں بیٹھا ہوا ہے جب کہ ساحل پچھلے چند روز سے یہاں نیپال میں ہے۔'' تھوڑا توقف کرکے اس نے میری آنکھوں میں جھانکا اور اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' ربی وہاں اسرائیل میں بیٹھ کر یہاں نیپال میں ساحل کے دماغ کو کنٹرول کررہا ہے؟''

''میں فی الحال حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے کہا ''میں نے موجودہ حالات میں جو دیکھا اور محسوس کیا' وہی بیان کررہا ہوں۔''

ڈاکٹر مونگ نے کہا ''ساحل کے دماغ سے تہ خانے کے بارے میں معلومات نکالنا اگر ربی کے اختیار میں ہوتا تو وہ وہاں اسرائیل ہی میں یہ کام سرانجام دے چکا ہوتا۔ ساحل اس کے لیے اتنا قیمتی اور اہم مہرہ تھا کہ وہ اسے اپنے قبضے میں رکھ کر تمہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ وہ ساحل کو اسرائیل سے نیپال روانہ نہ کرتا۔''

وہ ایک لمحے کے لیے سانس لینے کو رکا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''ربی نہایت ہی منتقم المزاج شخص ہے۔ تم نے اس کے چنگل سے نکل کر اسے گہری چوٹ دی ہے اور اس کے بعد بھی اس ''گہری چوٹ'' پر پے در پے چوٹیں لگائے جارہے ہو۔ تم نے انہیں دیگر نقصانات کے ساتھ ساتھ درجنوں لاشوں کے تحائف بھی پیش کیے ہیں جس کے نتیجے میں این وائے پی ڈی اور ایف بی آئی والے وہاں امریکا میں تمہاری بوسونگھتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں ''امریکا دشمن'' کا ٹائٹل دیا جاچکا ہے۔ تم ان کی نظر میں وہ پاکستانی دہشت گرد ہو جسے وہ ہر قیمت پر تلاش کرکے عبرت ناک سزا دینا چاہتے ہیں اور اب.....''

اس نے جملہ نامکمل چھوڑ کر تھوڑا وقفہ کیا پھر بولا ''اب تو یہ راز بھی فاش ہوچکا ہے کہ تم شون کی آئی ڈی پر اس کی بیوی لی یان کے ساتھ نیوآرک (نیوجرسی) سے پرواز کرکے تری بھون (کھٹمنڈو) پہنچے ہو (نیوآرک اور تری بھون علی الترتیب نیوجرسی اور کھٹمنڈو کے ائرپورٹس ہیں) تمہاری تلاش اور سرکوبی کے لیے اب تو سی آئی اے والے بھی سرگرم ہوچکے ہوں گے اور ربی جانتا ہے کہ تمہیں شکار کرنے کے لیے ساحل سے زیادہ پُرکشش چارا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اس لیے مائی ڈیئر!''

اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اگر ربی نے ساحل کے دماغ سے کسی بھی طرح اس تہ خانے کے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہوتیں تو وہ تمہیں پکڑنے کے لیے ساحل کو اپنے قبضے میں رکھتا۔ یوں اسرائیل سے نیپال نہیں بھیج دیتا!''

ہمارے درمیان جو گفتگو چھڑ گئی تھی اس کا اختتام بہت دور نظر آتا تھا مگر وہ موقع اس بحث کے لیے مناسب نہیں تھا لہٰذا میں نے بات چیت کا رخ بدل دیا اور کہا۔

''یہ باتیں تو ہم بعد میں بھی کرسکتے ہیں ڈاکٹر۔ فی الحال ہمیں ساحل اور جمی فونڈا کو تلاش کرنا چاہیے۔''

''یس..... دیٹ از۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''آؤ انہیں وہاں بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

میں نے اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے لارڈ بدھا کے کنگ سائز مجسمے کی جانب قدم بڑھادیے۔ ڈاکٹر کی ایک بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا۔ سی آئی اے والے اگر میری تلاش میں لگ گئے تھے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اب مجھے ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا تھا اور پھر اچھی طرح دیکھ بھال کر اسے زمین پر سے اٹھانا تھا۔

ہم مجسمے کے سامنے پہنچے تو ڈاکٹر مونگ نے پُرمعنی انداز میں میری جانب دیکھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں مشعل اٹھا رکھی تھی۔ مشعل اس زاویے پر تھی کہ اس سے پھوٹنے والی روشنی پوری طرح ڈاکٹر کے چہرے پر نہیں پڑ رہی تھی جس کے باعث اس کے چہرے پر بڑے عجیب وغریب تاثرات دکھائی دیتے تھے تاہم میں پلک جھپکتے میں سمجھ گیا' وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا تھا۔

میں نے سیون ایم ایم لی یان کی طرف بڑھا دی اور خود مجسمے کی جانب بڑھ گیا۔ ڈاکٹر مونگ نے اپنی گن کے ساتھ جانے کیا کیا تھا۔ جب وہ ہم سے رخصت ہوا تھا تو میں نے دوسری سیون ایم ایم آٹو میٹک رائفل اسے تھمادی تھی اور جب دوبارہ نظر آیا تو اس کے ہاتھ میں کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا۔

میں نے مجسمے کا بہ غور جائزہ لیا اور پھر اس کے پاؤں کی طرف آگیا۔ میں نے پہلے بائیں پاؤں کی ایڑی کی جگہ پتھر کو دبایا اور پھر یہی عمل دوسرے پاؤں کی ایڑی کے ساتھ بھی دہرایا۔ اس کے بعد میں ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔

اگلے ہی لمحے مجسمے کے زیریں حصے میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ یہاں کا ٹھوس پتھر اپنی جگہ سے سلائیڈنگ کے سے انداز میں ہٹنے لگا۔ یہ سلائیڈنگ دو طرفہ تھی یعنی پتھر کا ایک حصہ دائیں جانب اور دوسرا بائیں طرف مجسمے کے وجود کے اندر غائب ہورہا تھا۔ میرے اور ڈاکٹر مونگ کے لیے یہ کوئی حیرت انگیز نظارہ نہیں تھا لیکن لی یان مبہوت کھڑی اس پتھر کی سلائیڈنگ کو دیکھتی رہی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس پتھر کی جگہ ایک کھڑکی نما خلا نمودار ہوگیا۔ اس خلا کا منہ بس اتنا سا تھا کہ وہاں سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی ہی اندر داخل ہوسکتا تھا۔

مشعل بردار ڈاکٹر مونگ آگے بڑھا اور اس کھڑکی نما خلا میں داخل ہوگیا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھا اور کہا ''اب تمہاری باری ہے۔''

اس نے کوئی سوال کیے بغیر میری بات کی تقلید کی اور گن مجھے تھما کر ڈاکٹر کے پیچھے اس خلا میں اتر گئی۔ اس کے بعد میں بھی اندر پہنچ گیا۔ وہ مجسمہ اندر سے بھی کھوکھلا تھا۔ بڑی محنت اور جاں فشانی سے تراش کر اسے اندر سے کھوکھلا کیا گیا تھا۔ اس حصے میں چار پانچ افراد بہ آسانی چل پھر سکتے تھے۔ یہاں سے مزید نیچے جانے کے لیے دائیں جانب تنگ سی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ''وجدان! اس راستے کو بند کردو جدھر سے گزر کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔''

میں آگے بڑھا اور اس خلا کی ایک سنگی دیوار پر لگا ہوا آہنی ہک کھینچ کر وہ خلا بند کردیا۔ دونوں پتھر بہ آہنگی سلائیڈ کرتے ہوئے اپنی جگہ پر آگئے۔ باہر سے دیکھنے والا کوئی بھی شخص یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ اس عظیم الجثہ مجسمے کے پیٹ کے اندر اس وقت تین جیتے جاگتے انسان موجود ہوں گے۔

میں اپنا کام ختم کرکے مڑا ہی تھا کہ فائرنگ کی صدا سنائی دی۔ وہ فائرنگ کسی اندرونی دور افتادہ حصے میں ہوئی تھی۔ ہم تینوں نے بہ یک وقت چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ یقیناً اس حصے میں ہمارے علاوہ بھی کوئی موجود تھا..... یا تھے..... اور یہ خاصی تشویش ناک بات تھی۔

ڈاکٹر نے دھیمی آواز میں کہا ''تو میرا شک نما اندازہ درست نکلا۔ ہم سے پہلے بھی کوئی یہاں موجود ہے۔ فائرنگ کی آواز سے ظاہر ہوتا ہے وہ ہم سے خاصے فاصلے پر ہیں۔ مجھے یقین ہے' انہوں نے ہماری آمد کو محسوس نہیں کیا ہوگا۔''

''میرا خیال ہے جمی فونڈا اور اس کے دیگر ساتھی یہاں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔'' میں نے گمبھیر انداز میں کہا ''اور اغلب امکان یہی ہے' ساحل اس وقت جمی فونڈا کے قبضے میں ہوگی۔ ہمیں بہت احتیاط برتنا ہوگی!''

''اگر یہ بات ہے تو پھر جمی فونڈا ساحل ہی کے توسط

سے اس تہ خانے تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے پُرسوچ انداز میں کہا ''ٹھیک ہے آؤ اس سے بھی 'ملاقات' کر لیتے ہیں۔''

ہم دائیں جانب بنی ہوئی تنگ سی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔ بارہ اسٹیپ کا وہ زینہ اتر کر ہم نیچے پہنچے تو خود کو ایک تہ خانے میں پایا۔ گویا اب ہم تہ در تہ خانے میں گھڑے تھے۔ وہ تہ خانہ بھی ایک وسیع و عریض غار پر مشتمل تھا۔ میں تو یہاں پہلے بھی آ چکا تھا لیکن ڈاکٹر مونگ کے انداز سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وہ بھی اس عظیم الشان خزانے سے ناواقف نہیں البتہ لی یان دیدے پھاڑ پھاڑ کر ایک جانب دیکھ رہی تھی۔

اس وقت لی یان کی تمام تر توجہ بدھا کے اس مجسمے پر مرکوز تھی جو ہم سے چند فٹ کے فاصلے پر استادہ تھا۔ مشعل کی روشنی میں اس مجسمے سے منعکس ہونے والی طلائی چمک نے لی یان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ وہ دس فٹ قامت کا مالک مجسمہ ٹھوس سونے کا بنا ہوا تھا۔

لی یان کی محویت کو فائرنگ کی آواز نے توڑ دیا۔ اس غار میں ایک مرتبہ پھر گولیاں چلی تھیں تاہم اس بار فائرنگ کی آواز کے ساتھ انسانی چیخیں بھی شامل ہو گئیں۔ غار کے کسی دور افتادہ حصے میں زبردست قسم کی خون ریزی جاری تھی۔

میں ساحل کی طرف سے بے انتہا متفکر تھا۔ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جاتا تو مجھے یونہی محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے میرے جگر میں زہر میں بجھا ہوا خنجر اتار دیا ہو' کجا یہ کہ یہاں خطرناک فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے بڑے حتمی لہجے میں ڈاکٹر مونگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر! میری ساحل کو کچھ نہیں ہونا چاہیے!''

''لارڈ بدھا نے چاہا تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' وہ یقین سے بولا۔

میں نے محسوس کیا' ان لمحات میں' میں انتہائی جذباتی اور ڈاکٹر مونگ انتہائی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اپنے اپنے درجۂ وابستگی کی بات ہوتی ہے۔ اس عبادت گاہ اور اس کے تہ خانے میں پوشیدہ ان مول خزانے کے سلسلے میں ہم دونوں کی ڈگری آف امپیچ منٹ میں نمایاں فرق تھا۔ میری جذباتیت ساحل کے حوالے سے تھی اور اس کی سنجیدگی کا تعلق اس بیش بہا خزانے کی حفاظت اور عبادت گاہ کے تقدس سے تھا۔ ہم دونوں اپنے اپنے مقصد کو پیشِ نظر رکھے ہوئے تھے۔

اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ اس تہ خانے میں ہمارے دشمن ہی گھسے بیٹھے تھے۔ میں نے اس کشادہ صحن نما غار کے آخری سرے تک نگاہ دوڑائی اور ڈاکٹر مونگ سے کہا۔

''تم لوگ یہاں رک کر میرا انتظار کرو۔ میں ادھر کی خیر خبر لے کر آتا ہوں۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' وہ جلدی سے بولا ''اندر ہم تینوں آئے ہیں' آگے بھی ہم ایک ساتھ ہی بڑھیں گے۔''

وہ وقت بحث و مباحثے کے لیے ٹھیک نہیں تھا لہٰذا میں نے آگے قدم بڑھا دیے۔ ڈاکٹر نے چند قدم آگے آنے کے بعد کہا ''میں تم دنوں سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر سائیڈ پر چلتا ہوں۔ ہمیں ایک ٹولی بنا کر پیش قدمی نہیں کرنا چاہیے۔''

بات ختم کرتے ہی وہ ایک طرف کھسک گیا۔ مشعل اس کے ہاتھ میں تھی لہٰذا ہمارے ماحول میں روشنی نسبتاً کم ہو گئی۔ میں لی یان کو آڑ میں رکھتے ہوئے' گن تھامے آگے بڑھنے لگا۔ وہ غار اپنے اختتام پر ایک سرنگ جیسے راستے میں بدل جاتی تھی جو آگے جا کر مزید تنگ ہو جاتی اور اس کے ساتھ ہی اتنی نیچی بھی کہ تھوڑا جھک کر چلنا پڑتا تھا۔

ہم اس وقت جس غار میں سے گزر رہے تھے اس کی سنگلاخ دیواروں پر بھی طلائی چمک موجود تھی۔ اگر نظر ٹھہرا کر اس چمک کا نظارہ کیا جاتا تو آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں حتیٰ کہ غار کی زمین میں بھی سونے کی آمیزش موجود تھی۔ لاتعداد چھوٹے بڑے سونے کے ٹکڑے بھی ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئی سونے کا پہاڑ ہو جس کے اندر سونے ہی کا بدھا کا مجسمہ استادہ کر دیا گیا ہو اور شاید یہی حقیقت بھی تھی۔

اس کشادہ غار کے دائیں بائیں تین چار تنگ اور نیچی چھتوں والی سرنگیں بھی نکلتی تھیں جن کی ٹھوس اور ناہموار دیواریں بھی خالص سونے کی تھیں مگر ہم اس وقت جس سرنگ کی طرف بڑھ رہے تھے وہ قدرے کشادہ تھی۔ فائرنگ اور پھر انسانی چیخوں کی آواز اسی سمت سے ابھری تھی۔

پھر ایک قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ایک مردانہ قہقہہ تھا جس میں بلا کی رعونت اور دیوانگی پائی جاتی تھی۔ یہ آواز بھی اسی سرنگ کی طرف سے آئی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہاں کسی مشعل کی روشنی بھی تھرکتی ہوئی دکھائی دی۔ کوئی مشعل بردار اُدھر سے اِدھر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دیوانگی بھرا قہقہہ دوبارہ بلند ہوا۔ اب الفاظ واضح طور پر سمجھ میں آ رہے تھے۔ وہ بڑے سرور میں بولا تھا۔

''آہا..... ہاہا..... ہاہاہا.....'' اس کی آواز میں کسی کم



ظرف فاتح کا سا نشہ جھلکتا تھا۔ ''میں نے سب کو ختم کر دیا۔ اب کوئی مجھ سے حصہ نہیں مانگے گا۔ کوئی بٹوارے کا مطالبہ نہیں کرے گا کیونکہ میرے سوا کوئی زندہ ہی نہیں بچا۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر ایک اور قہقہہ بلند کرتے ہوئے اسی بدمستی میں بولتا چلا گیا ''اس سونے کے ذخیرے کا میں اکیلا مالک ہوں۔ کوئی مجھ سے سوال نہیں کر سکتا۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا..... رِبی کو بھی ہوا نہیں لگنے دوں گا۔ اب دنیا کو پتا چلے گا' جمی کس طاقت کا نام ہے۔ میں یہ سارا سونا خفیہ طریقے سے یہاں سے کہیں اور منتقل کر دوں گا۔ میں..... جمی فونڈا..... دنیا کا امیر ترین شخص بن جائے گا۔ آہا..... ہاہاہا..... ہا..... آئی ڈوڈ بی دی کنگ آف دی ورلڈ!''

صورتِ حال روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی تھی۔ جمی فونڈا اپنے ساتھیوں کو اس سرنگ میں فنا کے گھاٹ اتار کر واپس آ رہا تھا۔ اس کے الفاظ کی لڑکھڑاہٹ اور آواز کے زیر و بم سے محسوس ہوتا تھا' وہ اس وقت گہرے نشے میں ہے۔ پتا نہیں' یہ کیسا نشہ تھا۔ وہ شراب میں ڈوب کر تو اس اہم مشن پر نہیں نکل سکتا تھا۔ یقیناً یہ اس سونے کے ذخیرے کا طلسم تھا۔

اس دوران میں ڈاکٹر مونگ بھی ہمارے قریب آ گیا۔ دیوانے کی یہ تمام تر بڑ اس نے بھی سنی تھی۔ صاف ظاہر تھا' ہمارے مقابل اس وقت جمی اکیلا تھا اور اس کی آواز کی... لڑکھڑاہٹ اطلاع فراہم کر رہی تھی کہ اس سے نمٹنے کے لیے کسی بل بتیل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

ہم ایک پتھریلی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ غار کی یہ دیوار' سرنگ میں سے باہر آنے والے کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ ڈاکٹر مونگ ہماری طرف آتے ہوئے مشعل کو دوسری دیوار ہی میں اٹکا آیا تھا۔ ادھر روشنی کم ہونے کے باعث ہم کچھ زیادہ ہی محفوظ ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر مونگ نے دھیرے سے سرگوشی کی ''سونے کی چمک نے اس گدھے کا دماغ الٹ دیا ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے۔ لالچی اور ہوس پرست انسان جب کسی ایک جگہ پر اتنی بیش بہا دولت کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی ذہنی کیفیت کچھ ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ ادھر بھول بھلیوں والی راہداریوں میں بھی کچھ اسی قسم کی صورتِ حال پیش آئی تھی۔ وہ سب آپس میں لڑ کر ختم ہو گئے۔ مجھے ان کی لاشیں ڈھونے کا کام کرنا پڑا۔''

جب ڈاکٹر نے مجھے بھول بھلیوں والی کہانی سنائی تھی تو ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا تھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے' خود ڈاکٹر ہی نے ان دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا ہو لیکن جمی فونڈا کا ''اقبالِ جرم'' ڈاکٹر کے بیان کی تصدیق کے لیے کافی تھا۔ یہاں کی سچویشن کے مطابق' جمی کا حالتِ دیوانگی میں کہا ہوا ایک بھی لفظ سند کا درجہ رکھتا تھا کیونکہ تمام تر بین ثبوت بھی یہاں موجود تھے۔

میں نے ڈاکٹر کی سرگوشی کی روشنی میں کہا ''اگر سونے کے اس ذخیرے کو دیکھ کر کسی لالچی انسان کی ایسے ہی مت ماری جاتی ہے تو پھر ربی موشے ہائمن کو یہاں لا کر چھوڑنا چاہیے۔ وہ بھی اختیار اور اقتدار کی بھوک میں مرا جا رہا ہے۔ پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب اسے ایسی خطرناک مہم جوئی پر اکساتا رہتا ہے۔''

''موشے ہائمن بڑا سیانا ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے زہریلے لہجے میں کہا ''وہ ایسے کسی بھی چرکے ہوئے پھٹے میں براہ راست اپنی ٹانگ نہیں پھنساتا۔ اس کے پاس ایسے مشنز کے لیے قربانی کے جانوروں کی کمی نہیں۔ وہ اس آگ میں ہمیشہ اپنے جاں نثاروں اور عقیدت مندوں کو جھونکتا ہی آیا ہے۔ ویسے بھی ایسے جاں نثاروں اور عقیدت مندوں کا کیا فائدہ جو وقت پر ''کام'' نہ آ سکیں! جمی فونڈا' برنارڈ لیو اور فرینکلن ایسے ہی جاں نثاروں میں شمار ہوتے ہیں۔''

ڈاکٹر نے لفظ ''کام'' پر خاص زور دیا تھا۔ میں نے ایک فوری خیال کے تحت اس سے پوچھ لیا ''تمہاری گن کہاں ہے ڈاکٹر مونگ؟''

''ایک محفوظ مقام پر پڑی ہے۔'' اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

اس کا یہ جواب اتنا معنی خیز تھا کہ میں کچھ اور پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اگر میں اس سے مبینہ محفوظ مقام کے بارے میں استفسار کرتا تو ممکن تھا' وہ کہتا کہ وہ محفوظ مقام ایک انتہائی قابلِ بھروسا دنیا میں واقع ہے۔ میں چونکہ اس کے اسٹائل سے واقف تھا اس لیے مزید کریدا نہیں کی۔ اگر اسے کوئی بات نہیں بتانا ہوتی تھی تو وہ ایسی ہی ٹال مٹول سے کام لیتا تھا۔ میں نے سرنگ والے کھلے سرے پر نگاہ ٹکا دی اور جمی فونڈا کے بارے میں سوچنے لگا۔

اس نے خمار کی حالت میں اپنی زبان سے جو الفاظ ادا کیے تھے' ان میں میری ساحل کا کہیں ذکر نہیں تھا اور میرے لیے یہ بڑی تشویش ناک بات تھی۔ جمی فونڈا نے قہقہہ لگاتے ہوئے بڑے فخر سے کہا تھا..... ''میں نے سب کو ختم کر دیا۔'' میری ساحل ''سب'' میں نہیں آتی تھی۔ اس کی ایک جداگانہ حیثیت تھی۔ میرے دل کو یہ تقویت حاصل تھی کہ ساحل کو انشاء اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اس تقویت میں ڈاکٹر مونگ کا بھی حصہ شامل تھا۔ اس نے بڑے یقین سے کہا تھا' لارڈ بدھا نے چاہا تو ساحل کو کچھ بھی نہیں ہوگا! ڈاکٹر مونگ اگر پورے اعتماد سے کوئی بات کہتا تھا تو وہ خالی خولی تسلی نہیں ہوتی تھی۔

ہماری گہری توجہ کے دوران میں تنگ سرنگ کے اندر مشعل کی روشنی تھرکتے ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ اس کا یہی مطلب تھا' جمی فونڈا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ سرنگ بیس پچیس فٹ سے زیادہ طویل نہیں تھی۔ اس کے آگے وہ اتنی تنگ ہوجاتی تھی کہ سیدھے کھڑے ہوکر چلنا ممکن نہیں تھا۔ جمی فونڈا یقیناً سرنگ کے سامنے والے حصے ہی میں تھا۔

ڈاکٹر مونگ نے ایک حیرت انگیز انکشاف کرتے ہوئے بتایا ''اس غار سے نکلنے والی یہ واحد سرنگ ہے جو آگے..... بہت آگے جاکر انہی بھول بھلیوں سے جاملتی ہے جہاں سے میں نے دشمنوں کی لاشیں ڈھوئی ہیں۔ بدھ عبادت گاہ والے اس عظیم المرتبت پہاڑ میں راہداریوں اور بھول بھلیوں کا ایک ایسا جال پھیلا ہوا ہے جسے سمجھنا کسی لالچی اور منفی ذہن رکھنے والے انسان کے بس کا روگ نہیں۔''

''پھر تو اس خزانے کی حفاظت کی ضرورت.....''

میرا وہ سرگوشیانہ جملہ ادھورا رہ گیا کیونکہ اسی لمحے جمی فونڈا سرنگ سے باہر نکل آیا تھا۔ میں اپنی بات نامکمل چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔ میں اسے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے قہقہوں کے دورانیے میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ جمی فونڈا ہے۔

میں نے ڈاکٹر کی طرف استفسار یہ نگاہ سے دیکھا تو اس نے گردن کی خفیف سی جنبش سے میرے استفسار کا جواب دے دیا۔ گویا اس نے اس شخص کے جمی فونڈا ہونے کی تصدیق کردی تھی۔

جمی فونڈا ایک قد آور اور مضبوط البدن شخص تھا۔ سر کے بال بڑھے ہوئے اور بے ترتیب۔ زیرناک بھاری مونچھیں۔ اس نے ایک ہاتھ میں مشعل اور دوسرے ہاتھ میں پسٹل تھام رکھا تھا۔ قدموں میں لڑکھڑاہٹ اور آنکھوں میں ایک عجیب سی مستی نظر آتی تھی۔ وہ یک ٹک بدھا کے طلائی مجسمے کی طرف دیکھتا رہا پھر چونک کر بڑبڑایا۔

''یہاں یہ لائٹ کیسی نظر آرہی ہے.....!''

اس کی بڑبڑاہٹ مشعل کی روشنی کے بارے میں تھی۔ میں نے اپنی گن ڈاکٹر مونگ کو تھمائی اور اچھل کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

یہ میرا ایک اضطراری عمل تھا۔ جمی فونڈا کو دیکھ کر مجھے خود پر اختیار نہیں رہا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جو میری ساحل کے بارے میں جاننا تھا۔ اگر جانتا تھا تو مجھے بھی بتا سکتا تھا۔ میں اس کی زبان کھلوا کر ساحل کا پتا نشان پا سکتا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی اور لی یان کے ساتھ اپنی جگہ پر خاموش کھڑا رہا۔

اچانک ایک انسان کو اپنے سامنے پاکر جمی فونڈا چکرا کر رہ گیا۔ اس نے آنکھیں نچائیں اور بگڑے ہوئے لہجے میں' میری طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا ''تم کون ہو؟''

انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بادشاہ سلامت کسی حقیر شخص سے بات کررہا ہو۔ وہ تھوڑی دیر پہلے مستی میں' خود کو مستقبل کا جہانگیر تو ڈکلیئر کر ہی چکا تھا۔ جو شخص خود کو کنگ آف دی ورلڈ کہنے لگے اس سے کسی بھی رویے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

میں نے اس کے پسٹل والے ہاتھ پر نگاہ رکھتے ہوئے کہا ''میں ڈریم بریکر ہوں۔ احمقانہ خوابوں کو چکنا چور کردیتا ہوں۔ جو لوگ پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھتے ہیں' میں ان کی ایسی کم تیسی کردیتا ہوں' چاہے وہ موشے ہائمن ہو یا اس کا شیر خوار جمی فونڈا!''

میرے منہ سے اپنا نام سن کر وہ چونکا اور اس کے ساتھ ہی اس کا پسٹل والا ہاتھ بڑی سرعت سے حرکت میں آیا۔ میں اگر پہلے سے پسٹل کو نگاہ میں نہ رکھے ہوتا تو یقیناً اس موقع پر مار کھا جاتا۔ جمی فونڈا نے مجھے شوٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔

کوشش ان معنوں میں کہ اسے اس عمل میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ میں گولی چلنے سے پہلے ہی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ کے زاویے کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے ایک ہائی جمپ لگائی اور پلک جھپکتے میں' میں اس کے کندھوں پر سوار تھا۔

میں نے وہاں صرف ایک لمحہ قیام کیا اور اس کے پستول والے ہاتھ پر ایک زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے پیچھے کو چلا گیا۔ میرے پاؤں کی خطرناک ٹھوکر نے اس کے ہاتھ سے پستول تو نہ چھڑایا تاہم اس دوران میں وہ ٹریگر پر انگلی دبا چکا تھا۔ غار کے مہیب سناٹے میں گولی چلنے کی مخصوص آواز ابھری لیکن میں محفوظ رہا۔

پہلی ناکامیابی کے بعد وہ خوں خوار انداز میں میری جانب پلٹا لیکن اس کا پسٹل والا ہاتھ سیدھا ہونے سے پہلے ہی میں نے لات چلادی۔ زوردار راؤنڈ ہاؤس کک اس کی کلائی پر لگی۔ اس مرتبہ وہ گن پر گرفت قائم نہ رکھ سکا۔ پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔

اس نے سر کو جھٹکتے ہوئے ہوش وحواس میں آنے کی



کوشش کی اور مشعل سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں اسے کوئی موقع دینے کو تیار نہیں تھا۔ جمی فونڈا کی مناسب سی خاطر تواضع بہت ضروری تھی۔ مجھ سے جسم کے مختلف حصوں کی ''مالش'' کروانے کے بعد ہی وہ سونے کے طلسم سے باہر آسکتا تھا۔ جب تک اس کی ذہنی کیفیت نارمل نہ ہوجاتی' اس کی زبان سے کام کی کوئی بات نہیں اگلوائی جاسکتی تھی..... اور مجھے اس سے بہت کچھ پوچھنا تھا!

اس کے مشتعل بردار ہاتھ کے حملے کو میں نے اندر آتے ہوئے مڈل آؤٹر بلاک کیا پھر اس کے سینے پر اپنی کھلی ہتھیلی کا ایک اسٹریٹ پش دے دیا۔

اس پش میں بے پناہ قوت چھپی ہوئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ چار فٹ پیچھے چلا گیا۔ میں نے اسی وقت ایک لمبا اسٹیپ لے کر سائیڈ کک مار دی۔ میرے پاؤں کی دھواں دھار ٹھوکر اس کی پسلیوں میں لگی اور وہ مشعل سمیت پیچھے کو الٹ گیا۔

میں اطمینان سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے سر پر پہنچ گیا اور اسے ایک انہونی میں گرفتار پایا۔ اگر پیچھے کو الٹتے ہوئے اس کے ہاتھ سے مشعل نکل جاتی تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا۔ ایسا نہیں ہوا تھا چنانچہ مشعل کے شعلوں نے لباس سے بغل گیر ہوکر جمی فونڈا کو ایک مصیبت میں ڈال دیا۔ اس کا لباس آگ پکڑ چکا تھا۔ وہ مشعل کو ایک جانب پھینکتے ہوئے خود کو جھاڑ رہا تھا۔ یہ اضطراری کوشش دراصل آگ بجھانے کے لیے تھی۔ وہ مجھے بھول کر خود کو بچانے کی فکر میں لگ گیا تھا۔ اچانک کوئی افتاد ٹوٹ پڑے تو انسان اپنے بارے میں پہلے سوچتا ہے!

مگر میں اسے بھول نہیں سکتا تھا۔ تاہم میرے دل و دماغ کے غصے نے اسے جھلسنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس طرح کم از کم وہ مکمل ہوش وحواس میں تو آجاتا۔ آدھے منٹ کی ''تگ ودو'' کے بعد وہ اپنے لباس میں لگی آگ بجھانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کوشش کے دوران میں اس کے سر کے بال بھی اچھے خاصے جھلس کر رہ گئے تھے۔ بے ترتیب بڑھی ہوئی کوئی جھاڑی ہو یا سر کے بال ہوں' کوئی بھی بن بلائی مصیبت لاسکتے ہیں۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا پھر اگلے ہی لمحے کھڑے ہوتے ہوئے میری جانب دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اب اس کی حالت کافی حد تک ''سنبھل'' چکی تھی۔ وہ نشے اور مستی والی کیفیت سے نکل آیا تھا۔ وہ آنکھیں کھول بھینچ کر تھوڑی دیر تک مجھے پہچاننے کی کوشش کرتا رہا پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

''وجدان..... تم..... اور یہاں.....؟''

وہ ہماری پہلی ''ملاقات'' تھی۔ زندگی میں' میں نے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجھے یقین تھا' اس نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ مجھ سے شناسائی نکل آنے کا سبب یہی ہوسکتا تھا کہ اسے میری تصویر دکھائی گئی ہوگی۔ میں اس وقت اپنی اصلی شکل و صورت میں تھا۔

میں نے اس کی حیرت میں گرہ لگاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا ''اچھا ہوا تم نے مجھے پہچان لیا ورنہ پتا نہیں' اپنی شناخت کرانے کے لیے مجھے تمہیں کون سے جہنم میں پھینکنا پڑتا۔ یہ تھوڑا سا جھلسنا کام دکھا گیا۔ اب شرافت سے یہ بھی بتادو' میری ساحل کہاں ہے؟''

''ساحل..... کون ساحل؟'' وہ مجھ پر نگاہ جماتے ہوئے بولا۔

میں نے کہا ''اگر تم مجھے دیکھ کر پہچان گئے ہو تو یقیناً میری اور ساحل والی کہانی سے بھی واقف ہوگے لہٰذا ان جانے پن کی اداکاری کام نہیں آئے گی۔ میں اس لڑکی کی بات کررہا ہوں جسے تم نے آج شام ہائی وے والی بستی سے اغوا کیا تھا..... اور وہاں کے ایک گھر میں آباد تین معصوم افراد کو بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ میں نے دروازے کی کنڈی میں اٹکا ہوا تمہارا پیغام نما اقرار جرم پڑھ لیا ہے۔ نہ صرف پڑھ لیا ہے بلکہ اسے متعلقہ شخص یعنی ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو بھی پڑھوا دیا ہے۔ اب تو تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا' میں کس ساحل کی بات کررہا ہوں؟''

وہ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے الٹا مجھ سے مستفسر ہوا ''مگر تم تو امریکا میں تھے؟''

''ہاں' کبھی میں امریکا میں تھا۔ اب یہاں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔'' میں نے سفاکی سے کہا ''اور پندرہ سیکنڈ کے اندر اگر تم نے مجھے ساحل کے بارے میں نہ بتایا تو ہوسکتا ہے' میں تمہاری قبر پر یہ کتبہ نصب کرتا ہوا پایا جاؤں..... یہ ایک خارش زدہ کتے کی قبر ہے۔ یہاں آنے والوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے کچھ فاصلہ برقرار رکھیں ورنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔''

ادھر میں نے اپنی بات پوری کی' ادھر اس نے مجھ پر حملہ کردیا۔ اس کے وار سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بھی مارشل آرٹس سے واقفیت رکھتا تھا۔ پہلے وہ کسی طلسمی کیفیت کے تحت ہاتھ پاؤں چلاتا آیا تھا' اب باقاعدہ ہوش وحواس میں وہ مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔

اس نے ہوا میں اڑتے ہوئے مجھے فرنٹ فلائنگ کک ماری۔ میں دو قدم پیچھے کو ہٹا اور اس کی کک کو بلاک کرتے ہوئے ایک سائیڈ میں نکل گیا۔ وہ تیزی سے پلٹا اور مجھے فرنٹ جرک کک مارنے کی کوشش کی۔

میں نے ایک دم نیچے بیٹھتے ہوئے بیک سوئپ چلادی۔ میری پنڈلی کی جھٹکے دار ضرب نے اس کے قدم اکھاڑے اور وہ پشت کے بل غار کے پتھریلے فرش پر جا گرا۔ پشت کے بل گرنے سے سب سے زیادہ نقصان تشریف کو پہنچتا ہے۔ وہ بھی جسم کے مذکورہ حصے کو سہلاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

میں نے اسی وقت تین کک کا کمبی نیشن بنایا۔ میری لیفٹ راؤنڈ ہاؤس تیزی سے چلی۔ وہ تھوڑا پیچھے ہٹا تو میں نے رائٹ راؤنڈ ہاؤس گھمادی اور اس کی تکمیل کے ساتھ ہی بڑی سرعت سے وہیل کک ماری۔

میری دونوں راؤنڈ ہاؤس کِکس سے تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچا مگر وہیل کک نے اس کے دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ میرے پاؤں کی ایڑی نے اس کی کھوپڑی بجا کر رکھ دی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامتے ہوئے لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے کو گیا تو میں نے فائنل پنچ لگاتے ہوئے اپنے قدموں پر اچھل کر ایک بھرپور سائیڈ فلائنگ کک بھی لگا ڈالی۔

جمی فونڈا ڈگمگایا اور پھر لڑھکتے ہوئے دور تک چلا گیا۔ اس کے لڑھکاؤ کا اختتام اس طرف ہوا جدھر دیوار میں ہمارے والی مشعل ٹنگی تھی۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ چاروں خانے چت پڑا تھا۔ میں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے غرا کر کہا۔

''میں ساحل کے بارے میں تم سے آخری مرتبہ پوچھ رہا ہوں۔ کیا تم یہ سنہری موقع گنوا کر موت کو گلے لگانے کا فیصلہ کر چکے ہو؟''

ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے سوال کا جواب دینے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن یہ اس کی طرف سے ایک تاثری دھوکا تھا اگلے ہی لمحے اس نے جو حرکت کی وہ کسی بھی مارشل آرٹسٹ کو زیب نہیں دیتی۔

جمی فونڈا نے دونوں ہاتھوں سے میرے بوٹ پوش پاؤں کو تھاما اور گردن اٹھا کر میری پنڈلی پر کاٹنے کی کوشش کی۔ یہ بہت ہی گھٹیا اور نیچ عمل تھا۔ وہ ایک ٹچا آرٹسٹ ثابت ہو رہا تھا لہٰذا میں نے اسے اس حرکت کی فوری سزا دی۔

میرا آزاد پاؤں بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کی ایک ظالم ٹھوکر جمی فونڈا کی ٹھوڑی پر پڑی۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ برآمد ہوئی اور وہ میرے پابند پاؤں کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگیا۔ میں نے اسی کے سینے پر سے پاؤں کا پش لیا اور بیک سمر سالٹ لگاتے ہوئے چار فٹ دور چلا گیا۔

جمی فونڈا اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس کے دونوں ہاتھوں نے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا۔ میں تو قع کر رہا تھا' وہ دوبارہ زیادہ خوں خوار انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوگا لیکن کم ظرف اور ٹچا انسان ہمیشہ کمینی حرکت ہی کرتا ہے۔ اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹائے اور غار کے اس حصے کی جانب دوڑ لگادی جدھر' وہاں سے باہر نکلنے کا راستہ واقع تھا۔

اس نے واضح طور پر فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں اس کی کوشش کو کامیاب ہونے دیتا تو میرا نام وجدان نہیں تھا۔ میں نے لپک کر اس کے تعاقب میں دوڑ لگادی اور دس فٹ آگے جا کر اسے پالیا۔ وہ اس وقت غار سے باہر پہنچانے والے تنگ سے زینے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے ہوا میں پرواز کرتے ہوئے اس کی پشت پر ایک فرنٹ فلائنگ پش کک جڑ دی۔

وہ اس جھٹکے سے سنبھل نہ پایا اور منہ کے بل پتھریلے فرش پر جا گرا۔

میں اس کے قریب کھڑے ہو کر اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ تاہم اس مرتبہ میں نے اتنا فاصلہ برقرار رکھا کہ وہ کوئی ایسی ویسی اوچھی حرکت نہ کر سکے۔ چند لمحات کے بعد وہ گھٹنوں کے بل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت میری نگاہ اس کے چہرے پر گئی اور میں چونک اٹھا۔

جمی فونڈا کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ پتا نہیں' یہ سنگی فرش سے منہ کے بل ٹکرانے کا نتیجہ تھا یا میرے پاؤں کی عنصلی ٹھوکر نے اس کے چہرے اور منہ سے لہو چھڑا دیا تھا۔ میں نے اپنے وزنی بوٹ سے اس کی ٹھوڑی پر جو ٹھوکر برسائی تھی وہ دانتوں اور زبان کو شدید نقصان پہنچانے کے بعد ناک منہ سے خون جاری کرنے کے لیے بہت مفید تھی۔

وہ دھیرے دھیرے اٹھ کر کھڑا ہوا اور خوں خوار نظر میں مجھے تولنے لگا۔ غار کے اس حصے میں روشنی ناکافی مقدار میں پہنچ رہی تھی۔ لہٰذا خون آلود گھائل چہرہ بڑا بھیانک منظر پیش کرنے لگا۔ کوئی راہ فرار نہ پا کر اس کی آنکھوں میں وحشت سی بھر گئی۔ خون بھرے چہرے نے اس وحشت میں آٹھ چاند لگا دیے مگر جمی فونڈا کے حالات میں کوئی روشنی پیدا نہ ہو سکی۔ میں اس وقت جمی اور زینے کے درمیان کھڑا تھا۔ زینے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا ضروری



تھا۔

ڈاکٹر مونگ اور لی یان نے ایک مکمل چپ سادھ لی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سانس بھی نہ لے رہے ہوں۔ جمی ابھی تک ان کی غار میں موجودگی سے آگاہ نہیں ہوا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا اس وقت ہم دونوں ہی وہاں موجود ہیں۔ جب سے اس کا مجھ سے سامنا ہوا تھا' میں نے اسے سر کھجانے کی فرصت نہیں دی تھی' وہ کسی اور طرف دھیان بھی کیسے دیتا پھر لی یان اور ڈاکٹر مونگ ایسے زاویے پر کھڑے تھے کہ ان کی طرف نظر بمشکل جاتی۔

جمی فونڈا چند لمحات تک غصے' حیرت اور نفرت کے ملے جلے تاثرات سے میری جانب دیکھتا رہا پھر نہ جائے ماندن' نہ پائے رفتن..... کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے وہ بڑے بے ڈھنگے انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے مجھے دبوچنے کے لیے فری لانس آگے بڑھا۔ میں نے ردِعمل کے طور پر اسے جھکائی دی اور ایک سائیڈ میں نکلتے ہوئے اپنا دایاں گھٹنا اس کے پیٹ میں رسید کر دیا۔ یہ ایک ترچھی اور بھرپور ضرب تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر دہرا ہوگیا۔

میں فائٹنگ اسٹیپ مکمل کرنے کے بعد اس کے عقب میں پہنچ گیا تھا۔ ہمارے درمیان بمشکل ڈھائی فٹ کا فاصلہ حائل تھا۔ میں نے اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے اسے ایک بھرپور ریئر (بیک) کک ٹکا دی۔

وہ پیٹ کو تھامے مجھ سے ملنے والے صدمے کو ''انجوائے'' کرنے میں غرق تھا۔ ریئر کک کے جھٹکے نے اس کا توازن بگاڑ دیا۔ وہ رکوع کے بل جھکے جھکے کئی قدم آگے نکل گیا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا اور لانگ اسٹیپ والی ایک دھواں دھار سائیڈ کک اس کی تشریف پر جڑ دی۔

اس کی رفتار میں کئی گنا اضافہ ہوگیا اور وہ توپ میں سے نکلے ہوئے کسی گولے کے مانند سامنے والی پتھریلی دیوار کی سمت ''پرواز'' کر گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ مذکورہ دیوار سے ٹکرایا اور ''دھپ'' کی آواز پیدا کرتے ہوئے سنگی فرش پر اوندھا ہوگیا۔

دیوار سے ہونے والا ٹکراؤ بہت شدید تھا۔ اس تصادم کے نتیجے میں اس کے چہرے اور سر کو زیادہ نقصان پہنچا۔ وہ فرش پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ اس کا جسم ہولے ہولے تھرک رہا تھا۔ وہ زندہ تھا مگر اپنی مدد آپ کے تحت اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ زمین پر بے بس پڑے دیکھ کر میں اس کی ''مدد'' کو لپکا۔ آخر کو..... یہ تو میرا فرض تھا!

اسی وقت ڈاکٹر مونگ مشعل کو لے کر ہمارے قریب پہنچ گیا۔ گن کو اس نے لی یان کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے مشعل کی روشنی میں جمی کو سیدھا کیا۔ وہ بڑے تسلی بخش انداز میں زندہ تھا اور اس پر ہرگز شرمندہ نہیں تھا' بس فی الوقت اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لی یان اور ڈاکٹر مونگ کو اپنے قریب کھڑے دیکھ کر وہ اور بھی تھرا گیا۔ ابھی تک وہ یہی سمجھ رہا تھا' اسے صرف مجھ ہی سے نمٹنا ہوگا۔ ویسے ایک بات ہے' لی یان اور مونگ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' وہ انہیں پہچانا نہیں تھا۔ لی یان اس کے لیے اجنبی تھی اور ڈاکٹر مونگ میک اپ کے بغیر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا!

میں اس کے سینے پر سوار ہوگیا اور اس کے زخمی چہرے پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا ''کچھ یاد آیا یا تمہاری یادداشت کو مزید دھونا پڑے گا۔ میں نے تم سے ساحل کے بارے میں پوچھا تھا؟''

ڈاکٹر مونگ کے اشارے پر لی یان نے سیون ایم ایم کا رخ جمی فونڈا کی جانب پھیرتے ہوئے اس کی خطرناک نال کو اس کی کھوپڑی سے لگا دیا۔ جمی کی آنکھوں میں موت کے سائے لہرانے لگے۔ وہ متوحش نظر سے باری باری ہم تینوں کو تکنے لگا۔ اس نے لی یان اور ڈاکٹر مونگ کو میرا... ساتھی سمجھا تھا۔

میں نے سفاکی سے کہا ''جمی فونڈا' تمہارا کھیل بگڑ چکا ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری قسمت بگڑ جائے' مجھے ساحل کے بارے میں بتا دو۔ سچ بول کر تم اپنے لیے کچھ آسانیاں حاصل کر سکتے ہو!''

اسے اپنی موت کا یقین ہوگیا تو زبان کھولنا اس کی مجبوری بن گئی۔ مفاد پرست لوگوں کے لیے سب سے اہم ان کی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ وہ زندہ رہنے کے لیے ہر قسم کی سودے بازی پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے گھائل لب تھرتھرائے۔

''وہ لڑکی یہاں نہیں ہے.....''

''پھر کہاں ہے؟'' میں غرایا ''تم ہائی وے والی بستی سے اسے اغوا کر کے اپنے ساتھ ادھر ہی لائے تھے۔ جھوٹ بولو گے تو تمہاری سانسیں گھٹ کر صفر کے برابر ہو جائیں گی۔ لگتا ہے' تمہیں زندگی کی ضرورت نہیں رہی؟''

''میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔'' وہ گھگھیایا ''میری بات کا یقین کرو۔ میں تمہاری ساتھی کو یہاں لے کر نہیں آیا۔''

''یہاں نہیں لے کر آئے تو پھر اسے تم نے کہاں پہنچایا ہے؟''

''میں نے اسے جوگندر پال کے ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچا دیا تھا۔''

''جوگندر پال!'' میں نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''میری معلومات کے مطابق' جوگندر پال یہاں کھٹمنڈو میں تمہیں ہر قسم کا کور دے رہا ہے۔ ساحل کا تعلق سراسر تم لوگوں کے مشن سے ہے پھر تم نے اسے جوگندر پال کے کسی خفیہ ٹھکانے پر کیوں پہنچا دیا۔ جوگندر کو ساحل سے کیا دلچسپی پیدا ہوگئی؟''

''میں تو حکم کا غلام ہوں۔'' وہ منت ریز لہجے میں بولا ''مجھے جو حکم ملا' میں نے اس کی تعمیل کردی۔ مجھے ساحل کو اس عبادت گاہ کی طرف لے جانے کے بجائے جوگندر کے ٹھکانے پر پہنچانے کی ہدایت دی گئی تھی۔''

''اچھا! تو یہاں تم سے اوپر بھی کوئی ہدایت دینے والا بیٹھا ہوا ہے؟''

اس کی آنکھوں میں مجھے ایک لمحے کے لیے تامل جھلکتا نظر آیا' اس کے ساتھ ہی چہرے پر ایسے تاثرات بھی نمودار ہوئے جیسے اسے اس راز افشائی کی غلطی کا شدید احساس ہوگیا ہو۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''یہ مت سمجھنا کہ تم مجھے کوئی چکر دے کر بچ نکلو گے۔ ربی کی نظر میں سرخرو ہونے کے لیے تمہارے پاس کوئی موقع باقی نہیں بچا۔ تم اتنا آگے نکل آئے ہو کہ واپسی کی راہ نگاہ سے اوجھل ہوگئی ہے۔ تم میرے ساتھ تعاون کر کے ہی اپنے لیے کچھ آسانی حاصل کرسکتے ہو۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے درشت لہجے میں کہا۔

''بتاؤ' تم نے کس شخص کی ہدایت پر ساحل کو جوگندر پال کے ٹھکانے پر پہنچایا ہے۔ یہ تو مجھے اندازہ ہوگیا' ایسا حکم دینے والا جوگندر پال نہیں ہوسکتا!''

''اس شخص کا نام ڈین ہارووے ہے۔'' وہ کمزور سی آواز میں انکشاف کرتے ہوئے بولا ''وہ آج صبح ہی اسرائیل سے یہاں پہنچا ہے۔ ڈین ہارووے جوگندر پال کے اس ٹھکانے پر ٹھہرا ہوا ہے۔''

''ڈین ہارووے اگر اسرائیل سے آیا ہے تو یقیناً اسے موشے ہائمن نے بھیجا ہوگا!'' میں نے نفرت آمیز لہجے میں کہا ''اس نے میری ساحل کو اپنے پاس بلانے کا حکم کیوں دیا تھا؟''

''میں نہیں جانتا۔'' وہ سہمی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

میں نے سنگین لہجے میں کہا ''تم نے ساحل کو جوگندر پال کے جس ٹھکانے پر پہنچایا ہے' اس کا ایڈریس بتاؤ؟''

اس نے مجھے ایک عالیشان بنگلے کا ایڈریس اور لوکیشن بتانے کے بعد کہا ''یہ پوش رہائشی علاقہ اسرائیل ایمبیسی کے پچھواڑے واقع ہے۔''

یہ علاقہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ تاہم وہاں کے کسی بنگلے میں جانے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا تھا۔ کھٹمنڈو کے اس حصے میں زیادہ تر ملکوں کے سفارت خانے موجود ہیں۔ اسرائیل ایمبیسی دراصل سلیجیم تو نصلیٹ' اٹالین ایمبیسی اور فرنچ ایمبیسی کے درمیان واقع ہے۔

میں نے جمی فونڈا کو زندگی کے دکھوں سے نجات دلانے سے پہلے ایک اہم سوال کیا ''تم لوگ عبادت گاہ کے تہ خانے میں کیسے داخل ہوئے ہو۔ یہاں تک تو تمہیں صرف اور صرف ساحل ہی لاسکتی تھی اور تم اسے ڈین ہارووے کے پاس چھوڑ آئے ہو؟''

''میں نے تمہاری ساتھی کو لگ بھگ نو بجے رات جوگندر پال کے بنگلے پر پہنچایا تھا۔ مجھے ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ طلب کرلیا گیا۔ دس بجے مجھے نئی ہدایات کے ساتھ عبادت گاہ پر چڑھائی کے لیے روانہ کردیا گیا۔ اس تہ خانے میں داخلے کا طریقہ کار بھی مجھے ڈین ہارووے ہی نے بتایا تھا۔''

اس کی بات سن کر میں اچھل پڑا۔ ڈین ہارووے کوئی بہت ہی پہنچی ہوئی شے ثابت ہورہا تھا۔ یقیناً تہ خانے میں داخلے کا راز اس نے ساحل ہی کے ذہن سے نکالا تھا۔ یہ سوچنا تو سراسر حماقت ہوتی کہ ڈین ہارووے ربی سے بھی اوپر کا کوئی آدمی ہوگا۔ بہرحال' یہ بات طے تھی کہ ربی ہی نے اسے اسرائیل سے یہاں بھیجا تھا۔ اس معاملے کی انکوائری تو ڈین ہارووے سے ''ملاقات'' کے بعد ہی ہوسکتی تھی!

میں نے ڈاکٹر مونگ کا ایک مخصوص اشارہ پا کر جمی فونڈا سے آخری سوال کیا ''تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ ساحل کو ہائی وے والی بستی میں شاکا کے گھر کے اندر رکھا گیا تھا؟''

''یہ اطلاعات بھی جوگندر پال کے اسی خفیہ بنگلے سے ملی تھیں۔''

''یعنی ڈین ہارووے سے؟''

اس کی آنکھوں میں اثباتی تاثر ابھرا۔

میں نے سوالیہ نظر سے ڈاکٹر مونگ کو دیکھا۔ اس نے تائیدی انداز میں گردن کو مخصوص جنبش دی۔ میں جمی فونڈا کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

''کیا تمہیں معلوم ہے' یہاں تک پہنچنے والے تمہارے تمام ساتھی ختم ہوچکے ہیں؟''

اس نے متوحش نظر سے مجھے دیکھا اور سراسیمہ آواز میں بولا ''میں صرف ان تین کی موت سے آگاہ ہوں جو ادھر تنگ سی سرنگ میں پڑے ہیں۔''

''اور تم مستی کی کیفیت میں ان کے قتل کا اقرار کرچکے ہو۔'' میں نے سنگین لہجے میں کہا ''اور اسی مستی میں تم دنیا کے امیر ترین شخص بننے کا خواب بھی دیکھ رہے تھے۔ حتیٰ کہ اس وقت تو تم اپنے ربی مربی کو بھی خاطر میں نہیں لا رہے تھے۔''

اس کی آنکھوں میں موجود وحشت کئی گنا بڑھ گئی۔ میں نے کہا ''بہرحال' اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہارے تمام ساتھی لقمۂ اجل بن گئے' تمہیں بھی جہنم کا ایندھن بننا ہے۔ یہی اس عبادت گاہ کا دستور ہے اور یہی اس تہ خانے کی تاریخ ہے۔ کوئی بھی غیر متعلق شخص یہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اور جو بدقسمتی سے ان خزانوں کو دیکھنے کا گناہگار ہوجاتا ہے' بڑی سنگین موت مرتا ہے۔''

''مم..... مگر.....'' وہ ہکلایا ''تم نے مجھے..... آسانیاں فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا.....؟''

''میں عہد شکن نہیں ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور دونوں ہاتھ اس کی گردن کی جانب بڑھا دیے۔

''یہ..... یہ کیا کررہے ہو.....؟'' وہ تڑپ اٹھا۔

''جمی! میں اپنا وعدہ پورا کررہا ہوں۔'' میں نے پکارنے والے انداز میں کہا ''میں اپنے ان ہاتھوں سے تمہیں دائمی آسانیاں فراہم کررہا ہوں۔ اب تمہاری زندگی میں کوئی دکھ باقی نہیں رہے گا۔ بس ایک ہلکا سا جھٹکا۔'' میں نے اس کی گردن کو اپنے ہاتھوں کی آہنی گرفت میں جکڑ لیا اور کہا ''اس جھٹکے کے بعد تمہیں زندگی کی تمام تر مشکلات سے نجات مل جائے گی۔ یہ لو.....''

اس کے ساتھ ہی میرے ہاتھوں نے مخصوص انداز میں میکانکی حرکت کی اور اس پُرہیبت غار میں' جمی کی گردن کا منکا ٹوٹنے کی آواز پیدا ہوئی۔ اس کی گردن ڈھلک گئی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر ہم تینوں تنگ سی سرنگ کی جانب بڑھ گئے۔

وہ تین لاشیں دریافت کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہ ہوئی۔ ان کے قریب ہی تین گنز بھی پڑی ہوئی مل گئیں۔ ہم نے ان کو گھسیٹ کر سرنگ سے باہر نکالا تو ایک حیرت انگیز



خواتین کے بے حد اصرار پر
آپ کی پسندیدہ مصنفات کے
خوبصورت ناول
کتابی شکل میں شائع کیے جارہے ہیں

ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی — اُمِ چوہدری
خلش — سیپ، صدف اور ساحل
صفحات 450 سے زائد، قیمت 350 روپے — صفحات 850 سے زائد، قیمت 450 روپے

آسیہ مرزا
دکھ کا دیا سکھ کا ساگر — ہری ہے شاخِ تمنا ابھی
صفحات 850 سے زائد، قیمت 450 روپے — صفحات 300 سے زائد، قیمت 250 روپے
ناہید سلطانہ اختر — ماہ صبین ایم اے

بہتے پانی پہ مکاں — منزل کہاں ہے
صفحات 300 سے زائد، قیمت 250 روپے — صفحات 400 سے زائد، قیمت 350 روپے
ماہ صبین ایم اے — نگہت سیما

مہمان — دھوپ بارش اور سائے
صفحات 400 سے زائد، قیمت 350 روپے — صفحات 1000 سے زائد، قیمت 800 روپے
شمیم ناز صدیقی کی خوبصورت اضافی — رضوانہ پروین کی خوبصورت اضافی

یہ کیسا جیون
صفحات 176 سے زائد، قیمت 125 روپے — صفحات 224 سے زائد، قیمت 130 روپے

ڈاک خرچ فی کتاب =/50 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 لاہور 74200
فون: 5804300-5895313
www.kitaabyat.com
ہر ماہ کی 7 تاریخ کو نئی کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہوگی
75600 لاہور

انکشاف یہ بھی ہوا کہ ان لوگوں کی جیبیں سونے کی ڈلیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ سونے کے عظیم الشان ذخیرے کو دیکھ کر واقعی ان کے دماغ الٹ گئے تھے اور انہیں موت کے منہ میں دھکیلنے والا اجگی فوٹو ابھی دنیا کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھتے دیکھتے اب کسی اور ہی دنیا میں پہنچ چکا تھا۔ لالچ اور ہوس نے ان تمام لوگوں کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیے تھے۔

میں نے کچھ عرصہ پہلے ماضی کی ایک یادگار فلم میکناز گولڈ دیکھی تھی جس میں چند افراد سونے کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں اور بالآخر وہ سونے کے ذخائر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں لیکن نتیجہ وہی سامنے آتا ہے جو اس عبادت گاہ کے تہ خانے میں ظاہر ہوا تھا۔ یہاں بھی آج رات میکناز گولڈ جیسی کہانی ہی دہرائی گئی تھی۔

ڈاکٹر مونگ کے نزدیک عبادت گاہ کا تقدس بہت اہم تھا' لہٰذا ہم سب نے کوشش کر کے اس عبادت گاہ کے اندر' باہر اور تہ خانے میں موجود تمام لاشوں کو عبادت گاہ سے باہر ایک چٹان کے نزدیک ڈھیر کر دیا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا گیا کہ اپنے چھ بندوں کی لاشوں کو ان سے الگ کر دیا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا' ڈاکٹر مونگ نے اپنے ذہن میں کیا منصوبہ پال رکھا ہے۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ دشمنوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے اور اپنوں کی لاشوں کو سنبھالنے کے بارے میں اس نے یقیناً کچھ سوچ رکھا ہوگا۔ ان چھ افراد میں چار پولیس والوں کی لاشیں بھی شامل تھیں۔ کسی نہ کسی قسم کی کارروائی تو بہت ضروری تھی۔

ہم تہ خانے کے تمام تر راستوں کو بند کر کے عبادت گاہ کے بالائی حصے میں آ گئے۔ اس وقت تک سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اجالے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے انداز میں ایک خاص قسم کا اضطرار محسوس کیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔

ہمارے درمیان اس خونچکاں واقعے پر مختصر بات ہوئی پھر میں نے بڑے واضح الفاظ میں کہا ''ڈاکٹر! اب یہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں ساحل کی طرف جانا چاہیے۔''

''صرف دس منٹ اور رک جاؤ پھر چلتے ہیں۔'' اس نے ایک مرتبہ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے پوچھا ''تمہیں کسی کا انتظار ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے بدستور باہر دیکھتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی ''میں نے مارا ماری کے دوران میں موقع ملتے ہی شیوا کو فون کیا تھا۔ اس وقت تک مجھے اپنے آدمیوں کی ہلاکت کا علم ہو گیا تھا۔ میں نے وہاں سے مزید کمک منگوائی ہے۔ مجھے انہی لوگوں کے پہنچنے کا انتظار ہے۔ اس عبادت گاہ کو یونہی بے آسرا و بے سہارا تو نہیں چھوڑا جا سکتا نا۔''

مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی لیکن میں نے اس کے اظہار پر حتی الامکان قابو رکھتے ہوئے کہا ''میرا یہ خیال ہے..... اور یہ خیال تجربے کی کسوٹی سے گزرنے کے بعد یقین میں بدل چکا ہے کہ اس عبادت گاہ کو درحقیقت کسی محافظ کی ضرورت نہیں۔ اس کے تہ خانے کا طلسم یا اس دور کا دلائی لامایا تمہارا لارڈ بدھا یا میرا خدا..... تم کچھ بھی کہہ لو مگر اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ یہاں کی حفاظت کسی خودکار نظام کے تحت ہو رہی ہے۔ ماضی میں بھی ایسے کئی واقعات ملیں گے جب کچھ لوگوں نے اس خزانے تک پہنچنے کی کوشش کی اور کتے بلیوں کی طرح مارے گئے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے پیش آنے والے واقعات تو میرے خیال کا بین ثبوت ہیں۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''چاہے جیسے بھی معلوم کیا ہو لیکن ہمارے دشمنوں کو عبادت گاہ کے تہ خانے تک رسائی کا طریقہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس طریقے پر عمل کرتے ہوئے وہ عظیم الشان خزانے تک پہنچ بھی گئے لیکن ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ وہ سب کے سب عبرتناک موت سے دوچار ہو گئے۔ میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ خزانہ منفی ذہنیت رکھنے والوں کے لیے ہیں ہی نہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں تمہیں خواہ مخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ خزانہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے' تم کیا کہتے ہو؟''

میں نے اپنی بات کو ایک گمبھیر سوال پر اختتام دیا تو ڈاکٹر مونگ زیرلب مسکرایا اور نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن فرائض کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔''

اس نے آخری جملہ بڑے معنی خیز اور الجھے ہوئے انداز میں ادا کیا تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''تم کس فرض کی بات کر رہے ہو؟''

''فرض کرو' ایک مریض کسی ایسے مرض کے فائنل اسٹیج میں ہے جس کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تھی کہ اس کی موت اور اس کی زندگی کے درمیانی فاصلے کو بھی ناپا جا چکا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ چند دنوں یا چند ہفتوں کا مہمان ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں ہم اس کے علاج سے ہاتھ کھینچ لیں گے؟''

''قطعی نہیں' ہمارا یہ رویہ سراسر غیر انسانی ہوگا۔'' میں نے کہا۔

وہ اپنی ہی دھن میں بولتا چلا گیا ''فرض کرو' کوئی اسٹوڈنٹ بہت ہی ذہین اور قابل ہے۔ اس کے اساتذہ کو معلوم ہے کہ اگر اسے مشکل سے مشکل تر امتحان میں بھی بٹھا دیا جائے تو وہ پہلی پوزیشن حاصل کر لے گا لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ امتحان لیے بغیر ہی اسے ڈگری دے دی جائے' صرف یہ سوچ کر کہ یہ تو اس کا حق بنتا ہے؟''

''ڈگری تو اسے اس وقت ملے گی جب وہ امتحان میں بیٹھ کر اپنی لیاقت کو ثابت کر دے گا۔'' میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''بس تو ثابت یہ ہوا کہ ہر کام کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''یقینی موت کے قریب کھڑے مریض کا علاج کرانا' قابل ترین اسٹوڈنٹ کا بھی امتحان لے کر اسے سرٹیفکیٹ جاری کرنا اور کسی تہ خانے میں پوشیدہ راز کی حفاظت کرنا اپنی اپنی نوعیت کے ایسے تقاضے ہیں جو فرائض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جس پر جو فرض عائد ہوتا ہو اسے اس فرض کو ضرور ادا کرنا چاہیے۔''

ڈاکٹر کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ عبادت گاہ کے باہر ہیوی انجن والی گاڑیوں کا مخصوص شور سنائی دینے لگا۔ ڈاکٹر مونگ نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا ''ڈاکٹر! لگتا ہے' تمہاری طلب کی ہوئی کمک آ گئی ہے۔''

وہ اٹھا اور تیز قدموں سے چلتے ہوئے اس کھڑکی کے پاس چلا گیا جہاں سے دور تک وہ سیدھا راستہ دکھائی دیتا تھا جو بستی سے اس عبادت گاہ تک آتا تھا۔ ایک لمحے بعد ہی وہ کھڑکی کے پاس سے واپس لوٹ آیا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش پائی جاتی تھی۔

میں نے سوال کیا ''کیا ہوا ڈاکٹر!''

''اس طرف تو کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی۔'' وہ الجھن زدہ انداز میں بولا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' میں بھی الجھ کر رہ گیا ''گاڑیوں کی آواز تو ہم نے سنی ہے اور اب بھی سن رہے.....''

میں نے اچانک جملہ ادھورا چھوڑ کر' گاڑیوں کے بیدار انجنوں کی آواز پر توجہ مرکوز کر دی اور اسی لمحے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ وہ آواز عبادت گاہ کے عقب سے آ رہی تھی۔ پلک جھپکتے میں ڈاکٹر بھی اس حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا تھا۔ وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔

''کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے وجدان۔ اس طرف تو ہماری جیپ بھی کھڑی ہے!''

اس کے آخری جملے نے مجھے بتا دیا کہ وہ بھی انجنوں کی آواز کی درست سمت کو بھانپ چکا تھا۔

میں نے پوچھا ''کیا کمک کو اس طرف سے آنا تھا؟''

''نہیں' میں نے یہاں کی صورتِ حال کو ''تسلی بخش'' پا کر شیوا کو ہدایت کی تھی کہ وہ عبادت گاہ کے سامنے والے حصے سے آئے لیکن یہ تو مجھے کوئی دوسرا ہی معاملہ نظر آ رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

''چلو' اس معاملے کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔'' میں نے باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے عبادت گاہ کے عقب میں ایک ساعت شکن دھماکا ہوا۔ اس دھماکے نے عبادت گاہ کے در و دیوار کو بھی گویا ہلا کر رکھ دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قریب ہی کوئی طاقت ور بم پھٹا ہو۔ ہم اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکے۔

ڈاکٹر نے ایک جانب جست لگائی۔ میں دوسری طرف گرا۔ لی یان میرے پہلو میں زمین پر پڑی تھی۔ عبادت گاہ کی دیواروں اور چھت میں سے چھوٹے چھوٹے پتھر ٹوٹ کر ہمارے اوپر گر رہے تھے۔ ہم ابھی یہ سمجھنے کی کوشش کر ہی رہے تھے' کیا کیا جائے کہ اس لمحے ایک اور خوفناک دھماکے کی آواز نے فضا میں تہلکہ ڈال دیا۔

یہ دھماکا پہلے سے بھی زیادہ شدید اور ہلاکت خیز تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قیامت کا دن طلوع ہو چکا ہو۔ اس دھماکے نے لی یان کو بری طرح بوکھلا دیا۔ وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی گرفت سے لگتا تھا' وہ جیسے صدیوں سے یہیں پیوست ہو۔

پتا نہیں' کون سی قیامت برپا ہونے جا رہی تھی!


مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات

روشنی کے مینار

قیمت -/225 روپے

ڈاک خرچ -/25 روپے

مصنفہ: ضیاء تسنیم بلگرامی

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1

یہ قیامت سے پہلے والی قیامت تھی!

یکے بعد دیگرے ہونے والے اُن دو دھماکوں نے گویا عبادت گاہ کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا' بیٹھے بٹھائے کوئی بڑا زلزلہ آ گیا ہو۔ حشر انگیز دھمک نے ہماری سماعت کو لمحاتی طور پر مجروح کر دیا تھا۔ کوئی ضروری نہیں تھا' یہ سلسلہ دو دھماکوں تک ہی محدود رہے گا' اس کے بعد بھی دھماکے ہو سکتے تھے اور قبل از وقت ان کی شدت اور ہلاکت خیزی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہمیں فوری طور پر کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔

زلزلے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آپ کسی عمارت کے اندر ہیں تو پہلی فرصت میں اس عمارت کو چھوڑ کر کسی کھلی جگہ پر نکل آئیں۔ اگر عملاً ایسا کرنا ممکن دکھائی نہ دے رہا ہو تو حفظِ ماتقدم کے طور پر کسی مضبوط میز کے نیچے پناہ لے لیں تاکہ اس زلزلے کے نیچے میں چھت اور دیواروں سے گرنے والا ملبا آپ کے لیے جان لیوا ثابت نہ ہو۔ ہم جس نوعیت کی صورتِ حال سے دوچار تھے اس میں ایسی کوئی محفوظ آرڈیسر ہونا ناممکنات میں سے تھا۔ اگر عبادت گاہ کی چھت اور پتھریلی دیواریں منہدم ہونے کا فیصلہ کر لیتیں تو ہم ایک سنگلاخ مدفن میں ''امر'' ہو کر رہ جاتے۔ دھماکوں کی شدت بتاتی تھی ایسا ہو بھی سکتا ہے!

میرے ذہن نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں عبادت گاہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوالیہ نظر سے دس فٹ دور پڑے ڈاکٹر مونگ کی طرف دیکھا۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گیا اور اس کی تائید پاتے ہی میں ایکشن میں آ گیا۔ ڈاکٹر مونگ نے بھی میرے ساتھ ہی بڑی سرعت سے حرکت کی۔

میں نے لی یان کو اپنے بدن میں پیوست رکھتے ہوئے ایک لمبی رولنگ کی۔ میں نے اس دوران میں رخ کا خاص طور پر خیال رکھا تھا۔ اگلے ہی لمحے ہم اس سنگی کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ سنگلاخ فرش پر رول کرتے ہوئے ہمارے اجسام کو چھوٹی موٹی چوٹوں سے بھی واسطہ پڑا مگر ان لمحات میں ایسی چوٹوں کو محسوس کرنے کا وقت نہیں تھا۔

ہم مذکورہ کمرے سے باہر نکلے اور اٹھ کر ایک جانب دوڑ لگا دی۔ اسی لمحے تیسرے خوف ناک دھماکے کی لرزہ خیز آواز نے ہماری سماعت تک رسائی حاصل کی مگر خیریت گزری کی کہ اس وقت تک ہم چھت کے نیچے سے نکل کر کھلے آسمان تلے آ گئے تھے۔ یہ عبادت گاہ کا سامنے والا بیرونی حصہ تھا۔ وسیع و عریض ہال اور اس کے وسط میں ایک چبوترے پر استادہ فاسٹنگ بدھا کا مجسمہ ہم سے بہت پیچھے رہ گیا۔ ہم واقعتاً عبادت گاہ کی عمارت سے باہر نکل آئے تھے۔

اجالا پھیلنے لگا تھا تاہم کھٹمنڈو کے یخ بستہ ماحول نے اس صبح کو ٹھٹھرا رکھا تھا۔ اس ٹھنڈی ٹھار فضا میں ہم خود کو کسی فریزر میں کھڑے محسوس کر رہے تھے۔ میں ایک جگہ رک گیا۔ لی یان میرے ہاتھ میں ہاتھ دیے بھاگ رہی تھی، میرے رکنے نے اسے بھی روک دیا۔ میں نے پلٹ کر عبادت گاہ کی طرف دیکھا۔ عبادت گاہ کی عمارت اپنی جگہ پر صحیح و سالم کھڑی تھی لیکن ڈاکٹر مونگ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ پتا نہیں وہ کہاں رہ گیا تھا!

یہ ایک تشویش ناک صورتِ حال تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا' ڈاکٹر نے بھی ہمارے ساتھ ہی کمرے کے پتھریلے فرش پر رول کیا تھا پھر دروازے سے نکلنے کے بعد ہمیں مڑ کر پیچھے دیکھنے کا ہوش نہیں رہا تھا اور اب دیکھا تو وہ غائب تھا۔

لی یان نے میرے چہرے پر پھیلی ہوئی تشویش کو بھانپ لیا' اضطراری لہجے میں وہ بولی ''ڈاکٹر مونگ دکھائی نہیں دے رہا۔ لگتا ہے وہ کسی اور طرف نکل گیا ہے!''

''ہاں' مجھے بھی یہی لگتا ہے۔'' میں نے متفکر انداز میں کہا۔

''اسے ڈھونڈتے ہیں۔'' لی یان کے لہجے میں ڈاکٹر مونگ کے لیے اچھی خاصی تشویش موجود تھی۔

میں نے کہا ''اس کی ضرورت نہیں لی یان! تمہیں اندازہ ہو جانا چاہیے' ڈاکٹر بڑے پراسرار انداز میں مودو کرتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگا' خیریت ہی سے ہوگا۔ ہم سب کو... بہرحال اپنی جیب تک پہنچنا ہے لہٰذا اسی سمت بڑھنا چاہیے۔''

''مجھے ڈاکٹر مونگ کے ساتھ کسی مشن میں حصہ لینے کا پہلی مرتبہ موقع مل رہا ہے۔'' لی یان عبادت گاہ کی جانب متلاشی نظر سے دیکھتے ہوئے بولی ''واقعی' اس کا انداز بہت ہی پراسرار ہے۔''

''میں نے ہمیشہ اسے ''ادھر ڈوبے' ادھر ابھرے'' والے انداز میں متحرک پایا ہے۔'' میں نے کہا ''وہ جب بھی ابھرا خیریت ہی سے ابھرا۔ میرا اندازہ ہے وہ عبادت گاہ کے عقبی حصے کی طرف نکل گیا ہوگا۔ اگر اس طرف آیا ہوتا تو ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا تھا۔''

ادھر میری بات ختم ہوئی' ادھر عبادت گاہ کے عقبی حصے میں فائرنگ ہونے لگی۔ وہ فائرنگ بڑی شدید اور یک طرفہ تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا' کسی تن تنہا شخص پر نصف درجن گنز کے دہانے کھول دیے گئے ہیں۔ ہم بے ساختہ نیچے بیٹھ گئے۔ اس طرح ہم ایک چھوٹی چٹان کی اوٹ میں چھپ گئے۔



فائرنگ کی آواز نے لمحے بھر کو فضا میں ''چیخم دہاڑ'' مچائی پھر خاموشی چھا گئی۔

لی یان متوحش نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں مجسم سوال کو پلک جھپکتے میں پڑھ لیا۔ اس کی تمام تر تشویش ڈاکٹر مونگ کے حوالے سے تھی۔ اس نے بھی میری طرح یہی اندازہ قائم کیا تھا کہ وہ فائرنگ ڈاکٹر مونگ کو شکار کرنے کے لیے کی گئی ہوگی۔

میں نے سیون ایم ایم کو اپنی گرفت میں رکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کا شانہ تھپتھپایا اور تسلی آمیز لہجے میں کہا ''تم پریشان نہ ہو لی یان! ڈاکٹر مونگ ان کے لیے آسان شکار ثابت نہیں ہوگا۔ وہ انہیں نگنی کا ناچ نچا کر رکھ دے گا۔''

اس کے چہرے پر لمحاتی سکون ابھرا۔ میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا' وہ اندر سے مطمئن نہیں تھا اور یہ اس کا ایک فطری ردِعمل تھا۔ وہ بار بار میری گن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہ میں ستائش کی جھلک تھی۔ اس مشن کے ابتدائی حصے میں لی یان نے گن میرے پاس رکھنے پر اصرار کرتے ہوئے کہا تھا' آتشیں ہتھیار' مرد کا زیور ہوتے ہیں۔ اسلحے کا زیور مردوں کو ہی سجتا ہے' میری حفاظت کے لیے تم موجود ہو تو مجھے کیا پروا ہے!

اس کی ستائش بھری نگاہ سے ظاہر ہوتا تھا' میرے ہاتھ میں مردانہ زیور کی سجاوٹ سے اسے بڑی تقویت مل رہی تھی۔ عبادت گاہ کو ہنگامی حالت میں خیرباد کہتے ہوئے میں نے لی یان کے ساتھ سیون ایم ایم کو بھی بڑی مہارت سے سنبھال رکھا تھا۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے ورنہ ہم تینوں باہم پیوست جس طرح رول کرتے ہوئے کمرے سے نکلے تھے اس حالت میں پورے وثوق سے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا' کس نے کس کو سنبھال رکھا تھا۔

اس چٹان کی آڑ میں بیٹھے بیٹھے میں توقع کر رہا تھا کہ دوبارہ بھی فائرنگ ہوگی لیکن جب چند لمحے فضا میں پراسرار سکوت طاری رہا تو میں نے صورتِ حال کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ میں نے لی یان کو وہیں بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور ایک جانب جھک کر اس چٹان کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی۔ فائرنگ کی آواز اسی سمت سے سنائی دی تھی۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا' فائرنگ عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں ہوئی تھی یا پھر اس کے پچھواڑے عظیم الشان بڑی چٹان کی طرف کیونکہ لوکیشن کے اعتبار سے مذکورہ دونوں مقامات اس وقت ہمارے عقب میں واقع تھے۔ ہم عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں خاصا آگے نشیب میں اتر آئے تھے۔

بدھ نیل کنڈ والی وہ عبادت گاہ ایک پیگوڈا کی صورت بلند ٹیلے پر بنائی گئی تھی۔ نیچے نشیب میں بھاگ متی نامی ایک دریا بہتا تھا۔ ایک طرح سے عبادت گاہ دریائے بھاگ متی کے کنارے واقع تھی۔

میں نے بلندی کی جانب دور تک نگاہ دوڑائی۔ میری وہ متلاشی نگاہ جہاں تک منظر کو گرفتار کر سکی وہاں تک امن و امان ہی نظر آیا۔ عبادت گاہ کی چھت والی' آگے کو بڑھی ہوئی پتھریلی منڈیر کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا اور وہاں سے یہاں تک چٹانی سلسلہ تھا جہاں کسی قسم کی گڑبڑ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' وہ فائرنگ عبادت گاہ سے عقبی حصے میں ہوئی تھی اب اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ ڈاکٹر مونگ ادھر عظیم الشان چٹان کی طرف نکل گیا تھا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا' ہمارے دشمن آپس میں ایک دوسرے کو ہی نشانہ بنانے میں لگ جائیں!

میں مطمئن ہو کر لی یان کی طرف پلٹا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔ اس بار برسٹ فائر نہیں کیے گئے بلکہ تین چار سنگل شاٹس سنائی دیے۔ اس فائرنگ کے نتیجے میں انسانی چیخوں کی مخصوص آواز بھی ابھری۔ لگتا تھا' بڑے تاک تاک کر نشانے لگائے گئے تھے۔ میرے دل نے کہا' ادھر ڈاکٹر مونگ نے مورچا سنبھال لیا تھا۔

وہ جب ہم سے رخصت ہوا تو خالی ہاتھ تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' یا تو اس نے کسی دشمن کی گن پر قبضہ جما لیا تھا یا پھر وہ سیون ایم ایم برآمد کر لی تھی جو اس کے بقول اس نے ایک محفوظ مقام پر رکھ چھوڑی تھی۔

''ہمیں فوراً ڈاکٹر مونگ کی مدد کے لیے اس طرف جانا چاہیے۔'' لی یان نے گمبھیر آواز میں کہا۔

وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی کہ اس فائرنگ اور ڈاکٹر مونگ میں گہرا تعلق ہے۔ میں نے اس کی بات کا جواب دینے یا کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اپنی تمام تر سماعت کو ماحول پر مرکوز کر دیا۔

فائرنگ اور انسانی چیخوں کے بعد ایک مرتبہ پھر مہیب خاموشی چھا گئی تھی۔ میری توجہ کا مرکز عبادت گاہ کا عقبی حصہ تھا جدھر وہ عظیم الشان چٹان واقع تھی جس کے عقب میں ہماری جیپ کھڑی تھی۔ مجھے اس طرف کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دی' حتیٰ کہ عبادت گاہ کے اندر ہم نے جن گازیوں کے بیدار انجنوں کی مخصوص آواز سنی تھی وہ بھی اب خاموش ہو چکے تھے۔

میں نے فیصلہ کن انداز میں لی یان کی طرف دیکھا اور

اس کا ہاتھ تھام کر چٹان کی اوٹ سے نکل آیا ''ہم ایک نیم بیضوی چکر کاٹ کر عبادت گاہ کے عقب میں پہنچیں گے۔'' میں نے کہا ''ساری گڑبڑ ادھر ہی معلوم ہوتی ہے۔''

لی یان کو پہاڑی راستوں پر سفر کرنے کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا اس لیے آگے بڑھنے میں اچھی خاصی مشکل پیش آرہی تھی۔ ہم ڈھلوانی فاصلہ طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پہاڑی علاقے میں چڑھائی کی بہ نسبت اترائی میں توازن قائم رکھنے میں زیادہ دقت محسوس ہوتی ہے۔ ویسے میں لی یان کی ہمت اور حوصلے کو مان گیا تھا۔ وہ جس نوعیت کے حالات سے گزر رہی تھی' ان میں اعصاب پر اتنی کامیابی کے ساتھ قابو رکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس کی پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے لگتا ہی نہیں تھا کہ اسے بیوہ ہوئے ایک دن بھی نہیں گزرا!

ہمیں ایک جگہ پر رک جانا پڑا۔ میں نے قریب ہی کہیں کسی کے قدموں کی مخصوص آواز سنی تھی۔ وہ آواز اتنی دھیمی تھی کہ لی یان کی سماعت تک رسائی حاصل نہیں کر پائی تھی۔ کوئی بڑے محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے ادھر سے گزر رہا تھا۔

لی یان میرے اچانک رک جانے پر سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے اس کے قدموں کی جانب جھک گیا۔ وہ میری اس حرکت سے جانے کیا سمجھی کہ بدک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

اس کے بدکنے نے میرے منصوبے کو دقت سے پہلے تکمیل تک پہنچادیا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے اس کے پاؤں سے ایک پتھر کو ٹھوکر لگی۔ ٹھوکر کھا کر مذکورہ پتھر نشیب میں دور تک لڑھکتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی فضا فائرنگ کی صدا سے گونج اٹھی۔ اس لڑھکتے ہوئے پتھر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کسی شخص نے فائرنگ کی تھی اور میں نے پلک جھپکتے میں جان لیا کہ وہ شخص میرے بائیں پہلو میں پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر موجود تھا اور..... مسلح بھی تھا۔

میں دراصل لی یان کے قدموں میں پڑے ہوئے اسی پتھر کو اٹھا کر دور پھینکنے کا ارادہ رکھتا تھا تاکہ آس پاس موجود شخص کی لوکیشن کا اندازہ ہوسکے۔ اس بات کے روشن امکانات تھے کہ اگر وہاں موجود شخص مسلح ہے تو وہ پتھر لڑھکنے کی آواز سن کر اس پر فائرنگ ضرور کرے گا..... اور ایسا ہی ہوا بھی تھا۔ یہ الگ بات کہ میرے منصوبے کو لی یان کی ایک اضطراری حرکت نے پایہ تکمیل کو پہنچادیا۔

اب صورتِ حال لی یان پر واضح ہوچکی تھی۔ وہ ایک بڑے سے پتھر سے ٹیک لگائے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اسی پتھر کی اوٹ میں خاموش بیٹھی رہے۔ میں اس مسلح شخص کی خبر لے کر آتا ہوں۔ اس نے بہادری اور سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اگلے ہی لمحے میں دبے قدموں ایک سمت بڑھ گیا۔

میں نے دشمن کی لوکیشن کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا اور اسے بڑے طریقے سلیقے سے گھیرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے مجھے تھوڑا گھوم کر اس کی سمت بڑھنا پڑا تاکہ اسے میری پیش قدمی کا احساس نہ ہو اور وہ مقام بھی میری نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پائے جہاں میں لی یان کو چھوڑ آیا تھا۔ اس کی حفاظت میرے فرائض میں شامل تھی۔

میں گن تھامے محتاط قدموں سے آگے بڑھتا چلا گیا اور دومنٹ کی کوشش کے بعد اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق' دشمن کو تین چار فٹ آگے میرے نشانے پر ہونا چاہیے تھا لیکن حیرت انگیز طور پر وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔

میں متلاشی نظر سے اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہا تھا کہ لی یان کی چیخ نے مجھے اس کی جانب متوجہ کردیا۔ میری نگاہ میں وہ بڑا سا پتھر آگیا جس کے عقب میں' میں نے لی یان کو چھوڑا تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ وہ مسلح شخص اس طرف لی یان کے پاس جا پہنچا تھا اور اس نے لی یان کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔

میرے لیے وہ بڑے نازک لمحات تھے۔ مجھے فوری طور پر وہاں پہنچنا تھا۔ ویسے ایک بات کی مجھے تسلی تھی کہ وہ بدبخت لی یان کو شوٹ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو لی یان کے چیخنے سے پہلے ہی فائر کھول دیتا۔ لی یان کی زندگی کو سردست کوئی خطرہ نہیں تھا۔

میں اوندھے منہ پتھریلی زمین پر لیٹ گیا اور کرالنگ کرتے ہوئے اس پتھر کی سمت بڑھنے لگا جس کے پیچھے وہ دونوں موجود تھے۔ جلد ہی میں اس پتھر کے اوپر پہنچ گیا اور پھر لی یان میری نگاہ میں آگئی۔

وہ زمین پر اکڑوں بیٹھی تھی۔ گن بردار محض تین فٹ کے فاصلے پر اس پر گن تانے کھڑا تھا۔ میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک ترچھے زاویے سے اس کی پشت میری سمت تھی۔ میں نے اوندھے لیٹے لیٹے گن بردار کی کھوپڑی کو سیون ایم ایم کے ٹارگٹ پر رکھ لیا پھر تحکمانہ لہجے میں غرا کر کہا۔

''گن پھینک دو مسٹر!''



میری آواز پر وہ میکانکی انداز میں اچھلا اور تیزی سے گھوم کر مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی صورت دیکھتے ہی اندازہ لگالیا۔ اس کا تعلق امریکا سے تھا۔

اس کی کوشش کو لی یان نے پلک جھپکتے میں خاک چٹادی۔ وہ شخص جیسے ہی میری جانب مڑا' لی یان نے پتھریلی زمین پر ہینڈ پش لیا اور اچھل کر دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ میں رسید کردیں۔ یہ ایک زبردست ڈبل کک تھی۔

گن بردار نے میری طرف گھومتے وقت دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے لہٰذا لی یان کا نشانہ بڑا کاری ثابت ہوا۔ گن بردار توازن قائم نہ رکھ سکا اور پیچھے کو لڑھک گیا۔ اس دوران میں ٹریگر پر اس کی انگلی دب گئی۔ ٹریگر پر انگلی دبنے کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے..... فائرنگ!

پیچھے کو لڑھکتے ہوئے اس کی گن نے بھی متعدد گولیاں اگلیں لیکن ٹارگٹ بگڑ جانے کے باعث ہم دونوں گولیوں کا نشانہ بننے سے محفوظ رہے۔ لی یان نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ اچھل کر گن بردار کے تعاقب میں لپک گئی۔ میں پتھر سے کود کر نیچے آیا اور ان کا تماشا دیکھنے لگا۔

پیچھے کو لڑھکتے ہوئے گن اس شخص کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ دس فٹ نشیب میں جانے کے بعد سنبھلا اور گن کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑانے لگا۔ مذکورہ گن اس کی دائیں جانب چار فٹ کے فاصلے پر پڑی تھی۔ اس نے گن کی طرف جست بھری۔

اسی وقت میں حرکت میں آگیا۔ گن بردار سے پہلے میں گن کو دیکھ چکا تھا اور گن بردار کا ارادہ بھی میں نے بھانپ لیا تھا میں نے سیون ایم ایم کو سیدھا کیا اور گن کی سمت بڑھنے والے اس کے ہاتھ پر فائر کردیا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اسے لی یان پر سوار ہونے کا موقع دیتا!

اس نے ایک چیخ ماری اور اپنی مادری زبان میں گالیاں بکتے ہوئے زخمی ہاتھ کو تیزی سے جھٹکنے لگا۔ اس دوران میں لی یان اس کے سر پر پہنچ گئی۔ جھنجلاہٹ میں وہ زخمی ہاتھ ہی سے لی یان پر حملہ آور ہوا۔

اس کا انداز تھپڑ مارنے والا تھا۔ لی یان نے جھکائی دے کر خود کو بچایا اور اس کی پسلیوں میں پاؤں کی ٹھوکر رسید کردی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے کو گیا پھر سنبھل کر خون خوار انداز میں لی یان کی طرف بڑھا۔ اس کی پیش قدمی میں بڑی جارحیت پائی جاتی تھی۔

لی یان ایک محفوظ اسٹانس بنائے تیار کھڑی تھی۔ اس شخص نے غصیلے انداز میں ایک فٹ بال کک چلائی۔ لی یان نے بیک فٹ پر جاتے ہوئے اس کی کک کو بلاک کیا اور اسی لمحے گھوم کر ایک خطرناک وہیل کک ماری۔

لی یان کی ایڑی اس شخص کی کنپٹی پر پڑی اور وہ سر کو تھام کر ایک طرف جا گرا۔ لی یان تیزی سے اس کی طرف لپکی اور سنبھلنے سے پہلے ہی اسے ہاتھ پاؤں کی ٹھوکروں میں رکھ لیا۔ اس شخص کا اسٹائل یہ ظاہر کرتا تھا اس نے باقاعدہ مارشل آرٹس کی تربیت حاصل نہیں کی تاہم لڑائی بھڑائی کا اسے وسیع تجربہ تھا۔ لی یان کی جگہ کوئی اور اس کے مدِمقابل ہوتا تو وہ اسے چنگیوں میں مسل کر رکھ دیتا۔ لی یان بڑی تندہی سے اس کے سامنے ڈٹی ہوئی تھی۔

لی یان کو اس مشن میں پہلی مرتبہ ہاتھ پاؤں کھولنے کا موقع مل رہا تھا۔ اب تک ساری ''کسرت'' میں نے اور ڈاکٹر مونگ نے ہی کی تھی۔ لی یان بڑے بھرپور اور تسلی بخش انداز میں اس شخص سے نمٹ رہی تھی۔ اس بات میں کسی شک وشبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ لی یان کا مدِمقابل طاقتور اور مضبوطی میں اس پر سبقت رکھتا تھا۔ اس میں کسی گینڈے جیسی قوت بھری ہوئی تھی۔ لی یان کی پھرتی اور مہارت نے اسے ابھی تک اس شخص کے قابو میں آنے سے بچا رکھا تھا۔

وہ بری طرح پٹ رہا تھا اور جھنجلا کر بار بار لی یان پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ میں بڑی توجہ سے وہ فری اسٹائل فائٹ دیکھتا رہا۔ لی یان نے مدمقابل کی ناک اور منہ سے خون چھڑا دیا۔ وہ ہانپتے ہوئے بار بار اپنے چہرے کو صاف کرتا جا رہا تھا۔ لی یان کے انداز میں غضب کا غیظ وغصہ بھرا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' وہ شون کی موت کا ذمے دار اس شخص کو سمجھ رہی ہو..... اور اس ''کوتاہی'' کے لیے وہ اس سے سود درسود وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہو!

پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ ایک کک چلاتے ہوئے لی یان توازن قائم نہ رکھ سکی۔ پتھریلی ڈھلوان زمین پر اس کا پاؤں رپٹ گیا اور اس شخص کو موقع مل گیا۔ کسی قسم کا جارحانہ حملہ کرنے کے بجائے اس نے لی یان کو اپنے کلاوے میں لے کر دبانا شروع کردیا۔ لی یان بوکھلا کر رہ گئی۔

اس شخص کی گرفت میں کسی سانڈ کی سی طاقت بھری ہوئی تھی۔ اس نے کئی مرتبہ لی یان کو اوپر اٹھایا اور پٹخنے کی کوشش کی لیکن لی یان نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ وہ جب بھی اسے پھینکنے لگتا' لی یان اپنا بازو یا ٹانگ اس کے جسم کے کسی حصے سے الجھا دیتی۔ لی یان اس کے لیے ایک ایسی شے ثابت ہو رہی تھی جسے وہ اگل سکتا تھا اور نہ ہی نگلنے کی ہمت ہو رہی تھی۔

اس شخص کی جھنجلاہٹ حد درجہ بڑھ گئی اور اس نے خود کو منہ کے بل زمین پر گرانے کے لیے اپنے وجود کو ایک جھٹکا دیا۔ لی یان ہنوز اس کی گرفت میں تھی۔ اگر وہ اوندھا زمین پر گرتا تو اس سے پہلے لی یان کا جسم زمین سے ٹکراتا۔ یہ بڑی داہیات صورتِ حال تھی لیکن زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی لی یان نے بازی پلٹ دی۔ یہ اس کا ایک فوری اور بروقت فیصلہ تھا۔

اس سے قبل کہ وہ دونوں اوپر تلے زمین سے آکر ٹکراتے' لی یان کا داؤ چل گیا۔ اس نے زمین کی طرف آتے ہوئے مدِمقابل کے جسم کے ایک نازک حصے پر پاؤں کی خطرناک ٹھوکر رسید کی۔ وہ بلبلا اٹھا اور اسی بلبلاہٹ میں لی یان کے جسم پر سے اس کے ہاتھوں کی گرفت ختم ہوگئی۔ لی یان نے خود کو آزاد محسوس کرتے ہی ہوا میں رول کیا اور چند فٹ دور جا گری۔

وہ شخص توازن کھو بیٹھا تھا لہٰذا سنبھلنے کے امکانات صفر سے زیادہ نہیں تھے۔ وہ آناً فاناً منہ کے بل پتھریلی زمین سے ٹکرایا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ برآمد ہوئی۔ یقیناً اس کے چہرے کا سواستیاناس ہوگیا تھا۔

جتنی دیر میں وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوتا' لی یان دو قدم کے فاصلے پر اس کے استقبال کے لیے ایک خطرناک اسٹانس کے ساتھ موجود تھی۔ پھر ان کے درمیان ایک مرتبہ پھر معرکہ آرائی شروع ہوگئی جس میں لی یان کا پلہ بھاری تھا۔

اگر کوئی اور وقت ہوتا تو میں لی یان کو دل کے ارمان نکالنے کا پورا موقع فراہم کرتا لیکن ہم جن سنگین حالات سے گزر رہے تھے ان میں اس فائٹ کو طول دینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کا معاملہ ''نمٹانے'' کا ارادہ کیا ہی تھا کہ مجھے ایک دوسرے محاذ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

دو گن بردار اچانک ہی میری نگاہ میں آگئے۔ وہ نشیب سے ہماری سمت بڑھ رہے تھے۔ میں ایک ایسے زاویے سے کھڑا تھا کہ وہ نشیب میں ہونے کے باعث مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ وہ جو کوئی بھی تھے' ہمارے دشمن ہی ہوسکتے تھے کیونکہ انسپکٹر شیوا کی طرف سے آنے والی کمک ابھی تک یہاں نہیں پہنچ پائی تھی۔ میرے' لی یان اور ڈاکٹر مونگ کے سوا یہاں پایا جانے والا ہر شخص فی الحال ہمارا دشمن ہی تھا۔ وہ دونوں گن بردار یقیناً فائرنگ کی آواز سن کر ہماری طرف متوجہ ہوئے تھے یا پھر لی یان سے پٹنے والے کی چیخیں بھی ان کی توجہ اس جانب مبذول کرنے کا باعث ہوسکتی تھیں' میں نے سیون ایم ایم پر گرفت مضبوط کی اور ان کے استقبال کے لیے تیار ہوگیا۔

جب وہ لی یان اور اس کے مدِمقابل کے قریب پہنچے تو صورت حال ان کے لیے بڑی سازگار ہوچکی تھی۔ لی یان کی ایک کریسنٹ کک نے مدِمقابل کو تین فٹ دور اچھال دیا۔ اگر وہ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہوتے تو آنے والے گن بردار افراد کو کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے سوچنا پڑتا۔ لی یان پر کی جانے والی فائرنگ ان کے ساتھی کو بھی چھلنی میں بدل سکتی تھی!

موجودہ صورت حال میں ان دونوں نے بڑی سرعت سے اپنی گنز کو لی یان کی طرف سیدھا کیا پھر اس سے پہلے کہ ٹریگر پر ان کی انگلیاں حرکت کرتیں' میں نے ان کے اجسام کے زیریں حصوں کو نشانہ بناتے ہوئے ایک خطرناک برسٹ مارا۔ اگر مجھے ایک لمحے کی بھی دیر ہوجاتی تو ان کا داؤ چل چکا ہوتا۔ وہ لی یان کو بھوننے کا کامل فیصلہ کرچکے تھے۔

فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ نے فضا میں خوف ناک ارتعاش پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی متاثرہ افراد کی اذیت ناک چیخیں گونج اٹھیں' میں نے انہیں بڑی کس مپرسی میں لڑکھڑاتے' ڈگمگاتے اور پھر زمین بوس ہوتے دیکھا۔ گنز ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری تھیں۔ سیون ایم ایم کے ایک ہی برسٹ نے ان کی رانوں اور گھٹنوں کا کباڑا کردیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ اب کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں گے۔

اس منظر نے لی یان اور اس کے مدِمقابل کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا اور چونک اٹھا۔ لی یان کی کریسنٹ کک کھا کر وہ شخص جہاں گرا تھا وہیں مجھے اس کی گن بھی پڑی ہوئی نظر آئی۔ وہ شخص بھی گن کی وہاں موجودی سے آگاہ ہوچکا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں تیزی سے بدلتے ہوئے تاثرات کو پلک جھپکتے میں نوٹ کرلیا۔ میرے طرف سے ہونے والی فائرنگ نے شاید اسے بوکھلا دیا تھا ورنہ وہ کب کا گن کی جانب ہاتھ بڑھا چکا ہوتا..... اور اب میں اسے کوئی موقع دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کا ارادہ بھانپ لینے کے بعد تاخیر کس بات کی!

میں نے ایک جھٹکے سے سیون ایم ایم کے خطرناک بیرل کا زاویہ تبدیل کیا اور ٹریگر پر انگلی دبادی۔ فضا میں آٹومیٹک سیون ایم ایم کا ایک موت بردار قہقہہ گونجا اور اگلے ہی لمحے وہ شخص اپنے ہی خون میں لت پت تڑپتا ہوا نظر آیا۔ اس کے وجود نے چند نزعی جھٹکے لیے پھر وہ ٹھنڈا ہوگیا۔

ہاتھ اب بھی حسرت ناک انداز میں آگے کو بڑھا ہوا تھا جہاں تھوڑی..... محض ایک فٹ کی دوری پر اس کی وہ گن پڑی تھی جسے اٹھانے کے لیے اس نے ہاتھ پھیلایا تھا۔ وہ کسی گن کی ضرورت سے بہت دور جاچکا تھا۔

انسان اس دنیا میں خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ ہی لوٹ جاتا ہے۔ سمیٹنے اور لپیٹنے کے چکر میں زندگی بھر اس کے دونوں ہاتھ مختلف زاویوں میں پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات یہی ہاتھ بھیک کے لیے بھی دراز ہوجاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ سب کو بھیک بھی مل ہی جائے۔ کچھ بدنصیب ایسے بھی ہوتے ہیں' حالات کی ستم ظریفی جنہیں موقع کی بھیک دینے سے انکار کردیتی ہے۔ اس بدبخت کا گن کی سمت پھیلا ہوا ہاتھ بھی کوئی ایسی ہی کہانی سنا رہا تھا!

میں نے اس پر ایک افسوس ناک نظر ڈالی اور اس کے ساتھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

وہ دونوں پتھریلی زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ میری گن سے خارج ہونے والی گولیوں نے ان کی رانوں اور گھٹنوں میں کئی ہوادان بنادیے تھے۔ پنڈلیاں بھی اس سلوک سے محروم نہیں رہی تھیں۔ بادی النظر میں ان کے ٹخنوں' پنڈلیوں' گھٹنوں اور کولہوں کی ہڈیوں کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ وہ کرب ناک انداز میں کراہتے اور سسکتے ہوئے مجھے مغلظات میں تول رہے تھے۔

میں نے رکوع کے بل جھک کر ان کی حالت کو اندازے کی نگاہ میں تول لیا۔ وہ فوری طور پر کسی قابل نہیں رہے تھے۔ اگر وہ ہزار کوشش کر کے دیکھ لیتے تو بھی ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان کی جان لینے کا مجھے کوئی شوق نہیں تھا لہٰذا میں گن سونتے سیدھا کھڑا ہوگیا۔

اسی لمحے لی یان کی ٹھہری ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''وجدان! ان مردودوں پر لعنت بھیجو۔ ہمیں فوراً ڈاکٹر مونگ کی طرف جانا چاہیے۔''

وہ میرے عقب میں موجود تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' اس کے ہاتھ میں مجھے وہی گن نظر آئی جس کے حصول کے لیے اس کا مدِمقابل جان ہار بیٹھا تھا۔ وہ ایک خطرناک شاٹ گن تھی۔

لی یان کی تجویز میں معقولیت تھی۔ میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور اس کے ایما پر ان دونوں ''معذور افراد'' پر لعنت بھیج کر ہم آگے بڑھ گئے۔

میں نے ایک جگہ رک کر بڑی سرعت سے سیون ایم ایم کو ری لوڈ کیا اور اسٹریپ کی مدد سے اسے گردن اور بازو کے اوپر سے گزار کر پہلو میں لٹکا لیا۔ یہ میرا بایاں پہلو تھا۔ اسی بازو کے ٹرائی سپس (TRICEPS) پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ کندھے کا زخم اگرچہ تشویش ناک نہیں تھا لیکن پچھلے دو گھنٹے سے عبادت گاہ کے اندر اور باہر جو مارا ماری ہوتی رہی تھی' اس کے طفیل اس معمولی زخم کی تکلیف میں غیر معمولی اضافہ ہوا تھا' خصوصاً خوف ناک دھماکوں کے بعد جب میں نے لی یان اور سیون ایم ایم کے ساتھ باہم پیوست رول کرتے ہوئے عبادت گاہ سے باہر نکلنے کی تگ و دو کی تو کندھے کی چوٹ کے ساتھ اچھی خاصی زیادتی ہوگئی تھی۔

دھماکوں کے خیال کے ساتھ ہی یاد آیا کہ تیسرے دھماکے کے بعد یہ ہلاکت خیز سلسلہ آگے نہیں بڑھا تھا۔ عبادت گاہ کے عقبی حصے کی طرف کافی دیر سے فائرنگ کی آواز بھی سنائی نہیں دی تھی۔ میں نے لی یان کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ستائشی لہجے میں کہا۔

''تم نے تو کمال کردیا لی یان! میں نہیں جانتا تھا کہ تم اتنی اچھی فائٹر ہو۔''

اس نے رک کر بے یقینی سے میری آنکھوں میں دیکھا اور گہری سنجیدگی سے بولی ''تم میرا دل رکھنے کے لیے یہ بات کہہ رہے ہو؟''

''دل رکھنے اور رکھوانے کا معاملہ تو رہا ایک طرف۔'' میں نے قدرے شگفتہ لہجے میں کہا ''میں نے اس وقت تمہاری تعریف میں کسی مبالغے سے کام نہیں لیا۔''

''اوہ.....'' وہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''اس تعریف کا شکریہ۔ اگر تم مجھے ایک اچھی فائٹر کہہ رہے ہو تو میرے لیے یہ بات کسی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ تم کوئی عام انسان نہیں ہو۔''

لی یان ہمارے ساتھ سنگین حالات سے تو گزر رہی تھی' اس کے باوجود ہی ونگ ہنگ کے فون نے اس کے لیے ان حالات کو سنگین بھی بنادیا تھا۔ شون اس کا شوہر تھا اور شوہر کی موت کسی بھی بیوی کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہوا کرتی ہے۔ میں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ ڈاکٹر مونگ لی یان کو اس صدمے سے باہر لانے کے لیے ہلکی پھلکی گفتگو سے کام لے رہا تھا۔ میں نے بھی ڈاکٹر کی روش ہی کو اپنانا مناسب سمجھا اور قدرے بے تکلف انداز میں کہا۔

''لی یان! یہ خاص دعا کا چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تم کس بنا پر مجھے عام انسانوں کی فہرست سے خارج کر رہی ہو؟''

وہ گڑبڑا گئی۔ رکے بغیر جلدی سے بولی ''مم..... میرا مطلب ہے تم ایک خاص' ایک منفرد شخص ہو!''

''یہ بات تو میں تمہارے لیے بھی کہہ سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' یہ سوال کرتے ہوئے وہ رک گئی۔

''مطلب یہ کہ تم بھی اپنی ذات میں بہت منفرد ہو۔'' میں نے کہا جیسی انفرادیت میں نے آج تک کسی اور انسان میں نہیں دیکھی لہٰذا..... تم بھی کوئی عام نہیں بلکہ ایک خاص انسان ہو۔''

وہ ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے تکنے لگی پھر الجھن زدہ انداز میں بولی ''تم میری کس انفرادیت کی بات کر رہے ہو؟''

اگر حالات نارمل ہوتے تو شاید وہ فوراً میری بات کی تہ میں پہنچ جاتی لیکن موجودہ ٹینشن نے اس کے ذہن کو تلپٹ کر رکھا تھا۔ میں نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے آج تک کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جسے بچے کی خواہش تو ہو لیکن وہ تعمیر اور تخلیق کے عمل کو پسند نہ کرتی ہو بلکہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے اڈاپشن کو زیادہ مناسب سمجھتی ہو!''

موجودہ حالات میں مجھے لی یان سے اس نوعیت کی گفتگو کرنا تو نہیں چاہیے تھی مگر علاج کچھ اسی قسم کا تقاضا کر رہا تھا۔ وہ جس انداز کی نفسیاتی پیچیدگی میں گھری ہوئی تھی' اس سے نکالنے کے لیے ایسا ہی کوئی موقع موثر ثابت ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر بعض اوقات مریض کی جان بچانے کے لیے اسے خطرناک آپریشن سے بھی گزارتا ہے یعنی اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کے کسی خاص حصے پر تیز دھار نشتر کو آزمانے میں کسی تردد اور ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لیے دل کو سخت اور انداز کو سفاک بنانا پڑتا ہے۔ میں بھی لی یان کو ایک نفسیاتی عارضے سے نجات دلانا چاہتا تھا اس لیے بھی نہ چاہتے ہوئے میں نے اس خطرناک موضوع کو کھول دیا تھا۔

میری وضاحت سن کر اس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے متغیر ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے بڑی کامیابی سے خود کو سنبھال لیا' جلدی سے بولی۔

''تم کہیں کی ہوا' اٹھا کر وہیں لے جاتے ہو!''

میں بڑی اچھی طرح سمجھ گیا تھا' وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی مگر اس کے ادا کردہ الفاظ کسی اور کے لیے قابل فہم نہیں تھے۔ بڑبڑاہٹ میں وہ ایک الجھا ہوا جملہ بول گئی تھی۔ میں نے دانستہ انجان بنتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں' تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں نے تو کچھ بھی اٹھا کر کہیں بھی نہیں رکھا!''

وہ زچ ہوتے ہوئے بولی ''میں دراصل تمہاری صلاحیتوں کی بنا پر انفرادیت کی بات کر رہی تھی۔ راستے میں آتے ہوئے تم نے جو ''چی'' کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی عام انسان کے بس کا روگ نہیں۔

پتا نہیں تم میں اور کون کون سے گن چھپے ہوئے ہیں!''

''میں محسوس کر رہا ہوں' تم بڑی خوب صورتی سے مجھے موضوع سے ہٹا رہی ہو۔'' میں نے اس کی اداس آنکھوں میں بہت دور تک دیکھتے ہوئے کہا'' حالانکہ تم نے اٹھانے اور لے جانے والی بات کسی اور پس منظر میں کہی تھی!''

''کس پس منظر میں؟'' وہ بڑی سادگی سے بولی۔

یہ وہ سادگی تھی جس پر..... ہائے کر کے کوئی بھی مر سکتا تھا۔ میں نے شاکے لہجے میں کہا'' اگر تمہیں پسند نہیں تو میں آج کے بعد اس موضوع پر بات نہیں کروں گا۔''

''ایسی بات نہیں دجدان!'' وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی!

''پھر کیسی بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اس کی جان خود بہ خود چھٹ گئی۔ وہ میرے سوال کا جواب دینے سے بچ گئی کیونکہ اسی وقت عبادت گاہ کے عقبی حصے میں ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی آواز گونج اٹھی تھی۔ وہ اضطراری انداز میں آگے بڑھ گئی۔

''میں نے کہا'' رک جاؤ لی یان!''

وہ رکی اور پلٹ کر حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا ہوا دجدان؟''

''تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا ہے، پتا نہیں میرے اندر کون کون سے گن چھپے ہوئے ہیں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا'' ایک گن تو یہ بھی ہے کہ میں بعض اوقات آگے بڑھنے کے موقع پر ٹھہر جایا کرتا ہوں۔''

''تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟'' وہ متعجب نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے کہا'' میں نے کہا رک جاؤ اور تم رک گئیں۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو میں کیا کہنے اور کرنے جا رہا ہوں۔''

میں نے بات کو مبہم انداز میں ختم کیا اور ایک چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ لی یان چار قدم دور کھڑی الجھن زدہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے مزید ایک لفظ ادا کیے بغیر



آنکھیں بند کر لیں۔

دراصل اچانک میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا تھا۔ میں کسی محفوظ اور پرسکون جگہ پر بیٹھ کر تصور کی نگاہ سے ڈاکٹر مونگ کے ماحول میں جھانکنا چاہتا تھا اور یہ جگہ اس کام کے لیے نہایت ہی موزوں تھی۔ یہاں پر ایک آدم قد چٹان کی آڑ میسر تھی۔ مجھے یقین تھا' میرے تصوراتی تماشے کے دوران میں لی یان گن سونتے ریڈ الرٹ کھڑی رہتی۔

پہلے دو جگر پاس دھماکوں کے بعد جب ہم نے عبادت گاہ کو چھوڑا تھا، اس کے بعد سے مجھے ڈاکٹر مونگ کی صورت دکھائی نہیں دی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق وہ اس وقت عبادت گاہ کے عقبی حصے میں موجود تھا۔ ہمیں ہر صورت اسی کی سمت بڑھنا تھا کیونکہ ادھر ہی کچھ فاصلے پر ہماری جیپ بھی کھڑی تھی۔ ہم نے عبادت گاہ کے اندر، ہیوی انجن والی جن گاڑیوں کی آواز سنی تھی، وہ کافی دیر سے چپ سادھے بیٹھی تھیں۔ ادھر تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ہی ان کی درست لوکیشن کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کرنے کے بعد ڈاکٹر مونگ کے خال وخط کو اپنی تیسری آنکھ کے سامنے اجاگر کیا۔ اس کا سراپا میرے تصور میں چمکا اور اگلے ہی لمحے میں اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرا پینیل گلینڈ PINEAL GLAND کام کرنے لگا۔

وہ اس وقت ایک جیپ کے اندر تھا۔ میں نے پلک جھپکنے میں سمجھ لیا' وہ وہی جیپ تھی جس میں سفر کر کے ہم کھٹمنڈو شہر سے یہاں پہنچے تھے۔ ہیوی انجن والی آرمی گرین کلر جیپ کو پہچاننے میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ باطنی آنکھ جب کوئی منظر دکھاتی ہے تو دیکھنے والا اس منظر کا حصہ بن کر رہ جاتا ہے۔ بھلا ہو، ماسٹر ہینگ پائی کا جس نے شاؤلن ٹیمپل میں تربیت کے دوران میں مجھے ''چی'' کی بیداری کے لیے خصوصی مشقیں کرائی تھیں اور وہ بھی اپنی نگرانی میں۔ ماسٹر ہینگ پائی ایک طرف سے میرا دادا استاد بھی تھا۔ میرا استاد مہاراج دانگ ونگ پائے، شاؤلن ٹیمپل میں ہینگ پائی کا شاگرد رہ چکا تھا۔ اب یہ دونوں عظیم ہستیاں آنجہانی ہو چکی تھیں۔

ماسٹر ہینگ پائی نے میرے اندر ''چی'' کے حوالے سے جو شمع روشن کی تھی، میں نے پھر اسے کبھی بجھنے نہیں دیا بلکہ ماسٹر کی بتائی ہوئی یوگا کی ایڈوانس مشقیں خود کر کے اس قوت کو پوری طرح بیدار کر لیا تھا۔ اس کے بعد اسٹروک بریدنگ کی مدد سے میں نے متحرک کر لی تھی۔ انسانی دماغ کے سامنے والے حصے میں واقع یہ گلینڈ بہت کام کی چیز ہے جسے باطنی آنکھ یا تھرڈ آئی بھی کہا جاتا ہے۔ متحرک کرنے کے بعد اس سے کام لینا آتا ہو تو انسان کو بہت سی آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پچھلی قسطوں میں گاہے بہ گاہے چی اور پینیل گلینڈ کی بیداری کے سلسلے میں، میں یوگا کی مخصوص مشقوں کے بارے میں تفصیلاً بیان کر چکا ہوں۔ یہ دونوں جوہر ہر انسان کے اندر موجود ہیں۔ اگر سچی لگن سے محنت کی جائے تو منزل ضرور حاصل ہو جاتی ہے!

یہ تمام تر خیالات ایک لمحے میں میرے ذہن سے گزر گئے اور میں جیپ کے اندر حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹر مونگ اس وقت جیپ میں اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی موجود تھا' جس کی کیفیت کسی یرغمالی جیسی تھی۔ وہ دونوں جیپ کی عقبی نشست پر تھے۔ ڈاکٹر کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے، وہ مذکورہ شخص سے نہایت ہی اہم سوال و جواب میں مصروف تھا۔ دام میں آیا ہوا شخص مقامی نہیں بلکہ ایک سفید فام تھا اور یقیناً اس کا تعلق ہمارے دشمنوں ہی سے تھا۔

افسوس کہ میں ان دونوں کے درمیان ہونے والی مکالمت کو سن نہیں سکتا تھا۔ پینیل گلینڈ کے متحرک ہونے سے میرے دماغ کا صرف ویڈیو سسٹم کام کرنے لگا تھا یعنی دماغ کے اس حصے کا ویڈیو سسٹم جو تیسری آنکھ کے معاملات کو کنٹرول کرتا تھا۔ آڈیو سسٹم کو کارآمد بنانے کے لیے پچیوٹری گلینڈ (PITUITARY GLAND) پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اگر پچیوٹری گلینڈ بھی متحرک ہو جاتا اور ''پینیل پچیوٹری لنک'' بھی قائم ہو جاتا تو میں اس ماحول میں پیدا ہونے والی تمام آوازیں بھی سن سکتا تھا جو تھرڈ آئی کے توسط سے مجھے نظر آ رہا ہو مگر محترم ساگ نو نے مجھے ایسی کسی بھی کوشش سے صاف منع کر دیا تھا اور میں..... واقعی باز آ بھی گیا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اس جیپ کے ماحول میں موجود رہا پھر نگاہ دوڑا کر اردگرد کا جائزہ لیا اور..... جہاں تک میری نظر نے کام کیا، مجھے ہیوی یا لائٹ انجن والی کوئی گاڑی کھڑی دکھائی نہ دی۔ ڈاکٹر مونگ کے تیور بتاتے تھے، حالات پر اسے مکمل کنٹرول حاصل تھا۔ میں مطمئن ہونے کے بعد اپنی جگہ پر حاضر ہو گیا۔

میں آنکھیں کھولی ہی تھیں کہ لی یان کے چہرے پر نگاہ گئی۔ اس نے چھوٹتے ہی پوچھ لیا۔''دجدان! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟''

''میں..... میں تو یہیں تمہارے سامنے موجود ہوں۔''

میں نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

وہ کھوجتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''تمہارا جسم تو یہاں موجود تھا لیکن مجھے یقین ہے، ذہنی طور پر تم کہیں اور پہنچے ہوئے تھے۔''

''اچھا! میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا...'' تم ایسا سمجھ رہی ہو تو پھر ایسا ہی ہوگا۔''

''جی'' والا معاملہ کھل جانے کے بعد وہ مجھ میں گہری دلچسپی لینے لگی تھی۔ اس کا انداز کھوجنے والا ہوتا۔ تھوڑی دیر پہلے تو وہ اس شک بلکہ یقین کا اظہار بھی کر چکی تھی کہ میرے اندر بہت سے گن چھپے ہوئے ہیں۔ میرے جواب نے اس کی تشفی نہ کی اور وہ ٹٹولتی ہوئی نگاہ سے مجھے تکتے ہوئے بولی۔

''تم جتنی سادگی سے جواب دے کر مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو، اتنے سیدھے اور سادے تم ہو نہیں!''

''سادہ نہیں تو پھر پیچیدہ ہوں گا!'' میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''تم مجھے بہلا رہے ہو۔'' اس کے لہجے اور نگاہ کا شک دور ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''میں کوئی تمہارا مقروض نہیں ہوں جو ٹالنے کی کوشش کروں گا اور نہ تم ننھی بچی ہو جو میں تمہیں بہلانے کے چکر میں لگ جاؤں۔ بہر حال جو حقیقت تھی وہ میں نے بیان کر دی۔ یقین کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے قدم بڑھا دیے۔ وہ میری تقلید کرتے ہوئے بولی ''ہم کس طرف جا رہے ہیں؟''

''جدھر پہلے جا رہے تھے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''یعنی ڈاکٹر مونگ کی طرف مگر اب لمبا چکر کاٹنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم براہِ راست ادھر کا رخ کر سکتے ہیں۔''

وہ میرے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے بولی ''یہ بات تم اتنے وثوق سے کہہ رہے ہو جیسے تم جان چکے ہو، ادھر ڈاکٹر مونگ نے صورتِ حال کو اپنے ہاتھ میں کر لیا ہے؟''

اس کی باتوں میں شک اور استفسار کی آمیزش شامل رہی۔ وہ میری اور میرے معاملات کی طرف سے مطمئن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ میں نے گول مول جواب دے کر گزارہ چلانے کی کوشش کی ہے۔

''ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔'' میں نے کہا ''ڈاکٹر مونگ اس وقت اپنی جیپ میں موجود ہے اور لگتا ہے اس نے ادھر بدامنی پر مکمل قابو پا لیا ہے۔''

''ایسا کیوں کر لگتا ہے؟'' اس نے گہری سنجیدگی سے کرید جاری رکھی۔

میں نے مذاق کے رنگ میں کہہ دیا ''میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔''

''رئیلی؟'' وہ ایک مرتبہ پھر رک کر متجسس نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے بات بناتے ہوئے کہا ''بھئی! جب تمہیں مجھ میں چھپے ہوئے گن نظر آ ہی گئے ہیں تو یہ فرض کر لینے میں کیا حرج ہے کہ میں یہاں بیٹھے بیٹھے..... ڈاکٹر مونگ کی خبر لے آیا ہوں!''

''تم جان چھڑانے کے لیے بات کو گھما رہے ہو!''

میں نے جلدی سے کہا ''لی یان! تم ایسی تو نہیں ہو کہ تم سے جان چھڑانے کے بارے میں سوچا جائے!'' یہ بات میں نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہی تھی۔ ''اچھا ہوا، تم نے بات کو گھمانے کا ذکر کیا۔ اگر تم یہ کہتیں کہ میں تمہیں گھما رہا ہوں تو میں تمہارا کیا بگاڑ لیتا؟''

وہ نگاہ چراتے ہوئے بولی ''وجدان! تم بہت خطرناک ہو!''

''خطرناک شے سے انسان کو ڈر لگتا ہے۔'' میں نے کہا ''کیا میری معیت میں تم بھی ایسا ہی محسوس کر رہی ہو؟''

''تمہاری صحبت میں مجھے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔''

''گویا میں تمہارے لیے خطرناک نہیں ہوں۔''

''بالکل نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولی۔

''اس کا مطلب یہ ہوا، تم اپنے پہلے بیان کی نفی کر رہی ہو۔'' میں نے ایک مرتبہ پھر آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا ''تمہارے خیال میں، میں خطرناک نہیں ہوں؟''

''پتا نہیں!'' وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

''انس اوکے۔'' میں نے اس بحث کو طول دینے سے اجتناب برتا۔

اس کے بعد ہمارے درمیان بہت کم بات ہوئی زیادہ تر ہم خاموش ہی رہے۔ محتاط انداز میں چلتے ہوئے ہم عبادت گاہ کے پہلو سے گزرے اور پھر عقبی چٹان تک جا پہنچے۔ راستے میں ہمیں کسی دشمن کی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا، ڈاکٹر مونگ نے میدان صاف کر دیا تھا۔ زادیہ بدلنے سے چونکہ ہمارا راستہ بھی خاصی حد تک تبدیل ہو گیا تھا لہٰذا اس طرف آتے ہوئے دشمنوں کا کوئی لاش ہماری نگاہ سے نہیں گزری۔

پندرہ منٹ کی پہاڑی مسافت کے بعد ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے لیکن جیپ ہمیں خالی ملی۔ میں تصور کی نگاہ سے تھوڑی دیر پہلے اس جیپ کی عقبی نشست پر ڈاکٹر مونگ کو ایک دشمن کا خاص الخاص ''انٹرویو'' کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ میں ڈاکٹر مونگ کی جیپ میں موجودگی کے بارے میں لی یان کو بتا چکا تھا لہٰذا اس کے غیاب پر وہ بھی سوالیہ نظر سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

یہ تو ممکن نہیں تھا کہ تیسری آنکھ نے مجھے دھوکا دیا ہو۔ اس آنکھ کا تعلق بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مونگ اگر جیپ میں نہیں تو اسے یہیں کہیں آس پاس موجود ہونا چاہیے تھا۔

میں نے متلاشی انداز میں ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو میری یہ کوشش کامیاب ہو گئی۔ وہ مجھے ایک بڑی سی چٹان کے عقب سے نمودار ہوتا دکھائی دیا۔ یہ وہی محافظ چٹان تھی جس کی آڑ میں ہماری جیپ نے پناہ لے رکھی تھی۔ اس چٹان کے عقب میں کچھ فاصلے پر بدھ نیل کنڈ کی وہ عبادت گاہ ایک ٹیلے پر تھی جہاں آدھی رات کے بعد اسے اب تک ہنگامہ آرائی کا سلسلہ جاری تھا۔ پتا نہیں اس سلسلے میں مزید کہاں تک دراز ہونا تھا۔ اس عبادت گاہ کے نیچے، اوپر، اندر اور باہر درجنوں افراد لقمۂ اجل بن چکے تھے اور حتمی طور پر یہ کہنا بہت مشکل تھا کہ یہاں موت کی آگ کا جوالا مُکھ روشن ہوا تھا وہ مزید کتنے انسانوں کی زندگیوں کو چاٹ کر سرد ہوگا۔ وہ ایک انتہائی غیر یقینی صورتِ حال تھی۔

میرے تجربے اور مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ اگر قدرت نے کچھ خزانوں کو زیرِ زمین پوشیدہ کر رکھا ہے تو ان کا پوشیدہ رہنا ہی بہتر ہے، اس پوشیدگی میں انسانیت کی بھلائی ہے۔ جب بھی ایسے مخفی خزائن کو کھوجنے اور نکالنے کی کوشش کی گئی تو ایک بڑی تباہی، ایک عظیم الشان خون ریزی سامنے آئی۔ اس تلاش و جستجو میں سب سے زیادہ نقصان انسانوں ہی نے اٹھایا اور وہ بھی ہلاکتوں کی صورت میں!

ہوس اور لالچ (کم یا زیادہ) ہر انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسے کنٹرول میں رکھنا بڑے کمال کی بات ہے۔ جب یہ دونوں حد سے بڑھ جائیں تو پھر انسان کو سوچ منفی رخ اختیار کر لیتی ہے۔ وہ زیرِ زمین پوشیدہ خزانوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے، قناعت سے زیادہ لوٹ کھسوٹ پر توجہ دیتا ہے اور کسی ایسی طاقت کے حصول میں سرگرداں نظر آتا ہے جس کے بل بوتے پر وہ پوری دنیا کو اپنے سامنے جھکانے پر قادر ہو جائے۔ اس خواہش کے لیے خاص و عام یا ادنیٰ و اعلیٰ کی بھی کوئی قید نہیں۔ ایسا شخص کوئی ایرا غیرا۔ تھو خیرا بھی ہو سکتا ہے اور ربی موشے ہائمن بھی!

مجھ پر نگاہ پڑی تو ڈاکٹر مونگ چونکا نہیں بلکہ نپے تلے قدموں سے چلتے ہوئے وہ ہمارے قریب پہنچا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''دشمن کا ایک مفید بندہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر ادھر آ رہا ہوں۔ تم دونوں تو خیریت سے ہو نا؟''

میں نے مختصر الفاظ میں اسے اپنی خیریت سے آگاہ کیا اور کہا ''محسوس کر رہا ہوں، تم اس مفید بندے سے فارغ ہو کر نہیں بلکہ اسے فارغ کر کے آ رہے ہو تھوڑی دیر پہلے تم جس کا انٹرویو، جیپ کی عقبی نشست پر لے رہے تھے!''

''ہاں! ایسی ہی بات ہے۔'' وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولا ''اس دشمن کا نام کلارک تھا۔ میں نے اس انٹرویو میں کلارک سے بہت اہم باتیں اگلوائی ہیں۔'' ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''آؤ جیپ کے اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔''

میں نے کہا ''ہم بھی اس طرف دو دشمنوں کو زندگی مگر بے چارگی کے عالم میں چھوڑ آئے ہیں۔ ایک اپنی حرکتوں کی وجہ سے فنا کے گھاٹ اتر گیا۔''

''میں نے اس طرف آٹھ دس افراد کو موت کا مزہ چکھایا ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے جیپ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا ''لگتا ہے، یہاں پر موجود سب دشمنوں کا صفایا ہو گیا۔ کلارک بھی مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے جا ملا ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

اس نے بڑے معنی خیز انداز میں توقف یا تو میں اس کے استفسار پر اثبات میں گردن ہلا کر رہ گیا۔ وہ اضافہ کرتے ہوئے بولا ''تم جن دو افراد کو لولا لنگڑا اپنا کر وہاں چھوڑ آئے ہو، میں انہیں بھی دیکھ لوں گا تم فکر نہ کرو، یہاں کے حالات لاڑ بدھا کے منشا سے قابو میں ہیں۔''

''اگر تمہاری طرف آنے کی جلدی نہ ہوتی تو میں بھی ان دو ''معذوروں'' سے ضرور پوچھ تاچھ کرتا۔'' میں نے کہا ''ویسے وہ ایسی کسمپرسی میں وہاں پڑے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی نوعیت کی مزاحمت کے امکانات صفر کے برابر ہیں۔ تم کافی دیر سے غائب تھے اس لیے بھی ہم اس طرف آ گئے۔ لی یان تمہارے لیے بہت پریشان ہو رہی تھی!''

وہ لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے مستفسر ہوا ''وجدان! مجھے امید ہے، تم نے اسے زیادہ پریشان نہیں ہونے دیا ہوگا؟''

اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے پوچھ رہا ہو، میں نے اسے زیادہ پریشان نہیں کیا ہوگا؟

میں نے ایک نظر لی یاں پر ڈالی اور جلدی سے کہا ''بالکل نہیں ڈاکٹر!''

''ہوں!'' وہ معنی خیز انداز میں ہنکاری بھر کر رہ گیا۔

میں نے ایک فوری خیال کے تحت پوچھ لیا ''وہ گاڑیاں کہیں نظر نہیں آرہیں جن کے طاقتور انجنوں کی مخصوص غراہٹ ہم نے عبادت گاہ کے اندر سنی تھی۔ ان گاڑیوں کو یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا!''

''ہاں، وہ دونوں جیپیں اس چٹان کی دوسری طرف کھڑی ہیں، اپنے خوابیدہ انجنوں سمیت۔'' ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''آؤ، تمہیں بھی دکھادوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ الٹے قدموں واپس پلٹ گیا۔ میں اور لی یان بھی اس کی تقلید میں قدم اٹھانے لگے۔ ہم چٹان کی دوسری جانب پہنچے تو دولینڈ کروزر جیپ وہاں نظر آگئیں۔ دونوں کے اندر نصب ہیوی انجن اس وقت خاموش تھے۔ ان جیپوں سے چند فٹ آگے گہرا نشیب تھا جس کی گہرائی ہزاروں نہیں تو سیکڑوں فٹ ضرور تھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر مونگ نے کلارک کو اسی عمیق گڑھے کے سپرد کیا ہوگا۔ ہم نے اپنی جیپ کو اس چٹان کی اوٹ میں ایسے کھڑا کیا تھا کہ وہ عبادت گاہ کی سمت سے دکھائی نہ دے جب کہ وہ دونوں جیپیں عبادت گاہ کے رخ پر اس چٹان کی دوسری طرف ٹھہرائی گئی تھیں اسی لیے جب میں نے ڈاکٹر کے ماحول میں جھانکا تو مذکورہ جیپیں مجھے نظر نہیں آئی تھیں اور ہم چونکہ ذرا گھوم کر اس طرف آئے تھے اس لیے بھی وہ جیپیں ہماری نگاہ میں نہ آسکیں۔ اس امر میں کسی شک وشبہے کی گنجائش ڈھونڈنا ممکن نہیں تھا کہ وہ دونوں جیپیں ہمارے والے راستے پر سفر کرتے ہوئے اس چھوٹے سے سطح میدان تک پہنچی تھیں..... چنانچہ ہماری جیپ ان لوگوں سے چھپی نہیں رہی ہوگی۔

ہم ایک مرتبہ پھر چلتے ہوئے اپنی جیپ کے قریب پہنچے۔ ڈاکٹر مونگ نے ڈرائیونگ سائیڈ والا دروازہ کھولا۔ میں یہی سمجھا کہ وہ جیپ میں سوار ہونے جارہا ہے لیکن اگلے ہی لمحے میرا اندازہ غلط ثابت ہوگیا۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''وجدان! تم ڈرائیونگ سیٹ پر آجاؤ۔''

میں نے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

ڈاکٹر مونگ کا اشارہ پاکر لی یان پسنجرز سیٹ پر آبیٹھی تو ڈاکٹر عقبی نشست والا دروازہ کھول کر جیپ کے اندر آگیا۔ میں نے اپنے وجود پر لگی ہوئی سیون ایم ایم کو اتار کر ڈیش بورڈ کے نیچے واقع خفیہ خانے کی طرف بڑھایا تو چونک اٹھا۔ دوسری سیون ایم ایم وہاں پہلے سے موجود تھی۔ یقیناً ڈاکٹر ہی نے وہ گن وہاں رکھی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور ڈاکٹر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ''تو گویا تم نے اس گن کو اس ''محفوظ مقام'' سے نکال ہی لیا۔ یقیناً اسی گن کے بل بوتے پر تم نے درجن بھر دشمنوں کو ٹھکانے لگایا ہے؟''

وہ منہ سے کچھ نہیں بولا، معنی خیز انداز میں گردن ہلا کر رہ گیا۔

میں نے کہا ''ڈاکٹر! تم ہمیں کلارک کے بارے میں کچھ بتانے جارہے تھے؟''

وہ چند لمحے گمبھیر انداز میں خاموش بیٹھا رہا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں میں ہمیں کلارک سے حاصل ہونے والی معلومات سے آگاہ کرنے لگا۔ کلارک ان تمام افراد میں سب سے سینئر تھا جو ان دو ہیوی لینڈ کروزر جیپوں میں وہاں پہنچے تھے۔ وہ لگ بھگ ایک درجن افراد تھے اور اپنے ساتھیوں کی مدد کو آئے تھے جو نصف شب سے قبل عبادت گاہ کے تہ خانے میں ایک خاص مشن، جمی فونڈا کی سرکردگی میں انجام دے رہے تھے۔ جس طرح جمی فونڈا اپنے درجن بھر ساتھیوں کے ہمراہ اس وقت سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکا تھا بالکل اسی طرح کلارک کے ساتھ بھی واقعات پیش آئے تھے۔ کلارک اور جمی فونڈا ایک سی حیثیت کے مالک تھے اور ڈین ہارڈے ان کا باس تھا۔

ڈین ہارڈے کی طرف سے اسے خصوصی ہدایت تھی کہ وہ لوگ عام گزرگاہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے راستے سے اپنے ٹارگٹ تک پہنچیں۔ کلارک نے اپنے باس کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ لوگ یہاں پہنچنے کے بعد اپنی جیپوں سے باہر نکلے تو انہیں ایک وحشت ناک اور غیر متوقع صورتِ حال سے واسطہ پڑا۔ وہ جیسے ہی عبادت گاہ کی طرف بڑھے، ایک ساعت شکن دھماکے نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بوکھلا کر رہ گئے۔ اسی اثنا میں دوسرا دھماکا بھی ہوگیا۔ کلارک نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو احکام صادر کیے کہ وہ لوگ پھیل کر عبادت گاہ کی جانب بڑھیں اور دشمنوں کو پکڑ کر رکھ دیں۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو ڈاکٹر؟'' میں قطع کلامی پر مجبور



ہوگیا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''کیوں، کیا ہوگیا؟''

ڈاکٹر کے انکشاف نے میرے ذہن میں ہلچل مچادی تھی۔ میں تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا، وہ تینوں دھماکے ہمارے نووارد دشمنوں کا کارنامہ ہیں لیکن ڈاکٹر تو کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ تین خوفناک دھماکے ہم تینوں میں سے کسی نے نہیں کیے تھے۔ کلارک بھی اگر ان دھماکوں کی ذمے داری قبول نہیں کررہا تھا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا، وہ دھماکے آخر کس نے کیے؟''

میرے سوچنے کے دوران میں ڈاکٹر کھب جانے والی نگاہ سے یک ٹک مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے الجھن بھرے لہجے میں استفسار کیا ''میں تو یہی سمجھ رہا تھا، وہ دھماکے آنے والے دشمنوں نے کیے ہیں۔ اگر انہوں نے نہیں کیے تو پھر اس کا ذمے دار کون ہے؟''

''تمہاری طرح میرا بھی یہی خیال تھا'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''لیکن کلارک کے بیان نے ہمارے اس خیال کی تردید کردی ہے۔''

میں نے اپنے سوال کو دہرایا ''پھر ان دھماکوں کی ذمے داری کس کے کھاتے میں جائے گی؟''

''لارڈ بدھا ہی بہتر جانتا ہے'' وہ پُرسوچ انداز میں گویا ہوا۔

ڈاکٹر مونگ جب گفتگو کے دوران میں لارڈ بدھا کو لے کر آتا تھا تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا تھا، اب وہ کسی سوال کا واضح جواب نہیں دے گا۔ میں ٹٹولتی ہوئی نظر سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ چند لمحات کے گمبھیر توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''ہاں تو میں بتا رہا تھا..... کلارک کے احکام کی تعمیل میں وہ درجن بھر افراد دو تین سمت سے عبادت گاہ کی طرف بڑھے تاکہ اپنے ساتھیوں کی خیر گیری کرسکیں۔ دھماکوں نے انہیں گہری تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ وہ عبادت گاہ کی جانب چند قدم ہی بڑھے ہوں گے کہ تیسرا دھماکا ہوگیا۔ اس دوران میں ہم عبادت گاہ سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ وہ لوگ ہمارے حصے میں آکر موت سے ہمکنار ہوتے چلے گئے۔ بس اتنی ہی بات ہے!''

ڈاکٹر تو ''بس اتنی سی بات'' کہہ کر خاموش ہوگیا لیکن میرا ذہن پہلے سے بھی زیادہ الجھ گیا۔ اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہ دھماکے اپنی مرضی سے خود بہ خود ہی ہوگئے ہوں۔ ان کا کوئی محرک، کوئی مقصد تو ضرور تھا اور مجھے یقین تھا، اس محرک اور مقصد سے ڈاکٹر مونگ بہ خوبی آگاہ تھا مگر اس وقت ڈاکٹر کی زبان سے کچھ اگلوانا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتا۔ بس اطمینان بخش بات یہی تھی کہ ان تینوں دھماکوں میں ہم تینوں کو کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا تھا اور مجھے یقین تھا، عبادت گاہ بھی اندر اور باہر سے محفوظ رہی تھی۔ ہمارے نووارد دشمن سراسر گھاٹے میں رہے تھے۔ ڈاکٹر مونگ کے مطابق، ان دھماکوں کے بارے میں اگر لارڈ بدھا ہی بہتر جانتا تھا تو اس میں مجھے کوئی اعتراض کیوں ہوتا؟

میں نے کہا ''کلارک نے اور کیا کیا بتایا ہے؟''

''اس نے زیادہ تر وہی باتیں بتائی ہیں جو ہم جمی فونڈا سے معلوم کرچکے ہیں'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''کلارک نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ڈین ہارڈے ایک دل کش یہودن کے ہمراہ کل صبح ہی اسرائیل سے یہاں پہنچا ہے۔ وہ دونوں جوگندر پال کے اسی ٹھکانے پر قیام پذیر ہیں جو اسرائیل ایمبیسی کے عقب میں، شہر کے پوش علاقے میں واقع ہے۔''

میں نے پُرخیال انداز میں کہا ''تو گویا کلارک نے جمی فونڈا سے بڑھ کر معلومات فراہم کی ہیں۔ اس خبیث جمی فونڈا نے تو دل کش یہودن کا ذکر گول ہی کردیا تھا!''

میرے اس اظہار پر ڈاکٹر فونگ نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''ڈین ہارڈے کے ساتھ یہاں پہنچنے والی یہودن کا کیا نام ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔

''کلاڈیا!'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا ''کیا کلارک نے میری ساحل کے بارے میں بھی کچھ بتایا ہے؟''

''کچھ خاص نہیں'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

''پھر بھی..... کوئی عام بات ہی سہی.....؟'' میں گویا مچل کر رہ گیا۔

ڈاکٹر اپنی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے بولا ''کلارک اور اس کے ساتھی، ڈین ہارڈے سے احکام لینے کے پابند تھے۔ انہیں گاہے بہ گاہے جو گندر پال والے اس بنگلے پر طلب کرلیا جاتا، جہاں ڈین ہارڈے مقیم تھا۔ گزشتہ رات نو بجے جمی فونڈا نے ساحل کو ہائی وے والی بستی سے ڈین ہارڈے کے پاس پہنچایا تو کلارک بھی وہاں موجود تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب ڈین ہارڈے نے جمی فونڈا کو عبادت گاہ کی طرف روانہ کیا تو کلارک اس وقت بھی اسی بنگلے میں تھا لیکن یہ بات اس کے علم میں نہیں تھی کہ ڈین ہارڈے عبادت گاہ کے تہ خانے تک رسائی کا راز جان گیا ہے اور وہ یہ بات بھی نہیں جانتا تھا

کہ جی فونڈا کو کس نوعیت کی چڑھائی کے لیے عبادت گاہ کی طرف بھیجا جارہا ہے'' ڈاکٹر لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو اختتام کی طرف لاتے ہوئے بولا۔

''جب کلارک انتہائی ایمرجنسی میں خصوصی ہدایات کے ساتھ عبادت گاہ کی طرف روانہ ہوگیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جی فونڈا وغیرہ کی مدد کے لیے جارہے ہیں۔''

میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا ''کسی شخص کو مشکل یا مصیبت میں دیکھ کر اس کی مدد کی جاتی ہے۔ اگر کلارک کو کسی ایمرجنسی میں ادھر بھیجا گیا تھا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، ڈین ہارڈے یہاں کی صورت حالات سے کافی حد تک آگاہ ہے۔ اگر آگاہ نہیں بھی ہے تو کم از کم اسے یہاں ہونے والی کسی گڑبڑ کا احساس ضرور ہے۔ میں تصور میں اس شخص کو گہری تشویش میں دیکھ رہا ہوں۔''

''میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کررہا ہوں'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

میں نے کہا ''اس کا مطلب ہے، عبادت گاہ پر ایک اور چڑھائی بھی ہوسکتی ہے۔ کلارک اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھی ہم نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ ڈین ہارڈے بڑا باخبر اور اونچی شے ثابت ہورہا ہے۔ وہ یہاں کے تازہ ترین حالات سے بھی آگاہی حاصل کرسکتا ہے جس سے اس کی تشویش میں کئی ہزار گنا اضافہ متوقع ہے۔ میں محسوس کررہا ہوں، یہاں خون ریزی کا ایک نیا باب کھلنے والا ہے!''

''تم بے فکر رہو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا'' ڈاکٹر مونگ نے پورے تیقن سے کہا۔

میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ یہاں کے حالات کے بارے میں اگر اتنا ہی مطمئن اور پریقین تھا تو یہ کچھ بے سبب نہیں تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں میدان کا کوئی خاص نقشہ پوری جزئیات کے ساتھ کھلا ہوا تھا۔ میں نے کریدنے والے انداز میں کہا۔

''ڈاکٹر! تمہارے اطمینان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوا ہے جیسے تمہیں کوئی بھرپور مدد حاصل ہوگئی ہو؟''

''میں لارڈ بدھا کی مدد پر یقین رکھتا ہوں'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

ڈاکٹر مونگ ایک راسخ العقیدہ شخص تھا۔ انسان کا تعلق چاہے کسی بھی مذہب دملت سے ہو، اپنے مذہب کے بیان کردہ اوصاف میں ڈھلنے اور اس کے ثمرات سے خاطر خواہ استفادہ کرنے کے لیے راسخ العقیدہ ہونا بہت ضروری ہے۔ لارڈ بدھا، ڈاکٹر مونگ کی کس طرح مدد کرتا تھا، میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تاہم یہ میرے دیکھنے میں ضرور آیا تھا کہ بدھا کے معاملے میں وہ شخص عین الیقین تک پہنچا ہوا تھا۔

میں نے گفتگو کے زاویے کو تھوڑا تبدیل کرتے ہوئے ڈاکٹر سے پوچھا ''تم نے عبادت گاہ کے اندر کہا تھا، صرف دس منٹ اور رک جاؤ۔ اس کے بعد ہم ساحل کی طرف روانہ ہوجائیں گے۔ تمہیں شیوا کی بھیجی ہوئی کمک کا انتظار تھا لیکن اب تو اس بات کو کئی ''دس منٹ'' گزر گئے ہیں۔ ہم کب تک اس کمک کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے میں فوری طور پر ساحل کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا ''اور تمہیں اب ایسا ہی کرنا ہوگا۔''

ڈاکٹر کے انداز نے مجھے ٹھٹکا دیا ''اب ایسا ہی کرنا ہوگا کیا مطلب؟'' میں نے قدرے احتجاجی لہجے میں کہا ''کیا اس سے پہلے میں کچھ اور کررہا تھا؟''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''میں یہ کہنا چاہ رہا تھا، تم پہلی فرصت میں کھٹمنڈو کی طرف روانہ ہوجاؤ۔'' پھر اس نے جیپ کی چابیاں اپنی جیب سے نکال کر میری طرف بڑھادیں۔

میں نے سوالیہ نظر سے پہلے چابیوں کے گچھے کو اور پھر ڈاکٹر مونگ کو دیکھا۔ اس کے جملے سے واضح تھا کہ وہ میرے ساتھ آگے بڑھنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ ڈاکٹر مونگ کا یہ فیصلہ میرے لیے انتہائی غیر متوقع تھا۔ میں نے چابیوں والے گچھے کو چھوئے بغیر اس سے پوچھا۔

''اور تم.....؟''

میرے اس دولفظی جملے میں ستر صفحات کے برابر استفسار موجود تھا۔ وہ ایک لمحے تک میری آنکھوں میں دیکھنے کے بعد بولا۔ اس کی آواز میں قطعیت شامل تھی۔

''مجھے کم از کم ایک ہفتے تک یہاں رکنا ہوگا!''

نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ قدرے طنزیہ ہوگیا۔ ''کیا شیوا کی طرف سے آنے والی کمک ایک ہفتے کے بعد یہاں پہنچ پائے گی؟''

''ایسی بات نہیں'' اس کی سنجیدگی اور لہجے کے اٹل پن میں شمہ برابر کمی واقع نہ ہوئی ''شیوا والی کمک تو کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتی ہے۔ میرا ایک ہفتے تک یہاں رکنا اس لیے ضروری ہے کہ میں اس عبادت گاہ کو یونہی بے یار ومددگار نہیں چھوڑ سکتا۔ میں یہاں کے انتظامات کو اچھی شکل دینے کے بعد ہی یہاں سے رخصت ہوں گا۔ زندگی رہی اور لارڈ بدھا کی مرضی ہوئی تو ہم کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں دوبارہ ملیں گے۔''

میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''تو تم نے اپنا فیصلہ سنادیا۔ آج ہم ایک دوسرے سے جدا ہورہے ہیں، چاہے عارضی طور پر ہی سہی!''

''یہی حقیقت ہے'' وہ بہ دستور گمبھیر آواز میں بولا ''تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے وہاں کھٹمنڈو میں تمہاری مدد اور تعاون کا بھرپور بندوبست کردیا ہے۔ تمہیں اپنے مشن میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ انسپکٹر شیوا اور جانوس تمہاری خاطر اپنی جان بھی قربان کرسکتے ہیں'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''میں نے خاص طور پر جانوس کو تمہارے بارے میں بریفنگ دے دی ہے۔ تم اس کی طرف سے اپنا دل صاف رکھو۔ وہ برا آدمی نہیں ہے۔ میں نے اسے خصوصی ہدایات دے دی ہیں۔ اب تمہیں کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔''

میں گہری نظر سے ڈاکٹر مونگ کے چہرے پر موجود تاثرات کا جائزہ لینے لگا۔ وہ اس وقت حد سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ میں ساحل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر مونگ کا محتاج تھا۔ میں اس کے ساتھ مل کر اس لیے آگے بڑھ رہا تھا کہ ہمارے مقاصد نے قدم سے قدم ملا رکھا تھا اور میں محسوس کررہا تھا، اب ہمارے مقاصد کے بیچ اچھا خاصا فاصلہ حائل ہوچکا تھا۔ اس حقیقت کا ادراک ہونے کے باوجود بھی میں ڈاکٹر مونگ سے شکوہ کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''ڈاکٹر!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا ہے، کھٹمنڈو میں مجھے اپنے مشن میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا'' ''اپنے مشن'' کے الفاظ تم نے ایسے استعمال کیے ہیں جیسے یہ صرف میرے اکیلے کا مشن تھا، تم خواہ مخواہ میرے ساتھ اپنا وقت برباد کرتے پھر رہے تھے!''

لی یان اس گفتگو کے دوران میں بھکا بکا کبھی ڈاکٹر مونگ کی صورت دیکھ رہی تھی۔ گاڑی کی چابیوں والا گچھا ہنوز ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے ابھی تک اس کی جانب اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ میں پہلے ڈاکٹر کی سننا چاہتا تھا۔ اس کی شخصیت کا یہ پہلو پہلی مرتبہ میرے سامنے آرہا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے دجدان!'' وہ میری شکایت کے جواب میں بڑی رسان سے بولا ''اب تک یہ ہم دونوں کا مشترکہ مشن تھا اسی لیے محترم سانگ فو کی خواہش تھی کہ ہم شانے سے شانہ ملا کر آگے بڑھیں مگر یہاں پہنچ کر ہمارے راستے جدا ہوجاتے ہیں۔ سانگ فو کی خواہش کی تکمیل ہوگئی۔ یہ میرے لیے بڑی خوشی، اعزاز اور فخر کی بات ہے۔''

میں دل میں کچھ نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لیے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا ''کیا ہمارے راستے اس لیے جدا ہوگئے کہ اس تجربے سے تمہیں اور تمہارے بڑوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ اگر کوئی شخص کسی بھی ذریعے سے عبادت گاہ کے تہ خانے میں اترنے کا طریقہ معلوم کرلے پھر بھی وہ اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ تہ خانے میں پوشیدہ گراں قدر خزانہ ہر حال میں محفوظ رہے گا؟''

وہ خفیف سا مسکرایا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''لارڈ بدھا کی قسم! مجھے اور میرے بڑوں کو اس بات کا یقین تو پہلے ہی سے تھا۔''

''پھر اس جوائنٹ وینچر کی کیا ضرورت تھی؟'' میری آواز قدرے بلند ہوگئی۔

''یہ دلائی لاما کی خواہش تھی۔''

''دلائی لاما!'' میں اچھل پڑا ''پہلے تم اسے سانگ فو کی خواہش کہہ رہے تھے۔ اب اسے دلائی لاما سے منسوب کررہے ہو؟''

''محترم سانگ فو کی خواہش دلائی لاما کی مرضی کے سبب ہی تھی'' اس نے جواب دیا۔

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ یہ وقت رخصت انکشاف پر انکشاف کیے جارہا تھا۔ میرے لیے وہ تمام تر باتیں انتہائی اہم اور دلچسپ تھیں۔ اپنی معلومات کو دور تک پہنچانے کی خاطر میں نے پوچھ لیا۔

''ٹھیک ہے ڈاکٹر! میں تمہاری بات کا یقین کرلیتا ہوں کہ دلائی لاما کی خواہش پر ہی سانگ فو نے عمل کرتے ہوئے ہمیں اس مشن کے لیے چن لیا تھا لیکن حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے میں یہ اندازہ قائم کررہا ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی پیش آیا، اس کے بارے میں تمہیں پہلے سے خبر تھی؟''

''تمہارا اندازہ درست ہے'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

میں نے کہا ''میری معلومات کے مطابق، تم ہر قسم کی ہدایات اور احکام سانگ فو سے لیا کرتے تھے۔ محترم سانگ فو کی موت کے بعد اپنے حلقے میں تم سب سے بڑے ہو۔ لی یان، دنگ ہنگ اور دیگر لوگ تمہیں اپنا بڑا مانتے ہیں لیکن میں

محسوس کررہا ہوں کہ تم بھی کسی اور بڑے کے زیرسایہ چل رہے ہو'' میں ایک لمحے کو رکا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے تیز لہجے میں سوال کیا۔

''کیا تم دلائی لاما سے براہِ راست رابطے میں ہو؟''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا'' وہ بات کو گھماتے ہوئے بولا۔

میں نے اصراری انداز میں کہا ''مجھے فرق پڑتا ہے، تم میری تسلی کی خاطر ہی بتادو؟''

''پلیز وجدان!'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا ''بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''

ان لمحات میں ڈاکٹر مونگ مجھے بہت ہی مجبور اور بے بس نظر آیا۔ میں نے اس کا خیال کرتے ہوئے اپنی ضد کے ہتھیار پھینک دیے اور معتدل لہجے میں کہا۔

''چلو اتنا ہی بتادو، دلائی لاما مجھے اس مشن میں کیوں رکھنا چاہتا تھا۔ میرا اشارہ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے والے معاملات کی طرف ہے؟''

''وہ تمہیں ایک آزمائش سے گزارنا چاہتا تھا۔'' وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ ''مبارک ہو کہ تم اس امتحان میں کامیاب ہوگئے ہو۔''

''آزمائش..... امتحان.....!'' میں بے ساختہ بولتا چلا گیا ''پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو؟''

اس نے کہا ''محترم دلائی لاما یہ ثابت کرنا چاہتا تھا، تم ایک سچے اور کھرے انسان ہو۔ تمہارا مقصد نیک اور جستجو راسخ ہے۔ تم جس راہ پر چل رہے ہو، اس مسافرت کی اہلیت رکھتے ہو۔''

میں نے قطعی لہجے میں کہا ''ڈاکٹر! تم بات کو الجھا کر پیش کررہے ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ دلائی لاما مجھ پر اپنے اعتماد کا اظہار کرچکا ہے پھر اس کھٹ راگ کی کیا ضرورت تھی؟''

''ضرورت تھی جبھی تو یہ کھٹ راگ پھیلایا گیا ہے'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

''یہی تو میں بھی پوچھ رہا ہوں؟'' میں بے بسی اسی کے انداز میں کہا۔

وہ چند لمحات تک گہری نظر سے مجھے تکتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''وجدان! تم ایک بدھ مت لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو، دھنو سے محبت کے دعوے دار ہو'' وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں بولتے ہوئے ساحل سے دھنو پر آگیا تھا۔ ''محترم دلائی لاما کے چند قریبی افراد کو تمہاری اس جسارت پر سخت اعتراض ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ عبادت گاہ کے تہ خانے کے حوالے سے دلائی لاما نے تم پر بھرپور اعتماد ظاہر کیا ہے۔ ایک غیر بدھ مت پر دلائی لاما کی ایسی نوازش انہیں پسند نہیں آئی۔ کسی میں اتنی ہمت تو نہیں ہے کہ وہ اپنے اعتراضات اور ناپسندیدگی کو براہ راست دلائی لاما کے سامنے پیش کرے مگر دلائی لاما اس قسم کی غلط فہمیوں کو پالنے کا قائل نہیں۔ اس نے اپنے قریبی معترض افراد پر تمہاری اہلیت ثابت کرنے کے لیے تمہیں اس آزمائشی مشن میں ڈالا تھا اور تم اس کڑے امتحان میں سرخرو ہوگئے تمہاری کامیابی نے بدخواہوں کے منہ بند کردیے۔ ایک طرح سے اب تمہیں ایک سندی مل گئی ہے۔ اعتراض کرنے والوں پر واضح ہوگیا کہ دلائی لاما نے تم پر اعتماد کرکے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔''

وہ ذرا دیر کو متوقف ہوا پھر قدرے تحکمانہ لہجے میں بولا۔ ''وجدان! یہاں بیٹھ کر وقت برباد نہ کرو۔ تمہیں فوراً ساحل کی طرف روانہ ہوجانا چاہیے۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے ایک مرتبہ پھر چابیوں والا گچھا میری جانب بڑھادیا۔

اس بار میں نے اس کے ہاتھ سے مذکورہ گچھا تھام لیا۔

وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''وجدان! تمہارے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ محترم دلائی لاما نے نہ صرف یہ کہ تم پر اعتماد کیا بلکہ اس اعتماد کو تجربے کے عمل سے گزار کر تمہیں اہل اور سچا ثابت بھی کردکھایا ہے۔ تم نے عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ خزانے کی حفاظت کے لیے جس طرح سرگرمی دکھائی وہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ میں ساحل کے حصول کے لیے مزید تمہارا ساتھ دیتا لیکن میرے فرائض کچھ اور تقاضا کررہے ہیں۔ تم نے اندازہ لگالیا ہوگا، محترم سانگ فو کے بعد میری ذمے داریوں میں کس قدر اضافہ ہوگیا ہے.....''

''اس سلسلے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ڈاکٹر!'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''ہر شخص کو اپنی ذمے داریوں کی طرف دیکھنا چاہیے۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ ہم آج سے اپنی اپنی راہ کے ہوگئے اور اپنی راہ پر چل کر ہم اپنے فرائض کو زیادہ احسن طریقے سے پورا کرسکیں گے۔ تم نے اس سلسلے میں اب تک میری بہت مدد کی ہے میں اس کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں۔''

بات کے اختتام پر میری آواز بھرا گئی۔ ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے ساتھ میں نے اپنی زندگی کا بہت اچھا وقت گزارا تھا اور اس دوران میں مجھے بہت کچھ سمجھنے اور سیکھنے کا



موقع بھی ملا تھا۔ میری آواز کی بھرابھٹ اسی تعلق کا نتیجہ تھی۔ ڈاکٹر سے جدائی کا مجھے دکھ ہورہا تھا۔ وہ میرے لیے ایک دوست استاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

''وجدان!'' وہ بڑی محبت سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولا ''میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا اور اوپر سے مجھے اس کی خصوصی ہدایت کی گئی تھی میں نے تمہارے ساتھ جو وقت گزارا ہے، اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ تم ایک عظیم اور مخلص دوست ہو، میں لارڈ بدھا سے التجا کروں گا کہ تمہیں اپنے مقصد میں کامیابی ملے!''

میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا، میرے ''مقصد'' سے اس کی کیا مراد ہے۔ وہ یقیناً ساحل کے حصول کا ذکر کررہا تھا۔ اس کے خلوص، محبت اور ہمدردی کو دیکھتے ہوئے بے اختیار میری زبان پر یہ سوال آگیا۔

''ڈاکٹر مونگ! تمہارے خیال میں، میں کب تک اپنے مقصد کو پالوں گا؟''

اس نے ایک گہری سانس کھینچی اور آنکھیں بند کرلیں۔

میں منتظر استفسار یہ نظر سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

پتا نہیں، وہ میرے اضطراری سوال کے جواب میں کیا کہنے والا تھا۔ جس شے کے بارے میں کوئی اندازہ نہ ہو اس سے متعلق خواہ مخواہ تجسس ابھرتا ہے۔ میں ساحل کی تلاش میں دردر کی خاک چھان چکا تھا اور پتا نہیں، اور کتنے نگر وگلی کوچے مجھے چھاننا تھے۔ وہ ہستی میرے قریب آکر اچانک دور ہوجاتی تھی۔ ایک لمحے مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے اگلے لمحے میں اسے پالوں گا لیکن وہ اگلا لمحہ آنے میں کئی گھنٹے، دن، ہفتے اور مہینے گزر جاتے۔ ان لمحات کے چکر میں، مجھے لمحے بھر کا سکون میسر نہیں تھا۔ وہ ہر وقت میری نگاہ میں پھرتی رہتی، اس کا سراپا میری سوچ کا پیرلفظ بن گیا تھا۔ میں اس کے بغیر کچھ بھی نہیں سوچ سکتا تھا..... کچھ بھی تو نہیں! اس کے تصور سے خالی ایک لائن سوچنا سوہان روح تھا۔ میں ایک ایک سانس اس کے حصول کے لیے کوشاں تھا۔ وہ میری زندگی کا ماحصل بن گئی تھی اس لیے..... ڈاکٹر نے مجھے ایک بہت بڑی دعا دی تو بے ساختہ میری زبان سے یہ سوال پھسل گیا۔

ڈاکٹر نے آنکھیں کھولیں اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''دیکھو وجدان! میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ تم کب ساحل کو حاصل کروگے مگر اس بات کا مجھے پکا یقین ہے کہ ساحل..... وہ لڑکی جس کا نام کبھی دھنو ہوا کرتا تھا، وہ اب صرف اور صرف تمہاری ہے۔ اسے تمہارے نام لکھ دیا گیا ہے۔ تم ایک نہ ایک دن اس کو ضرور پالوگے'' اتنا کہہ کر اس نے ذرا دیر کو خاموشی اختیار کی پھر پُرخیال انداز میں بولا۔

''محترم دلائی لاما کسی عام آدم کو آزمائش سے نہیں گزار سکتا۔ وہ دنیا میں بسنے والے تمام بدھ..... افراد کے لیے مذہبی اور روحانی پیش وا کی حیثیت رکھتا ہے۔ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد بھی محترم کی علمیت اور مقام و مرتبے کو تسلیم کرتے ہیں۔ تمہارے ساتھ محترم کا رویہ اور سلوک خاص الخاص ہے۔ جب اس نے اپنے قریبی اہم افراد پر تمہاری اہلیت ثابت کی ہے تو اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ تمہارے معاملات کو بہ راہ راست دیکھ رہا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر یہی کہوں گا کہ لارڈ بدھا تم پر مہربان ہو، تم اپنی منزل کو پالو!''

ڈاکٹر مونگ نے بڑے نپے تلے اور محتاط الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ میرے معاملے کو دلائی لاما کی تائید حاصل ہے۔ یہ ایک حوصلہ افزا بات تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ ایک نہ ایک دن ہجر و فراق کے یہ شب و روز کٹ جائیں گے میرے اور ساحل کے بیچ حائل فاصلے مٹ جائیں گے اور ہمارے وصال کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی!

ان لمحات میں، محترم سانگ فو سے ہونے والی پہلی اور آخری ملاقات میری نگاہ میں گھوم گئی۔ اس ملاقات میں، میں نے اپنی زندگی کی نہایت ہی اہم گفت گو کی تھی۔ دیگر امور کے علاوہ ساحل کا معاملہ بھی زیربحث آیا تھا۔ محترم سانگ فو نے بھی مجھے ساحل کا سچا طلب گار تسلیم کرتے ہوئے کہا تھا..... ساحل کا حصول اگرچہ آسان نہیں لیکن تمہارے عزم اور مستقل مزاجی سے کچھ بعید بھی نہیں پھر اس نے مجھے ایک بزرگانہ مشورہ دیا تھا..... جب تم ساحل کو حاصل کرلو تو اس کی قدر کرنا، اس نے تمہاری خاطر بہت صعوبتیں اٹھائی ہیں۔ میں ساحل کا ایک بزرگ ہونے کے ناتے اسے تمہارے سپردگی میں دیتا ہوں۔ ساحل کے کرتا دھرتا محترم سانگ فو اور محترم دلائی لاما مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے اس کا حق دار تسلیم کرچکے تھے۔ یہ اس بات کی نادیدہ سند تھی کہ ایک روز اپنی ساحل کو ضرور پالوں گی۔

ان مسرت انگیز خوش آئند خیالات نے میرا انگ انگ مہکا دیا۔ میں ساحل کی خوش بو کو اپنے وجود میں چکراتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔ یوں لگا جیسے میں اس کے ماحول میں سانس لے رہا ہوں۔ واقعی، میرا ماحول اس لڑکی سے شروع ہوکر اسی پر ختم ہوجاتا تھا!

ڈاکٹر مونگ کی سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی آواز نے مجھے ان نشاط انگیز خیالات سے چونکا دیا، وہ کہہ رہا تھا ''وجدان!

عبادت گاہ کے تہ خانے میں شیوا سے بات کرنے کے بعد میں نے جانوس سے بھی رابطہ کیا تھا۔ میں نے اسے تمہارے حوالے سے خصوصی ہدایات دی ہیں۔ وہ تمہارے حکم پر کھٹمنڈو میں ہر قسم کا بندوبست کردے گا۔ تمہیں جس شے کی ضرورت ہوگی، فوراً مہیا کردے گا تم وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اسی سے ملنا، پھر سوچ سمجھ کر مضبوط پلاننگ کے ساتھ ساحل کی طرف قدم بڑھانا۔ تم جانوس کے فون نمبرز وغیرہ نوٹ کرلو۔''

اس کے بعد ڈاکٹر نے مجھے جانوس کا سیل نمبر اور دوسرے فون نمبرز نوٹ کروادیے اور بولا۔ ''کھٹمنڈو تمہارا دیکھا بھالا شہر ہے۔ مجھے امید ہے، تمہیں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

میں نے اس بار جانوس کے حوالے سے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا اور ڈاکٹر کا مناسب الفاظ میں شکریہ ادا کرنے کے بعد گفت گو کے زاویے کو تھوڑا تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے ڈاکٹر! موشے ہائمن ان پے در پے ..... ناکامیابیوں کے بعد ٹھنڈا ہوکر بیٹھ جائے گا؟''

وہ سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا ''پوری دنیا کو اپنے سامنے جھکانے اور اس میں بسنے والے انسانوں کو اپنے حکم کا غلام بنانے کا خیال آسانی سے اس کے ذہن سے محو نہیں ہوسکتا۔ ان پانچ نادر الوجود لاثانی پتھروں کا حصول اسے کروٹ کروٹ بے قرار رکھے گا۔''

''اس کا مطلب ہے، وہ پھر عبادت گاہ پر کسی نئے انداز میں چڑھائی کرے گا؟'' میں نے ایک خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں، اس بات کے روشن امکانات ہیں'' ڈاکٹر نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''لیکن مجھے یقین ہے، ہر مرتبہ اسے منہ کی کھانا پڑے گی، اگر اس کے دل سے ان پتھروں کے حصول کی خواہش رخصت نہ ہوئی تو پے در پے ناکامیابیوں کے بعد ایک دن وہ خود اس دنیا سے رخصت ہوجائے گا۔''

''ہوں!'' میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور کہا ''میرا خیال ہے، موشے ہائمن کے لیے ساحل کی اب کوئی خاص اہمیت نہیں رہی۔ تہ خانے میں داخلے کا طریقۂ کار معلوم ہوجانے کے بعد اسے قید میں ڈالے رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا!''

''یہ تمہارا خیال ہے'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا ''لیکن میں ذرا مختلف انداز میں سوچتا ہوں۔ یہودیوں کی ایک خاص ذہنیت ہے۔ یہ قوم آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام وصول کرنا جانتی ہے۔ اپنے ملک میں ناکام اور معتبر ثابت ہونے والی اشیا کو یہ پُرکشش پبلسٹی کے ذریعے کئی گنا دام پر پوری دنیا میں فروخت کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ یہ لوگ انتہائی بے کار اور فضول چیز کو بھی کیش کرنا جانتے ہیں ..... اور ساحل تو ایک جیتی جاگتی اہم شخصیت ہے۔''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''وجدان! یہ مت بھولو کہ امریکا والے تمہیں ''امریکا دشمن'' کا ٹائٹل دے چکے ہیں۔ تم ربی موشے ہائمن کے لیے معتوب اور انتہائی مطلوب ہو۔ تم اب تک اسے جو گراں قدر نقصان پہنچا چکے ہو وہ اسے تم سے سود در سود وصول کرے گا۔ ربی اچھی طرح یہ بات جان گیا ہے کہ ساحل کے اندر تمہاری جان اٹکی ہوئی ..... وہ تمہیں شکار کرنے کے لیے ساحل کو چارے کے طور پر استعمال کرے گا اور اس دوران میں وہ بھی بعض صبر آزما لمحات سے گزرے گی۔ ربی کو کبھی انڈر اسٹیمیٹ نہیں کرنا وجدان۔ یہ تمہارا نہایت ہی طاقت ور اور طاقت ور دشمن ثابت ہوگا۔ اس سے نمٹتے ہوئے تمہیں دانتوں پسینہ آجائے گا۔''

ڈاکٹر اپنی بات مکمل کرنے کے بعد خاموش ہوا تو میں میدانِ جنگ کے نقشے پر غور کرنے لگا ڈاکٹر نے جو سنسنی خیز انکشافات کیے وہ مبنی بر حقیقت تھے۔ اب میرے اور موشے ہائمن کے درمیان ایک سنگین ٹکراؤ ہونے والا تھا۔ موشے ہائمن مجھ سے ہزاروں میل دور اس وقت اسرائیل میں بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کے بھیجے ہوئے دو انتہائی خطرناک افراد ڈین ہاروے اور کلاڈیا یہاں کھٹمنڈو میں سرگرم عمل تھے۔ جمی نوٹا نے ہائی وے والی بستی سے ساحل کو اغوا کرنے کے بعد ڈین ہاروے کے پاس پہنچایا تھا ..... لہٰذا ڈین ہاروے کی گردن ناپنے کے لیے مجھے فوری طور پر کھٹمنڈو پہنچنا تھا ..... اور اپنی جان تمنا کو اس کے چنگل سے چھڑانا تھا!

''میں روانہ ہو رہا ہوں ڈاکٹر!'' میں نے ولولہ انگیز لہجے میں کہا۔

''ویری نائس'' وہ ستائشی نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

اس کے بعد ڈاکٹر نے مجھے اس جیپ اور جانوس کے حوالے سے چند اہم باتیں بتائیں۔ میں نے ذہن نشین کرنے والے انداز میں بڑے غور سے اس کی ہدایات سنیں اور آخر میں ایک ضروری سوال کیا۔

''لی یان کے بارے میں کیا کہتے ہو ڈاکٹر؟''

''میرا خیال ہے۔ وہ پسنجر زسیٹ پر بیٹھی ہوگی ہے!''

''یہ تو مجھے بھی دکھائی دے رہا ہے'' میں نے کہا۔

اس نے پوچھا ''پھر کیسی اُلجھن ہے؟''

''میرا مطلب ہے، اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے تم نے'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اب یہ جوائنٹ وینچر نہیں رہا۔ مجھے آگے بڑھنے کے لیے سولو فلائٹ کرنا ہوگا اس صورت میں لی یان کو بھی تمہارے پاس ہی رکنا ہوگا یا؟''

اس نے ایک لمحے کو سوچا پھر بولا ''میرا خیال ہے، لی یان کا معاملہ اسی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اپنے بارے میں زیادہ بہتر طور پر فیصلہ کرسکے گی۔'' پھر وہ لی یان سے مخاطب ہوتے ہوئے مستفسر ہوا۔

''کیوں لی یان! تم مجھے بتاؤ، یہاں میرے پاس رکوگی یا وجدان کے ساتھ جانے کا ارادہ ہے؟''

میرا خیال تھا، اس مرحلے پر لی یان کو فیصلہ کرتے ہوئے سو بار سوچنا پڑے گا لیکن اس نے میری توقع کے برخلاف ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ اس نے کوئی تردد کیا اور نہ ہی تامل ایک لمحے میں فیصلہ سنا دیا۔ اس فیصلے میں بلا کا اعتماد شامل تھا۔

''میں وجدان کے ساتھ کھٹمنڈو جاؤں گی!''

یہ اتنا واضح فیصلہ تھا جیسا ''ہیڈ یا ٹیل؟'' کی صورت میں کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ یعنی ادھر یا ادھر! لی یان نے ادھر کو فراموش کرکے یکسر ادھر جانے کا فیصلہ سنا دیا تھا۔ ماضی میں اسی نوعیت کا ایک فیصلہ ساحل (دھنو) نے بھی سنایا تھا۔ اس کے والدین کی المناک موت کے بعد جب نئے بدھ بھکشو نے اسے اپنے ساتھ عبادت گاہ میں رکھنے کی پیش کش کی تھی تو ساحل نے وہاں رکنے کے بجائے میرے ساتھ رہنے کو ترجیح دی تھی۔

ڈاکٹر مونگ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''مجھے لی یان کے اس فیصلے سے خوشی ہوئی ہے۔ اس طرح کم از کم ایک فرد ہماری طرف سے بھی، ساحل کی تلاش اور حصول کے سلسلے میں تمہارے ساتھ ہوگا۔''

ڈاکٹر مونگ نے کم و بیش محترم سانگ جیسے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جب میں سیٹل سے نیویارک آرہا تھا تو سانگ فو نے راکیل کو میرے ہم راہ کرتے ہوئے کہا تھا، ساحل تمہاری اور ہماری مشترکہ ضرورت ہے اس لیے بھی اس کے حصول کے لیے کوئی ایک فرد تو ہماری طرف سے بھی ہونا چاہیے۔

راکیل کے تصور نے مجھے دل گرفتہ کردیا۔ اس نے میری رفاقت کے جرم میں اذیت ناک موت پائی تھی تاہم میں نے بھی، اسے موت سے ہمکنار کرنے والوں کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ الفریڈ، گراہم اور سائمن اس کی موت میں حصے دار تھے میں نے ان تین افراد کو جس بے بسی کی موت مارا، مین ہیٹن کی فضا اس کی گواہ تھی ..... اور دریائے ہارلم بھی اس ''شہادت'' میں پیش پیش تھا جس کی گواہی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا! ان واقعات کے بارے میں سوچتے ہوئے میرے حلق میں دھواں سا بھرنے لگا۔

''وجدان!'' ڈاکٹر مونگ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ''لی یان کا بہت خیال رکھنا۔ تم جانتے ہو، شون کی موت کے بعد یہ بالکل تنہا ہوگئی ہے۔''

شون کا ذکر سن کر لی یان اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔ اسے بیوہ ہوئے چند گھنٹے گزرے تھے۔ اگرچہ شون اور لی یان کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق تھا تاہم، وہ اس کا شوہر تھا۔ لی یان کا دکھی اور ملول ہوجانا ایک فطری امر تھا۔ بہر حال، وہ ایک بہادر عورت تھی۔ مجھے امید تھی، وہ بہت جلد اس صدمے سے سنبھل جائے گی۔ حقیقت پسند ہونا جذباتی معاملات میں مفید ثابت ہوتا ہے!

ڈاکٹر مونگ کی بات کے جواب میں، میں نے کہا ''تم فکر نہ کرو ڈاکٹر۔ میں نے نیو جرسی سے روانہ ہوتے وقت شون سے جو وعدہ کیا تھا اسے نبھانے کی اپنی سی کوشش ضرور کروں گا۔ افسوس کہ میں شون کی امانت اسے واپس نہیں لوٹا سکتا البتہ اس کی حفاظت اب میری ذمے داری کا حصہ ہے۔''

''یہ تمہارے ساتھ ہی سب سے زیادہ محفوظ رہ سکتی ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا ''وہاں نیو جرسی میں این وائے پی ڈی اور ایف بی آئی والے یہ جان چکے ہیں کہ تم شون کی آئی ڈی پر لی یان کے ساتھ کھٹمنڈو آئے ہو چنانچہ لی یان کا نیو جرسی میں قدم رکھنا موت کے دہانے میں قدم رکھنے کے مترادف ہوگا تمہارے دشمنوں نے اس بات کا بھی یقیناً پتا لگا لیا ہوگا کہ تم دونوں نے کھٹمنڈو نے انا پورنا ہوٹل میں قیام کیا تھا لہٰذا اب بھولے سے بھی ادھر کا رخ نہ کرنا تم لوگوں کے استقبال کے لیے نیپالی پولیس کے بھیس میں کوئی امریکی ایجنٹ اس ہوٹل میں موجود ہوگا۔ اس کے علاوہ کھٹمنڈو میں مود کرتے ہوئے بھی تمہیں احتیاط کے دامن کو مضبوطی سے تھام کر رکھنا ہوگا۔ وہاں ہر طرف تمہاری تلاش کا کام جاری ہو چکا ہوگا۔'' وہ ذرا دیر کو ٹھہرا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''میں نے تم دونوں کے سلسلے میں جانوس کو خصوصی ہدایات دے دی ہیں۔ تم جب وہاں پہنچوں گے تو تمام تر انتظامات مکمل ہوں گے۔ فی الحال تمہیں حلیوں میں عارضی

تبدیلی کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ جانوس تمہارے لیے رقم کا بندوبست بھی کردے گا۔ شون اور لی یان کے کریڈٹ کارڈز کو استعمال کرنے کی غلطی ہرگز نہ کرنا!''

ہم دونوں نے ڈاکٹر مونگ کی بات پر صاد کیا۔

ٹھیک سات بجے ہم ڈاکٹر سے رخصت ہوکر واپسی کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

لی یان چپ چپ اور اداس تھی۔ میں اس کی اداسی کا سبب جانتا تھا۔ میں شون کو تو واپس نہیں لاسکتا تھا البتہ اسے پُرسکون اور نارمل کرنے کے لیے حیلہ وسیلہ کرنا میرے اختیار میں تھا۔ تھوڑا آگے آنے کے بعد میں نے جیپ کو سڑک کے کنارے روک دیا۔

''کیا ہوا؟'' لی یان نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا۔

میں نے کہا ''ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو بہت کچھ ہوجائے گا!''

اس کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی ''تم یہاں دیرانے میں جیپ روک کر مجھ سے کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟''

''بتاتا ہوں۔'' میں نے پُراسرار انداز میں کہا ''پہلے تم پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جاؤ۔''

اس کی الجھن میں حیرت بھی شامل ہوگئی ''پھر؟''

''پھر..... بعد میں بتاؤں گا۔'' میں نے کہا ''پہلے وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ چلو، شاباش۔''

میں نے اسے کسی ننھی بچی کے مانند پچکارا تو وہ تھوڑے تامل کے بعد اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر جیپ سے باہر نکلی اور خاموشی کے ساتھ عقبی نشست پر جا کر بیٹھ گئی۔

میں نے ایک جھٹکے سے جیپ کو آگے بڑھا دیا اور کہا ''میں نے بیٹھنے کی نہیں بلکہ لیٹنے کی بات کی ہے۔''

''تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو؟'' وہ گڑبڑا گئی۔

''اپنی شکل دیکھی ہے تم نے!'' میں نے کہا۔

''کیوں، کیا ہوا ہے میری شکل کو؟'' اس نے حیرت بھرے انداز میں دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ میرے غیر متوقع اور بے محل سوال نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔

میں نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے کہا ''پانچ گھنٹے..... پہلے ہی وہاں پورے بارہ بج رہے ہیں۔ تھکن اور نیند نے تمہیں نڈھال اور بے حال کر رکھا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے آرام سے اس سیٹ پر سو جاؤ گی تو فریش ہوجاؤ گی۔''

صورتِ حال واضح ہوئی تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ ''تمہارا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں ہے وجدان! میری بہ نسبت تم نے کہیں زیادہ محنت و مشقت کی ہے۔''

''فکر نہ کرو، اپنی باری پر میں بھی آرام کروں گا۔'' میں نے کہا ''ہائی وے والی بستی تک میں ڈرائیونگ اور تم آرام کروگی۔ بستی سے کھٹمنڈو شہر تک ہم اپنی ڈیوٹی بدل لیں گے۔ کہو، کیسا آئیڈیا ہے؟''

''فنٹاسٹک!'' وہ اداسی اور سنجیدگی کو قدرے کم کرتے ہوئے بولی۔

''پھر اس فنٹاسٹک آئیڈیا پر عمل درآمد گی میں تاخیر کیوں ہورہی ہے۔'' میں نے عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں تکتے ہوئے کہا ''تم ابھی تک بیٹھی ہوئی نظر آرہی ہو؟''

ادھر میری بات ختم ہوئی، ادھر لی یان بہ آہستگی نشست پر دراز ہوگئی۔ پھر ایک خاص انداز میں بولی۔ ''ہاؤ کیئری یو آر!''

میں لی یان کی افسردگی کم کرنے کے لیے دانستہ ہلکی پھلکی گفتگو کررہا تھا..... اس کے آخری جملے سے ظاہر ہوا کہ مجھے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی۔ کسی کا دکھ بانٹنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ لی یان سے بات کرتے ہوئے میرے لہجے میں محبت اور شفقت شامل ہوگئی تھی۔ محبت بڑا طاقتور جذبہ ہے۔ یہ خوشیوں کو ضرب اور غموں کو تقسیم کرتا ہے۔ میں لی یان سے لگاوٹ بھرے انداز میں گفتگو کرکے دراصل اس کے غم کو زائل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

''کیئری اور ڈیئری کا فیصلہ کھٹمنڈو شہر میں پہنچ کر کریں گے۔'' میں نے کہا ''فی الحال تم اچھے بچوں کی طرح فوراً آنکھیں بند کرکے نیند کی بانہوں میں سمٹ جاؤ کیونکہ تمہارے آرام کا وقت شروع ہوچکا ہے۔''

اس نے کسی فرماں بردار بچے کے مانند آنکھیں بند کرلیں۔

میں نہیں جانتا تھا، وہ سونے کی کوشش کرے گی یا یونہی آنکھیں بند کیے پڑی رہے گی مگر اس کے چہرے پر نمودار ہونے والے مثبت اثرات نے مجھے مطمئن کردیا۔ میں اسے دکھ نگری سے کھینچ کر باہر لانے میں خاصی حد تک کامیاب رہا تھا۔

دن کی روشنی کے باعث واپسی کا سفر بہ نسبت آسانی سے طے ہوا اور کسی بدمزگی کے بغیر ہم بہ خیر و عافیت ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے دوپہر کھٹمنڈو شہر کی حدود میں داخل ہوگئے۔

ہائی وے والی بستی سے پروگرام کے مطابق لی یان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور میں پچھلی نیند کے لیے پچھلی سیٹ پر چلا گیا تھا۔ بستی سے کھٹمنڈو شہر کا فاصلہ لگ بھگ ایک گھنٹے کا تھا، پچھلی نیند میں نے اس لیے کہا کہ پہاڑی راستے پر سفر کرتے ہوئے پُرسکون اور گہری نیند سونا ناممکنات میں سے تھا۔ لی یان کے مطابق، وہ اچھی طرح سوئی تھی اور اس ''اچھی طرح'' کا مجھے بہ خوبی اندازہ تھا!

اب میں ڈرائیونگ کررہا تھا اور لی یان پسنجرز سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جیپ کو کورنگ روڈ پر چڑھایا تو لی یان نے کہا۔

''وجدان! کہیں رک کر پہلے جانوس کو فون کرلو تاکہ ہمیں معلوم تو ہو، جانا کہاں ہے!''

میں نے ناگواری سے کہا ''یہ شخص مجھے ایک آنکھ نہیں بھایا، اگر ڈاکٹر مونگ کی اصرار نما خواہش کا خیال نہ ہوتا تو میں اس کی صورت دیکھنا پسند نہ کرتا۔''

''اب تو مجبوری ہے۔'' وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی ''ویسے ڈاکٹر مونگ نے یقین تو دلایا ہے کہ جانوس کو تمہارے بارے میں خصوصی ہدایات دی گئی ہیں۔ مجھے امید ہے، اب وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا جس سے تمہیں کسی قسم کی کوفت کا سامنا کرنا پڑے۔''

''تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں!'' میں نے جیپ کے باہر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا ''فون بوتھ نظر آجائے، پھر میں جیپ روکتا ہوں۔''

وہ قدرے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی ''کیا تمہیں ڈاکٹر کی کہی ہوئی بات کا یقین نہیں ہے؟''

میں فوراً سمجھ گیا، اس کا اشارہ کس طرف تھا۔ میں نے کہا ''ڈاکٹر پر تو مجھے پورا بھروسا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں لیکن .....'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تمہاری بات ماننا بھی تو ضروری ہے!''

وہ اداسی کی کیفیت سے بڑی حد تک باہر نکل آئی تھی، میری بات سن کر وہ خاصی متعجب ہوئی۔ ایک طرح سے میں اسے ڈاکٹر مونگ پر فوقیت دے رہا تھا۔ ڈاکٹر مونگ اس کے لیے ''بڑے'' کا درجہ رکھتا تھا اس لیے اس کا الجھنا عین فطری بات تھی۔ اسی الجھن میں اس نے مجھ سے پوچھ لیا۔

''وجدان! میری بات ماننا تمہارے لیے کیوں ضروری ہے؟''

''اس لیے کہ اس وقت تم میری ساتھی ہو!''

''اوہ!'' وہ گہری سانس لے کر بولی ''وجدان! تم معمولی سی بات کے لیے بے پناہ سسپنس پیدا کردیتے ہو۔''

میں نے قدرے شوخی سے کہا ''میری ساتھی ہونا تمہارے نزدیک گویا معمولی سی بات ہے؟''

''اوہ..... نو.....!'' وہ سٹ پٹا گئی ''تم غلط سمجھ رہے ہو وجدان تمہاری ساتھی ہونا تو میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ وہ..... وہ میں نے تو سسپنس کے حوالے سے اس بات کو معمولی کہا تھا۔ میرا مطلب ہرگز تمہاری ساتھی ہونے سے نہیں تھا۔ آئی ایم سوری!''

''سوری کی ضرورت نہیں۔'' میں نے معتدل لہجے میں کہا ''اس وقت ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور ''ساتھ'' میں سب چلتا ہے۔ سوری، تھینک یو اور پلیز، ایکسکیوزی کو لپیٹ کر ایک طرف رکھ دو۔''

''او کے!'' اس کے ہونٹوں پر خفیف سا تبسم ابھر آیا۔ اس کے لبوں کے نظارے نے مجھے حقیقی خوشی دی۔ وہ خفیف سا تبسم میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ مجھے امید تھی، میں لی یان کی افسردگی اور اداسی کو بہت جلد بھاگنے پر مجبور کردوں گا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور سوال کرتی، میں نے اس سے پوچھ لیا۔

''لی یان! ونگ ہنگ کی حیثیت تمہارے لیے ایک باس کی سی تھی۔ مسٹر ہنگ، ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو اپنا بڑا سمجھتا ہے، اس حوالے سے ڈاکٹر مونگ تمہارا بگ باس ہوا۔ عبادت گاہ سے رخصت ہونے سے پہلے ڈاکٹر نے تمہاری موجودگی میں مجھ سے بڑی اہم باتیں کی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، ڈاکٹر مونگ تم پر بڑا بھروسا کرتا ہے۔''

وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھتی چلی گئی۔ میں نے بہ دستور ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے کہا ''مسٹر ہنگ اور ڈاکٹر کا تعلق بدھ مت سے ہے۔ کیا تم بھی بدھسٹ ہو؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ ''مذہب کے لحاظ سے کرسچن ہوں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی ''میں کوئی کٹر مذہبی نہیں ہوں۔ انسان کو اپنے کاز پر نظر رکھنا چاہیے۔ اگر سوچ مثبت، مقصد نیک اور عمل تعمیری ہو تو کسی کے ساتھ بھی مل کر کام کیا جاسکتا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ پچھلے دو روز سے میں تمہارے ساتھ ایک مشن میں شامل ہوں اور آئندہ پتا نہیں، کب تک ہم قدم سے قدم ملا کر چلتے رہیں گے!''

میں نے مذہب کی بحث میں الجھنا مناسب نہ سمجھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو لی

یان!''

لی یان کا تعلق فلپائن سے تھا۔ وہ ایک طویل عرصے سے امریکا میں رہ رہی تھی اس لیے اس کے لب و لہجے اور انداز و اطوار پر خالص امریکی رنگ چڑھا ہوا تھا تاہم وہ اپنے خال و خط اور مین نقش میں پوری فلپائنی تھی۔ فلپائن میں عیسائی (کرسچن) بھاری تناسب سے موجود ہیں۔ ملک کی بڑی آبادی رومن کیتھولک پر مشتمل ہے یعنی تراسی فی صد۔ اس کے بعد پروٹسٹنٹ کا نمبر آتا ہے، یعنی نو فی صد۔ فلپائن میں لگ بھگ پانچ فی صد مسلمان بھی بستے ہیں۔ لی یان فلپائن کے دارالحکومت ''منیلا'' کی رہنے والی تھی۔

اچانک مجھے محسوس ہوا جیسا کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔ ایک سفید گاڑی بڑی مستقل مزاجی سے ہمارے پیچھے آرہی تھی۔

میں نے ذرا غور کیا تو معلوم ہوا، وہ ٹنٹیڈ گلاسز والی ایک لگژری کار تھی۔ وہ ایک مخصوص فاصلہ رکھ کر ہماری راہ ناپ رہی تھی میں نے لی یان سے اس متعاقب گاڑی کا ذکر کیا تو وہ بولی۔

''ہاں، میں نے بھی یہ بات نوٹ کرلی ہے۔''

''پھر کیا ارادہ ہے۔'' میں نے بیک ویو مرر میں اس گاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ''یہیں گھیر لیں یا اسے انگیلیاں کرنے دیں؟''

''میرا خیال ہے، جب تک وہ لوگ کوئی مداخلت نہ کریں، ہمیں اپنی طرف سے پیش قدمی نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''ہمیں پہلی فرصت میں کسی طرح جانوس سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

ادھر لی یان کی بات ختم ہوئی، ادھر متعاقب گاڑی کی رفتار میں اچانک اضافہ ہوگیا۔ ہم اس وقت رنگ روڈ سے گزر رہے تھے اور اتفاق سے زیادہ رش بھی نہیں تھا۔ میں نے لی یان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہاری فرمائش پر کوئی پیش قدمی نہیں کروں گا لیکن اگر دوسری طرف سے کوئی ''شرارت'' کی گئی تو پھر ان سے نمٹنا لازم ٹھہرے گا لہٰذا تم شاٹ گن کو تیار حالت میں بڑی مستعدی سے تھام لو!''

یہ وہی گن تھی جو عبادت گاہ کے سامنے والے حصے میں ایک دشمن کے ہاتھ سے گری تھی۔ اب اس شاٹ گن پر ہمارا قبضہ تھا۔ واپسی پر ہم نے اسے بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ اس کے علاوہ دو خطرناک سیون ایم ایم گنز بھی ڈیش بورڈ کے نیچے ایک خفیہ خانے میں موجود تھیں۔

لی یان نے مضبوط لہجے میں کہا ''تم فکر نہ کرو۔ میں تیار ہوں۔''

متعاقب سفید گاڑی بڑی شرافت سے ہماری جیپ کے پیچھے پیچھے پھر اسی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ہمیں اوور ٹیک کرنے لگی۔ پتا نہیں، ان لوگوں نے کیا سوچ رکھا تھا۔ اگر وہ ہمارے دشمن تھے تو اب تک انہیں ہلکی یا بھاری فائرنگ کا مظاہرہ کردینا چاہیے تھا۔ میں نے دانستہ اپنی جیپ کی رفتار کم کردی۔ اس سے اتنا ہوا کہ سفید گاڑی نے نسبتاً جلدی ہمیں اوور ٹیک کرلیا۔

میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔ وہ بولی ''کوئی من چلا معلوم ہوتا ہے!''

ٹنٹیڈ گلاسز کی وجہ سے یہ اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ اس گاڑی میں کتنے افراد سوار ہیں لہٰذا وہ من چلا کے بجائے من چلے اور دل جلے بھی ہوسکتے تھے۔ ہمیں اوور ٹیک کرنے کے بعد وہ گاڑی بالکل ہمارے سامنے آگئی اور ایک مخصوص انداز میں اس کے انڈی کیٹرز جلنے بجھنے لگے تاہم خیریت گزری کہ ابھی تک اس طرف سے ایک گولی نہیں چلی تھی۔ یہ ایک مثبت صورتِ حال تھی۔

میں نے لی یان سے کہا ''یہ کیا انگیلیاں کررہے ہیں بھئی!''

''میرا خیال ہے، یہ ہمیں رکنے کا اشارہ کررہے ہیں۔''

''کیوں؟'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''یہ تو رکنے کے بعد ہی معلوم ہوگا!''

''کیا میں جیپ کو روک دوں؟''

''ہاں، روک دو۔'' اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

میں نے جیپ کو سڑک کے کنارے روک دیا۔

سفید گاڑی ہم سے پندرہ بیس فٹ آگے رک گئی۔

لی یان نے کہا ''نیچے اتر کر دیکھنا چاہیے۔ انہیں کیا تکلیف ہے!''

''جنہیں تکلیف ہے، نیچے بھی وہی اتریں گے۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا ''وہ اپنی گاڑی سے باہر نکلیں تو میں ان کی تکلیف دور کردوں گا!''

اسی وقت سفید گاڑی کے انڈی کیٹرز ''خاموش'' ہوگئے۔ پھر اس کا عقبی نشست والا دروازہ کھلا۔ ہم دونوں سانس روک کر آنے والے لمحات کا انتظار کرنے لگے۔ لی یان نے شاٹ گن کا بالکل تیار حالت میں تھام لیا۔ یہ تو ثابت ہوگیا کہ انہوں نے ہمیں روکنے کے لیے ہی انڈی کیٹرز والا



کھیل کھیلا تھا۔ وہ ہمیں روکنا چاہتے تھے تو کیوں؟ یہ ایک گمبھیر سوال تھا جس کا جواب بھی انہیں لوگوں میں سے کسی کو دینا تھا جو ہمیں روکنے کے خواہش مند تھے!

گاڑی کا دروازہ کھلنے کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ عقبی نشست سے کوئی اٹھ کر باہر آنے والا تھا، پھر وہ باہر آگیا۔ وہ ایک سونٹا بونٹ شخص تھا۔ باہر نکلنے کے بعد جب اس نے ہماری جانب چہرہ موڑا تو میں اچھل کر رہ گیا۔ وہ صورت میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔

''جانوس.....!'' بے ساختہ میرے لبوں سے خارج ہوا۔

لی یان بھی اسے پہچان گئی، حیرت بھرے لہجے میں بولی ''یہ یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

''اسی سے پوچھنا!'' میں نے قدرے تلخی سے کہا ''وہ ہماری ہی طرف آرہا ہے۔''

پتا نہیں کیوں، میں جانوس کو دیکھتے ہی بدمزہ ہوگیا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ زندگی میں دوبارہ کبھی اس شخص سے ملاقات ہوگی۔ کم از کم خود تو کبھی اس سے ملنے کی کوشش نہ کرتا۔ اگر ڈاکٹر مونگ کی خواہش نہ ہوتی تو میں اس سے دور ہی رہتا۔ بہر حال، ڈاکٹر کا دعویٰ تھا کہ اس نے جانوس کو میرے سلسلے میں ہدایات دے دی ہیں۔ وہ مجھے شکایت کا کوئی موقع نہیں دے گا۔ میں نے دل میں کہا، ٹھیک ہے۔ دیکھتا ہوں اس میں کیا تبدیلی آئی ہے!

جانوس تیز قدموں سے چلتے ہوئے ہماری جیپ کے قریب آگیا۔ اس کے چہرے پر خیر مقدمانہ مسکراہٹ سجی تھی۔ میں نے بھی جواباً مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔ وہ میرے پاس آکر محتاط لہجے میں بولا۔

''آپ لوگوں سے مل کر مجھے خوشی ہورہی ہے۔''

کل صبح آٹھ بجے بھی اسی جانوس نے تری بھون انٹرنیشنل ائرپورٹ پر ہمارا استقبال کیا تھا لیکن یہ جانوس گزشتہ روز والے جانوس سے قطعی مختلف نظر آرہا تھا۔ اس کے چہرے کی سختی اور لہجے میں کا اکھڑ پن کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ممکن ہے، اس گرم مزاج شخص کو چھوڑ کر سر دیکیشنز منانے ماؤنٹ ایورسٹ کی طرف نکل گئے ہوں! ان کے لیے قریب ترین ''تفریح گاہ'' ماؤنٹ ایورسٹ ہی تھی۔

وہ جو کچھ بھی کررہا تھا، ڈاکٹر مونگ کی ہدایت سے مجبور ہوکر کررہا تھا۔ یہ اس کا اپنا مزاج نہیں تھا۔ وہ ایک ہدایت کار کے اشارے پر اداکاری کررہا تھا لہٰذا میں بھی اپنے موڈ مزاج کے خلاف عمل پر مجبور تھا۔ ہمارے درمیان رسمی علیک سلیک ہوگئی تو وہ اردگرد دیکھتے ہوئے دوبارہ چوکنا لہجے میں بولا۔

''آپ دونوں اپنا بیگ لے کر میرے گاڑی میں آجائیں۔''

''کوئی خاص بات ہے؟'' میں نے اس کے شائستہ رویے کے جواب میں شائستگی ہی برتی۔

وہ گمبھیر انداز میں بولا ''شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔''

''کس کے لیے؟'' لی یان نے استفسار کیا۔

وہ بولا ''خصوصاً تم دونوں کے لیے۔ اسی لیے میں ٹنٹیڈ گلاسز والی گاڑی لے کر آیا ہوں۔''

''تم کب سے ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''پلیز! پہلے آپ لوگ میرے گاڑی میں جاکر بیٹھیں۔'' وہ منت ریز لہجے میں بولا ''باقی باتیں ہم وہیں کریں گے۔ اس جیپ کو فوری طور پر چھوڑ دیں ورنہ بڑی گڑبڑ ہوجائے گی۔''

''اوہ!'' میں نے ایک طویل سانس کھینچی پھر لی یان کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں مجھے تائیدی تاثرات نظر آئے۔

اگلے ایک منٹ کے اندر ہم اپنے بیگ کے ساتھ جیپ سے نکل کر ٹنٹیڈ گلاسز والی سفید گاڑی کی عقبی نشست پر منتقل ہوچکے تھے۔ جانوس نے نیپالی میں ڈرائیور کو کچھ ہدایات دیں۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر ہماری جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ میں نہیں جانتا، اس نے کیا کہا تھا اپنے ڈرائیور سے تاہم قرائن بتاتے تھے، ڈرائیور اب ہماری جیپ کو کہیں پہنچائے گا۔ کہاں؟ جہاں کے لیے جانوس نے اسے ہدایت کی تھی۔

جانوس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ایک جھٹکے سے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔

''میں سب سے پہلے تم سے معذرت چاہوں گا دجدان!'' گاڑی کے اندر پہلی آواز جانوس کی ابھری۔

''کس بات کی معذرت؟'' میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

وہ نرمی سے بولا ''ڈاکٹر مونگ نے مجھے بتایا، مختصر سی ملاقات میں تمہیں مجھ سے ڈھیر ساری شکایات پیدا ہوگئی ہیں۔ میں کوشش کروں گا۔ آئندہ ایسا کوئی موقع نہ آئے۔''

''کوئی بات نہیں مسٹر جانوس!'' میں نے قدرے....

بے تکلفی سے کہا ''میں گزری ہوئی باتوں کو بھول گیا۔ تم بھی بھول جاؤ۔''

''گویا، تمہیں اب مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے؟''

''اٹس اوکے مسٹر جانوس! ڈونٹ ڈسٹرب یور سیلف۔''

''اوہ تھینکس!'' وہ ممنونیت بھرے لہجے میں بولا۔

ایک بے نام سے تجسس نے میرے دماغ کو کسی آکٹوپس کے مانند جکڑ رکھا تھا۔ میں فوراً کام کی بات کی طرف آ گیا۔ ''مسٹر جانوس! اب تو.... ہم تمہاری ٹنیٹڈ گلاسز والی گاڑی کے اندر محفوظ بیٹھے ہیں۔ بتاؤ، شہر میں ہمارے لیے کس قسم کے خطرات پیدا ہو چکے ہیں؟ اور یہ بھی جاننا چاہوں گا، تم کب سے اور کہاں سے ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے؟''

اس نے ایک تشویش بھری طویل سانس خارج کی اور میرے سوالات کے جواب میں بتایا ''ڈاکٹر مونگ نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا دیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق، تم لوگوں کو گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان کھٹمنڈو شہر کی حدود میں داخل ہونا تھا لہٰذا میں ساڑے دس بجے سے ہی اس گاڑی میں شہر کے داخلی راستے پر موجود تھا۔ بہ وجہ میں تمہیں وہاں روک نہیں پایا۔ تم کسی چھلاوے کے مانند آگے بڑھ گئے۔ مجبوراً تمہارا تعاقب کرتے ہوئے مجھے یہاں تک آنا پڑا۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''اس جیپ کو فوری طور پر چھوڑنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ہمارے دشمن اس کا میک اور نمبر جان چکے ہیں۔ مذکورہ جیپ کو اور تم دونوں کو بڑی سرگرمی سے پورے کھٹمنڈو میں تلاش کیا جا رہا ہے.....''

وہ آگے بھی کچھ بولنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سوال کیا۔ ''ہماری جیپ کے بارے میں دشمنوں کو کیسے خبر ہو گئی اور یہ بات انہیں کس نے بتائی کہ میں اور لی یان اس جیپ میں سوار عبادت گاہ کی طرف سے کھٹمنڈو آ رہے ہیں؟''

''شاید میں تمہیں ٹھیک طرح سے اپنی بات سمجھا نہیں سکا!'' وہ گاڑی کو رنگ روڈ پر جنوب کی سمت بڑھاتے ہوئے خجالت آمیز لہجے میں بولا ''جیپ میں تم لوگوں کے سوار ہونے کی بات میں نے اپنے تجزیے کی بنیاد پر کی ہے۔ ہمارے دشمنوں تک صرف یہ بات پہنچی ہے کہ مذکورہ جیپ عبادت گاہ کے عقبی حصے میں ایک چٹان کے پیچھے کھڑی دیکھی گئی ہے۔''

''اوہ۔'' میں گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ ''دشمنوں تک یہ خبر کیسے پہنچی؟'' میں پُرخیال انداز میں بڑبڑایا۔

میری بڑبڑاہٹ کے جواب میں جانوس نے بتایا ''ڈاکٹر مونگ کا خیال ہے، آج علی الصباح دشمنوں کی جو دو لینڈ کروزر وہاں پہنچی ہیں، ان میں سوار افراد میں سے کسی نے یہاں اپنے بڑوں کو اس جیپ کے بارے میں اطلاع دی ہے۔ وہ دونوں جیپیں ہماری جیپ کے قریب ہی چٹان کی دوسری طرف کھڑی کی گئی تھیں۔''

جانوس کے انکشاف سے ظاہر ہوا کہ ڈاکٹر مونگ نے اسے ہمارے موجودہ حالات کے بارے میں کچھ بہت بتا رکھا تھا۔ جانوس کے بیان سے پتا چلتا تھا۔ ہمارے عبادت گاہ سے رخصت ہونے کے بعد ڈاکٹر مونگ نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ ہم وہاں سے سات بجے صبح روانہ ہوئے تھے اور وہ دونوں لینڈ کروزر جیپیں لگ بھگ چھ بجے صبح عبادت گاہ کے پچھواڑے پہنچی تھیں۔

''ڈاکٹر مونگ سے تمہاری آخری بات کب ہوئی تھی؟''

میں نے اپنے اندازے کے تصدیق کے لیے پوچھ لیا۔

اس نے بتایا ''نو بجے صبح۔ ڈاکٹر ہی کی ہدایت پر میں تم لوگوں کو ''ریسیو'' کرنے ادھر آ گیا تھا۔''

''ہوں!'' میں نے ایک ہنکارا بھرا ''اس کا مطلب ہے۔ ڈاکٹر نے قابو میں آنے والے دشمن کے آدمی کلارک ہی سے یہ بات اگلوائی ہو گی کہ ہماری جیپ کی وہاں موجودگی کے بارے میں..... یہاں کھٹمنڈو میں اطلاع دے دی گئی ہے!''

''یہ اطلاع اسی شیطان کلارک نے اپنے بڑوں کو دی تھی۔'' جانوس نے بتایا ''ڈاکٹر مونگ نے مجھے تمہارے حوالے سے عبادت گاہ میں پیش آنے والی بہت سے واقعات سے آگاہ کر دیا ہے۔''

میں الجھن کا شکار ہو گیا۔ ''لیکن ڈاکٹر نے مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا؟''

''حفظ ماتقدم کے طور پر۔'' وہ عقبی نشست کا منظر دکھانے والے آئینے میں مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

میں نے بھی اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے تیز لہجے میں پوچھا۔ ''کیسا حفظ ماتقدم؟''

''اگر ڈاکٹر تم لوگوں کو یہ بات بتا دیتا کہ جس گاڑی میں تم لوگ کھٹمنڈو جا رہے ہو، دشمن اسے ''ہاتھوں ہاتھ'' لیں گے تو تمہارے اعصاب ایک عجیب سے تناؤ کا شکار رہتے۔ ڈاکٹر چاہتا تھا، تم دونوں بالکل ری لیکس انداز میں کھٹمنڈو پہنچو۔'' جانوس نے مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ''تم لوگوں



کی حفاظت اور خبر داری کے لیے ڈاکٹر نے مجھے یہاں کھٹمنڈو میں متحرک کر دیا اور دیکھ لو..... میں تمہیں نہ صرف بہ حفاظت اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں بلکہ اس ''مشکوک'' جیپ کی روپوشی کا بھی مناسب بندوبست کر دیا ہے!''

جانوس پہلی مرتبہ مجھے ایک معقول آدمی لگا۔ ڈاکٹر مونگ کی ہدایت نے واقعی اس پر اثر کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر مونگ کے لیے میرا دل محبت کے جذبات سے بھر گیا۔ اس نے ہمیں کسی ذہنی کوفت اور اعصابی دباؤ سے بچانے کے لیے بڑا خوب صورت انتظام کیا تھا لیکن اس حوالے سے میرے دل میں ایک معمولی سا کھٹکا ہو رہا تھا۔ میں نے اس پھانس کو نکالنا ضروری سمجھا اور جانوس سے پوچھا۔

''ٹھیک ہے، ڈاکٹر نے ہمیں قبل از وقت اس جیپ کے ''معاملے'' سے آگاہ نہ کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے، وہ اس جیپ کے بجائے ہمیں دشمنوں کی ایک لینڈ کروزر میں واپس بھیج دیتا!''

وہ بڑی رسان سے بولا ''ہاں، ایسا ہو سکتا تھا۔'' پھر اس نے تھوڑا توقف کیا اور کھٹمنڈو کے انتہائی جنوب میں پہنچنے کے بعد رنگ روڈ کو خیر باد کہہ کر گاڑی کو بانیسور روڈ پر ڈال دیا اور بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''ڈاکٹر نے ایسا اس لیے نہیں کیا وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے، یہ جیپ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کی طرف بھی گئی ہی نہیں۔ وہ کل شام سے وہاں موجود ہیں اور شر پسند عناصر کا مقابلہ کر رہا ہے۔ ایک رات میں دو مرتبہ عبادت گاہ پر چڑھائی کی گئی اور دونوں مرتبہ ڈاکٹر مونگ نے حملہ آوروں کے دانت کھٹے کیے۔ عبادت گاہ کے اگلے حصے میں وہ گاڑیاں موجود ہیں جن میں جمی فونڈا اور اس کے ساتھ وہاں پہنچے تھے اسی لیے عبادت گاہ کے عقبی حصے میں بھی ان گاڑیوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں آنا چاہیے جن میں کلارک اپنے حواریوں کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔ اسی لیے ڈاکٹر نے تمہیں ان لینڈ کروزر میں سے کوئی جیپ نہیں لانے دی۔ عبادت گاہ کے اندر اور باہر چاروں طرف ایسی واقعاتی شہادتیں موجود ہیں جن کی بنیاد پر مضبوط سے مضبوط تر کیس بنانے میں پولیس بنانے میں

پولیس کو بھرپور مدد ملے گی۔ پہلے رتنا پارک والے بنگلے پر دو سادہ لباس پولیس والے مارے گئے۔ پھر وہاں عبادت گاہ میں، چار سادہ لباس اہلکاروں کے ساتھ ہی ہمارے دو افراد کی اموات بھی واقع ہوئی ہیں۔ یہ تمام لوگ حملہ آور شیطانوں کی یورش کو ختم کرنے کے لیے کٹ مرے۔ ہمارے دشمنوں کی دو درجن لاشیں بھی گواہی دیں گی۔ ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے دو آدمیوں اور چار سادہ لباس پولیس والوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر عبادت گاہ کی حفاظت کی ہے۔''

وہ سانس لینے کے لیے لمحے بھر کو رکا پھر بانیسور (BANESWAR) روڈ پر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہاں نیپال میں مذہب کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ نیپال میں لگ بھگ پانچ فی صد بدھسٹ آباد ہیں۔ ان کی اکثریت عبادت گاہوں (بدھ اسٹوپاز) میں باقاعدگی سے جاتی ہے۔ یہ لوگ عبادت گاہ کے تقدس اور حفاظت کو ہر شے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا کا ایک بڑا اسٹوپا (بدھ عبادت گاہ) بھی یہاں کھٹمنڈو میں ہی واقع ہے جو ''اسٹوپا آف بودھ ناتھ'' کہلاتا ہے!''

نیپال میں غالب آبادی ہندوؤں کی ہے یعنی نوے فی صد!

''میں یہ بات جانتا ہوں۔'' میں نے اس کے گویائی وقفے میں کہا۔

''ویری گڈ!'' وہ سراہنے والے انداز میں بولا پھر بتانے لگا ''جب ڈاکٹر مونگ سے میری آخری بات ہوئی تو اس نے بتایا تھا، انسپکٹر پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ خود بھی وہاں پہنچ چکا ہے۔ عبادت گاہ کے اندر اور باہر پولیس کی تفتیشی کارروائی جاری ہے لہٰذا تمہیں اس طرف کی فکر کرنا چاہیے۔ وہاں ڈاکٹر مونگ اور انسپکٹر شیوا معاملات کو اچھی طرح سنبھالیں گے۔ ہمیں یہاں کھٹمنڈو میں ان لوگوں سے نمٹنا ہے جنہیں وجدان اور لی یان کی تلاش ہے..... اور مجھے پورا یقین ہے، ہم بڑے ٹھیک ٹھاک انداز میں ان سے نمٹ لیں گے۔''

جانوس پُراعتماد انداز میں اپنی بات مکمل کی تو میں نے کہا ''تمہارا اشارہ جوگندر پال اور اسرائیل سے آنے والی ڈین ہاروے کی طرف ہے نا؟''

ہاں!'' جانوس نے بڑے معنی خیز انداز میں اپنے مونڈھے سر کو اثباتی جنبش دی اور بڑی ترنگ میں بولا ''جوگندر پال اور ڈین ہاروے کے علاوہ ہاروے کی یہودن ساتھی کی طرف بھی!''

وہ اب خاصا بے تکلف ہو کر بات کر رہا تھا، لگتا تھا کلاڈیا کو دیکھ کر اس کی رال بے قابو ہو گئی ہے۔ اس کی شخصیت کا ایک نیا پہلو سامنے آ رہا تھا لیکن میں نے یہ بات بھی خاص طور پر محسوس کی کہ لی یان کے لیے اس کی آنکھ اور انداز و اطوار میں ایک احترام موجود تھا۔ گویا وہ وضع داری اور کردار کے لحاظ

سے ایک قابل بھروسا انسان تھا۔

جانوس کی بات سے ظاہر ہوا کہ وہ تازہ ترین حالات سے بڑی گہری واقفیت رکھتا تھا۔ یہ اس کی اپنی محنت تھی یا اس سلسلے میں ڈاکٹر مونگ نے اس کے اندر کچھ انڈیلا تھا' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس کا باخبر اور آگاہ ہونا میرے لیے ہر حوالے سے مفید تھا۔ جانوس نے ہارودے کی یہودن ساتھی کا جس انداز میں ذکر کیا تھا، اس نے مجھے اس کے چٹکی لینے پر مجبور کر دیا۔ میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

''مسٹر جانوس! ڈاکٹر نے تمہاری تعریف کرتے ہوئے مجھے بتایا تھا تم دل کے بہت اچھے ہو۔ میں محسوس کر رہا ہوں ''اچھا دل'' اس دشمن یہودن کی طرف جھک رہا ہے۔ کہیں تم میری لیے کوئی نئی پرابلم تو نہیں کھڑی کر دو گے؟''

''نہیں یار!'' وہ بے تکلفی سے بولا ''دشمن تو ہر حال میں دشمن ہی ہوتا ہے اور اس کا ہر ساتھی بھی دشمنوں ہی میں شمار ہوتا ہے۔ ویسے کلاڈیا بڑی زبردست شے ہے۔ تم دیکھو گے تو میری بات کا یقین آ جائے گا'' وہ کلاڈیا کے حوالے سے خاصا کھل کر بول رہا تھا جس سے پتا چلا کہ وہ زندہ دل بھی ہے۔

''ٹھیک ہے، دیکھ لوں گا کلاڈیا کو بھی اور اس کے ساتھی فراڈیا (ڈین ہارودے) کو بھی'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''یہ دونوں دشمن مجھ سے بچ نہیں سکیں گے'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''کیا تم نے اسرائیل سے آنے والے کلاڈیا اور فراڈیا پر نظر رکھی ہوئی ہے؟''

اس نے بڑے فخر سے بتایا ''آج صبح چھ بجے سے لے کر اب تک وہ بنگلا پوری طرح نگاہ میں ہے جہاں جوگندر پال نے ان دو اسرائیلیوں کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ میرے دو نہایت ہی مستعد سادہ لباس آدمی اس بنگلے کی نگرانی پر مامور ہیں اور مجھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہاں کے حالات کی خبر بھی دے رہے ہیں۔ ڈین ہارودے اور کلاڈیا میں سے کوئی بھی اس بنگلے سے باہر نہیں نکلا۔ جوگندر پال صبح سے دو چکر وہاں کے لگا چکا ہے۔ مجھے امید ہے، ہم مذکورہ بنگلے پر چڑھائی کر کے بہ آسانی تمہاری ساتھی کو ان کے چنگل سے چھڑا لیں گے۔''

اسی وقت جانوس کے موبائل فون کا بزر بج اٹھا۔ اس نے ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے اپنی جیب سے سیل نکال کر اس کے ڈسپلے پر ایک نگاہ ڈالی پھر سیل کو فوراً کان سے لگا لیا اور تکلمانہ لہجے میں مستفسر ہوا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ اپنے کسی ملازم سے بات کر رہا تھا۔

''ہاں بولو، کیا رپورٹ ہے؟''

پھر وہ ''ہوں، ہاں' اوکے'' جیسے الفاظ بولتے ہوئے دوسری طرف کی بات سنتا رہا اور آدھے منٹ کی اس گفتگو کے بعد اس نے موبائل فون جیب میں رکھ لیا اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''ایوری تھنگ ازاد کے مسٹر وجدان!''

''میرا خیال ہے، یہ ان دونوں میں سے کسی نگران کا فون تھا جنہیں تم نے اسرائیل ایمبیسی کے پچھواڑے جوگندر پال کے بنگلے کی نگرانی پر مامور کر رکھا ہے؟'' میں نے معتدل لہجے میں کہا۔

وہ تصدیقی انداز میں بولا ''تمہارا خیال سینٹ پرسینٹ درست ہے''

میں نے ایک اطمینان بخش طویل سانس خارج کی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ٹنیٹڈ گلاسز کا یہی سب سے بڑا کمال ہے۔ باہر سے کوئی نہیں دیکھ سکتا کہ گاڑی کے اندر کیا ہو رہا ہے جب کہ اندر موجود افراد بڑی آسانی سے باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اس وقت ہم ہانیسور روڈ پر ''ایورسٹ شیرٹن انٹرنیشنل ہوٹل'' کے قریب سے گزر رہے تھے۔ روڈ کے دونوں طرف استادہ عمارتیں دھلی دھلائی دکھائی دے رہی تھیں۔ ہم نے دائیں جانب ایورسٹ شیرٹن ہوٹل اور بابر محل کو، اور بائیں سمت رائل ڈرگ ریسرچ سینٹر، انکم ٹیکس آفس وغیرہ کو پیچھے چھوڑا اور اگلے چوراہے سے سیدھے ہاتھ کو مڑ گئے۔ اب ہماری گاڑی رام شاہ پاتھ پر دوڑ رہی تھی۔ میں نے جانوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ہم کس طرف جا رہے ہیں مسٹر جانوس؟''

رام شاہ پاتھ جنوب سے شمال کی طرف جاتا ہے یا یوں سمجھ لیں شمال سے جنوب کی سمت آتا ہے۔ ہم اس وقت کھٹمنڈو کے جنوب۔ شمال کی جانب جا رہے تھے۔ دربار پاتھ اور کانتی پاتھ بھی رام شاہ پاتھ کے متوازی چلتے ہیں۔

جانوس نے میرے سوال کے جواب میں بتایا ''میں تم لوگوں کو ایک محفوظ پناہ گاہ کی طرف لے کر جا رہا ہوں۔ نیکسل N A X A L میں میرا ایک ذاتی فلیٹ ہے۔ ہم ادھر ہی جا رہے ہیں۔ وہ فلیٹ تم دونوں کے لیے بہت موزوں رہے گا۔ ویسے میں نے تم دونوں کے لیے ایک متبادل رہائش کا بھی بندوبست کر رکھا ہے۔ لارڈ بدھا نے چاہا تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''

''تمہاری رہائش گاہ تو ادھر فریک اسٹریٹ پر ہے؟'' میں نے کہا۔

''ہاں ہے..... لیکن ادھر جانا ان حالات میں بہت خطرناک ہوگا۔''

''اور متبادل رہائش کا کہاں بندوبست کیا گیا ہے؟''

''میں نے کسی ایمرجنسی کی صورت میں، تم دونوں کے لیے ایک ہوٹل میں بھی کمرا بک کرا دیا ہے۔''

''اور یہ کمرا یقیناً تمہارے ہوٹل 'نیلو پیگوڈا' میں ہوگا؟''

ڈاکٹر مونگ نے مجھے بتایا تھا، کانتی پاتھ پر واقع سی کلاس ہوٹل ''نیلو پیگوڈا'' کا اصل مالک جانوس ہی تھا۔ اسی طرح خفیہ طریقے سے اس بندے نے کھٹمنڈو میں اپنی بہت سی پراپرٹی بنا رکھی تھی۔ جانوس نے نفی میں سر ہلایا اور میرے اندازے کی ایسی تیسی کرتے ہوئے بولا۔

''کانتی پاتھ والا نیلو پیگوڈا تمہارے شایانِ شان نہیں۔ تم اے کلاس ہوٹل انا پورنا میں کچھ وقت گزار چکے ہو۔ اب کم از کم بی۔ کلاس ہوٹل تو ہو'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں نے ابھی جس ہوٹل میں تم دونوں کے ایمرجنسی قیام کا بندوبست کیا ہے اس کا نام ''ہوٹل شنگریلا'' ہے۔ یہ ہوٹل لازم پت کے علاقے میں واقع ہے۔''

''لازم پت'' کا نام سن کر میں چونک اٹھا۔ اسرائیل ایمبیسی بھی اسی علاقے میں واقع تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا، ہوٹل شنگریلا، جوگندر پال کے اس بنگلے سے زیادہ دور نہیں ہوگا جس میں ڈین ہارودے اور کلاڈیا ٹھہرے ہوئے تھے اور..... میری ساحل ان دو خبیثوں کے قبضے میں تھی۔

میں نے اضطراری لہجے میں کہا ''بہتر یہ ہوگا، ہمیں سیدھا ہوٹل شنگریلا ہی لے چلو۔''

''میں تمہاری بے قراری کو سمجھ رہا ہوں وجدان!'' وہ نہایت ہی دوستانہ لہجے میں بولا ''تم لازم پت کا نام سن کر چونک گئے ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، تم اس علاقے سے بہ خوبی واقف ہو!''

میں نے کہا ''جس اسرائیل ایمبیسی کے عقب میں میری ساحل کو جوگندر پال کے بنگلے میں رکھا گیا ہے وہ بھی لازم پت ہی میں واقع ہے حتیٰ کہ ہمیں تو نصلیٹ، فرنچ ایمبیسی ہوٹل شنگریلا ہوٹل ایمبیسیڈر اور ہوٹل شنگر وغیرہ سب لازم پت ہی میں آتے ہیں اس لیے میرا چونکنا لازمی بات ہے۔ میں ہوٹل شنگریلا کو چھوڑ کر نیکسل کے کسی فلیٹ میں کیوں ٹھہروں گا؟''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''جانتا ہوں، سب جانتا ہوں۔ جن ہوٹلوں کے تم نے نام گنوائے ہیں ان میں سب سے موزوں ہوٹل شنگریلا ہی ہے۔ یہ ہمارے ٹارگٹ سے قریب ترین ہے اسی لیے میں نے اس ہوٹل میں تمہارے ٹھکانے کا بندوبست کیا ہے'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''یہ کس نے کہہ دیا کہ تم نیکسل والے ٹھکانے پر ہی ٹھہرو گے۔ ہم فی الحال وہاں جا رہے ہیں۔ مشن پر آگے بڑھنے کے لیے کچھ ضروری تیاری بھی کرنا ہے۔ تم کچھ دیر تک وہاں قیام اور آرام کرو گے پھر ہم سیدھے ہوٹل شنگریلا پہنچ جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا، ہمارے منصوبے میں کوئی کمی یا کمزوری باقی رہے اور ہم عین وقت پر ناکام ہو جائیں۔ ہمیں ہر حال میں تمہاری ساتھی ساحل کو جوگندر پال والے بنگلے سے نکالنا ہے۔ ازاٹ کلیئر؟''

اس نے جو کچھ کہا وہ بہت واضح تھا اس لیے میں اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''یس!'' جانوس کے عزائم اور ولولے نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ پہلے والا جانوس نظر نہیں آتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، وہ ساحل کو ڈین ہارودے کے بنگل سے نکالنے کے سلسلے میں مجھ سے بھی زیادہ بے تاب ہو۔ ڈاکٹر مونگ کی ہدایات حد سے زیادہ کام دکھا رہی تھیں۔

اس کے جذبے سے متاثر ہوتے ہوئے میں نے قدرکی نگاہ سے اسے دیکھا اور پوچھ لیا ''مسٹر جانوس! ویسے تمہارا کیا پروگرام ہے۔ میرا مطلب ہے، جوگندر پال کے بنگلے پر چڑھائی کرنے کے سلسلے میں تم نے کچھ تو سوچ رکھا ہوگا؟''

''کافی کچھ سوچ رکھا ہے۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا ''باقی تمہارے مشورے سے طے کر لیا جائے گا۔ پہلے ہم فلیٹ پر پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد آرام سے بیٹھ کر اس موضوع پر بات کریں گے۔''

میں نے محسوس کیا۔ وہ دانستہ ابھی اس ٹاپک کو زیادہ کھولنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں بھی کرید سے باز آ گیا اور ایک مرتبہ پھر ٹنیٹڈ گلاس سے گاڑی کے باہر دیکھنے لگا۔ اس دوران میں لی یان گم صم خاموش بیٹھی تھی۔ جانوس سے تمام تر گفتگو میں نے ہی کی تھی۔

ہماری گاڑی بائی کورٹ۔ بھدرا کالی مندر، سٹی ہال، سینٹرل ایجوکیشن آفس سے گزرتے ہوئے باغ بازار پہنچی یہاں گاڑی روک کر جانوس نے کچھ شاپنگ کی۔ اس دوران میں ہم ٹنیٹڈ گلاس والی گاڑی میں اندر ہی بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور ایک مرتبہ پھر گاڑی رام شاہ پاتھ پر آگے بڑھ گئی۔ جلد ہی ہم کمل پوکھاری کے علاقے میں پہنچ گئے۔ کمل پوکھاری سے گزرنے کے بعد جانوس نے گاڑی کو

دائیں جانب نیکسل روڈ پر موڑ لیا۔

کل صبح جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس کی حفاظت کے لیے ایک باڈی گارڈ نما ڈرائیور بھی اس کے ساتھ تھا لیکن آج اس نے اپنے ساتھ آنے والے ڈرائیور کو جیپ کے ساتھ کہیں اور روانہ کردیا تھا۔ سنگھا نامی اس باڈی گارڈ نے کل صبح ہماری آنکھوں کے سامنے موت کو گلے لگا کر اپنی ڈیوٹی کا حق نبھادیا تھا۔

باڈی گارڈ کو باڈی کی حفاظت کے لیے رکھا جاتا ہے اور اکثر وہ کسی دوسری باڈی کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیتا ہے اور یہی اس پیشے کا تقاضا بھی ہے ورنہ ایسے باڈی گارڈز کی مثالیں بھی موجود ہیں جو مخالف پارٹی سے لمبی چوڑی رقم کھا کر اپنی ہی گن سے اس شخص کے جسم کو چھلنی کردیتے ہیں جس کی حفاظت پر انہیں مامور کیا گیا ہوتا ہے! بہرحال، اس دنیا میں ہر طرح کے لوگ بستے ہیں!

میں نے جانوس کے سامنے سنگھا کا ذکر کیا تو وہ افسردہ ہوگیا۔ یہ ایک مالک کا اپنے وفادار ملازم کے لیے اظہارِ ہمدردی اور اظہارِ افسوس تھا۔ گاڑی میں تھوڑی دیر کے لیے سوگوار خاموشی طاری ہوگئی۔ اس وحشت ناک سناٹے میں صرف تین دل دھڑک رہے تھے یا پھر ہم تینوں کے سانس لینے کی مخصوص دھیمی صدائیں ابھر رہی تھیں۔ اس وقت ہم تینوں اپنی اپنی کیفیت کے مطابق تین مختلف محاذوں پر سوچ بچار کی جنگ میں مصروف تھے۔

میرا دھیان ساحل میں لگا ہوا تھا، جانوس اپنے جاں نثار گارڈ سنگھا کے بارے میں سوچ رہا تھا اور لی یان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا تھا، وہ شون کی یاد میں کھوگئی ہوگی!

نیکسل روڈ پر چلتے ہوئے ہماری گاڑی ایکسپریس ہاؤس کے قریب سے گزری پھر بنگلہ دیش کی ایمبیسی سے تھوڑا پہلے ایک ذیلی سڑک پر مڑنے کے بعد ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ کے اندر داخل ہوگئی۔ ''پیتورا اپارٹمنٹس'' نامی یہ بلڈنگ دراصل بنگلہ دیش ایمبیسی اور ایکسپریس ہاؤس کے درمیان واقع تھی۔ کچھ ہی دیر بعد ہم اپارٹمنٹ نمبر دو سو ایک کے اندر موجود تھے۔

پیتورا اپارٹمنٹس میں جانوس کے ایک آدمی کا شانوک ہر فن مولا شخص ہے۔ یہ ہماری ہر قسم کی مدد کے لیے فلیٹ میں موجود رہے گا۔ کاشانوک کا تعلق بدھ مت سے تھا اور وہ شکل ہی سے بھردے کا آدمی لگتا تھا۔ وہ فلیٹ تین آرام دہ بیڈ رومز پر مشتمل تھا۔

اس کے بعد ہم جانوس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں آگئے۔ جانوس نے بیڈ روم کا دروازہ بند کردیا اور دوستانہ لہجے میں بولا۔

''میں جانتا ہوں، تم لوگوں نے آج ناشتا نہیں کیا۔ کل رات رتنا پارک والے بنگلے پر جو کچھ کھایا تھا اسی کے سہارے چل رہے ہو اور اس دوران میں تم دونوں نے اچھی خاصی مارا ماری بھی کی ہے لہٰذا اس وقت تم دونوں شدید بھوک محسوس کررہے ہوگے'' وہ سانس لینے کو رکا پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''میں چاہتا ہوں، تم لوگوں کی بھوک میں اور شدت پیدا ہوجائے اس لیے تم دونوں پہلے اچھی طرح نہا دھولو، فریش ہوکر جب تم واش رومز سے باہر آؤ گے تو اس وقت تک میں تم لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرچکا ہوں گا۔ باقی باتیں کھانے کے بعد ہوں گی۔ او کے!''

جانوس کی تجویز نہایت ہی معقول اور وقت کے تقاضے کے عین مطابق تھی۔ کل رات سے اب تک میں اور لی یان جن حالات سے گزرے تھے ان کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے ایک طویل اور گرم شاور بہت ضروری تھا۔ جانوس ہمیں بیڈ روم میں چھوڑ کر باہر نکلا تو ہم نے اپنا بیگ کھول لیا پھر صاف لباس نکال کر ہم دو مختلف واش رومز میں گھس گئے۔

ٹھیک ایک بجے دوپہر ہم تینوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے لذیز ترین کھانے سے انصاف کررہے تھے۔ یہ کھانا جانوس نے کاشانوک سے منگوایا تھا۔ نیپال میں سب سے زیادہ جو کھانا کھایا جاتا ہے، وہ ہے سادہ چاول اور کری جو کہ بڑی چٹ پٹی اور مسالے دار ہوتی ہے یہ کری عموماً پہاڑی بکرے کے گوشت سے تیار کی جاتی ہے ہمارے کھانے میں یہ خصوصی ڈش بھی شامل تھی۔ علاوہ ازیں، کباب اور انڈین دیسی ڈشز بھی موجود تھیں۔

ہم نے خوب سیر ہوکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد موسم کی مناسبت سے کافی کا دور چلا۔ حسبِ معمول میں نے اس دور میں حصہ نہیں لیا۔ میں نہیں جانتا تھا، جانوس نے آئندہ کے لیے کیا لائحہ عمل تیار کررکھا ہے۔ ہوسکتا تھا، ہمیں فوراً اپنے مشن پر روانہ ہونا ہو۔ میں کافی پی کر خواہ مخواہ خود کو سست نہیں کرنا چاہتا۔ چائے کافی وغیرہ مجھے پر الٹا اثر کرتی تھیں!

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم ایک بیڈ روم میں بند ہوکر بیٹھ گئے۔ کاشانوک کامن روم میں پہرے دار کی حیثیت سے موجود رہا۔ جانوس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا اور مدبرانہ خواہانہ انداز میں بولا۔

''اگر آپ لوگوں کو برا محسوس نہ ہو تو میں ایک سگریٹ



پینا چاہوں گا۔''

میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''کوئی بات نہیں مسٹر جانوس! تم اپنا شوق پورا کرسکتے ہو۔''

''وہ دراصل بات یہ ہے کہ میں کھانے کے بعد جب تک ایک آدھ سگریٹ نہ لے لوں، میرا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کرتا۔ اگر آپ لوگوں کو کوئی اعتراض ہو تو میں باہر جاکر اپنی طلب پوری کرلیتا ہوں۔''

میں نے اس کی تسلی کی خاطر ایک مرتبہ پھر کہا ''ہمیں کوئی اعتراض نہیں مسٹر جانوس! تم سگریٹ سلگالو۔ تمہاری اسموکنگ کے دوران ہی ہم اہم امور پر گفتگو بھی کریں گے۔''

اس نے سگریٹ سلگانے سے پہلے ممنونیت بھری نظر سے ہمیں دیکھا پھر لگاتار دو کش لگانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہوگیا۔ میں اور لی یان ہمہ تن گوش ہوگئے۔

''جوگندر پال نے آج رات اسرائیل سے آنے والے ڈین ہاروے اور کلاڈیا کے اعزاز میں ایک ڈانس پارٹی رکھی ہے جس میں کھانے پینے اور پینے پلانے کا بھی بھرپور بندوبست ہوگا اور یہ خاص پارٹی اسی بنگلے پر دی جارہی ہے جہاں تمہاری ساتھی کو رکھا گیا ہے'' جانوس اپنی معلومات کا دریا بہاتے ہوئے بولا ''اس ڈانس پارٹی میں صرف چند منتخب افراد ہی حصہ لیں گے۔ اسرائیلی مہمانوں کے علاوہ جوگندر پال اور دو چار اس کے قریبی ساتھی وہاں پہنچیں گے۔ البتہ، شہر کے ایک بدنام زمانہ نائٹ کلب سے دو کانٹے کی ڈانسرز کو بھی بلایا گیا ہے جو ہر قسم کے ڈانس کی ماہر ہیں۔ یہ ڈانسرز جوگندر پال کی کوشش سے آنے پر راضی ہوئی ہیں ورنہ وہ اپنے کلب کے سوا کہیں اور فی مظاہرے کے لیے جاتی نہیں ہیں۔ اس بنگلے میں ایک بہت بڑا ہال بھی موجود ہیں۔ یہ ڈانس پارٹی اسی ہال میں ترتیب دی جارہی ہے۔''

وہ ایک لمحے کو رکا تو میں نے پوچھ لیا ''مسٹر جانوس! یہ اہم معلومات تم تک کیسے پہنچیں؟''

''ٹھیک ہے، مانا کہ جوگندر پال اس شہر کی ایک طاقت ور سیاسی شخصیت ہے لیکن تمہارا یہ دوست!'' اس نے اپنا سینہ ٹھونکا اور بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''کسی سے کم نہیں۔ میں نے اپنے خفیہ ذرائع سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ جوگندر کے سیٹ اپ میں میرے بھی ایک دو بندے موجود ہیں جو مجھے ادھر کے حالات سے گاہے بہ گاہے آگاہ کرتے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ اس بنگلے کے اندر میرے کسی آدمی کو رسائی حاصل نہیں..... خیر!''

وہ بڑے معنی خیز انداز میں متوقف ہوا پھر پُرعزم لہجے میں بولا ''اس بنگلے کے اندر آج رات ہم رسائی حاصل کریں گے!''

جانوس کے آخری جملے سے ظاہر ہوگیا، وہ رات میں اس بنگلے پر چڑھائی کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ میں چاہتا تھا، وہ اپنی بات پوری کرلے، اس کے بعد میں کچھ کہوں گا۔ اس کا پُراسرار انداز سننے پر مجبور کررہا تھا۔

جانوس نے ایک مرتبہ پھر پے در پے چار کش لگائے اور ایک چوتھائی بچ رہنے والی سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلنے کے بعد دوبارہ ہماری طرف متوجہ ہوگیا۔ اس نے سگریٹ کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس سے اندازہ ہوا، اس کی طلب پوری ہوگئی تھی!

''میں نے اس بنگلے میں گھسنے کے لیے بڑا محفوظ طریقہ سوچا ہے'' وہ اپنے منصوبے کی تفصیل بتاتے ہوئے بولا ''اس شہر میں موہن نامی ایک شخص کیٹرنگ کا کام کرتا ہے۔ لارڈ بدھا نے اس کے کام کو بڑی وسعت دی ہے۔ ''وی آئی پی'' کیٹرنگ سروس کھٹمنڈو میں ایک نام اور مقام رکھتی ہے جوگندر نے اس ڈانس پارٹی کے لیے ''وی آئی پی'' والوں سے رجوع کیا ہے۔ وی آئی پی والے نہ صرف وہاں کھانے پینے کا اہتمام کریں گے بلکہ اس کمپنی کے دو افراد مستقل وہاں موجود بھی رہیں گے تاکہ ''پارٹی'' کی ہر ضرورت کو ہمہ وقت پورا کرسکیں۔ میں نے معلوم کرلیا ہے۔ وہ دو افراد و کرم اور ونود ہوں گے۔ ونود قد کاٹھ اور نقش نگار میں تمہارے زیادہ قریب ہے لہٰذا مناسب سے میک اپ کے بعد تم اس کی جگہ لے لو گے۔ اس طرح تمہیں اس بنگلے کے اندر اچھا خاصا وقت گزارنے کا موقع مل جائے گا۔ اندر رہتے ہوئے تم ہمارے لیے راہ ہموار کرسکتے ہو۔''

میں نے پوچھا ''کیا ضروری ہے کہ وی آئی پی والے ونود ہی کو کرم کے ساتھ اس بنگلے میں بھیجیں؟''

''میں نے اس سلسلے میں یقینی معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی یہ منصوبہ بنایا ہے۔''

لی یان نے کہا ''ٹھیک ہے، تھوڑی دیر کے لیے ہم فرض کرلیتے ہیں، تمہاری معلومات صد فی صد درست ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، وجدان اس بندے یعنی ونود کی جگہ کب اور کیسے لے گا۔ کیا تم ونود کے اغوا کے بارے میں سوچ رہے ہو؟''

''ہرگز نہیں'' اس نے گردن کو نفی میں جھٹکا ''اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ونود خود چل کر ہمارے پاس آئے گا۔ ہم

اسے اپنے پاس رکھ کر وجدان کو اس کے میک اپ میں آگے بڑھا دیں گے۔''

میں نے الجھن زدہ لہجے میں کہا ''مسٹر جانوس! تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے، وی آئی پی کیٹرنگ کمپنی کا ملازم دنود نامی یہ شخص دراصل تمہارا بندہ ہے جو تمہارے احکام کی تعمیل کرے گا؟''

''دنود جو کچھ بھی کرے گا، اپنے باس کے حکم پر کرے گا'' وہ فخریہ لہجے میں بولا ''دراصل میں نے وی آئی پی کیٹرنگ سروس کے مالک مسٹر موہن کو اپنی مٹھی میں دبا رکھا ہے۔ کسی زمانے میں، میں نے اس پر ایک احسان کیا تھا۔ مجھ سے لیے ہوئے قرض کی مدد سے اس نے محدود پیمانے پر کیٹرنگ کا کام شروع کیا تھا۔ ازاں بعد اس نے میرا قرض تو چکا دیا لیکن جب بھی ملاقات ہوتی ہے، وہ بڑے اریان سے کہتا ہے..... مسٹر جانوس! کبھی مجھے بھی خدمت کا موقع دیں کوئی کام ہو تو بتائیں۔ میں آپ کے احسان کو زندگی بھر فراموش نہیں کرسکتا۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں، آپ ہی کی وجہ سے ہوں۔

''مسٹر موہن بہت ہی احسان شناس اور مخلص شخص ہے۔ میں اس سے احسان کا بدلہ تو نہیں چاہتا تھا لیکن یہ اتفاق ہے کہ اس دوران میں مجھے بھی اس سے کام ہی نہیں پڑا اور اب.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر باری باری ہم دونوں کو انکشاف انگیز انداز میں دیکھنے لگا۔ پھر ایک لمحے کے توقف سے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''اب سوچا، موجودہ حالات میں اس سے یہ چھوٹا سا کام لے ہی لیا جائے۔ اس طرح کم از کم اس کی یہ خلش تو نکل ہی جائے گی کہ وہ کبھی میرے کام نہیں آیا! میں نے موہن سے تفصیلی بات کر کے اسے تعاون کے لیے آمادہ کرلیا ہے۔ ہم ٹھیک سات بجے اس فلیٹ سے ہوٹل ٹنگر یلا منتقل ہوجائیں گے۔'' ''ہم'' سے میری مراد تم دونوں ہو'' اس نے انگلی اٹھا کر باری باری ہم دونوں کی طرف اشارہ کیا اور بولا ''اس منتقلی سے پہلے تم دونوں کے چہروں پر ضروری میک اپ کردیا جائے گا۔ وجدان، دنود کے حلیے میں اور لی یان ایک اجنبی لڑکی کے روپ میں آکر محفوظ ہوجائے گی۔ ٹھیک نو بجے رات موہن فون کر کے دنود کو جو گندر پال کے بنگلے سے تھوڑی دیر کے لیے بلائے گا۔ دنود، وکرم کو جلدی واپس آنے کا بتا کر وہاں سے چلا آئے گا۔ موہن دنود کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔ مجھے ان دونوں سے خصوصی ''میٹنگ'' کرنا ہے۔ دنود جیسے ہی بنگلے کو چھوڑے گا میں تمہیں فون پر اطلاع دے دوں گا اور تم ہوٹل سے نکل کر بنگلے کی جانب بڑھو گے۔ او کے؟''

''اور لی یان؟'' بے ساختہ میرے ہونٹوں سے پھسل گیا۔

''میں لی یان کے ساتھ بنگلے کے باہر موجود رہوں گا'' جانوس نے حتمی لہجے میں کہا ''ہم تینوں کے پاس موبائل فون ہوں گے جس سے رابطے میں آسانی رہے گی۔ میں موہن وغیرہ والی ''میٹنگ'' سے فارغ ہو کر سیدھا لی یان کے پاس پہنچوں گا۔ بنگلے کے اندر ہمارے داخلے کا بندوبست تم کرو گے اور میرا خیال ہے۔ یہ تمہارے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوگا؟''

''میں یہ کرلوں گا'' میں نے یقین سے کہا ''مگر اصلی دنود کا کیا ہوگا؟''

وہ مسٹر موہن کے ساتھ کہیں بھی چلا جائے گا مگر جوگندر پال والے بنگلے کی طرف نہیں آئے گا'' اسی وقت جانوس کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی!

وہ ہماری طرف سے توجہ ہٹا کر موبائل کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ چند سیکنڈ کی معنی خیز ''ہوں ہاں'' کے بعد اس نے رابطہ ختم کر کے موبائل کو سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے مطمئن لہجے میں بولا۔

''ادھر سب خیریت ہے۔ ڈین ہاروے اور اس کی بیوون ساتھی کلاڈیا بنگلے کے اندر ہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے، ساحل بھی بنگلے ہی میں ہے۔ میرے آدمی نے مجھے بتایا ہے، پانچ منٹ پہلے جوگندر پال وہاں پہنچا ہے۔''

میں نے کہا ''جانوس! تمہارے مطابق، اس بنگلے میں جوگندر کا یہ تیسرا چکر ہے۔ پتا نہیں، وہ کس چکر میں ہے'' جوگندر کا رویہ مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

''اس کے چکر کا بھی پتا چلا لیں گے'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا ''پہلے میں ذرا گوتم کی خبر لے لوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹیلی فون اسٹینڈ کی جانب بڑھ گیا جو بیڈ روم کے ایک کونے میں رکھا تھا۔ گوتم..... ایک نیا نام سامنے آیا تھا لہٰذا میں خاموشی اور توجہ سے جانوس کی حرکات و سکنات کو نوٹ کرنے لگا۔

وہ ٹیلی فون سیٹ کو اٹھا کر میرے قریب ہی آ بیٹھا پھر اس نے ریسیور اٹھا کر فون کے ڈائل پر نو رون ڈبل زیرو فائیو ون کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف رابطہ ہونے پر اس نے کمرا نمبر دون اوسکس مانگ لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ کسی گوتم سے بات کر رہا تھا۔

ان کے درمیان بہ مشکل پندرہ سیکنڈ بات ہوئی ہوگی۔



ریسیور کریڈل کرنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا اور بتایا ''ہوٹل ٹنگر یلا میں بھی ہر قسم کی خیریت ہے؟''

''تم نے ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں بات کی ہے'' میں نے کہا ''کیا گوتم اس کمرے میں ٹھہرا ہوا ہے..... اور یہ گوتم ہے کون؟''

''گوتم میرے بھروسے کا آدمی ہے'' جانوس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا ''کمرا نمبر دون اوسکس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ آج ہی بنارس سے کھٹمنڈو پہنچا ہے، تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟'' وہ معنی خیز انداز میں ذرا متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تم دونوں اس کے ملاقاتیوں کی حیثیت سے ہوٹل میں پہنچو گے لہٰذا کسی کو تم پر کوئی شک نہیں ہوگا۔ کمرا نمبر دون اوسکس میں گوتم ایک وفادار ملازم کی طرح تم دونوں سے پیش آئے گا!''

''اچھا، تو تم نے ایسی منصوبہ بندی کر رکھی ہے!'' میں نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

وہ بولا ''میں نے تو اپنی پلاننگ کے بارے میں تمہیں تفصیلاً بتا دیا۔ اب تم کہو، کیا کرنا ہے؟''

''تمہارا منصوبہ اچھا ہے مگر کسی کھٹ راگ کے مانند شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''پھر؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے کہا ''پھر..... یہ کہ میں اسے تھوڑا ایڈٹ کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں، بتاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو؟'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم نے تھوڑی دیر پہلے بتایا ہے، موہن سے تفصیلی بات کر کے اسے تم نے تعاون کے لیے آمادہ کیا ہے'' میں نے گمبھیر انداز میں کہا ''میں پہلے یہ جاننا چاہوں گا، موہن نامی یہ شخص ہمارے معاملات سے کس حد تک واقف ہے؟''

جانوس نے جواب دیا ''ہمارے منصوبے کی اسے مطلق خبر نہیں۔ اسے اصل حالات سے آگاہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے تو موہن سے صرف اتنا کہا ہے کہ وہ دنود کو لے کر میرے پاس آجائے۔ مجھے ان دونوں سے ایک ضروری کام ہے۔ اس پر موہن نے کہا کہ دنود میرے مطلوبہ وقت پر وہاں جوگندر پال کے بنگلے میں مصروف ہوگا تو میں نے کہا، وہ تھوڑی دیر کے لیے اسے بلا لے۔ اس پر وہ راضی ہوگیا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''میں صرف اتنا چاہتا ہوں، دنود رات نو بجے کچھ دیر کے لیے اس بنگلے سے ہٹ جائے تاکہ تمہیں وہاں داخل ہونے کا موقع مل جائے۔ تم رات نو بجے سے پہلے ہی دنود کا روپ دھار چکے ہوگے۔ اس سلسلے میں تمام انتظامات مکمل ہیں۔''

پھر وہ مجھے ان انتظامات کی تفصیل بتانے لگا۔ باغ بازار سے جانوس نے جو شاپنگ کی تھی، اس میں دیگر ضروری اشیا کے علاوہ میک اپ کے جملہ لوازمات بھی شامل تھے۔ میری فرمائش پر اس نے ایک دکان سے میرے لیے ایک خوب صورت خنجر بھی خرید لیا تھا جس کے ساتھ ایک دیدہ زیب چمڑے کا کیس بھی موجود تھا۔ دنود اور وکرم کی پوسٹ کارڈ سائز تصاویر بھی حاصل کرلی گئی تھیں تاکہ میرے میک اپ میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اور وکرم کے خال و خط کو بھی میں اپنے ذہن میں نقش کرلوں۔ مجھے رات نو بجے کے بعد جوگندر پال کے بنگلے میں دنود کی حیثیت سے وکرم کی معیت میں وقت گزارنا تھا۔ جانوس نے مجھے وکرم اور دنود کے باہمی تعلقات کی نوعیت کے بارے میں بھی بتا دیا تاکہ اسے ہینڈل کرنے میں مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

اس سیٹ اپ کو دیکھتے ہوئے میں مطمئن ہوگیا اور جانوس سے کہا ''تم نے بڑا بھرپور بندوبست کردیا ہے۔ میرا خیال ہے، اپنی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ہم اسے انتہائی مختصر کرسکتے ہیں!''

''ہاں بولو، میں سن رہا ہوں؟'' وہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم دنود اور موہن کے ساتھ کیا کرتے ہو، یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔ میں صرف اتنا چاہوں گا کہ دنود ٹھیک نو بجے رات، وکرم سے تھوڑی دیر بعد آنے کا کہہ کر نکلے اور پھر دس بجے سے پہلے ادھر کا رخ نہ کرے بلکہ ممکن ہو تو وہ آج رات ادھر آئے ہی نہیں۔ موہن اسے کسی بھی کام میں الجھا دے۔ تم ان دونوں سے جو بھی میٹنگ کرو گے، وہ اس فلیٹ پر نہیں ہوگی تو دنود کے، جوگندر پال کے بنگلے سے غیاب کی وجہ سے ان دونوں پر کوئی مصیبت بھی نہیں آئے گی۔ اس قسم کی محفوظ پلاننگ کرنا تمہاری ذمے داری ہے۔''

''یہ ہوجائے گا۔ آگے بولو؟'' جانوس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

میں نے کہا ''میں دنود کے اور لی یان کسی اجنبی لڑکی کے روپ میں ساڑھے آٹھ بجے اس فلیٹ سے نکلیں گے۔ میرے جسم پر وی آئی پی کیٹرنگ کمپنی کی مخصوص یونی فارم ہوگی جو تم مجھے مہیا کرو گے۔ ہم دونوں کے پاس تمہارے دیے ہوئے موبائل فون ہوں گے۔ ہم لازم پت کے علاقے

میں بڑی شرافت کے ساتھ سڑکیں ناپتے رہیں گے۔ جب تم فون کر کے مجھے بتاؤ گے کہ دنود اس بنگلے سے نکل آیا ہے تو دس پندرہ منٹ کے بعد میں دنود کی حیثیت سے وکرم کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ پھر لی یان کو بنگلے کے اندر کس طرح بلانا ہے' یہ میں سوچ لوں گا'' میں نے ایک لمحے کو توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا ''فی الحال ہوٹل شنگریلا کا چکر رہنے دو۔ اس پناہ گاہ کو بعد میں کسی فوری ضرورت کے تحت استعمال کرلیں گے۔''

''اور میں.....'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا ''میں اس مشن میں کہیں نظر نہیں آ رہا؟''

''تم بھرپور تعاون کی صورت میں قدم قدم پر ہمارے ساتھ ہو'' میں نے کہا ''تم اس فلیٹ پر ہماری واپسی کا انتظار کرنا۔ ہم اپنے مشن میں کامیابی کے بعد سیدھا یہیں آئیں گے۔''

''یہ نہیں ہوسکتا وجدان!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''میں تم دونوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''پھر تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے کسی بحث میں پڑنا مناسب نہ سمجھا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''میں موہن اور دنود سے فارغ ہوکر تمہاری طرف آجاؤں گا اور ایک اسٹیشن ویگن پر جوگندر پال کے بنگلے کے قریب ہی کسی محفوظ آڑ میں موجود رہوں گا۔ تم جب بنگلے سے نکلنے لگو تو مجھے موبائل پر رنگ دے دینا' میں اسٹیشن ویگن کے ساتھ بنگلے کے گیٹ پر پہنچ جاؤں گا۔'' وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا پھر بڑے عجیب سے لہجے میں بولا ''کم از کم اتنا ہاتھ تو مجھے بھی بٹانے دو وجدان!''

''ٹھیک ہے' یہی طے ہوگیا'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اس کے بعد آدھے گھنٹے تک ہمارے درمیان دیگر اہم امور پر بات چیت ہوتی رہی۔ جانوس نے دو موبائل فون ہمارے حوالے کیے اور اپنا رابطہ نمبر بھی ہمیں بتادیا۔ یہ نمبر ڈاکٹر مونگ کے توسط سے پہلے ہی مجھ تک پہنچ چکا تھا۔ جانوس نے تین پوسٹ کارڈ تصاویر بھی مجھے دکھائیں۔ ان میں دو تو دنود اور وکرم کی تصویریں تھیں اور تیسری کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ جوگندر پال کی تصویر ہے۔

''جوگندر کے ساتھ جو دو تین افراد آج رات اس بنگلے پر پہنچیں گے' وہ مقامی ہیں'' جانوس نے بتایا۔ ''لہٰذا ڈین ہاردے اور کلاڈیا کو پہچاننے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ وہ دونوں رنگ و نسل کے اعتبار سے ان سب سے خاصے مختلف ہوں گے۔ میں ان یہودیوں کی تصاویر حاصل نہیں کرسکا۔''

میں نے کہا ''جانوس! گاڑی میں جب ہمارے درمیان ڈین ہاردے اور اس کے ساتھی کلاڈیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو تم نے ایک خاص انداز میں کلاڈیا کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا' وہ بڑی زبردست شے ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے' تم اسے دیکھ چکے ہو؟''

''میں نے اپنی ان آنکھوں سے تو نہیں دیکھا'' وہ بڑی حسرت سے دونوں آنکھوں کو چھوتے ہوئے بولا ''بس سنا ہی سنا ہے۔ جن لوگوں نے اس سراپا قیامت کو دیکھا ہے' ان کی رائے کو رد نہیں کیا جاسکتا۔''

''ٹھیک ہے' اگر یہ بات ہے تو ہم بھی دیکھیں گے'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

اس نے پوچھا ''تم لازم پت کی طرف جاتے ہوئے کس قسم کی گاڑی استعمال کرنا چاہو گے؟''

''کسی بھی قسم کی نہیں'' میں نے قطعیت سے کہا ''ہم یہاں سے ٹیکسی پکڑیں گے اور لازم پت کے اندر سے گزرتے ہوئے پانی پوکھاری کی طرف نکل جائیں گے۔ رائل گیسٹ ہاؤس سے تھوڑا آگے جاکر ہم ٹیکسی والے کو فارغ کردیں گے اور چند قدم واپس چلنے کے بعد ''بالودتر'' روڈ سے دوسری ٹیکسی لے لیں گے اور اٹالین ایمبیسی کے قریب پہنچ کر اس ٹیکسی کو بھی چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد ہم اپنے ٹارگٹ کے نزدیک رہتے ہوئے تمہارے فون کا انتظار کریں گے'' میں نے سانس لینے کے لیے توقف کیا پھر کہا ''جب تم اسٹیشن ویگن کے ساتھ اس بنگلے کے نزدیک ہی موجود رہو گے تو پھر ہمیں کسی گاڑی کا اپارڈ الٹا ہے کیا؟''

جانوس نے تسلی بخش انداز میں گردن ہلائی اور بولا ''ٹھیک ہے'' پھر پوچھا ''تم لوگوں کو کوئی خاص ہتھیار چاہیے ہو تو بتادو؟''

میں نے کہا ''میرے لیے تو یہ خنجر ہی کافی ہے۔''

جانوس نے باغ بازار سے جو خریداری کی تھی وہ تمام چیزیں اس وقت میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ جانوس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے مذکورہ خنجر کو اٹھالیا تھا۔ آٹھ انچ پھل والے اس خنجر کے ایک طرف تیز دھار تھی جبکہ دوسری جانب خطرناک دندانے بنے ہوئے تھے۔ اس خنجر کا دستہ لگ بھگ چار انچ لمبا تھا۔

جانوس نے ایک ننھا منا پسٹل لی یان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''یہ تمہارے لباس میں بڑی آسانی سے چھپ جائے گا اور بہ وقت ضرورت انتہائی مفید ثابت ہوگا۔''



لی یان نے کسی تردد کے بغیر وہ لیڈی پسٹل رکھ لیا۔

جانوس اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور بولا ''اب میں چلوں گا۔ مجھے کچھ ضروری کام بھی کرنے ہیں۔ میں لگ بھگ چھ بجے واپس آجاؤں گا اور رات کے کھانے کے لیے بھی کچھ لیتا آؤں گا۔ پھر جب تک تم دونوں یہاں سے روانہ نہیں ہوجاتے' میں اسی فلیٹ میں موجود رہوں گا۔ تمہارے میک اپ کے مراحل میری نگاہ کے سامنے طے ہوں گے۔'' وہ لمحے بھر کو رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''کاشانوک اس دوران میں مسلسل یہاں کامن روم میں موجود رہے گا۔ یہ ہرفن مولا قسم کا آدمی ہے۔ تم لوگ اس سے کوئی بھی کام لے سکتے ہو۔ ویسے میرا ایک مشورہ ہے'' اس نے باری باری سوالیہ نظر سے ہم دونوں کو دیکھا اور گہری سنجیدگی سے بولا ''تم لوگوں کو جتنا وقت مل رہا ہے' اچھی طرح آرام کرلو اور ہو سکے تو ایک پُرسکون نیند بھی لے لو۔ آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

''ٹھیک ہے'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ہم تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔''

پھر وہ ہمیں وہیں چھوڑ کر فلیٹ سے رخصت ہوگیا۔

میں نے لی یان کے ساتھ گھوم پھر کر اس فلیٹ کا جائزہ لیا۔ راہ نمائی اور معلومات کی فراہمی کے لیے کاشانوک ہمارے ہم راہ رہا۔ وہ فلیٹ بنیادی طور پر تین بیڈ رومز اور ایک کامن پر مشتمل تھا اور خاصی محفوظ بلڈنگ میں واقع تھا۔ پیوراما اپارٹمنٹس کا شمار کھٹمنڈو کی پوش رہائشی عمارتوں میں ہوتا ہے۔

ہم واپس اپنے بیڈ روم کی طرف آنے لگے تو کاشانوک نے احترام بھرے لہجے میں کہا ''اگر آپ لوگوں کو کسی شے کی ضرورت ہو تو میں کامن میں موجود ہوں۔''

کاشانوک کا تعلق بدھ مت سے تھا اور وہ بڑی روانی سے انگلش بولتا تھا۔ وہ مضبوط بدن کا مالک ایک چاق و چوبند شخص تھا۔ آنکھوں کی چمک بتاتی تھی' وہ ذہین اور بیدار مغز بھی ہے۔ کاشانوک نے پورا سر منڈوا رکھا تھا۔ اس سے اس کی شخصیت کچھ اور نمایاں ہوگئی تھی۔

میں نے زیرِلب مسکراتے ہوئے کہا ''ٹھیک ہے' بتادیں گے۔''

پھر ہم دونوں بیڈ روم کے اندر بند ہوگئے۔ لی یان نے کہا ''وجدان! مجھے تو بالکل نیند نہیں آ رہی۔ کیا تم سونے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ اس وقت سہ پہر کے تین بجنے والے تھے۔ میں نے لی یان سے کہا ''کوئی خاص نیند تو مجھے بھی نہیں آ رہی لیکن جانوس کے مشورے پر عمل کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔''

''اس کا مطلب ہے' تم سونے کی کوشش کرنا چاہتے ہو!''

''ہاں' ایسی ہی بات ہے'' میں نے کہا ''تمہیں اگر نیند نہیں آ رہی تو ٹی وی دیکھ لو۔''

''ٹی وی کی آواز تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گی؟''

میں نے بے ساختہ کہہ دیا ''ڈسٹرب تو وہ ہوتا ہے جو پُرسکون ہو۔''

وہ حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی ''ٹی وی کو بند ہی رہنے دو۔ میں کوئی میگزین دیکھ لیتی ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ گلاس ٹاپ کارنر ٹیبل کی طرف بڑھ گئی جہاں مختلف قسم کے میگزینز رکھے تھے۔ اس نے فیشن اور فوٹو گرافی سے متعلق دو میگزینز اٹھائے اور واپس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اس بیڈ روم میں ڈبل بیڈ کے علاوہ ایک مکمل صوفہ سیٹ بھی موجود تھا اسی طرح وہ بیڈ کم سٹنگ روم بن گیا تھا۔

میں نے جوتے اتارے اور بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے کہا ''لی یان! تم ٹی وی کی آواز دھیمی رکھ کر اسے آن کرلو۔ میں بالکل ڈسٹرب نہیں ہوں گا۔''

''او کے'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''دیکھتی ہوں' اگر میگزینز میں دل نہ لگا تو ٹی وی آن کرلوں گی۔''

میں نے آنکھیں بند کرلیں اور لی یان پر یہی ظاہر کرنے لگا جیسے میں سونے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے بھی نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ اس وقت میرا ذہن مسلسل ساحل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہی اس کا سراپا روشن ہوگیا۔ ساحل تو میرے لیے جاگتی آنکھوں کا خواب بن گئی تھی' بند آنکھوں کے پیچھے روشن کیسے نہ ہوتی!

میں نے اس کے خدوخال پر توجہ مرکوز کی اور تھرڈ آئی کے توسط سے اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا..... اور اس مرتبہ مجھے مکمل ناکامی نہیں ہوئی۔

میرے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ میری جان تمنا اس وقت ایک آرام دہ بستر پر چت لیٹی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا' وہ فطری نیند کا مزہ لوٹ رہی ہے یا اس پر مصنوعی نیند طاری ہے۔ وہ ان دونوں ربی اور اس کے چیلوں کے جن تجربات کا نشانہ بنی ہوئی

تھی' ان کے پیش نظر مصنوعی نیند کے امکانات زیادہ روشن تھے۔ جمی نے عبادت گاہ کے تہ خانے میں' اپنی زندگی کی سانسیں پوری کرنے سے پہلے مجھے جو معلومات فراہم کی تھیں' ان کے مطابق' موشے ہائمن کے بھیجے ہوئے ڈین ہارو ے نے کسی طرح ساحل کے اندر سے' تہ خانے کے خفیہ راستے کا راز اگلوالیا تھا۔ جمی فونڈا کے انکشاف نے مجھے یہ سوچنے پہ مجبور کردیا تھا کہ موشے ہائمن کی طرح ڈین ہارو ے بھی پُراسرار صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔ آخری خبروں تک ساحل' ڈین ہارو ے کے قبضے میں تھی لہٰذا یہی کہا جاسکتا تھا' وہ اس وقت ڈین ہارو ے ہی کے کسی ساحری عمل کے زیر اثر تھی۔

اس کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ میں نے تصور کی نگاہ دوڑا کر اس بیڈروم کا جائزہ لے لیا۔ وہ ایک عام سا بیڈروم تھا۔ میں ساحل کی جانب متوجہ ہوگیا۔ وہ کافی دنوں کے بعد میرے تصور کی گرفت میں آئی تھی۔ میں خاصی دیر تک یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا۔ ان لمحات میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت ایک مقام پر رک گیا ہو اور وہ مقام صرف اور صرف ساحل تک محدود ہو۔ وہ بے حس حرکت خاموش لیٹی تھی۔ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹی تو تھوڑا نیچے آ گئی۔ میں بڑی تشویش سے اس میں زندگی تلاش کرنے لگا۔ اس کے سینے کا زیر و بم ظاہر کرتا تھا کہ وہ زندہ ہے اور گہری بے ہوشی میں ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے میں ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں مسلسل ناکام ہو رہا تھا۔ پتا نہیں' موشے ہائمن نے میری تیسری آنکھ کی راہ میں کون سی طلسماتی رکاوٹ کھڑی کردی تھی کہ تصور کا پرندہ اس رکاوٹ کو عبور کرنے سے پہلے ہی پھڑ پھڑا کر زمین بوس ہوجاتا۔ اب میں اس کے ماحول میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' ڈین ہارو ے نے ساحل کی یادداشت میں سے نیل کنڈ والی بدھ عبادت گاہ کے تہ خانے کا راز اگلوانے کے لیے جو بھی روحانی عمل کیا تھا' اس نے موشے ہائمن کے لگائے ہوئے لاک کو کھول دیا تھا۔

میرے ذہن میں شدت سے اس خیال نے سر ابھارا .....اس سے پہلے کہ ساحل کو کسی ایسے ویسے عمل سے گزار کر پھر مجھ سے' میری باطنی آنکھ کی رسائی سے دور کردیا جائے' مجھے فوراً اس تک پہنچ جانا چاہیے۔

یہ خیال اتنا طاقت ور تھا کہ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور اسی وقت مجھے محسوس ہوا کہ بیڈ پر میرے پہلو میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ لی یان کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''کیا ہوا وجدان! لگتا ہے' تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے۔''

میں ساحل کے تصور میں کھو کر اپنے گرد و نواح سے یکسر بے گانہ ہوگیا تھا۔ پتا نہیں' لی یان کس وقت بستر پر آ کر دراز ہوگئی تھی۔ مجھے ہڑبڑا کر اٹھتے دیکھ کر وہ گھبرا گئی اور متوحش نظر سے مجھے تکنے لگی۔

میں نے سرسری انداز میں کہا'' کچھ نہیں لی یان!''

''بہت کچھ ہے'' وہ مجھے بازو سے پکڑ کر تقریباً جھنجوڑتے ہوئے بولی'' تم نہ بتاؤ مگر تمہارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے۔ تم نے یا تو کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے یا پھر اچانک ہی کوئی خطرناک بات تمہارے ذہن میں آئی ہے؟''

''تمہارا دوسرا اندازہ درست ہے'' میں نے اس زود فہم لڑکی کے سامنے زیادہ مزاحمت نہیں کی۔

وہ تشویش بھرے لہجے میں مستفسر ہوئی'' وجدان! کیا مسئلہ ہے؟''

''ہم اسی وقت جوگندر پال کے بنگلے کی طرف جا رہے ہیں'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''اوہ!'' اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور بولی ''کیا تم' پروگرام میں اس اچانک تبدیلی کے بارے میں جانوس کو بتاؤ گے؟''

''نہیں!'' میں نے قطعیت سے کہا۔

میرے دوٹوک لہجے نے لی یان کو بہت کچھ سمجھا دیا۔ وہ میرے اسٹائل کو بہ خوبی سمجھنے لگی تھی' ایک بھی سوال کیے بغیر اس نے حتمی لہجے میں کہا'' او کے' دی آر لیونگ۔''

میں نے اس خوبصورت خطرناک خنجر کو لیدر کیس سمیت اپنی پنڈلی پر باندھ لیا۔ لی یان نے بھی لیڈی پسٹل کو اپنے لباس میں رکھا اور پُراعتماد لہجے میں بولی'' آئی ایم ریڈی!''

ٹھیک دس منٹ کے بعد ہم پوری طرح تیار ہو کر بیڈروم سے نکل آئے۔ یہ تیاری اگرچہ ہنگامی بنیادوں پر تھی لیکن ضرورت کے عین مطابق تھی۔ ہم کامن روم میں پہنچے تو کاشانوک ہمیں دیکھ کر چونک اٹھا۔

''آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟'' وہ حیرت زدہ لہجے میں مستفسر ہوا۔

میں نے جواب دیا'' ہم باہر جا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے۔''

''میں بھی ساتھ چلوں'' وہ ٹھٹکے ہوئے انداز میں پوچھ بیٹھا۔

''نہیں' اس کی ضرورت نہیں'' میں نے کہا'' کھٹمنڈو میرا دیکھا بھالا شہر ہے۔''



اس نے پوچھا'' کیا آپ نے مسٹر جانوس کو اس بارے میں بتا دیا ہے؟''

''ہاں' جانوس سے میری بات ہوگئی ہے'' میں نے اسے مطمئن کرنے کے لیے کہہ دیا۔

وہ مطمئن تو نہیں ہوا لیکن بہرحال' اس نے مزید کوئی سوال بھی نہیں کیا اور ہمیں جانے کی'' اجازت'' دے دی۔ ہم پیوراما اپارٹمنٹس سے نکل کر نیکسل روڈ پر آ گئے اور ایکسپریس ہاؤس کی طرف پیدل ہی چلنے لگے۔

لی یان نے کہا'' تمہارا کیا خیال ہے وجدان! کاشانوک' جانوس کو ہمارے بارے میں نہیں بتائے گا؟''

''میرا خیال ہے' یہ پہلی فرصت میں جانوس سے رابطہ کرے گا'' میں نے جواب دیا۔

''پھر تم نے اس سلسلے میں کیا سوچ رکھا ہے؟''

میں نے لی یان کے سوال کا جواب دینے کے بجائے جیب سے سیل نکالا اور کی پیڈ پر جانوس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف رابطہ ہونے کے بعد' رسمی علیک سلیک کے چکر میں پڑے بغیر میں نے اس سے پوچھ لیا۔

''جانوس! کیا تم مجھے جوگندر پال کے بنگلے کا فون نمبر بتا سکتے ہو؟''

''شیور'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا'' ایک منٹ!''

میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے لی یان مسلسل سوالیہ نظر سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ ایک منٹ سے پہلے ہی جانوس کی مانوس آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''نمبر نوٹ کرلو..... فور ڈبل ون تھری ڈبل ون۔''

یہ اتنا آسان نمبر تھا کہ فوراً ہی ذہن نشین ہوگیا۔ میں نے کہا ''نوٹ کرلیا۔ تمہارا شکریہ۔''

''کیا تم اس بنگلے پر فون کرنا چاہتے ہو؟''

''اگر موڈ بن گیا تو کرلوں گا۔''

''ایک بات کا خیال رکھنا'' اس نے تاکیدی لہجے میں کہا ''اس مقصد کے لیے وہ فلیٹ والا فون استعمال نہ کرنا۔ کالر آئی ڈی گڑبڑ کردے گی۔ وہ فلیٹ ہمارے لیے فی الحال ایک محفوظ پناہ گاہ ہے۔''

میں نے کہا'' تم فکر نہ کرو۔ میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں کسی پبلک کال آفس کو ڈرائی کروں گا۔ اس وقت ہم ویسے بھی سیر سپاٹے کے لیے باہر نکلے ہوئے ہیں۔''

''سیر سپاٹے کے لیے!'' اس کے لہجے میں حد درجہ حیرت بھر گئی'' تم تو فلیٹ کے اندر آرام سے سونا چاہتے تھے؟''

میں نے سرسری انداز میں کہا'' بس' نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے تھوڑی چہل قدمی کے لیے نیچے اتر آئے ہیں۔''

''زیادہ دور تک چہل قدمی کے لیے نہ نکل جانا'' وہ تشویش ناک لہجے میں بولا'' اور اپنے گرد و نواح پر کڑی نظر رکھنا۔ کھٹمنڈو کی فضا تم دونوں کے لیے یوں آزاد گھومنے کے لیے سازگار نہیں ہے۔''

''میں تمہاری نصیحت کو یاد رکھوں گا۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے رابطہ منقطع کردیا۔

لی یان نے اضطراری انداز میں کہا'' جانوس کو تو تم نے اِدھر اُدھر کی پھینک کر مطمئن کردیا لیکن میں محسوس کر رہی ہوں' تم ایک خطرناک منصوبہ لے کر فلیٹ سے نکلے ہو۔ کیا مجھے بھی نہیں بتاؤ گے' تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے سیل کو جیب میں رکھا اور چوراہے پر سے دائیں جانب مڑتے ہوئے لی یان کو بتایا'' واقفی' میں کسی کال آفس سے جوگندر پال کے بنگلے پر فون کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہم بہ نفس نفیس اس بنگلے پر چڑھائی کریں گے'' ایک لمحے کو رک کر میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں ساحل کے سلسلے میں' رات ڈھلنے کا انتظار نہیں کرسکتا لی یان!''

وہ تھوڑی دیر تک مجھے حیرت بھری متذبذب نظر سے دیکھتی رہی پھر سپاٹ آواز میں بولی'' اس بنگلے پر چڑھائی کے لیے تم نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟''

''منصوبہ فون کرنے کے بعد بناؤں گا'' میں نے گول مول انداز میں کہا۔

اس کے بعد لی یان نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتی رہی۔ ہم پولیس ہیڈ کوارٹر کے پاس سے گزر رہے تو تھوڑا آگے جا کر بالودتر روڈ پر ہی ہمیں ایک پبلک کال آفس نظر آ گیا۔ اگلے ہی لمحے میں کال آفس میں داخل ہونے کے بعد جوگندر پال کے بنگلے کا نمبر ملا رہا تھا۔

ڈائلنگ کی تکمیل کے بعد دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تیسری گھنٹی پر کسی نے ادھر سے ریسیور اٹھا لیا اور بھاری لہجے میں استفسار کیا'' ہیلو' کون؟''

میں نے فرضی تعارف کا سہارا لیتے ہوئے کہا'' میں وشوانا تھ بول رہا ہوں۔ جوگندر پال سے بات کروا دیں'' میں نے کوشش کی کہ میری اصل آواز کھل نہ سکے۔

دوسری طرف بولنے والے کا لب و لہجہ خالصتاً مغربی

تھا۔ وہ جوگندر پال یا کوئی اور مقامی تو ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔
میری درخواست کے جواب میں اس نے کہا۔
''جوگندر پال اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ اس سے بات کرنا ہے تو رات آٹھ بجے کے بعد فون کریں۔''
''آپ کون بول رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔
جواب دینے کے بجائے اس نے ریسیور کریڈل کردیا۔
میرا مقصد پورا ہوگیا۔ جوگندر پال وہاں سے جاچکا تھا اور رات آٹھ بجے سے پہلے اس کے ادھر آنے کا امکان نہیں تھا۔ جوگندر کے وہاں نہ ہونے کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ اس بنگلے پر زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوگی۔ ڈین ہاروے' گلاڈیا کے علاوہ سیکیورٹی گارڈز کے نام پر دو تین افراد کی موجودگی متوقع تھی۔ کسی قسم کی ہنگامی کارروائی کے لیے یہ انتہائی مناسب موقع تھا۔ اگر میں کسی طرح اسرائیل ایمبیسی کے پچھواڑے واقع ... بنگلا نمبر ''جے۔ ٹو ہنڈرڈ'' میں داخل ہونے میں کامیاب ہوجاتا تو پھر ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں مجھے کوئی نہیں روک سکتا تھا..... اور یہ کام مجھے ہرصورت میں کرنا تھا۔
ہم کال آفس سے باہر نکلے تو لی یان نے استفسار کیا
''منصوبہ پک گیا؟''
اس کے سوال میں اتنی سادگی تھی کہ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بھوکا بچہ بڑی معصومیت سے' اپنی ماں سے پوچھ رہا ہو..... مما! کھانا پک گیا؟
''ہاں پک گیا'' میں نے گمبھیر انداز میں جواب دیا ''بس' دم پر لگا ہوا ہے!''
وہ قدرے جھنجلا گئی ''کیا بنگلے کے اندر داخل ہونے کے بعد بتاؤ گے؟''
''نہیں' ٹیکسی سے نکلنے کے بعد!''
''ٹیکسی!'' وہ الجھن زدہ لہجے میں بولی ''کون سی ٹیکسی؟ وجدان! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' اس کے استفسار میں تشویش در آئی ''اس وقت ہم پیدل چل رہے ہیں۔ تم کون سی ٹیکسی میں سے نکلنے کی بات کررہے ہو؟''
میں نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا ''جس ٹیکسی میں ہم بیٹھنے جارہے ہیں؟''
پھر اس سے قبل کہ وہ کوئی اور سوال کرتی' میں نے قریب سے گزرتی ہوئی ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ اگلے ہی لمحے ہم مذکورہ ٹیکسی کی عقبی نشست پر براجمان ہوچکے تھے۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے چائنیز ایمبیسی چلنے کو کہا۔
ٹیکسی بالووتر (Baluwatar) روڈ پر شمال کی سمت بڑھنے لگی۔ میں نے نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔
جانوس نے فلیٹ پر مجھے .... جو تین پوسٹ کارڈ تصاویر دکھائی تھیں' ان میں ایک تصویر جوگندر پال کی بھی تھی۔ میں نے دو' دو کرم اور جوگندر کے خدوخال کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہی میں نے جوگندر پال کے نقش ونگار کو ذہن میں ابھارا اور تیسری آنکھ کے طفیل اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت ایک لگژری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا کہیں جارہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے ماحول میں رہا پھر ٹیکسی میں حاضر ہوگیا۔ اس طرح اس شخص کی بات کی تصدیق ہوگئی جس سے تھوڑی دیر پہلے میں نے دشوانا تھ کی حیثیت سے بات کی تھی۔ اب رات آٹھ بجے سے پہلے جوگندر پال ادھر کا رخ کرنے والا نہیں تھا۔
ٹیکسی چائنیز ایمبیسی کے قریب پہنچی تو میں نے ڈرائیور سے کہا ''سیدھا چلتے ہوئے تھوڑا آگے جاؤ اور نیپال راستر اینک کے پاس روک دینا۔''
ٹیکسی ڈرائیور نے میری ہدایت پر عمل کیا اور ہمیں مطلوبہ مقام پر ڈراپ کردیا۔ اس وقت ہم بالووتر روڈ پر چائنیز اور رشین ایمبیسیز کے تقریباً وسط میں کھڑے تھے۔ ٹیکسی وہاں سے رخصت ہوگئی تو لی یان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
''میرا خیال ہے' اب تو تمہارا منصوبہ دم سے اتر آیا ہوگا؟''
''بالکل اتر آیا ہے'' میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
وہ ہمہ تن گوش ہوگئی' انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو ..... بتاؤ!
میں نے بتایا ''ہم اندرونی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے تھوڑا واپس آئیں گے تو اس پوش رہائشی علاقے میں پہنچ جائیں گے جہاں جوگندر پال کا بنگلا نمبر ''جے۔ دوسو'' واقع ہے۔ ہم مذکورہ بنگلے کے گرد و نواح کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد اندر داخل ہوجائیں گے۔ بس اتنا سا منصوبہ ہے'' میں ایک لمحے کے لیے سانس لینے کو رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔
''تم بنگلے کی عقبی جانب سے اندر پہنچو گی اور میں سامنے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔ ہمارا ٹارگٹ ساحل ہے جو اس بنگلے کے کسی بیڈروم میں' اس وقت گہری نیند میں ہے۔ ہمیں اس تک پہنچنا ہوگا۔ مخصوص قسم کی نقوش کے سبب تم اسے بہ آسانی شناخت کرلوگی۔ دن دہاڑے ساحل کے علاوہ اس بنگلے میں موجود تمام افراد جاگ رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے' ہمیں زیادہ مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''
لی یان نے دو چار اہم سوال کیے ''تمہارے اندازے کے مطابق' اس بنگلے پر اس وقت کتنے افراد موجود ہوں گے؟''
''میرا خیال ہے' ڈین ہاروے اور گلاڈیا کے علاوہ دو تین سیکیورٹی گارڈز وغیرہ ہوسکتے ہیں۔'' میں نے اپنے اندازے کا اظہار کردیا۔
وہ پراعتماد انداز میں بولی ''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں۔ ان لوگوں سے نمٹنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہوگا۔''
''تو پھر چلیں؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔
وہ میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی ''واپسی میں سواری کے لیے تم نے کیا سوچ رکھا ہے؟ وہاں بنگلے میں کوئی بھی سنگین صورت حال پیش آسکتی ہے اور زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ ہمیں ہنگامی حالت میں وہاں سے نکلنا ہوگا۔''
''ٹھیک کہتی ہو'' میں نے کہا ''مجھے امید ہے' بنگلا نمبر ''جے۔ دوسو'' میں کوئی نہ کوئی گاڑی ضرور موجود ہوگی جو ہمیں وہاں سے فرار میں مدد دے سکتی ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو.....'' میری آواز بھرا گئی ''تو..... میں ساحل کو پانے کے بعد تو ہوا میں اڑ کر بھی یہاں سے جاسکتا ہوں۔''
میرا ... آخری جملہ جذبات کی مغلوبیت کا غماز تھا۔ میں بھلا کیوں کر اڑ سکتا تھا لیکن ان لمحات میں لی یان نے ذرا سا بھی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ وہ میری حیرت انگیز صلاحیتوں کے اتنے مناظر دیکھ چکی تھی کہ شاید میری اس اڑنے والی بات کو بھی سچ سمجھ بیٹھی تھی۔ میں نے کوئی وضاحت کرنا ضروری نہ سمجھا اور خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔
جلد ہی ہم بنگلہ نمبر ''جے۔ دوسو'' تک پہنچ گئے۔ ہم نے آئندہ دس منٹ میں اچھی طرح گھوم پھر کر بنگلے کا جائزہ لے لیا۔ وہ ایک عالی شان سنگل اسٹوری بنگلا تھا۔ عقبی دیوار کی اونچائی آٹھ فٹ رہی ہوگی۔ اس دیوار کے اوپر کسی قسم کی حفاظتی خاردار باڑ نظر نہیں آرہی تھی اور نہ ہی کسی طرح کے کانچ کے ٹکڑے نصب تھے۔ گویا اس بات کا امکان پیدا ہوگیا کہ اندر کی جانب کوئی مسلح گارڈ ہوسکتا تھا۔
میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ''اس دیوار کو پھلانگ کر اندر چلی جاؤ گی یا میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں؟''
''میں یہ کام کرلوں گی'' وہ پُرعزم لہجے میں بولی ''تم بنگلے کے سامنے والے حصے میں پہنچو۔ اندر پہنچ کر ہمیں ایک ساتھ ریڈ کرنا چاہیے۔ بنگلا سنگل اسٹوری ہے اس لیے میرا خیال ہے' ہم جلد ہی ایک دوسرے سے آملیں گے۔''
''او کے!'' میں نے الوداعی نظر سے لی یان کو دیکھا
''وش یو گڈ لک!''
''سیم ٹو یو'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔
میں تیز قدموں سے چلتے ہوئے بنگلے کے سامنے والے حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ پہلے پھیرے میں' میں نے بنگلے کے گیٹ پر ایک مسلح سیکیورٹی گارڈ... کو مستعد کھڑے دیکھا تھا۔ اب اس سے نمٹنا ہی کا وقت آگیا تھا۔ میں نے اپنے ٹرائی بینڈ جی ایس ایم سیل کو سائلنٹ الرٹ پر رکھ کر جینز میں ٹھونس لیا۔
میں بنگلے کے سامنے والے حصے میں پہنچنے کے بعد گیٹ کی طرف بڑھا تو گارڈ حد سے زیادہ الرٹ ہوگیا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر سر کی خفیف سی جنبش سے اسے ''ہیلو'' کیا پھر پوچھا۔
''کیا مسٹر جوگندر پال یہیں رہتا ہے؟''
''تم کون ہو..... اور جوگندر پال کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟'' وہ اکھڑ لہجے میں بولا۔
''میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے چوکنا نظر سے گارڈ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
وہ میرے انداز کو دیکھتے ہوئے اور محتاط ہوگیا ''جوگندر پال اس وقت بنگلے میں نہیں ہے اور..... تم اپنی شناخت کرائے بغیر اندر نہیں جاسکتے۔''
''شناخت!'' میں نے برہمی سے اسے دیکھا ''میں جوگندر کا باپ ہوں۔ کیا تم مجھ سے شناخت مانگو گے؟'' بات کے اختتام تک میرا انداز ہتک آمیز ہوگیا۔
میں دانستہ اس قسم کی جارحانہ گفتگو کرکے اس کو فرائض سے ''غافل'' کررہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گارڈ میرے سوال کا جواب دیتا' اندر سے کسی نے پوچھا ''کس سے الجھ رہے ہو جے!''
''کوئی شخص خود کو جوگندر صاحب کا باپ بتا رہا ہے'' وہ جے نامی اس گارڈ نے متاملانہ انداز میں کہا ''راجیش! تم آکر دیکھو' یہ کیا چکر ہے؟''
''میں آرہا ہوں۔'' اندر سے راجیش نے کہا۔

وہ بہت ہی نازک لمحات تھے۔ ایک گارڈ کو میں باتوں میں الجھا چکا تھا' دوسرا ابھی سامنے آنے والا تھا۔ اگر میں بہ یک وقت ان دونوں کو شکار کر لیتا تو مزاحمت دم توڑنے پر مجبور ہو جاتی۔ پھر کلاڈیا اور فراڈیا (ڈین ہارورے) سے نمٹنا ہمارے لیے مشکل نہ رہتا!

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دوسرا' راجیش نامی گارڈ گیٹ پر نمودار ہوا۔ اس نے باہر آ کر ایک تنقیدی نظر مجھ پر ڈالی پھر قبل اس کے کہ وہ مجھ سے کچھ پوچھتا' بنگلے کے عقبی حصے میں گولی چلنے کی مخصوص آواز ابھری۔ اس آواز نے گویا مجھے گرین سگنل دکھا دیا۔

میں چشم زدن میں سمجھ گیا' اس طرف لی یان نے محاذ سنبھال لیا تھا۔ میں بھلا کیوں کر اس سے پیچھے رہ سکتا تھا۔ گولی کی آواز پر دونوں گارڈز نے الجھن زدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا' لمحے بھر کے لیے ان کی نگاہیں مجھ سے ہٹ گئیں۔ میرے لیے وہ لمحہ صدیوں کی مہلت کا حامل تھا۔

میں نے بڑی سرعت سے حرکت میں آتے ہوئے وجے کو ایک زوردار فرنٹ کک ماری۔ راجیش کی جانب متوجہ ہونے کی وجہ سے اس کی پشت میری سمت ہو گئی تھی۔ میری کک بڑے بھرپور انداز... میں اس کے کندھوں کے عین وسط میں لگی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے راجیش کی طرف گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر الجھے اور کھلے ہوئے گیٹ سے اندر جا پہنچے۔

میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایک لمبی جست بھری اور ان کے سر پر پہنچ گیا۔ اب ہم تینوں بنگلے کے اندر تھے۔ میں نے گیٹ کو بند کر کے اندر سے کنڈی لگا دی اور ان گارڈز کی جانب متوجہ ہو گیا۔

وہ اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد پر بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر مجھے اپنی گن کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے' میں نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔

وجے اٹھ کر جیسے ہی میری سمت پلٹا' میں نے اس کے گن بردار ہاتھوں پر ایک تیز رفتار کریسنٹ کک ماری۔ گن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور لان پر جا گری۔ میں نے فرنٹ فٹ پر آتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک دھانسو قسم کا پنچ رسید کر دیا۔ وہ بلبلاتے ہوئے پیچھے کو گیا۔ میں پلٹ کر راجیش کی جانب متوجہ ہو گیا۔

راجیش اس دوران میں سنبھل کر کھڑا ہو چکا تھا۔ میں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے لیے بھی اسے اپنی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔ اس نے جیسے ہی گن میری جانب سیدھی کی' میں نے ایک خطرناک راؤنڈ ہاؤس کک چلا دی۔ میری کوشش تھی کہ اس بنگلے میں فائرنگ کی نوبت نہ آئے۔ میں خواہ مخواہ آس پاس کے لوگوں کو اس طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میری زوردار راؤنڈ ہاؤس راجیش کی بغل میں لگی تو ردِعمل کے طور پر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھ گئے۔ میں نے تیزی سے نیچے بیٹھتے ہوئے بیک سوئپ چلا دی۔ اگلے ہی لمحے وہ منہ کے بل ڈرائیوے کے پختہ فرش پر آ رہا۔

گن ہنوز اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر اس پر ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ میرے پاؤں کی دھواں دھار ٹھوکر اس کی کلائی پر لگی تو اس کے ہاتھ گن کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ میں نے ایک غصیلا ٹھڈا مار کر راجیش کی گن کو بھی وجے کی گن کے پاس سرسبز لان پر پہنچا دیا۔

راجیش تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کی تکلیف دور کرنے کے لیے مرہم کاری میں لگ جاتا۔ میں نے نیچے جھک کر اس کی چربیلی گردن کو اپنے دائیں بازو کی گرفت میں لیا اور ایک مخصوص جھٹکا دے کر اسے دو گھنٹوں کے لیے انشا غفیل کر دیا۔ اب اس کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔

کھڑے ہونے سے پہلے مجھے ایک اور ہنگامی قدم اٹھانا پڑا۔ چہرے پر میرے پنچ کا تمغا سجا کر منہ موڑنے والا وجے واپس لوٹ آیا تھا اور عقب سے مجھ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اس کی نیت کو بھانپتے ہوئے اپنے بدن کو ایک خاص زاویے سے ٹوئسٹ کیا اور ہائی وہیل کک چلا دی۔ فل وہیل کک کی بہ نسبت اس میں دگنی قوت پوشیدہ تھی۔

میرے پاؤں کی ایڑی نے اس کی ٹھوڑی پر بوسہ دیا۔ وہ کراہتے ہوئے پیچھے کو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے مکوں پر رکھ لیا۔ میرے خوں خوار پنچز نے اس کی ناک منہ سے خون چھڑا دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ کیوں کر میرے تابڑ توڑ حملے کا جواب دے۔ وہ بڑی مشکل میں تھا۔

اسی ناسمجھی کے دوران میں' میں نے اس کی گردن پر واقع ایک مخصوص نس کو دبا کر اسے بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی مشکل آسان ہو گئی۔ اب وہ بھی راجیش سے پہلے ہوش میں آنے والا نہیں تھا۔ میں نے ان دونوں پر اطمینان بھری نظر ڈالی اور لان کی سمت بڑھ گیا۔

میں نے لان کی گھاس پر سے دونوں گنز کو اٹھا لیا اور



محتاط انداز سے بنگلے کی اندرونی جانب قدم اٹھانے لگا۔ بنگلے کے عقبی حصے میں ایک فائر کے بعد کسی قسم کی کوئی آواز نہیں ابھری تھی اور اندرونی جانب بھی سناٹے کا راج تھا۔ اس صورتِ حال نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال بھی ابھرا کہ کہیں وہ بنگلا خالی تو نہیں۔ لی یان کو اندر داخل ہوئے پانچ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے۔ ابھی تک وہاں اٹھا پٹخ شروع ہو جانا چاہیے تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ لی یان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو!

نہیں' ایسا نہیں ہو سکتا.....! میرے ذہن نے فوراً تردید کر دی۔ پتا نہیں' میرے اندر کی وہ کون سی قوت تھی جو لی یان کی سلامتی کے لیے پُریقین تھی۔ شاید میں اسے کوئی گزند پہنچتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

میں نے گیٹ پر وجے اور راجیش سے جو مارا ماری کی تھی' اس کی خبر گیری کے لیے بنگلے کے اندرونی حصے سے نکل کر کسی کو گیٹ کی طرف ضرور آنا چاہیے تھا۔ یہ پُراسرار خاموشی مجھے ان گنت واہموں میں ڈال رہی تھی۔ میں نے پبلک کال آفس سے تھوڑی دیر پہلے اس بنگلے میں فون پر ایک شخص سے بات کی تھی..... پھر اس سناٹے اور خاموشی کا کیا مطلب تھا؟

بنگلے کے اندرونی حصے میں قدم رکھنے سے پہلے میں نے لی یان کی خبر لینے کے بارے میں سوچا اور عقبی جانب بڑھ گیا۔ موجودہ صورتِ حال نے مجھے اس کی طرف سے گہری تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ گنز کو میں نے ایک محفوظ آڑ میں چھپا دیا اور بنگلے کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔

وہاں میں نے ایک باوردی مسلح گارڈ کو اوندھے منہ زمین پر پڑے دیکھا تو فوراً سمجھ گیا' اسے لی یان نے شکار کیا تھا۔ میں نے جھک کر اس گارڈ کا جائزہ لیا۔ اس کی وردی میں' عین دل کے مقام پر نمودار ہونے والے سوراخ نے مجھے بتا دیا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بہت دور جا چکا تھا۔ سیدھا ہونے کے بعد میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی مگر لی یان مجھے کہیں دکھائی نہ دی۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا' وہ عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو چکی ہے۔

میں نے ایک دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اگلے ہی لمحے میں عمارت کے اندر تھا..... اور اسی وقت مجھ پر منکشف ہوا کہ اس طرف اتنی خاموشی اور سناٹا کیوں تھا؟ میں نے خود کو ایک ساؤنڈ پروف زون میں پایا۔

ساؤنڈ پروف فضا کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوا کہ اندر قدم رکھتے ہی وہ خاموشی اور سناٹا یکسر چھٹ گیا۔ کسی قریبی حصے سے ابھرنے والی اٹھا پٹخ کی مخصوص آوازیں میری سماعت تک پہنچیں تو مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں قطعی کسی دقت کا سامنا نہیں ہوا کہ لی یان اس طرف نبرد آزما تھی۔ وہ ہیل (Yell) کرتے ہوئے کسی پر حملہ آور ہو رہی تھی۔

میں نے اسی سمت دوڑ لگا دی۔

ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میری متلاشی نگاہ اس بیڈروم کو کھوج رہی تھی جہاں میں نے تھرڈ آئی کے توسط سے ساحل کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تھا لیکن ایسا بیڈروم مجھے کہیں دکھائی نہ دیا البتہ اس تلاش میں' میں ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جہاں لی یان بڑے طمطراق سے موجود تھی۔ وہ دو افراد سے بہ یک وقت نمٹنے میں مصروف نظر آئی۔

ان میں سے ایک عورت اور دوسرا مرد تھا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ وہ ڈین ہارورے اور کلاڈیا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ اس عورت کی میری جانب پشت تھی' لہٰذا میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ مرد کی صورت بڑی حد تک امریکی صدر کلنٹن سے ملتی جلتی تھی اور درحقیقت وہی لی یان کے مقابل ڈٹا ہوا تھا۔ اس کی ایک ایک ادا سے مارشل آرٹس کی جھلک نظر آتی تھی۔

اسی کمرے میں میرے دخول نے سب کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔ لی یان کے چہرے پر اطمینان ابھر آیا لیکن بل کلنٹن کی مشابہت رکھنے والا مجھ پر نگاہ پڑتے ہی ایسے اچھلا جیسے موت اچانک آن کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کی جھلک دکھائی دی۔ یہ سمجھنے کے لیے کسی خاص عقل کی ضرورت نہیں تھی کہ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔

مار ماری میں پیدا ہونے والے اس لمحاتی تعطل سے عورت نے فائدہ اٹھایا اور اس کمرے سے نکل کر کوریڈور میں لپک گئی۔ میں نے بڑے تسلی بخش انداز میں لی یان کو اس شخص سے مقابلہ کرتے دیکھا تھا لہٰذا اس کی طرف سے بے پروا ہو کر میں نے عورت کے تعاقب میں دوڑ لگا دی۔

میں ابھی تک اس کی صورت نہیں دیکھ پایا تھا لیکن اغلب امکان اسی بات کا تھا کہ وہ کلاڈیا ہو گی۔ مجھے اپنے عقب میں لی یان کی تشویش سے بھری آواز سنائی دی۔

''وجدان! اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھنا' یہ عورت کوئی جادوگرنی ہے۔''

لی یان کی اس ہدایت نے مجھے بری طرح چونکا دیا تاہم میں نے اس جادوگرنی کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہ برتی اور

کوریڈور کے آخری سرے پر اسے جالیا۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہونے ہی والی تھی کہ میں نے عقب سے اسے ایک زوردار دھکا دیا۔

وہ لڑکھڑاتے ہوئے منہ کے بل کمرے کے قالین پوش فرش پر گری۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی کمرے میں داخل ہوگیا۔ لی یان نے بڑی شدت سے مجھے تاکید کی تھی کہ میں اس عورت کی آنکھوں میں نہ دیکھوں اور اس تاکید نے میرے اندر ایک ضد کو ابھار دیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا' اس عورت کی آنکھوں میں ایسا کیا ہے جو لی یان نے اسے جادوگرنی سے تعبیر کیا تھا؟

وہ فرش پر پڑی دھیرے دھیرے کراہ رہی تھی۔ اس نے ابھی تک اٹھ کر بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بادی النظر میں یہی لگتا تھا کہ اسے کوئی ایسی شدید چوٹ پہنچی ہے کہ وہ فرش سے اٹھنے کے قابل نہیں رہی۔

میں محتاط قدموں سے اس کی پائنتی سے سر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی طرف سے کسی حملے کی امید نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے اپنے اندازے کی بنا پر اسے پکارا۔

''کلاڈیا! اٹھ کر کھڑی ہوجاؤ۔ تمہارا کھیل ختم ہوگیا۔''

اس نے میری پکار کے جواب میں کچھ کہا اور نہ ہی فرش سے اٹھنے کی کوشش کی البتہ' اس کے حلق سے میٹھی میٹھی کراہیں خارج ہوتی رہیں۔ میں اسی نتیجے پر پہنچا کہ شاید اس کے جسم کے کسی نازک اور حساس حصے پر کوئی خطرناک چوٹ آگئی ہے جو وہ اٹھ کر بیٹھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی۔

میں اس کے قریب ہوگیا اور اسی وقت کمرے کے فرش پر پڑی ہوئی عورت نے میرے اندازوں کی ایسی تیسی کردی۔

اس نے بجلی کی سی سرعت سے اپنی باڈی کو ایک خاص انداز سے رول کیا اور میرے پاؤں کو اپنی ٹانگوں کی قینچی میں جکڑ کر فرش پر گھوم گئی۔ اس کی اس غیر متوقع حرکت کے نتیجے میں' میں زمین پر آرہا۔ وہ کسی بندریا کے مانند اچھلی اور میرے سینے پر سوار ہوگئی۔

میں اس کی اس جسارت پر ابھی پوری طرح حیران بھی نہیں ہو پایا تھا کہ وہ مجھ پر جھکی اور اپنے ہاتھوں سے میری گردن کو دبوچ کر براہِ راست میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

میں ہکا بکا اس دل کش عورت کو دیکھتا چلا گیا۔ میں نے اتنی حسین عورت اپنی زندگی میں پہلے کبھی اور کہیں نہیں دیکھی تھی۔ وہ بنی بنائی یونانی دیوی تھی۔ آنکھیں گہری نیلی اور جاذب' خال وخط پُرکشش اور رنگت سرخی مائل سفید۔ اس کے شہد یلے بال بڑے دل ربا انداز میں ترشے ہوئے تھے۔ وہ حسن کا خزانہ میرے اوپر کسی زبر کی طرح سجا ہوا تھا۔

یہ منظر سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں آنکھوں کے راستے میرے حافظے تک منتقل ہوا پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم سے جان نکل جارہی ہو۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر میرے اندر اترنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اگرچہ دونوں ہاتھوں سے میری گردن کو گرفت میں لے رکھا تھا لیکن اسے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی تمام تر توجہ میری آنکھوں پر مرکوز تھی۔ اسی لمحے اس کی پُرتاثر آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان!..... تم خود کو بھول رہے ہو..... سب کچھ بھول رہے ہو..... صرف میری آنکھیں تمہیں یاد رہیں گی۔ تم صرف میری آواز سن رہے ہو..... باقی تمام آوازیں تمہاری سماعت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتیں۔ تم میری آنکھوں کے اسیر ہو..... یہ آنکھیں تمہارے دماغ میں پیوست رہیں گی اور تمہیں جب بھی' جو بھی حکم دیں گی' تم فوراً بلا سوچے سمجھے اس کی تعمیل کرو گے.....''

میں یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا' یوں محسوس ہوتا تھا' وہ آنکھیں نہ ہوں بلکہ اس کے چہرے پر آنکھوں کی جگہ دو دہکتے ہوئے انگارے رکھ دیے گئے ہوں۔ وہ گویا دو طاقت ور مقناطیس تھے جو بڑی شدت سے مجھے اپنی جانب کھینچ رہے تھے..... خدا کی پناہ! ایسی غضب ناک آنکھیں میرے نظارے میں پہلی مرتبہ آئی تھیں۔

بلاشبہ وہ عورت کوئی بہت بڑی ساحرہ تھی۔ وہ مجھے مسمرائز کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ میری جگہ اگر کوئی اور شخص اس کے مدمقابل ہوتا تو اب تک ہتھیار پھینک کر اس کے قدموں میں جبیں رکھ چکا ہوتا۔ یونانی حسن کا شاہکار وہ عورت ایسی ماہ جبیں دل نشیں تھی کہ ہزاروں مرد اس کی پابوسی کے لیے قطار بنا کر اپنی باری کا انتظار کرسکتے تھے۔

''آج کے بعد تم صرف مجھے یاد رکھو گے'' وہ اپنی سیکشنز کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی ''تم میرے غلام ہو..... میرے اشاروں پر ناچو گے.....''

اس کی آواز اور الفاظ میں بلا کا اعتماد تھا۔ اسے ایک سو ایک فیصد یقین تھا کہ مجھے اپنے ٹرانس میں لا چکی ہے لیکن یہ اس کی بھول تھی' ایک بہت بڑی غلط فہمی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملتے ہی میں پورے حواسوں سے ریڈالرٹ ہوگیا تھا۔ لی یان کے الفاظ مسلسل میرے دماغ میں گونج رہے تھے..... وجدان! اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھنا' یہ عورت کوئی جادوگرنی ہے!

وہ واقعی جادوگرنی تھی۔ اپنے جادو کے زور پر مجھے غلام بنا کر رکھنے کی خواہش مند تھی مگر میں بھی نادان نہیں تھا' وجدان تھا۔ اپنے شعبے کا سلطان تھا اور اللہ میرا نگہبان تھا۔ اگر میں اس جادوگرنی کے ٹرانس میں آجاتا تو یہ میری نہیں' میری صلاحیتوں کی شکست ہوتی۔ اس نازک مرحلے پر میں ہار کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میں تو ماؤنٹ مکنلے میں اس کے گرد گھنگھریالی موشے ہائمن کو چونا لگا آیا تھا' یہ چیلی چانٹی کلاڈیا دلاڈیا میرے سامنے کیا بیچتی تھی!

کہتے ہیں' منہ دیکھ کر تھپڑ مارنا چاہیے۔ سامنے والے کی چال کے عین مطابق اپنے مہرے کو آگے بڑھانا چاہیے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں دوتر غیبی ڈائیلاگ مار کر یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ اس نے وجدان ایسے پہاڑ کو چت کرلیا۔ میں نے اسے اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے دیا۔ وہ اپنی بھول میں ایک قدم اور آگے بڑھ آئی۔

''وجدان! اب تم آنکھیں بند کرلو گے۔ میں تین تک گنوں گی تو تمہاری آنکھیں بند ہوچکی ہوں گی..... ایک.....''

اس نے پہلے بھی مجھے وجدان کہہ کر پکارا تھا۔ اس کا مطلب تھا' ڈین ہارڈے کی طرح وہ بھی مجھے پہچان چکی تھی جیسے یہ لی یان کی پکار کا نتیجہ بھی ہوسکتا تھا۔ اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کرتے ہوئے اس جادوگرنی سے خبردار کیا تھا۔

''دو.....'' وہ چند سیکنڈ کے وقفے سے بولی ''..... تین!''

میں نے کسی فرماں بردار بچے کے مانند پلکیں جھپکائیں اور نہایت ہی شرافت کے ساتھ آنکھیں بند کرلیں۔ یہ عمل کلاڈیا کو خوش فہمی میں مبتلا کرنے کا ٹوٹفکیٹ تھا۔

اب وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں اس کے شاداب بدن کو اپنے سینے پر سوار محسوس کررہا تھا۔ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ میں کوئی بہت بڑا ذخیرہ اندوز ہوں جس نے حسن وجوانی کے ایک عظیم الشان ذخیرے کو اپنے قبضے میں کررکھا ہے۔

کلاڈیا کا سراپا میری یادداشت میں اس طور چھپ گیا تھا کہ تصور کی آنکھ سے دیکھنے کے لیے مجھے اس کے خدوخال کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے ظاہرہ آنکھیں بند رکھتے ہوئے باطنی آنکھ کا سوئچ آن کیا تو اس کا ملکوتی حسن میری نگاہ میں پھیل گیا۔

اسی وقت وہ تھوڑا سا کسمسائی اور میرے سینے سے نیچے اتر گئی' پھر مجھ سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوکر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں مجھے اطمینان اور کامیابی کے آثار نظر آئے۔ اپنی دانست میں وہ مجھے محکوم بنا چکی تھی۔ اس نے مجھ پر ایک تحقیر آمیز نگاہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔

وہ بڑے مطمئن انداز میں چلتے ہوئے کمرے کے دروازے تک پہنچی تو میں نے زمین پر لیٹے لیٹے آنکھیں بند رکھتے ہوئے' نہایت ہی پُرسکون لہجے میں اسے پکارا۔

''کلاڈیا! تم تو ریلیکس ہوکر جارہی ہو۔ مجھے کون اطمینان دلائے گا؟''

وہ اس طرح اچھل کر مڑی جیسے اچانک اس کا ہاتھ بجلی کے ننگے تار سے چھو گیا ہو۔ وہ بڑی تیزی سے میرے قریب پہنچی اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اسی وقت میں نے آنکھیں کھول دیں اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس وقت میرے ہونٹوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ سجی تھی۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس نے قیامت سے پہلے قیامت دیکھ لی ہو۔

''دج..... وان..... تم.....'' وہ حیرت کی شدت سے ہکلا اٹھی۔

میں نے کہا ''یقین نہیں آرہا نا؟''

''مگر تم تو..... تم تو.....'' وہ اپنی بات مکمل نہ کرسکی۔

''شاید تمہارے ربی نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وجدان کس طوفان کا نام ہے'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''میں نے کہا نا' تمہارا کھیل ختم ہوگیا۔ اب میں کھلاڑی اور تم تماشائی ہو۔ بتاؤ' تم لوگوں نے میری ساحل کو اس بنگلے کے کس کمرے میں بند کررکھا ہے؟''

کلاڈیا کی مسمریزائی صلاحیتوں کو دیکھ کر میں ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ ساحل آج کل اسی ساحرہ کے طلسم میں گرفتار تھی اور اس کے ذہن سے' بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے والا راز بھی اسی ساحرہ نے نکالا ہوگا!

کلاڈیا نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے مجھ پر حملہ کردیا۔ اسی وقت مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مارشل آرٹس سے بھی گہری واقفیت رکھتی تھی۔ اسے ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی صلاحیتوں پر عبور حاصل تھا۔

کوئی اور فارغ موقع ہوتا تو میں فائٹ کو طول دے کر بھرپور انجوائے کرتا۔ اس وقت مجھے بڑی شدت سے ساحل کی تلاش تھی۔ میں نے اب تک جتنے کمروں میں جھانکا تھا' وہاں وہ مجھے کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ کلاڈیا کی زبان کھلوانے کے لیے اسے بے بس کرنا بہت ضروری تھا..... اور اسے بے بس کرکے اپنے بس میں لاتے ہوئے مجھے پھونک

پھونک کر ہاتھ پاؤں کو استعمال کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ عمل چوبی ہتھوڑے کی مدد سے کانچ کی دیوار میں آہنی میخ ٹھونکنے کے مترادف تھا!

اس کا انگ انگ دستِ قدرت کی صناعی کا منہ بولتا شاہکار تھا۔ لگتا تھا' خالق نے اسے بنانے کے بعد وہ سانچہ ہی توڑ ڈالا تھا۔ اس کے پُرغرور جسمانی خطوط کو ہاتھ پاؤں کی بے رحم ٹھوکروں سے بگاڑنا ایک گناہ عظیم تھا۔ یہ کچھ میں ہی جانتا تھا' دس منٹ کی کڑی آزمائش کے بعد میں نے کلاڈیا کو کس طرح زیر کیا!

جب وہ پوری طرح میرے قابو میں آ گئی تو میں نے بیڈ شیٹ میں سے دو لمبی لمبی پٹیاں پھاڑ لیں۔ ایک پٹی سے میں نے اس کی آنکھوں کو ڈھانپ کر اچھی طرح کس کر باندھ دیا۔ دوسری پٹی کی مدد سے میں نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے جا کر باہم پیوست کر کے بڑی مضبوطی سے جکڑ دیے۔ اب وہ ان ہاتھوں کی مدد سے آنکھوں والی پٹی نہیں کھول سکتی تھی۔ اس کے بعد میں کلاڈیا کو کسی اسیر کے مانند دھکیلتے ہوئے اس کمرے میں لے آیا جہاں لی یان کو ڈین ہاروے کے ساتھ نبرد آزما چھوڑ گیا تھا۔

اس کمرے میں قدم رکھتے ہی مجھے ایک زوردار دھکے کا سامنا کرنا پڑا۔ لی یان' توپ میں سے نکلے کسی گولے کے مانند آ کر مجھ سے ٹکرائی تھی اور اسے اس طرف پھینکنے والا ڈین ہاروے تھا۔ میں نے لی یان کو سنبھالا اور تیز لہجے میں کہا۔

''تم کلاڈیا کو دیکھو میں اس سور ماسے نمٹتا ہوں۔''

ڈین ہاروے' کلاڈیا کی حالت زار دیکھ کر بری طرح چونکا اور اگلے ہی لمحے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے ہوا میں پرواز کرتے ہوئے مجھے فلائنگ کک مارنا چاہی۔ میں یک دم نیچے بیٹھ گیا۔ وہ میرے اوپر سے فلائی کرتے ہوئے کھلے ہوئے دروازے سے باہر کوریڈور میں پہنچ گیا۔

میں نے کھڑے ہوتے ہوئے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کلاڈیا کی طرح فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنے قدموں پر آتے ہی واپس مڑا۔ اس دوران میں' میں بھی کوریڈور میں نکل آیا تھا۔ پھر ہمارے درمیان باقاعدہ مارشل آرٹس کی ٹیکنیکس کا تبادلہ ہونے لگا۔

لی یان نے اس کی اچھی خاصی درگت بنا دی تھی تاہم وہ اس پر پوری طرح قابو پانے میں کامیاب نہیں رہی تھی۔ لی یان کو ایک نظر دیکھتے ہی میں نے بھانپ لیا تھا' ڈین ہاروے نے بھی اسے ٹھیک ٹھاک نقصان پہنچایا تھا۔ دونوں طرف ٹوٹ پھوٹ کا تناسب برابر ہی رہا تھا۔

ڈین ہاروے مارشل آرٹس سے بہ خوبی آگاہ تھا لیکن میں نے اس مرحلے میں چند آزمودہ کار شارٹ کٹس استعمال کر کے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ لی یان نے اسے اچھا خاصا تھکا دیا تھا لہٰذا وہ میرے دھواں دھار حملوں کے سامنے زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکا۔ میں نے اسے پاؤں کی ٹھوکروں میں اڑاتے ہوئے کلاڈیا کے پاس پہنچا دیا۔

لی یان نے لیڈی پسٹل لباس میں سے نکال کر کلاڈیا کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔ کلاڈیا اور ڈین ہاروے پر قابو پا کر ہم نے گویا اس بنگلے پر تسلط جما لیا تھا۔ اس بنگلے میں اگر ان کا کوئی اور حمایتی موجود ہوتا تو اب تک ضرور سامنے آ جاتا۔ حالات پوری طرح کنٹرول میں آ گئے تو میں ایک کرسی کھینچ کر ڈین ہاروے کے قریب بیٹھ گیا۔

لی یان سمجھ گئی کہ میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر ریڈ الرٹ ہو گئی۔ اس نے خطرناک نتھنے پسٹل کو اس انداز میں تھام رکھا تھا کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی ایفی شینسی دکھانے کی کوشش کرتا تو وہ بے دریغ اس کی کوشش کو ناکامی کا منہ دکھا دیتی۔

میں نے اپنی پنڈلی پر بندھے ہوئے بیاسے خنجر کو اس کے کیس میں سے نکالا اور بڑے خطرناک انداز میں ڈین ہاروے کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھا۔

''ساحل کہاں ہے؟''

میرے لہجے میں اس درجے کی سفاکی موجود تھی کہ اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا لیکن اس کے لب تھرتھرا کر رہ گئے۔ وہ متوحش نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے اس کی دہشت میں اضافہ کرنے کے لیے خنجر کی نوک کو اس کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے بیچ رکھا اور کہا

''ڈین ہاروے! میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ مجھے اس بنگلے کا ایک ایک کونا کھدرا جھانکنے کی زحمت نہ دو۔ اس کے بدلے میں تمہیں زندہ رہنے کا موقع فراہم کر سکتا ہوں۔ بتاؤ' میری ساتھی کو تم نے کس کمرے میں بند کر رکھا ہے؟''

''وہ..... وہ یہاں نہیں ہے'' وہ خوف زدہ انداز میں ہکلایا۔

میں نے خنجر کی نوک کو ایک حد تک اس کی پیشانی میں گڑایا اور پھنکار سے مشابہ انداز میں کہا ''اس کا مطلب ہے تم زبان بند رکھ کر موت کو گلے لگانے کا فیصلہ کر چکے ہو؟''

تکلیف کی شدت نے اس کے چہرے کے نقوش کو بری طرح بگاڑ دیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا ''تم میری بات کا یقین



کرو' ساحل یہاں نہیں.....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک کرب ناک آواز خارج ہوئی۔ میں نے میکانکی انداز میں اس کی پیشانی پر ایک چرکا لگا دیا تھا۔ اس کی حالت دیدنی ہو گئی۔

''میں تمہاری بات کا یقین نہیں کر سکتا ڈین ہاروے!'' میں نے دوبارہ خنجر کو اس کے چہرے کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا ''ساحل اسی بنگلے کے کسی بیڈروم میں بند ہے' ایسا بیڈروم جس میں زیرو پاور کا بلب جل رہا ہے۔ تم لوگوں نے کسی عمل کے ذریعے اسے بے خبری کے عالم میں پہنچا رکھا ہے۔''

''میں یہی کہوں گا' تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو دوجدان!'' وہ سراسیمہ لہجے میں بولا ''ساحل آدھی رات کے بعد یہاں سے چلی گئی تھی۔''

''چلی گئی تھی؟'' اس کے انکشاف نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا ''کہاں چلی گئی وہ؟''

''جہاں سے آئی تھی'' کلاڈیا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''واپس وہیں چلی گئی۔''

میں نے سوال ڈین ہاروے سے کیا تھا لیکن جواب کلاڈیا نے دیا تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں اور ہاتھ جکڑے ہوئے تھے تاہم آلۂ گفتار آزاد تھا۔ میں نے اس کے لہجے سے اندازہ لگا لیا کہ ڈین ہاروے کے بالعکس وہ دہشت اور وحشت سے بہت دور تھی۔

''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو' ساحل اسرائیل چلی گئی ہے؟'' میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

ڈین ہاروے نے بتایا ''گزشتہ رات وہ رائل نیپال ایئر لائنز کی نائٹ کوچ سے گئی ہے۔ اس کی عارضی منزل نئی دہلی تھی' وہاں ایک گھنٹا گزارنے کے بعد وہ صبح پانچ بجے دوسری فلائٹ کے ذریعے نیو دہلی سے اسرائیل روانہ ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ تل ابیب میں ہے۔''

ڈین ہاروے کے انکشافات حیرت زدہ کر دینے والے تھے۔ اگر واقعی سب کچھ یونہی پیش آیا تھا تو اس سیٹ اپ سے ''ہنود یہود گٹھ جوڑ'' کی بو آتی تھی۔ میں نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''ساحل کی صحت اور حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ تن تنہا سفر کر سکے۔ کیا یہاں سے اس کے ساتھ بھی کوئی گیا ہے؟''

اس نے جواب دیا ''محترم ربی کا ایک خاص آدمی اپنی حفاظت اور نگرانی میں اسے کھٹمنڈو سے تل ابیب تک لے کر گیا ہے۔''

''ساحل چلی گئی تو پھر تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟'' میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''ہم تمہاری وجہ سے یہاں رکے ہوئے ہیں۔''

''میری وجہ سے..... کیوں؟''

''ساحل کا یہاں کام ختم ہو گیا تھا اس لیے فلیمنگ اسے اپنے ساتھ لے گیا'' وہ میرے سوال کے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے بولا ''لیکن ہمارا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ محترم ربی کا حکم ہے' ہم تمہیں قابو کر کے اسرائیل پہنچائیں لیکن وقت سے پہلے ہی کھیل بگڑ گیا۔''

اس نے کھیل بگڑنے کے سلسلے میں ''وقت'' کا ذکر کچھ اس طرح کیا کہ مجھے محسوس ہوا' انہوں نے مجھے گرفت میں لینے کے لیے کوئی خاص منصوبہ ترتیب دے رکھا تھا۔ میرا تجسس انتہا کو پہنچ گیا' میں نے اضطراری انداز میں استفسار کیا۔

''بتاؤ' تم لوگوں نے مجھے گرفت میں لینے کے لیے کیا منصوبہ بنا رکھا تھا؟''

''چھوڑو..... اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔''

''فائدہ ہے!'' میں نے دہاڑ سے مشابہ انداز میں کہا۔ ''تمہیں بتانا ہو گا ورنہ.....؟''

بات ختم کرتے ہی میں نے خنجر کی دھار کو اس کی شہ رگ پر رکھ دیا۔ وہ کمزور سے لہجے میں منمنایا۔

''کیا کرو گے پوچھ کر؟''

''اٹ از ٹن آف یور بزنس!'' میں نے بے رحمی سے کہا اور خنجر کے دستے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا دیا ''میں جو پوچھ رہا ہوں' اس کا سیدھا سیدھا جواب دو ورنہ میں تمہیں سرکٹا شیطان بنانے میں بہت لطف محسوس کروں گا۔''

موت کی دہشت نے اس کے سرخ و سفید چہرے کو سیاہی مائل کر دیا۔ زندگی بڑی پیاری شے ہے اور موت کو سامنے کھڑا دیکھ کر تو یہ اور بھی حسین لگنے لگتی ہے۔ انسان اپنی زندگی بچانے کے لیے موت سے ہر قسم کی مفاہمت پر تیار ہو جاتا ہے۔ ڈین ہاروے بھی زبان کھولنے پر مجبور ہو گیا۔

''ہمیں پتا چلا تھا' تم آج رات نو اور دس بجے کے درمیان اس بنگلے میں داخل ہو گے۔''

وہ سرسراتی ہوئی آواز میں گویا ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کمرے کے در و دیوار گردش میں آ گئے ہوں۔

ہمارے خفیہ منصوبے کی خبر وہاں تک رسائی حاصل کر چکی تھی۔ میری طرح لی یان بھی متعجب نظر سے ڈین ہارو دے کو دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد اس نے مزید بتایا۔

''جوگندر پال نے آج رات یہاں ایک پارٹی کا اہتمام کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا تھا' تم اس کیٹرنگ کمپنی کے ایک ملازم کی حیثیت سے بنگلے میں داخل ہو گے جو آج کی پارٹی کے لیے یہاں سروس دے رہی ہے۔ تم ہمیں ایک یادگار سبق سکھانے کا ارادہ لے کر یہاں گھستے لیکن ہم تمہارے استقبال کے لیے تیار ہوتے۔ تمہیں فوراً گرفت میں لے کر کلاڈیا کے حوالے کر دیا جاتا'' وہ تھوڑی دیر کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''کلاڈیا پینانژم کی ماہر ہے۔ محترم ربی نے بڑے خاص انداز میں اس کی تربیت کی ہے۔ یہ چند منٹ میں تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیتی'' وہ سانس لینے کو رکا تو مجھے یاد آیا' کلاڈیا نے میرے سینے پر سواری ڈال کر ایسی کوشش کی تو تھی! وہ حسرت ناک انداز میں بولا ''ایک مرتبہ تم ہماری مٹھی میں آ جاتے تو پھر تمہیں محترم ربی کے قدموں تک پہنچانا ہمارے لیے مشکل نہ ہوتا مگر.....''

اس نے ''مگر'' پر جملہ ادھورا چھوڑا تو میرا ذہن تیز آندھیوں کی زد میں آ گیا۔ ہمارے منصوبے کو صرف تین افراد جانتے تھے یعنی..... میں' لی یان اور جانوس۔ ہم تینوں میں سے کسی نے یہ معلومات دشمنوں تک پہنچائی تھیں۔ میں اور لی یان تو ایسا ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ آ جا کر تان جانوس پر ٹوٹتی تھی..... تو کیا جانوس' دوستی کی آڑ میں ہم سے کوئی بھیانک دشمنی کرنے جا رہا تھا؟

اس سوال نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میرے دل نے کہا' فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن جیسا محاورہ بنانے والا کوئی ابلیس سا آدمی نہیں ہو سکتا۔ جانوس سے پہلی ہی ملاقات نے مجھے اس کی طرف سے آف کر دیا تھا۔ اس کے تازہ ترین رویے نے اگرچہ پہلے تاثر کو کافی حد تک زائل کر دیا تھا لیکن اب ثابت ہو رہا تھا' جانوس کسی آستین کے سانپ سے کم نہیں تھا! حیرت ہے' ڈاکٹر مونگ جیسا زیرک آدمی بھی اس کی اصلیت کو نہ جان سکا؟

ایک حتمی نتیجے پر پہنچنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور ڈین ہارو دے سے استفسار کیا۔ ''میرے پروگرام کے حوالے سے یہ خطرناک معلومات تم لوگوں تک کس نے پہنچائی ہیں؟''

''میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا'' وہ خوف زدہ انداز میں بولا ''یہ جوگندر پال کی محنت کا ثمر ہے۔''

میں نے لی یان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''لی یان! تم ان دونوں کو اسی طرح کور کیے رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی کارکردگی دکھانے کے موڈ میں نظر آئے تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی کھوپڑی میں ہوا دان بنا دینا۔''

لی یان نے پُراعتماد انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔

میں اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمروں میں ''تاکا جھانکی'' کرنے لگا۔ ڈین ہارو دے نے ساحل کے سلسلے میں جو بیان دیا تھا' اس میں شک کی گنجائش نہیں تھی لیکن میں اپنی تسلی کی خاطر اس بنگلے کے ایک ایک کمرے کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ اس تلاش کے نتیجے نے ڈین ہارو دے کے بیان کی تصدیق کر دی اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے ساحل کو جس بیڈروم میں' بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تھا' وہ بیڈروم کمانڈو میں نہیں بلکہ تل ابیب میں تھا۔

میں واپسی کے لیے پلٹا ہی تھا کہ فائر کی آواز سن کر چونک اٹھا۔ گولی چلنے کی آواز اس طرف سے آئی تھی جہاں لی یان نے ڈین ہارو دے اور کلاڈیا کو گن پوائنٹ پر لے رکھا تھا۔ فائر کی آواز کا ایک ہی مطلب تھا اور وہ یہ کہ..... ان دونوں میں سے کسی کے ذہن میں کارکردگی دکھانے کا کیڑا کلبلایا تھا۔

میں مذکورہ کمرے میں پہنچا تو ڈین ہارو دے کو فرش پر چت پڑے دیکھا۔ اس کا زیریں بدن' جان کی رخصتی پر جھٹکے لے رہا تھا۔ ڈین ہارو دے کے لباس کو سینے پر سے سرخ دیکھ کر میں جان گیا کہ لی یان نے اس کے دل کو چھید ڈالا تھا۔

''یہ..... یہ اس کی آنکھوں والی پٹی کھولنا چاہتا تھا'' لی یان نے کلاڈیا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے صورتِ حال کی وضاحت کی۔

''تاکہ یہ اپنی آنکھوں کی مدد سے تمہیں ٹرانس میں لے لے'' میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔

ڈین ہارو دے کے جسم نے ایک دو جھٹکے کھائے اور ٹھنڈا ہو گیا۔

لی یان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''وجدان! تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ اس بنگلے میں ساحل تمہیں کہیں نہیں ملی!''

''تم فیس ریڈنگ میں غلطی نہیں کر رہی ہو۔''

''ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے'' وہ اضطراری انداز میں بولی۔

میں نے کہا ''بالکل' ہم نکل رہے ہیں'' پھر کلاڈیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اضافہ کیا ''اس ناگن کو بھی ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ یہ سینے پر سوار ہو کر اپنی زہرناک آنکھوں سے ڈستی ہے۔''

''تم لوگ بڑا خطرناک کھیل' کھیل رہے ہو'' کلاڈیا نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا۔

''رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''کلاڈیا! اس سنگین ڈرامے میں تمہارا کردار پورا ہو گیا' اب کس بل بوتے پر دھمکا رہی ہو۔ تم اپنی صلاحیت سے دوسروں کو زیرِدام لاتی رہی ہو' میں تمہیں بتاؤں گا کہ دام کیا ہوتا ہے..... اور اسے زیروزبر کیسے کیا جاتا ہے'' ایک سانس کا توقف دے کر میں نے سفاک لہجے میں اپنی بات کو آگے بڑھایا۔

''کلاڈیا! ہم خطروں کے کھلاڑی ہیں۔ افسوس کہ تمہارے ساتھ کسی پُرسکون ماحول میں بیٹھ کر ''اکڑ بکڑ کھٹمے بو'' نہیں کھیل سکتے۔''

پتا نہیں' میری بات اس کی سمجھ میں آئی کہ نہیں' وہ جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولی ''تم جو کچھ کر رہے ہو' اس کی تمہیں بڑی بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔''

اس سے قبل کہ میں کلاڈیا سے قیمت کے بارے میں کوئی استفسار کرتا' مجھے اپنی بائیں ران میں تیز تھرتھراہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے موبائل فون کو جینز کی اسی جیب میں رکھا تھا۔ یقیناً اس سیل پر کسی کی کال آ رہی تھی۔ سیل کا سائلنٹ الرٹ مجھے باخبر کر رہا تھا۔ فون کی جملہ گھنٹیاں میں نے سوئچ آف کر رکھی تھیں۔

میں نے موبائل کو جیب سے نکالا اور ڈسپلے پر جانوس کا موبائل نمبر دیکھ کر چونک اٹھا۔ اسی لمحے میرے دل و دماغ سے شدید نفرت کی ایک لہر اٹھی اور میں نے ''یس'' کا بٹن دبا کر سیل کو کان سے لگا لیا۔

''ہیلو!'' میں نے آواز کو حتی الامکان معتدل رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''وجدان! تم کہاں غائب ہو یار!'' اس نے منافقانہ بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''ابھی ابھی میری کاشانوک سے بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ہے' تم ابھی تک واپس فلیٹ پر نہیں پہنچے۔ تم لوگوں کے لیے وہ بھی بڑا فکرمند ہے۔''

''ہمارے لیے فکرمند ہونے کی کسی کو کوئی ضرورت نہیں'' میں نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ ''ہم جہاں بھی ہیں' خیر و عافیت سے ہیں۔''

''یہی تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں' تم اس وقت کہاں ہو؟''

''جاننا چاہتے ہو یا تصدیق کے لیے فون کیا ہے؟''

''تصدیق..... کیا مطلب؟''

''کاش! اس وقت میں تمہارا منافقانہ چہرہ ملاحظہ


جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

کتابی صورت (گیارہ حصوں میں) تیار ہے

بھاگ

قیمت فی حصہ 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف 600 روپے ڈاک خرچ معاف

کرسکتا'' میں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔
''تم نے اپنے جن دو سادہ لباس بندوں کو جوگندر پال کے بنگلے کی نگرانی پر مامور کر رکھا ہے' انہوں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟''
''وجدان! تم بداعتمادی کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟''
اس کے لہجے میں اگرچہ خفگی شامل تھی لیکن مجھے یہ محسوس کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کہ وہ خفگی سراسر مصنوعی تھی۔ میں نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔
''اعتماد اور بداعتمادی کے چکر میں نہ پڑو۔ یہ چیزیں بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ یہ بتاؤ' اس وقت تم کہاں ہو؟''
وہ جھوٹ کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے بولا ''میں اس وقت بھیم سین ٹیمپل کے قریب' اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھا ہوں۔''
میں نے آنکھیں بند کیں اور تصور کے گھوڑے کو ایمرجنسی ووڑ میں ڈال دیا۔ جانوس سے بات کرتے ہوئے اس کا سراپا میرے تصور میں زندہ تھا۔ رخشِ خیال' تھرڈ آئی کے دروازے سے جیسے ہی نکلا۔ اس کا اگلا قدم منزل پر تھا۔ میری باطنی آنکھ نے مجھے جانوس کے ماحول میں پہنچا دیا اور اسی وقت میں نے اس کی دروغ گوئی پکڑ لی۔
جانوس سرخ رنگ کی ایک اسٹیشن ویگن میں سوار تھا اور وہ ویگن اس وقت مین روڈ کو چھوڑ کر بڑے رف انداز میں' شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہو رہی تھی۔ شیوالی اسٹریٹ بھیم سین ٹیمپل سے میلوں دور لازم پت کے علاقے میں واقع تھی اور دلچسپ بات یہ کہ اسی اسٹریٹ پر جوگندر پال کا بنگلا نمبر ''جے۔ ٹو ہنڈرڈ'' واقع تھا' جس کے اندر ہم موجود تھے۔
میں نے آنکھیں کھول دیں اور جانوس سے کہا ''تم اپنے اسی دوست کے پاس بیٹھے رہو' میں نارادیوی کے مندر کے پاس سے گزر رہا ہوں۔ دریائے دشنومتی کو کراس کر کے میں ابھی تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ وش یو بیڈ لک مسٹر منحوس!''
بات ختم کرتے ہی میں نے سیل کو آف کر دیا۔ لی یان نے یہ تمام تر گفتگو سنی تھی اور حالات کی سنگینی کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔ اس نے بھی اپنی جیب میں سے موبائل فون برآمد کیا اور میری تقلید میں اسے آف کر دیا۔ اس کے بعد ہم کلاڈیا کی جانب بڑھ گئے۔
کلاڈیا کی آنکھوں پر میں نے ایسی مضبوطی سے پٹی باندھی تھی کہ وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ بھی پشت پر جکڑے ہوئے تھے۔ میری کوشش بھی کہ ہم جانوس کے وہاں پہنچنے سے پہلے بنگلے سے نکل جائیں۔ وہ بنگلا شیوالی اسٹریٹ کے آخری کنارے پر تھا۔ ہمارے پاس فرار کے لیے صرف دو تین منٹ ہی تھے۔ جانوس میرے سامنے بے نقاب ہو چکا تھا۔ اب اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ ہمارے ملک کے سیاست دانوں کی طرح جانوس اور جوگندر بھی ایک دوسرے کے حریف ہونے کے باوجود آپس میں مل گئے تھے۔ جانوس نے ہمیں جس جہنم میں پھینکنے کا منصوبہ بنایا تھا' اس سے ''جانوس' جوگندر گٹھ جوڑ'' کی قلعی کھل گئی تھی۔
جانوس ہمارے انتہائی قریب پہنچ چکا تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا' اس نے جوگندر کو ان حالات سے باخبر نہ کیا ہو۔ ہمارے سامنے بہ یک وقت کئی محاذ کھلنے والے تھے۔ میری چھٹی حس نے فضا میں پھیلی ہوئی بارود کی مہلک بو کو بیگانگی محسوس کر لیا' میرا وجدان چیخ چیخ کر مجھے مطلع کر رہا تھا..... ایک بڑی خوں ریزی کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔
ہم کلاڈیا کو اپنے ساتھ ایک کمرے سے دھکیل کر دوسرے کمرے میں پہنچے تو فون کی مخصوص گھنٹی نے میری سماعت پر دستک دی۔ پھر اس کمرے میں اسٹینڈ پر رکھا ہوا وہ ٹیلی فون سیٹ بھی نظر آ گیا جس میں سے گھنٹی کی آواز ابھری تھی۔ مخصوص توقف کے بعد دوبارہ گھنٹی گونج اٹھی۔
وہ بڑے نازک لمحات تھے' اتنی مہلت نہیں تھی کہ میں رک کر فون اٹینڈ کرتا۔ حالات کی سنگینی کسی اور ہی عمل کا تقاضا کر رہی تھی لیکن پتا نہیں' میرے جی میں کیا آئی کہ میں کمرے کے دروازے کی سمت قدم اٹھانے کے بجائے ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔
مجھے یوں محسوس ہوا' ان لمحات میں میرا وجود آہن کے کسی ذخیرے میں بدل گیا ہو اور ٹیلی فون کسی طاقت ور مقناطیس کے مانند مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہو..... اور پھر میں بے اختیار ادھر کھنچتا چلا گیا۔ گھنٹی کی آواز بڑے دل نشیں انداز میں مجھے پکار رہی تھی۔
میں نے میکانکی انداز میں ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا اور خاموش رہا۔ اسی لمحے اٹرپیس میں ایک رعب دار آواز ابھری۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ بولنے والا تحکمانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔
''ڈین! اپنی آواز سناؤ تاکہ میں کال تھرو کروں۔ محترم ربی' تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں!''
حالات کی اس ستم ظریفی پر میں چکرا کر رہ گیا۔



**وقت بڑا بے رحم اور سفاک ہے!**

بعض اوقات یہ انسان کو اس طور باندھ کر رکھ دیتا ہے کہ گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنے کی سکت بھی باقی نہیں رہتی۔ میں بھی اس وقت کچھ اسی نوعیت کے حالات سے دوچار تھا۔ موت ہم سے دو تین منٹ کی دوری پر تھی۔ مجھے یقین تھا' جانوس نے جوگندر پال کو بھی یہاں ہونے والی گڑبڑ کے بارے میں بتا دیا ہوگا..... اور جانوس کے پیچھے جوگندر بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ وہاں پہنچنے والا تھا۔ ان سنگین ترین لمحات میں مجھے فوری اور ہنگامی فیصلہ کرنا تھا۔
''ڈین! تم خاموش کیوں ہو؟'' دوسری طرف تحکمانہ انداز میں بولنے والے نے متعجب سا ہو کر استفسار کیا تو میں چونک اٹھا۔ وہ پوچھ رہا تھا ''تم نے ریسیور اٹھایا ہے تو بولو بھی۔ محترم ربی.....''
''ڈین اور کلاڈیا کی کہانی ختم ہوگئی۔'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''اس لیے ان میں سے اب کوئی بھی نہیں بولے گا۔''
''کک..... کس کا فون ہے؟'' کلاڈیا بے اختیار بول اٹھی۔
اس کا جملہ مکمل ہونے پر کمرے میں ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز ابھری۔ لی یان نے کلاڈیا کے منہ پر ایک کرارا طمانچہ رسید کیا تھا۔ کلاڈیا کی آنکھوں پر میں نے ایک مضبوط پٹی کس کر باندھ دی تھی' اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر جکڑے ہوئے تھے۔ زبان آزاد تھی' چنانچہ وہ اس کے استعمال سے باز نہ آئی۔ لی یان نے اسی آزاد روی پر اسے سزا دی تھی' جواب میں کلاڈیا اسے سلینگز میں تولنے لگی۔
کلاڈیا کی گالم گفتار آمیز چیخ پکار فون کے ذریعے کھنٹڈو سے اسرائیل پہنچ گئی۔ دوسری طرف بولنے والے ربی کے غلام نے بے چین ہو کر اضطراری لہجے میں استفسار کیا ''کلاڈیا! وہاں کیا ہو رہا ہے..... ڈین کہاں ہے.....؟''
''میں نے کہا ہے نا' کلاڈیا اور ڈین کو بھول جاؤ!'' میں نے اپنے لہجے کو حتی الامکان سنگین بناتے ہوئے کہا ''ربی سے کہو' وہ اپنے موبائل فون کو آن رکھے۔ میں کسی بھی لمحے اس کی خبر لینے آ سکتا ہوں۔''
اس نے نہایت ہی برہم لہجے میں مجھ سے استفسار کیا ''تم کون ہو؟''
''میں تمہارے ربی کا معالج ہوں!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''سمجھ گئے نا؟''
''نہیں سمجھا۔'' وہ دانستہ مجھے چکر دینے کے لیے بولا۔
''تم اپنے تعارف میں کوئی گڑبڑ کر رہے ہو۔''
میں نے کہا ''میں تعارف میں روکھی سوکھی نہیں بلکہ عملاً گڑبڑ کرتا ہوں۔ کیا تم' جدان کے نام سے واقف نہیں ہو؟''
''وجدان.....!'' اس کی آواز ڈانواں ڈول ہوگئی۔
''دی موسٹ وانٹیڈ پرسن فار یور ربی!'' میں نے یہ کہتے ہوئے ریسیور کریڈل کر دیا۔
لی یان' کلاڈیا کو سنبھالے تیار کھڑی تھی۔ اس کے طمانچے نے اچھا خاصا اثر دکھایا تھا' کلاڈیا اس وقت بڑی شرافت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پتا نہیں' اس نے حالات کی سنگینی کو محسوس کر لیا تھا یا اس خاموشی کے پیچھے وہ کسی گہری چال کی منصوبہ بندی کر رہی تھی!
ہم آگے پیچھے اس کمرے سے نکل آئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم وہاں پہنچ گئے جدھر سے میں اس بنگلے کی اندرونی عمارت میں داخل ہوا تھا۔ سامنے نظر آنے والے اس آخری دروازے کو کھول کر اگر عمارت سے باہر نکل جاتے تو ہم بنگلے کے عقبی حصے میں پہنچ سکتے تھے۔ ابھی تک بنگلے کے بیرونی حصے میں کسی قسم کی افراتفری کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے اور اگر کوئی گڑبڑ پھیل چکی تھی تو اس کی آواز ہم تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ کیونکہ اس وقت ہم اس بنگلے کے ساؤنڈ پروف زون میں تھے۔ اس کی وجہ سے باہر ہونے والی کسی سرگرمی کی آواز ہماری سماعت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔
لی یان بھی غالباً اسی دروازے سے گزر کر ساؤنڈ پروف زون میں پہنچی تھی لہٰذا اس نے سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں موجود سوال کو پڑھ لیا اور پُراعتماد انداز میں کہا ''تم چند سیکنڈ کے لیے یہاں رکو۔ میں باہر کی خیر خبر لے کر آتا ہوں۔''
لی یان نے خاموش رہتے ہوئے آنکھوں سے کلاڈیا کی طرف اشارہ کیا۔
میں نے سفاکی سے کہا ''اگر یہ اسمارٹ بننے کی کوشش کرے تو اسے بھی ڈین ہاروے کے پاس پہنچا دینا۔ ویسے بھی میں نے ان دونوں کی کہانی ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے!''
لی یان نے اثبات میں گردن ہلائی تو میں دروازہ کھول کر عمارت کے اندرونی حصے سے باہر نکل آیا۔ میں تیز قدموں سے چلتے ہوئے عقبی لان تک پہنچا ہی تھا کہ بنگلے کے گیٹ کے سامنے ایک ہیوی گاڑی آ کر رکی پھر اس کے دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی مخصوص آواز ابھری اور مجھے یہ سمجھنے میں چنداں کوئی دقت پیش نہ آئی کہ جانوس سرخ اسٹیشن ویگن میں وہاں پہنچ گیا تھا۔

میری احتیاط بروقت کام آ گئی۔ اگر میں لی یان اور کلاڈیا کے ساتھ بے دھڑک بنگلے سے باہر نکل آتا تو ایک ناگہانی پلے پڑ جاتی۔ میں ویسے بھی جانوس سے کنی کاٹ کر وہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جیسے کردار کا مظاہرہ کیا تھا' اس کے لیے وہ بدترین سزا کا مستحق ٹھہر چکا تھا..... اور یہ سزا اسے میرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

جانوس اگر اس بنگلے تک پہنچ گیا تھا تو اسے اندر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ بنگلے میں داخل ہونے کے بعد میں نے وجے اور راجیش کو چھٹی کا دودھ یاد دلا کر اناٹفیل کر دیا تھا۔ ان کی گنز بھی میرے پتے پر محفوظ پڑی تھیں اور اب ان کے استعمال کا وقت آ گیا تھا۔ میں اس مقام کی جانب بڑھ گیا جہاں میں نے دو گنز چھپائی تھیں۔ اس سے قبل کہ جانوس بنگلے کے اندر پہنچتا' میں نے گنز کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ وہ ہلاکت خیز ہتھیار موت کے خریدار تھے!

وجے اور راجیش سے نمٹنے کے بعد میں نے بنگلے کے بیرونی گیٹ کو اندر سے کنڈی لگا دی تھی۔ جتنی دیر میں جانوس گیٹ کھلوا کر اندر آتا' میں گنز بدست واپس لی یان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سوالیہ نظر سے میری جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

''باہر کیا صورتِ حال ہے؟''

''اچھی نہیں ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''پھر؟'' وہ یک لفظی جملہ بول کر خاموش ہو گئی تو میں نے کہا۔

''باہر کی صورتِ حال کو فی الحال ہم اندر رہتے ہوئے کنٹرول کریں گے۔''

ساحل کو کمر اور کمرا تلاش کرتے ہوئے میں اس بنگلے کے اندرونی حصے سے پوری طرح آگاہ ہو چکا تھا۔ میرے اشارے پر لی یان کلاڈیا کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ میں چند سیکنڈ بعد انہیں ایک ایسے کمرے میں لے آیا جو کسی بڑے ہال سے مشابہ تھا۔ اس ہال کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چاروں جانب قیمتی صوفے لگے ہوئے تھے۔ جوگندر پال نے آج رات اپنے اسرائیلی مہمانوں کے اعزاز میں جو ڈانس پارٹی رکھی تھی وہ اسی ہال میں ہونے والی تھی۔ میری معلومات کے مطابق' اس پارٹی کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے ایک بدنام زمانہ نائٹ کلب سے دو ''ماہرین'' ڈانسرز کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

لی یان نہیں جانتی تھی' میں کیا کرنے والا ہوں۔ وہ فیصلہ میرے ذہن نے ہنگامی طور پر کیا تھا اور اب اس پر عمل کرنا تھا۔ میں نے ایک گن لی یان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم لیڈی پسٹل کو اپنے لباس میں چھپا لو۔ وہ پھر کسی موقع پر کام آ جائے گا۔ فی الحال' اس گن کا استعمال ضروری ہے۔''

لی یان نے برسٹ فائر کرنے والی خطرناک گن کو تھام لیا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''کرنا کیا ہے؟''

''اس صوفے کی آڑ لے کر اطمینان سے یہاں بیٹھ جاؤ۔'' میں نے ایک کنگ سائز صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس ہال کے داخلی دروازے کے قریب ہی تھا ''ہمارا جو بھی دشمن اس دروازے میں نظر آئے اسے بھون کر رکھ دینا۔ بس' اتنی سی بات ہے۔ کیا یہ مشکل کام ہے؟''

''ہرگز نہیں!'' وہ پوری مستعدی سے بولی۔

میں نے جس صوفے کے پیچھے لی یان کو مورچا سنبھالنے کی ہدایت دی وہ خاصی محفوظ پوزیشن میں تھا۔ باہر سے آنے والے اگر بے دریغ فائرنگ بھی شروع کر دیتے تو لی یان کا بال بانکا نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے کلاڈیا کو ایک طرف چلنے کے لیے ٹہوکا دیا۔

وہ بپھرے ہوئے لہجے میں غرائی ''وجدان! تم اچھا نہیں کر رہے ہو.....''

میں نے ایک ہاتھ سے اس کا کھلا ہوا منہ ڈھانپ دیا۔ میری گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ سسک کر رہ گئی۔ میں نے پھنکار سے مشابہ آواز میں کہا۔

''کلاڈیا! میں نہیں جانتا' کلاڈیا کارڈنیل سے تمہاری کیا رشتے داری ہے بہرحال' کلاڈیا کارڈنیل تو بہت اچھی تھی لیکن تم نے جس انداز کا مظاہرہ کیا ہے اس نے مجھے تمہاری طرف سے چوکنا کر دیا ہے۔ بس سمجھ لو' میں اسی لیے کچھ اچھا نہیں کر رہا ہوں!''

میں نے ذومعنی انداز میں اپنی بات مکمل کی تو لی یان نے پوچھا ''تم کہاں جا رہے ہو وجدان؟''

''میں بھی اسی ہال میں ہوں اور کہاں جاؤں گا؟'' میں نے کلاڈیا کو ایک طرف لے جاتے ہوئے جواب دیا ''میں نے تمہیں جو ذمے داری سونپی ہے۔ اس کے لیے شکاروں کا بندوبست بھی کرنا ہوگا ورنہ کیا تم ادھر صوفے کے پیچھے' گن پر ہاتھ رکھے بیٹھی مکھیاں مارتی رہو گی!''

بات ختم کرتے ہی میں نے آنکھ دبا کر لی یان کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ اس کے بعد اس نے مزید کوئی سوال نہ کیا۔ میں کلاڈیا کو دھکیلتے ہوئے ہال کے دوسرے سرے پر پہنچ گیا۔ اس طرف بھی ایک دروازہ موجود تھا۔ لی یان کو میں نے جس دروازے کے قریب متعین کیا' وہ بنگلے کی اندرونی جانب



کھلتا تھا جبکہ یہ دروازہ بیرونی سمت میں۔ میں بھی کلاڈیا کے ساتھ ایک صوفے کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور اس کے منہ کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔

''کلاڈیا! میں نے لی یان کے سامنے خاصی رعایت سے کام لیا ہے لیکن اب اگر تم نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ادا کیا تو میں تمہارے منہ کو بند کرنے کے لیے کسی ہاتھ کا سہارا نہیں لوں گا!''

میرے لہجے میں اس قدر سنگینی اور سفاکی بھری ہوئی تھی کہ وہ سہم کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں دیوار پٹی کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں۔ میں ان حسین آنکھوں میں ابھرنے والی سراسیمگی کے تاثرات کو تو نوٹ نہ کر سکا۔ تاہم اس کے مرمریں بدن کی اضطراری جنبشوں نے اس کے اندر پھیلے ہوئے ہر اس کو میرے وجود تک ضرور منتقل کر دیا۔ ہم اس وقت ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے۔ اس باہم پیوستگی کے عالم میں جب وہ سانس لیتی تو اس کے سینے کا زیر و بم میرے جسم میں بجلی سی چکا دیتا۔

میں نے ٹانگ دراز کر کے اپنی جینز کی جیب میں سے ٹرائی بینڈ جی ایس ایم موبائل فون نکالا اور اسے آن کرنے کے بعد کلاڈیا سے کہا ''میں اس شخص کو کال کرنے جا رہا ہوں جس کے توسط سے تم لوگ مجھے قابو میں کرنے والے تھے۔ اتفاق سے وہ تم ... لوگوں کا دوست تھا اور میں اسے اپنا دوست سمجھتا رہا۔ خیر' اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں!''

میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر خطرناک گن کی نال کو اس کی نسوانی پسلیوں سے ٹکاتے ہوئے نہایت ہی سفاکی سے کہا ''تم جیسی کمسن ملائی عورت کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے مجھے بہت افسوس ہوگا لہٰذا زندہ رہنے کی تمنا ہے تو چپ چاپ شرافت سے بیٹھی رہنا۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا؟'' میں نے اس کی پسلیوں کے ساتھ لگی ہوئی گن کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

وہ صورتِ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے بولی ''ٹھیک ہے' میں تمہارے کام میں کوئی مداخلت نہیں کروں گی۔''

''کلاڈیا کارڈنیل بھی کسی کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی!'' میں نے ذومعنی انداز میں کہا ''اسی لیے وہ بہت اچھی تھی۔''

میں نے بات ختم کرتے ہی آنکھیں بند کیں اور تھرڈ آئی کے توسط سے جانوس کے ماحول میں پہنچ گیا۔ مجھے اس بات کا ایڈوانٹیج حاصل تھا کہ کلاڈیا کی آنکھوں پر دیوار پٹی بندھی ہوئی تھی ورنہ مجھے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر وہ کوئی بھی ایفی شینسی دکھانے کی کوشش ضرور کرتی۔

میں نے تھوڑی دیر پہلے جب جانوس کو سرخ ویگن میں سوار' شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہوتے دیکھا تھا تو اس کے ساتھ دو افراد بھی اسٹیشن ویگن کے اندر موجود تھے۔ ویگن نے جس طوفانی انداز میں' مین روڈ کو چھوڑا اس سے اندازہ ہوتا تھا' وہ انتہائی خطرناک موڈ میں تھے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ اس وقت وہ تینوں مجھے بنگلے کے اندر دکھائی دیے۔ جانوس خالی ہاتھ تھا جب کہ دوسرے دو افراد خوفناک گنز سے لیس تھے۔ وہ کسی طرح گیٹ کو کھولنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں بنگلے کے اندر سامنے والے حصے میں دیکھا اور آنکھیں کھول دیں۔

اگلے ہی لمحے میں نے جانوس کا نمبر ڈائل کیا اور سیل کو کان سے لگا لیا۔ دوسری گھنٹی پر اس نے کال ریسیو کر لی۔ میں نے اس کے ''ہیلو'' کے جواب میں کہا۔

''بھیم سین ٹیمپل اور تمہارے دوست کا کیا حال ہے؟''

''وجدان! تم کسی غلط فہمی.....''

''بکومت!'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''تت..... تم میری بات تو سنو۔'' وہ گڑبڑا گیا۔

''میں تمہاری بات سننے کے لیے ہی تو یہاں آیا ہوں۔'' میں نے زہرآلود لہجے میں کہا ''سوچا' تم بھیم سین ٹیمپل میں بیٹھے سوکھتے رہو گے۔ میں ہی تمہارے پاس پہنچ جاتا ہوں۔''

''تم اس وقت کہاں ہو؟'' وہ ہیجانی انداز میں بولا۔

''اسی بنگلے کے اندر جس میں تم ابھی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ داخل ہوئے ہو!'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''کیا وجے اور راجیش کے بے سدھ وجود یہ سمجھانے کے لیے کافی نہیں ہیں کہ اس بنگلے میں وجدان قدم رکھ چکا ہے؟''

اس نے بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ میں لائن کاٹ دی۔

میں نے لی یان کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا ''جانوس اپنے دو ساتھیوں سمیت بنگلے میں داخل ہو چکا ہے۔ میں انہیں گھیر گھار کر ادھر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم تیار رہنا..... اور اپنے سیل کو بھی آن کر لو' صرف میری کال سننے کے لیے۔ اب میں یوں بہ آوازِ بلند تمہیں نہیں پکاروں گا۔ او کے؟''

''او کے وجدان! آئی ایم ایوریڈی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

میں نے جانوس سے بڑے دھیمے لہجے میں بات کی تھی۔ میری آواز لی یان تک تو نہیں پہنچ سکی۔ تاہم کلاڈیا نے من و

عن وہ مختصر سی گفتگو سن لی تھی۔ میرے خاموش ہونے پر اس نے کہا۔

''وجدان! تم کیا چکر چلانے والے ہو؟'' اس کا انداز حیرت اور برہمی سے لبریز تھا۔

میں نے کہا ''تم مجھے چکر چلانے پر مجبور کر رہی ہو۔ میرے ایک ہاتھ میں گن اور دوسرے میں سیل ہے۔ اگر تمہاری زبان کو قرار نہ آیا تو مجھے کوئی اور راہ اختیار کرنا پڑے گی۔ یہ آخری وارننگ ہے' بعد میں مجھ سے شکوہ نہ کرنا۔''

وہ کسمسائی اور ایک جھرجھری سی لے کر رہ گئی۔ اس کے بدن کی جنبش تو یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ میری دھمکی سے خوف زدہ ہوگئی ہے۔ میں اسے باور کرانے میں کامیاب ہوگیا ہوں کہ اگر اب اس نے زبان کھولی تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی زبان پر قفل ڈال دوں گا۔ اگر چہ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ بہرحال' وہ جو بھی سمجھی ہو' مجھے تو اس بات سے غرض تھی کہ وہ شانت پڑی رہے۔ گن کی نال کو بدستور اس کی نازک پسلیوں سے ٹکائے میں نے آنکھیں بند کیں اور جانوس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ اس وقت تک بنگلے کے اندرونی حصے میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کے دونوں ساتھی مجھے کہیں دکھائی نہ دیے۔ وہ اس کے ہمراہ ہی اندرونی عمارت میں پہنچے تھے۔ جانوس نے انہیں ہماری ہی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑایا ہوگا۔ ایک بات کی میں نے تصدیق کرلی کہ ہمیں صرف انہی تین افراد سے نمٹنا تھا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں براہ راست بھی ان سے ٹکرا سکتا تھا لیکن اس طرح آنکھ مچولی میں گھیر کر انہیں شکار کرنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا۔

میں نے جانوس کے سیل نمبر کوری ڈائل کیا۔ موبائل کے دیگر فوائد تو اپنی جگہ ہوں گے لیکن ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ برابر والے کمرے میں بیٹھ کر بات کرتے رہیں مگر دوسرے شخص کو یہ پتا نہیں چل سکتا کہ آپ اس سے کتنے فاصلے پر موجود ہیں۔ یہ بے وقوف بننے اور بنانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے البتہ' آج کل وڈیو فون کی ٹیکنالوجی بھی متعارف کرائی جا چکی ہے۔ ڈبل کیمرا موبائل فون نے اس ''آنکھ مچولی'' میں بہت بڑا رخنہ ڈال دیا ہے۔

جانوس نے کال ریسیو کی اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا ''تم کہاں ہو شیطان؟''

''بری بات!'' میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں اسے سرزنش کی ''اپنے دوستوں کو اس قسم کے القابات سے یاد نہیں کیا کرتے۔ لگتا ہے' تمہاری دوستی اور خیر خواہی کی بلی اچھل کر ایک ہی جھٹکے میں تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔''

وہ شپٹا گیا ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا.....''

''یہ تمہارے اختیار میں نہیں جانوس!'' میں نے زہریلے انداز میں کہا ''اول تو میری جان اس ذات کے قبضۂ قدرت میں ہے جو زندگی دیتی بھی ہے۔ دوم' تم جن لوگوں کے سامنے دم ہلا کر اپنے لیے ہڈی کی توقع لگائے بیٹھے ہو وہ مجھے زندہ پکڑنے کے خواہاں ہیں۔ مجھے معمولی سا ضرر پہنچا کر بھی تم ان کے غیظ کو آواز دو گے۔ اس کوتاہی پر تمہارے آقا تمہیں چیل کوؤں سے نچوا سکتے ہیں۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''جانوس! یہ لوگ تمہیں گندی نالی کے کسی حقیر اور غلیظ کیڑے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے جن کی خوش نودی کی خاطر تم نے مجھے اور ڈاکٹر مونگ کو دھوکا دیا ہے۔ میں تمہارے آقاؤں کے دانت تو کھٹے کر چکا ہوں' اب تمہاری ٹکا بوٹی کرنے والا ہوں۔ بولو' میں تمہیں کہاں سے کاٹنا شروع کروں؟''

سیل پر بات کرنے کے دوران میں' میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور تیسری آنکھ کے طفیل جانوس کے ماحول میں بھی موجود تھا۔ وہ میری نمک پاشی سے بری طرح تلملا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات نمودار ہو رہے تھے کہ اگر میں اس کے سامنے موجود ہوتا تو وہ مجھے کچا چبا جاتا۔ تیسری آنکھ کا تعلق پینیل گلینڈ کی باطنی چنگاری سے ہوتا ہے جو بے آواز وڈیو تک محدود ہے۔ آپ تھرڈ آئی کے توسط سے کسی بھی منظر تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس ماحول میں پیدا ہونے والی آوازوں کو نہیں سن سکتے۔ یہ کمی میرا سیل بڑے بھرپور انداز میں پوری کر رہا تھا۔ میری طنزیہ گفتگو نے جانوس کو چراغ پا کر دیا' بڑے بے ہودہ انداز میں وہ مجھ سے مستفسر ہوا۔

''تم کس چوہے دان میں چھپے بیٹھے ہو۔ سامنے کیوں نہیں آتے؟''

میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا ''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں جانوس! یہ بنگلا واقعی کسی چوہے دان سے کم نہیں۔ میں نے اسی چوہے دان کی مدد سے پہلے وجے اور راجیش کو شکار کیا ہے' اس کے بعد تم لوگوں کے اسرائیلی معزز آقاؤں کی ''عزت افزائی'' کی ہے..... اور اب تم تینوں کی باری ہے۔'' میں سانس لینے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں کہیں چھپ کر نہیں بیٹھا ہوں جانوس! تم نے مجھے



بتایا تھا نا' اس بنگلے کے بڑے ہال میں آج رات ایک بڑی کھلی ڈلی ڈانس پارٹی ہونے والی ہے جس میں کسی نائٹ کلب سے آنے والی دو ڈانسرز اپنے فن اور ننگے پن کا مظاہرہ کریں گی۔ اتفاق سے وہ پارٹی وقت سے پہلے ہی شروع ہوگئی ہے۔ میں ادھر ہال میں بیٹھا ہوں۔ مجھ سے ملاقات کا شوق ہو تو چلے آؤ۔ تم مجھ سے دو تین کمروں کی دوری پر ہی تو ہو!''

میری بات کے اختتام پر وہ بری طرح چونکا اور بے اختیار پوچھ بیٹھا ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم تین افراد ہیں؟''

میرے جواب دینے سے پہلے ہی اس کے دونوں ساتھی لوٹ آئے۔ ان کے چہروں سے ناکامیابی اور مایوسی جھلکتی تھی۔ میں نے جانوس سے کہا۔

''کیا میں نے غلط کہا تھا۔ دیکھ لو' تمہارے دونوں ساتھی مختلف کمروں میں چکرانے کے بعد خالی ہاتھ واپس آ گئے ہیں۔ اب یہ تمہیں اپنی ناکامیابی کا قصہ سنائیں گے۔''

جانوس میری بات سن کر ایسے اچھلا جیسے میں نے واش روم میں جھانک کر اسے نہاتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔ میں نے اس کی بوکھلاہٹ میں دھماکے دار اضافہ کرتے ہوئے کہا ''بیڈ لک مسٹر منحوس!''

اس کے ساتھ ہی میں نے سیلولر رابطہ موقوف کر دیا۔

کلاڈیا چپ نہ رہ سکی۔ میں نے ابھی جانوس سے جو گیم کھیلا تھا وہ اسے ورطۂ حیرت میں ڈالنے کے لیے کافی تھا' اس کی جگہ اگر کوئی اور بھی ہوتا تو اس کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی۔ کلاڈیا کی جھرجھراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

''وجدان! تم بڑے خطر.....!''

اس کا جملہ بیچ راہ میں دم توڑ گیا۔ اس کی زبان سے ادا ہونے والے ''خطر'' نے مجھے یک لخت بے خطر کر دیا۔ اس سے پہلے کہ اس کے الفاظ ''ناک'' تک پہنچتے' میں نے زیر ناک رسائی حاصل کرلی۔ لی یان کی طرح میں اس دلکش عورت کے گلاب گال پر چانٹا مار کر اسے خاموش نہیں کر سکتا تھا۔ کلاڈیا حسن و رعنائی کا ایک ایسا انمول خزانہ تھی جو دیکھنے والی آنکھ کو للچاتا اور چوری پر اکساتا تھا۔ چند لمحات کے لیے میں بھی چور بن گیا اور سیپ سے موتی چرانے لگا۔ وہ ذرا سا کسمسائی پھر شانت ہوگئی۔

کچھ دیر پہلے کلاڈیا نے میرے سینے پر سوار ہو کر مجھے زیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ غضب کی ساحرہ تھی اور مجھے اپنا معمول بنانے کی خواہش مند تھی۔ میں اسے دھوکا دینے کے لیے بالکل انجان بن گیا تھا' اس کے شاداب بدن کو اپنے سینے پر سہارے یہی ظاہر کرتا رہا کہ میں اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے تجسس دیتی رہی لیکن اب حالات بدل گئے تھے' مجھے زیر کرنے والی خود زیر ہو رہی تھی۔ کلاڈیا کی ساحر آنکھوں پر دبیز پٹی بندھی تھی۔ میں آنکھوں کے راستے تجسس نہیں دے سکتا تھا۔ اس لیے میں نے یہ دوسری راہ اپنالی۔

☆☆☆

بند آنکھوں کے پیچھے' کھلی ہوئی آنکھ کے توسط سے میں نے دیکھا۔ جانوس جھنجلاہٹ بھرے انداز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ان کی آوازیں مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ تاہم میں نے یہ اندازہ لگالیا کہ جانوس انہیں میری تلاش میں' ہال کی جانب بھیجنے کی بات کر رہا ہے۔ وہ دونوں جانوس کے احکام لے کر کمرے سے نکلے تو میں ان کے ماحول کا حصہ بن گیا۔

وہ ایک سے دوسرے کمرے میں سے گزرتے ہوئے ہماری طرف بڑھنے لگے تو میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ میں نے لی یان کے سیل پر اسے دو دشمنوں کی آمد کی اطلاع دے دی اور کلاڈیا کو کنٹرول کرنے لگا۔

وہ دونوں گن بردار بنگلے کی عمارت کے اندرونی حصے سے آ رہے تھے اس لیے ہال میں داخل ہونے کے لیے انہیں وہی دروازہ استعمال کرنا تھا جدھر لی یان مورچا سنبھالے تیار بیٹھی تھی۔ میں تھرڈ آئی کو دوبارہ زحمت دینے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔

میں جس مقام پر پوزیشن سنبھالے بیٹھا تھا وہاں سے دروازے میں نمودار ہونے والے چہروں کو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن لی یان یہ کام بخوبی کر سکتی تھی..... اور اس نے کیا بھی!

اگلے ہی لمحے ہال ایک خوفناک برسٹ کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں کی فضا میں کرب ناک انسانی چیخوں کی فریاد بھی نفوذ کر گئی۔ موت کا قہقہہ اتنا طاقت ور تھا کہ دو انسانوں کی زندگی کی آخری فریاد' نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔

میں اگر چاہتا تو جانوس اور اس کے ساتھیوں کو خود بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن لی یان کے ہاتھوں یہ کام کروانے کا میرا ایک خاص مقصد تھا۔ یہ ایک طرح سے اس کا نفسیاتی ٹریٹ منٹ بھی تھا۔ شون کی المناک موت نے اسے گم صم کر دیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دشمنوں کو شکار کرنے سے اس کے جذبۂ انتقام کی تسکین ہوتی اور وہ بہت جلد اس ذہنی

صدمے سے باہر آجاتی۔ میں اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہا۔

میں نے آنکھیں بند کیں اور ان دو افراد کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سینے سے ایک بوجھل سانس خارج ہوئی۔ لی یان کے برسٹ نے انہیں بھون کر رکھ دیا تھا۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور جانوس کے سیل کے نمبر پر پری ڈائل مارا پھر دوبارہ آنکھیں بند کر کے تھرڈ آئی کے توسط سے اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

اس وقت میں باطنی اور ظاہرہ دونوں اقسام کی سائنس کو بروئے کار لا رہا تھا۔ میری تیسری آنکھ نے پلک جھپکتے میں مجھے جانوس کے ماحول میں پہنچا دیا اور جب اس نے میری کال ریسیو کی تو اس ماحول کا آڈیو سسٹم بھی میرے لیے آن ہوگیا۔ میرے لیے یہ ایک خوشگوار تجربہ تھا۔

آن جہانی محترم سانگ فو نے سختی سے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں کبھی پیچوٹری گلینڈ کو متحرک کرنے کی کوشش نہ کروں اور میں اس کی ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ پنیل گلینڈ کی تحریک نے مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ میں کسی بھی شناسا کردار کے ماحول تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ یہ محض بصری رسائی ہوتی۔ میں اس ماحول میں پیدا ہونے والی آوازوں کو سن نہیں سکتا تھا۔ پنیل گلینڈ تصور کے وڈیو سسٹم کو کنٹرول کرتا ہے جبکہ پیچوٹری گلینڈ آڈیو سسٹم کو۔ بہرحال کمپیوٹر سائنس کی یہ تازہ ترین ایجاد تھا سا ٹرائی بینڈ جی ایس ایم سیل بڑی حد تک پیچوٹری گلینڈ کا کام کر رہا تھا۔

میں جانوس کے ''پاس'' پہنچا تو اسے شدید افراتفری کے عالم میں پایا۔ اس نے کال ریسیو کی تو میں نے کہا ''جانوس! یہاں ہال میں بیٹھا میں تو تمہارا انتظار کر رہا تھا اور تم نے قربانی کے دو بکروں کو میری طرف بھیج دیا۔ قربانی کے بکروں کے لیے میں نے ''بھینٹ کے جانوروں'' کے الفاظ استعمال کیے تھے ''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تم جتنے بودے دوست ثابت ہوئے ہو اس سے کہیں بڑھ کر بوگس دشمن ثابت ہو رہے ہو۔ تمہارے پاس بھینٹ کا کوئی جانور نہیں رہا۔ بتاؤ اب کسے میرے چرنوں میں کاٹو گے؟''

اس نے جواب دینے کے بجائے سٹپٹائے ہوئے انداز میں ایک جانب دوڑ لگا دی۔ یہ خیال بلکہ احساس اسے دہشت زدہ کرنے کے لیے کافی تھا کہ میں کہیں بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کو مانیٹر کر رہا ہوں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں یہ چمتکار کس طرح دکھا رہا ہوں۔

جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو وہ ذہن کو الجھاتی ہے۔ وہ بھی الجھ رہا تھا اور اسی الجھن میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جانوس! کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟''

''نت..... تم کسی آسیب سے کم نہیں ہو۔'' وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا ''تم نے واقعی میرا دماغ خراب کر دیا ہے۔ پتا نہیں' تم کون سا جادو جانتے ہو؟''

میں نے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا ''میں کالا' سفید' نیلا' پیلا ..... ہر قسم کا جادو جانتا ہوں۔ اگر تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے تو سیدھے میرے پاس ہال میں آ جاؤ۔ میں چٹکی بجاتے میں تمہارا علاج کر دوں گا۔''

''تم راکشس ہو..... کوئی خوفناک بلا ہو۔'' وہ دہشت زدہ انداز میں بولا ''تم نے میرے دو آدمیوں کی جان لے لی۔ میں نے درد میں ڈوبی ہوئی ان کی چیخیں سنی ہیں۔ میں..... میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔''

میں نے پچکارنے والے انداز میں کہا ''ٹھیک ہے' تم وہیں ٹھہرو' میں تمہیں دیکھنے آ رہا ہوں۔ بعض اوقات لاچار مریضوں کو گھر پر جا کر بھی اٹینڈ کرنا پڑتا ہے۔''

''میرے پاس مت آنا۔'' وہ دیوانگی کے عالم میں چلایا اور اس کے ساتھ ہی اس نے موبائل فون کو کھینچ کر سامنے والی دیوار پر دے مارا۔

یہ اس کی ایک اضطراری اور سراسیمہ حرکت تھی۔ میرے اسٹائل نے اسے بری طرح دہشت زدہ کر دیا۔ موبائل فون دیوار سے ٹکرانے کے بعد کھل گیا۔ باڈی ایک طرف اور بیٹری دوسری جانب جا گری۔ روح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی' اسے مردہ تصور کیا جاتا ہے۔ وہ موبائل بھی بیٹری نکل جانے کے بعد ڈیڈ ہوگیا تو میں جانوس سے صوتی رابطے کے قابل نہ رہا۔ میں نے اپنے سیل کو جیب میں رکھا ہی تھا کہ جانوس نے عمارت کے عقبی کمرے میں پہنچنے کے بعد' لان کی سمت کھلنے والے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''اوہ! یہ تو فرار ہو رہا ہے۔'' میں بے اختیار بڑبڑا اٹھا اور آنکھیں کھول دیں۔

اسی لمحے میں نے لی یان کو بھی بولتے ہوئے سنا۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی ''کیا ہوا دجان؟''

میں صوفے کی آڑ میں سے نکل آیا اور بہ آوازِ بلند کہا ''جانوس فرار ہو رہا ہے۔''

لی یان بھی اپنی ''پناہ گاہ'' سے نکل آئی اور گن کو لہراتے ہوئے پُرعزم لہجے میں بولی ''کدھر گیا ہے وہ؟''



میں نے کہا ''تم کلاڈیا کے پاس آ جاؤ' میں جا کر اسے دیکھتا ہوں۔''

وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کے مانند اس طرف آئی۔ مجھے اس کے انداز سے یوں محسوس ہوا جیسے کلاڈیا کو سنبھالنا اس کا پسندیدہ کام ہو۔ میں ان زیر و زبر عورتوں کو وسیع و عریض ہال میں' ایک دوسرے کے رحم و ستم پر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

جب میں تقریباً دوڑتے ہوئے عقبی لان میں پہنچا تو جانوس نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ بنگلے کے پہلو سے نکل کر سامنے والے حصے کی طرف جا رہا تھا۔ میں ممکنہ رفتار سے اس کے پیچھے لپک گیا۔

انسان کے دوڑنے کی رفتار کا دارومدار حالات اور موقع کی نزاکت پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی خاص مقصد یا مجبوری پیش نظر نہ ہو تو کس کافر کا دوڑنے میں جی لگے گا۔ اس کے برعکس' اگر شکاری کتے کسی کے تعاقب میں ہوں تو وہ چیتے جیسی رفتار کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ میرے تعاقب میں تو نہیں البتہ' پیش نظر انہی خصائل کا حامل ایک جان دار اس بنگلے سے فرار کی کوشش کر رہا تھا لہٰذا میں نے چیتے کے سے انداز میں لپک کر اسے جا لیا۔

جانوس ابھی عمارت کے پہلو ہی میں تھا کہ میں نے اس سے آگے نکل کر راستہ روک لیا۔ وہ ٹھٹک کر رکا اور دہشت زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ اس کی سانس بری طرح پھولی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پھنکار سے مشابہ آواز میں کہا۔

''کہاں جا رہے ہو مہاراج؟''

اس کے سیاہ چہرے پر مٹی کلر جھلملاہٹ ہونے لگی۔ میری دہشت اور دہشت نے اسے بری طرح بدحواس کر رکھا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ میں یوں اچانک اس کے سر پر آن کھڑا ہوں گا لیکن اس حقیقت کو بدلنا اس کے اختیار میں نہیں تھا کہ میں بہ نفسِ نفیس اس وقت اس کے سامنے موجود تھا۔

اس نے جب ''نہ پائے رفتن' نہ جائے ماندن'' جیسی صورتِ حال دیکھی تو مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔ میں اس کی طرف سے بہت سا دھار کھائے بیٹھا تھا جس کی سود در سود واپسی بہت ضروری تھی۔ اس نے گھبراہٹ میں بڑے جنگلی پن کا مظاہرہ کیا اور کسی ریچھ کے مانند مجھے دبوچنے کی کوشش کی۔

میں نے اسے جھکائی دی اور کمر کو ٹوئسٹ کرتے ہوئے ایک طرف نکل گیا۔ وہ اپنی ہی جھونک میں جھک کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ میں نے پہلو میں آنے کے بعد اس کی تشریف پر ایک جرکی سائیڈ کک جڑ دی۔

میری زبردست کک کا پاپش لے کر وہ اس طرح ''روانہ'' ہوا جیسے کسی غریب کے دل سے آہ رخصت ہوتی ہے۔ میں نے اس کی پرواز میں قطعی کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس کی فلائٹ کا اختتام' پختہ دیوار کے ساتھ ٹکراؤ کی صورت میں ہوا۔ جانوس کے حلق سے بڑی وحشت ناک بلبلاہٹ خارج ہوئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر زمین بوس ہوگیا۔

میں اچھل کر اس کے قریب پہنچا اور تنقیدی نظر سے اس کا جائزہ لیا۔ دیوار سے تصادم کے نتیجے میں اس کا مکروہ سیاہ چہرہ بری طرح بگڑ چکا تھا۔ تکلیف کی شدت نے اسے بے حال کر دیا۔ وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے کسی ذبح کیے ہوئے جانور کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔

اس کے لیے میرے دل و دماغ میں نفرت اور غصے کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرنے والے اور کسی کے اعتماد کو دھوکا دینے والے کسی رورعایت کے مستحق نہیں ہوتے۔ انہیں طرح دینا گویا بہت سے لوگوں کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے کیونکہ موذی کو اگر بے مہار چھوڑ دیا جائے تو وہ گاہے بہ گاہے مخلوقِ خدا کو ڈسنے کا کام جاری رکھتا ہے..... قتل الموذی قبل از ایذا۔

میں نے ایک غصیلا ٹھڈا جانوس کی کھوپڑی پر رسید کرنے کے لیے جیسے ہی اپنے پاؤں کو عقبی سمت کھینچا' اس نے ایک خلافِ توقع حرکت کی۔ اس نے اپنے انتہائی قریب میری موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے مجھ سے ایک محدود فاصلے پر چلا گیا۔ اب اگر میں ٹھڈا برسا تا بھی تو اس کی منحوس کھوپڑی کو ٹارگٹ نہیں بنا سکتا تھا۔ میں نے اسے ضربِ شدید پہنچانے کا ارادہ ترک کیا ہی تھا کہ اس نے مجھ پر فائر کر دیا۔

لوٹ پوٹ ہو کر پیچھے جانے کے دوران میں اس نے بڑی ہوشیاری سے جیب میں ہاتھ ڈال کر پسٹل نکال لیا تھا اور اسی گن سے اس نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں اگر لیفٹ سائیڈ رولنگ میں ایک لمحے کی تاخیر بھی کرتا تو عین ممکن تھا' اس کے پسٹل سے نکلنے والی گولی میرے جسم کے کسی حصے میں پیوست ہو جاتی۔

میں نے ہنگامی انداز میں رولنگ کی تھی اور فوراً ہی مجھے اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ میرا لیفٹ شولڈر پہلے ہی گھائل تھا۔ اس بازو کے ٹرائی سپس کو ایک گولی نے اچھا خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ چوٹ پر چوٹ لگے تو ایک قیامت برپا

ہو جاتی ہے اور اس کندھے کی چوٹ دوسری مرتبہ ''متاثر'' ہوئی تھی۔ اس سے پہلے جب بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ اچانک خوف ناک دھماکوں سے گونج اٹھی تھی تو ایک ایسی ہی خطرناک رولنگ نے میرے دکھتے ہوئے ٹرائی سپس میں تکلیف کا سمندر موجزن کر دیا تھا۔

سائیڈ رولنگ کے بعد میں اٹھ کر کھڑا ہوا تو جانوس بھی زمین پر ہاتھ ٹیک کر ایسی ہی کوشش کر رہا تھا۔ پہلا فائر اس نے لیٹے لیٹے کیا تھا اور اب ذرا سنبھل کر مجھے نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔

میں نے لگاتار تین بیک فلیک لگائیں اور اس سے ایک گز کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کس لمحے مجھ پر فائر کرے۔ میری فارمیشن میں بجلی جیسی لپک اور تیزی شامل تھی۔ بیک فلیک کی تکمیل کے ساتھ ہی میں نے اچھل کر اس کے سینے پر ایک فرنٹ پش کک رسید کر دی۔

یہ ایک جھٹکے دار کک تھی جو کسی ہتھوڑے کے مانند اس کے سینے پر لگی تو وہ حلق سے ''ادں'' کی آواز نکالتے ہوئے پیچھے کو الٹ گیا۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ وہ اب خطرناک نہیں رہا تھا۔ اس زمین بوسی کے دوران میں پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر بہت دور جا گرا تھا۔

جانوس چاروں خانے چت پڑا ہانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ اب اٹھ نہیں سکے گا لیکن میں اپنے طور پر محتاط رہا۔ اس کی ایک چالاکی میں ملاحظہ کر چکا تھا۔ وہ کسی دوسرے انداز سے بھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا تھا۔

میں جلد از جلد جانوس سے نمٹ کر اس بنگلے سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے چند لمحے پہلے مجھ پر جو فائر کیا تھا' اگر کوئی اس کی آواز پر توجہ دیتا تو میرے لیے مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔ قبل ازیں لی یان نے عقبی حصے میں ایک سیکورٹی گارڈ کو زندگی کی قید سے نجات دلائی تھی۔ تاہم خیریت گزری کہ اس فائر کی آواز نے کسی بندے بشر کو اس بنگلے کی طرف دھیان دینے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ بنگلے کے اندر' ساؤنڈ پروف زون میں ہم نے جو فائرنگ کی تھی وہ ہمارے لیے مسائل کھڑے نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے جانوس کی کیفیت کو چیک کرنے کے لیے اس کے پیٹ کے زیریں حصے میں ایک دھواں دھار ٹھوکر رسید کی۔ وہ پیٹ پکڑ کر تکلیف کی شدت سے دہرا ہو گیا۔ چہرے کے کرب ناک تاثرات سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا مثانہ پھٹ گیا ہے۔

میں نے نیچے جھک کر اس کے کالر میں ہاتھ ڈالا اور کسی بوری کے مانند گھسیٹتے ہوئے اسے بنگلے کے عقبی لان میں لے آیا۔ میں اس کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کام کے لیے یہ جگہ انتہائی موزوں تھی۔ میں نے اسے لان کی نرم گرین گھاس پر پٹخا اور اس کے سینے پر پاؤں کا دباؤ ڈالتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''آنکھیں کھول دو..... آستین کے سانپ!''

اس کے جسم میں ایک بے معنی سی حرکت ہوئی۔ تاہم اس نے آنکھیں بند ہی رکھیں۔

میں نے غراہٹ آمیز انداز میں کہا ''تم نے پچھلے ایک دو دن میں دجدان کی دوستی دیکھی ہے' اس کی دشمنی کا نظارہ نہیں کرو گے؟''

وہ بدستور آنکھیں بند کیے ہولے ہولے کراہتا رہا۔

''لگتا ہے' مجھے تمہاری آنکھوں کا آپریشن کرنا ہوگا۔''

میں نے تھوڑا جھک کر پنڈلی پر بندھے ہوئے خنجر کو اس کے کیس میں سے نکال لیا ''تم نے مجھے جو آلۂ جراحت خرید کر دیا ہے' اس کی دھار کو تمہارے نرخرے پر ہی آزما کر دیکھنا چاہیے۔ اس طرح آلے کی کارکردگی بھی چیک ہو جائے گی اور تمہاری نیت بھی!''

اس نے عالم وحشت میں آنکھیں کھول دیں۔ میرے ہاتھ میں چمکتے ہوئے خنجر کو دیکھ کر کھلی ہوئی آنکھیں ساکت ہو کر رہ گئیں۔ اس کی آنکھوں میں موت ہلکورے لینے لگی۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں کسی بھی صورت اسے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

موت کو چند سانس کی دوری پر کھڑے دیکھ کر ہر انسان زندگی کے لیے حتی البساط کوشش ضرور کرتا ہے۔ اس نے بھی گھبرا کر میرے نیچے سے نکلنے کی ٹرائی ماری لیکن میں نے اس کے سینے پر جمے گھٹنے کا دباؤ ڈال کر اسے وہیں جام کر دیا پھر خنجر کی نوک کو اس کی شہ رگ پر ٹکاتے ہوئے کہا۔

''کیوں کیا تم نے یہ سب کچھ؟''

''مم..... مجھے معاف کر دو۔'' وہ گھگیایا ''مجھ سے غلطی ہو گئی..... جسٹ اے مسٹیک.....''

''جسٹ اے مسٹیک!'' میں نے اسی کے الفاظ کو زہریلے انداز میں دہرایا ''میں بھی ایسی ہی جسٹ اے مسٹیک کرنے جا رہا ہوں تاکہ تمہارے گندے خون سے اس گھاس کا کچھ بھلا ہو سکے۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے خنجر والے ہاتھ پر دباؤ بڑھا



دیا۔ وہ پھنسی پھنسی آواز میں منت کرنے لگا ''مجھے نہ مارو دجدان! میں اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر دوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر میں جوگندر پال اپنے آدمیوں کے ساتھ یہاں پہنچنے والا ہے۔ میں تمہارے کندھے سے کندھا ملا کر جوگندر کی صفوں کو الٹا دوں گا۔ تم مجھے ایک موقع دے دو..... بس ایک چانس! میں خود کو تمہارا وفادار غلام ثابت کر کے دکھا دوں گا۔''

میں نے بڑی سفاکی سے اس مکار کی آنکھوں میں بہت دور تک جھانکا اور وہاں ادھر سے ادھر تک مجھے دروغ گوئی اور ریاکاری کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ وہ مجھے شیشے میں اتار کر ایک مہلت حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ جوگندر پال وہاں پہنچ جائے اور مجھے جوگندر کی آمد سے پہلے وہاں سے اڑن چھو ہو جانا تھا لہٰذا میں نے جانوس سے اختتامی اور الوداعی گفتگو کی۔

''میں آقا ہوں اور نہ ہی مجھے غلاموں کی فوج تیار کرنے کا کوئی شوق ہے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے... سنگین لہجے میں کہا ''تم جوگندر کی مخالفت کا جھانسا دے کر مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ جوگندر سے نمٹنے کے لیے مجھے تمہارے غلیظ کندھے کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر کبھی وہ کھل کر تمہاری طرح دشمن کی صورت میں میرے سامنے آیا تو میں اس کا حشر تم سے بھی زیادہ عبرت ناک کروں گا۔ تمہارے لیے کسی معافی تلافی کی گنجائش باقی نہیں رہی جانوس۔ تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے!''

میرے لہجے کی سفاکی اور قطعیت نے اسے دہلا کر رکھ دیا۔ اس نے اپنی زندگی بچانے کے لیے جھوٹ اور منافقت کا آخری کارڈ کھیلا تھا جسے میں نے ترپ کے ذریعے کاٹ دیا۔ موت کو یقینی پا کر اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی سیاہ بھینسے کو اچانک شدید یرقان نے اپنے چنگل میں لے لیا ہو!

میں نے فنا اور بقا کے آفاقی اصول پر عمل کیا۔ جن پتوں کو خزاں لگ جائے وہ پیلے پڑ جاتے ہیں پھر زندگی سے معمور دوسرے پتوں کے بیچ' درخت کے اوپر ان کے موجود رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا لہٰذا انہیں جھڑنا ہی ہوتا ہے۔ جانوس معاشرے کا ایک ناسور تھا۔ اس کا زندہ رہنا بہت سے انسانوں کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں تھا۔ میں اپنے خنجر کی پیاس بجھانے پر مجبور ہو گیا!

جانوس کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں سیدھا ہوا ہی تھا کہ لی یان سامنے سے آتی دکھائی دی۔ اس نے ایک ہاتھ میں وہی گن تھام رکھی تھی جو میں اسے سونپ آیا تھا۔ وہ عمارت کی عقبی سمت سے نمودار ہوئی تھی اور میرے لیے حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اس وقت اکیلی تھی!

میں لی یان کو اندرونی ہال میں کلاڈیا کے پاس چھوڑ کر آیا تھا اور تاکید کی تھی کہ وہ اس کا خیال رکھے چنانچہ اسے تنہا دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا اور میں تیزی سے اس کی جانب بڑھ گیا۔

''کلاڈیا کہاں ہے؟'' میں نے اس کے قریب پہنچ کر اضطراری انداز میں پوچھا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''ڈین ہاروے کے پاس!''

''اوہ!'' میں گہری نظر سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''کیا تمہیں اس کی موت کا افسوس ہو رہا ہے؟'' اس نے خالص بیویوں والے انداز میں پوچھا۔

''نن..... نہیں!'' میں نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ کلاڈیا بے طرح میری نگاہ میں گھوم گئی۔

''وہ اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی تھی۔'' لی یان نے اس انداز میں کہا جیسے کسی سوتن کا ذکر کر رہی ہو ''میں نے اس زہریلی ناگن کو ختم کر دیا۔'' پھر وہ تھوڑا توقف کر کے پوچھنے لگی ''یہ نام اسے تم نے ہی دیا تھا نا؟''

''ہاں..... ہاں.....'' میں گڑبڑا گیا ''کلاڈیا بڑی خطرناک عورت تھی۔''

لی یان یک ٹک میری آنکھوں میں دیکھتی چلی گئی۔ دراصل جب اس نے کلاڈیا کی موت کا ذکر کیا تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ شاید میں لاشعوری طور پر اس کی موت کا خواہاں نہیں تھا۔ حسن' خوب صورتی' دلکشی اور شادابی کو ہمیشہ زندہ رہنا چاہیے۔ اگر یہ کائنات تازگی اور تابندگی سے خالی ہوتی رہی تو دیکھنے والی آنکھ پتھرا جائے گی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کلاڈیا کی موت کا مجھے واقعی بہت افسوس ہوا تھا..... اور لی یان بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی مگر ہم دونوں کے اندازِ نظر میں بہت فرق تھا۔

ویسے ایک بات ہے' عورت مرد کی بہ نسبت زیادہ جذباتی اور حساس ہوتی ہے۔ وہ کہیں زیادہ تیزی سے معاملے کی تہ تک پہنچ جاتی ہے۔ پتا نہیں' لی یان اس وقت میرے بارے میں کیا سوچ رہی تھی۔ میں نے اس سے نگاہ چراتے ہوئے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

''ہمیں فوری طور پر اس بنگلے سے نکل جانا چاہیے۔ جوگندر پال اپنے پالتو کتوں کے ساتھ یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولی ''اب اس

بنگلے میں ہمارے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچا!''

لی یان نے وہی بات کی تھی جس کا اظہار میں نے کیا تھا لیکن الفاظ ایسے ذومعنی استعمال کیے کہ بہ آسانی ان الفاظ کی مدد سے اس کے بیان کو کوئی اور رنگ بھی دیا جاسکتا تھا..... اور میں کوئی اور رنگ دینے کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو رہا تھا۔ شاید یہ چور کی داڑھی میں تنکے والی بات تھی!

ہم دونوں گنز سونتے' پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے بنگلے کے سامنے والے حصے میں پہنچے۔ وہاں پورچ میں ایک قیمتی گاڑی کھڑی تھی۔ بنگلے میں داخل ہوتے وقت ہم نے سوچا تھا' واپسی میں اگر ہنگامی طور پر ہمیں کسی گاڑی کی ضرورت پیش آئی تو ہم یہ بیش قیمت گاڑی استعمال کریں گے۔ مذکورہ گاڑی کے نزدیک پہنچ کر لی یان نے سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھا۔

میں نے حتمی لہجے میں کہا ''نہیں..... ہم یہاں سے نکلنے کے لیے کسی گاڑی کا سہارا نہیں لیں گے۔ خوامخواہ ایک چیختی چنگھاڑتی شناخت کو اپنے ساتھ ساتھ دوڑاتے پھرنا عقل مندی نہیں۔''

''اور اس اسٹیشن ویگن کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

ہم گیٹ کے قریب پہنچے تو لی یان نے اس اسٹیشن ویگن کی جانب اشارہ کیا جس میں جانوس اور اس کے دو ساتھی وہاں پہنچے تھے اور لی یان اس بات سے آگاہ نہیں تھی۔ میں نے سرسری انداز میں کہا ''نہیں!''

''پھر؟'' وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔

میں نے بنگلے کے گیٹ کے نزدیک بے سدھ پڑے دو جے اور راجیش پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر میرے ''تماشے'' سے محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے انہیں جس قسم کی نیند میں پہنچایا تھا وہاں سے ان کی فوری واپسی کے امکانات نہیں تھے۔ لی یان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے کہا۔

''ہم یہاں سے پیدل ہی نکلیں گے۔ اس علاقے سے تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ کدھر کا رخ کیا جائے اور.....'' میں نے ہاتھ میں موجود گن کو ڈرائیو وے میں دور اچھال دیا اور اضافہ کرتے ہوئے کہا ''یہ ان لوگوں کی امانت ہے۔ اسے ادھر بنگلے ہی میں رہنا چاہیے۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے وجے اور راجیش کی جانب اشارہ بھی کر دیا۔

لی یان نے چشم زدن میں میری تقلید کی اور اپنے ہاتھ کی خطرناک گن کو وہیں ایک طرف ڈال دیا پھر ہم تیزی سے گیٹ کی سمت بڑھ گئے۔

ہم نے جیسے ہی بنگلے سے باہر قدم نکالا' ایک ٹیکسی تیزی سے شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہوئی۔ شیوالی اسٹریٹ' اسرائیل ایمبیسی کے تقریباً عقب میں واقع تھی جس میں جوگندر پال کا بنگلا نمبر جے۔ دو سو تھوڑی دیر پہلے میدانِ کار زار بنا ہوا تھا۔

اس ٹیکسی کا شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہونا کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن اس کے انداز نے مجھے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ طوفانی رفتار سے سیدھی ہماری ہی طرف بڑھتی آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ٹیکسی ڈرائیور ہمیں کچلنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

میں نے پہلو بچا کر ایک جانب دوڑ لگا دی۔ لی یان بھی میرے تعاقب میں بھاگی۔ ہم ٹیکسی کی مخالف سمت میں دوڑنے لگے۔ ٹیکسی کے خوف ناک تیور دیکھ کر میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ جوگندر پال کے بندے ہمارے فرار کو ناکام ..... بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اس وقت جن حالات سے گزر رہے تھے' ان میں اسی انداز میں سوچا جاسکتا تھا۔

چند سیکنڈ ہی میں ٹیکسی نے ہمیں آ لیا۔ وہ ہمارے انتہائی قریب پہنچ گئی۔ اس سے قبل کہ میں پلٹ کر عقب میں دیکھتا' میری سماعت سے ایک مانوس آواز ٹکرائی۔

''وجدان' رک جاؤ..... آگے تمہارے لیے خطرہ ہے۔''

کوئی مجھے میرے نام سے پکار رہا تھا اور کسی بڑے خطرے سے آگاہ کر رہا تھا۔ اب رکنا اور رک کر اس کی بات سننا ضروری ہو گیا۔ میرے قدم تھمے تو لی یان بھی رک گئی۔ ہم نے بیک وقت پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھا اور چونک اٹھے۔ ہم سے چند فٹ کے فاصلے پر وہ ٹیکسی بھی ٹھہر گئی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اپنی سائیڈ والے شیشے سے گردن باہر نکالی ہوئی تھی اور ہاتھ سے ہمیں اشارہ بھی کر رہا تھا۔ میں اس کی صورت پہچان کر ٹھٹک گیا۔ وہ جانوس کا خاص آدمی کاشانوک تھا!

دشمن کے ایک اہم آدمی نے مجھے اتنی خیر خواہی سے پکارا تو حیرت ہوئی۔ ہمیں رکتا دیکھ کر اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''وجدان! ٹیکسی کے اندر آ جاؤ۔ یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا ٹھیک نہیں!''

میں اس وقت عجیب تذبذب کے عالم میں تھا۔ لی یان بھی سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ کاشانوک کی اس بات میں



کسی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ گلی ہمارے لیے ڈیتھ اسٹریٹ کی حیثیت حاصل کرنے والی تھی۔ کاشانوک ہمیں جس دوستانہ انداز میں ٹیکسی کے اندر بلا رہا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا' اسے جانوس کو پیش آنے والے حالات کی خبر نہیں۔

ایک لمحے کے تامل کے بعد میں نے لی یان کو اشارہ کیا' دوسرے ہی لمحے ہم کاشانوک کی ٹیکسی کی عقبی نشست پر موجود تھے۔ میں نے اس رسک پر ٹیکسی میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا تھا کہ کاشانوک تو تازہ ترین حالات سے آگاہ نہیں اور وہ ہمیں جانوس کے معزز مہمان ہی سمجھ رہا ہے۔ ویسے آگے جا کر اگر اس کی سوچ کا کوئی گھپلا سامنے آ بھی جاتا تو میں اس چکنے سر والے کاشانوک سے بخوبی نمٹ لیتا۔

ہم نے جیسے ہی ٹیکسی میں بیٹھ کر دروازہ بند کیا' کاشانوک نے ٹیکسی کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا' پھر وہ ہوائی رفتار کے ساتھ ٹیکسی کو شیوالی اسٹریٹ میں دوڑانے لگا۔ چند سیکنڈ بعد ہم اسٹریٹ کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ کاشانوک نے ٹیکسی کی رفتار کم کی اور بڑی مہارت سے اسے مین روڈ پر لے آیا۔ میں نے گردن موڑ کر اسٹریٹ کی طرف ایک الوداعی نگاہ ڈالی اور مجھے ایک مرتبہ پھر چونک جانا پڑا۔

ہماری مخالف سمت سے تین گاڑیاں یکے بعد دیگرے شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہوئی تھیں جن میں سے آخری گاڑی پر میں نے اسرائیل کا جھنڈا ابھی لگا ہوا دیکھا۔ میرے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

اسرائیل ایمبیسی چند قدم کے فاصلے پر واقع تھی۔ جھنڈے والی گاڑی کا سیدھا سیدھا ایک ہی مطلب تھا کہ یہودی میرے خلاف سرگرم ہو گئے تھے۔ ڈین ہاروے اور کلاڈیا کوئی معمولی لوگ نہیں تھے۔ میری زبانی' ربی موشے ہائمن کے کسی نائب تک یہاں کی تازہ ترین صورتِ حال کی خبر پہنچ گئی تھی۔ عین ممکن تھا' ربی ہی کے حکم پر اسرائیل ایمبیسی والے متحرک ہوئے ہوں۔ باقی دو گاڑیوں میں جوگندر پال وغیرہ بھی ہو سکتے تھے۔

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ربی کی طرف دھیان جاتے ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے تھوڑی دیر بعد اس کے موبائل پر رابطہ کرنے کا ''وعدہ'' کیا تھا۔ کاشانوک کی موجودگی میں' میں نے یہ رابطہ مناسب نہ سمجھا۔ پہلے اس کی پوزیشن کا اندازہ لگانا ضروری تھا۔ ربی سے بعد میں بھی بات ہو سکتی تھی۔

کاشانوک بڑی مستعدی اور مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ ٹیکسی نیپال راسترا بینک کے پاس سے گزرتے ہوئے بالودتر روڈ پر آ گئی۔ کاشانوک کی پُراسرار خاموشی مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ ہم لگ بھگ ساڑھے تین بجے اپارٹمنٹ سے نکلے تھے اور اس وقت وہ وہیں پر موجود تھا۔ میری معلومات کے مطابق کاشانوک' جانوس کا جاں نثار اور وفادار تھا..... پھر وہ ہمیں کسی بڑے خطرے سے آگاہ کرنے کے بعد ٹیکسی میں اپنے ساتھ کیوں لے جا رہا تھا؟ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسے کیسے معلوم ہوا' ہم اس وقت جوگندر پال کے بنگلے میں سے نکل رہے ہیں۔ وہ ٹیکسل سے لازم پت کے علاقے میں کیوں پہنچا؟

یہ تمام تر سوالات ایسے تھے جن کے درست جوابات کاشانوک ہی دے سکتا تھا۔ اس نے ابھی تک دشمنوں والی کوئی حرکت نہیں کی تھی لہٰذا میں نے اسے ٹٹولنا ضروری سمجھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کاشانوک! تم تو وہاں ٹیکسل والے اپارٹمنٹ میں تھے۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہاں ہم پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے؟''

لی یان بھی میری طرح کاشانوک کی طرف متوجہ تھی۔ تازہ ترین صورتِ حال اس کی سمجھ سے بھی باہر تھی۔ کاشانوک نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے رویے نے مجھے اور زیادہ تشویش میں ڈال دیا۔ اس سے پہلے کہ میں دوبارہ اس سے استفسار کرتا' اس نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے ایک ہاتھ میری جانب بڑھا دیا۔

میں نے دیکھا' اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا موبائل فون موجود تھا۔ میں نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا ''یہ کیا ہے؟''

''میں نے اس سیل پر ایک نمبر ڈائل کیا ہے۔ تم بات کرلو۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

میں نے وہ سیل اس سے لے کر اپنے کان سے لگایا اور مائیک میں کہا ''ہیلو!''

''گڈ ایوننگ!'' سیل کے اسپیکر سے خارج ہونے والی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''یہ سب کیا چکر ہے ڈاکٹر مونگ؟'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

اس نے مختصراً کہا ''کاشانوک بھروسے کا آدمی ہے!''

''جانوس پر بھی تم نے اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔'' میرا لہجہ خود بخود تلخ ہو گیا۔

وہ گمبھیر آواز میں بولا ''جانوس کی اصلیت مجھ پر کھل گئی

تھی لیکن میں نے دانستہ اسے ڈھیل دے رکھی تھی۔ رتنا پارک والے بنگلے میں جو افسوس ناک واقعات پیش آئے ان کے پیچھے جانوس ہی کا ہاتھ ہے۔''

میرے لہجے میں احتجاج شامل ہوگیا ''اس کے باوجود بھی تم نے ہمیں اس آستین کے سانپ کے حوالے کردیا؟''

''وجدان! میں جو کچھ جانتا ہوں' ممکن ہے تم اس سے زیادہ جانتے ہو۔ اسی طرح میں بھی بعض معاملات میں تم سے زیادہ معلومات رکھ سکتا ہوں۔'' وہ فلسفیانہ انداز میں بولا۔ ''ہر کام کا ایک وقت اور طریقۂ کار مخصوص ہوتا ہے۔ جانوس تمہارے ہاتھوں ہی اپنے قرار واقعی انجام کو پہنچا؟'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے پوچھا ''بہرحال' لی یان کیسی ہے؟''

میں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ''تمہاری منطق میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''ذہن پر زیادہ زور نہ دو۔'' وہ مشفقانہ انداز میں بولا ''تمہیں ابھی بہت سے محاذوں پر اسے استعمال کرنا ہے۔'' اس کا اشارہ میرے ذہن کی طرف تھا۔ بات کے اختتام پر اس نے ایک مرتبہ پھر پوچھ لیا ''لی یان کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا؟''

''ہم دونوں خیریت سے ہیں۔'' میں نے گول مول جواب دیا ''کیا تم یہاں کے تازہ ترین حالات سے آگاہ ہو؟''

''بڑی حد تک!'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''جب آج سہ پہر میں تم دونوں اپارٹمنٹ سے نکلے تو کاشانوک نے مجھے تمہارے بارے میں بتا دیا تھا۔ میں نے اسے ہدایت کردی تھی کہ تمہارا ''خیال'' رکھے۔ تم اسے جانوس کے وفادار کی حیثیت سے جانتے ہو۔ اسی لیے میں نے اس سے کہا تھا کہ کبھی اس حوالے سے کوئی غلط فہمی پیدا ہونے لگے تو وہ مجھ سے رابطہ کرکے تمہاری بات کرادے..... اور ہم بات کررہے ہیں۔'' وہ سانس لینے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''کاشانوک پر اعتماد کرو۔ یہ تمہارے بہت کام آئے گا۔''

ڈاکٹر مونگ کا انداز الجھا دینے والا تھا۔ میں نے پوچھا ''کیا تم جانتے ہو' جانوس کے ساتھ کیا واقعات پیش آچکے ہیں؟''

''جانوس' ڈین ہاروے اور کلاڈیا کے عبرت ناک انجام کی مجھے خبر مل چکی ہے۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

اس کے مبہم مگر اٹل انداز نے مجھے گڑبڑا دیا۔ چاہنے کے باوجود بھی میں اس سے نہ پوچھ سکا کہ اس کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ اگر میں یہ سوال کرتا تو وہ مجھے کسی بھی غیر واضح جواب سے اطمینان دلانے کی کوشش کرتا لہٰذا میں نے ایسا ارادہ ترک کرنا ہی بہتر سمجھا۔

''ربی سے بات ہو تو خوب بڑھ چڑھ کر بولنا۔'' ڈاکٹر مونگ کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''اس سے ڈرنے یا دبنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر صورت میں تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہے اسی لیے اس نے تمہاری ساتھی کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ جب تک تم اس کے قابو میں نہیں آجاتے' وہ ساحل کو بہت سنبھال کر رکھے گا۔ ساحل کی سلامتی تمہارے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ ربی اسے کوئی گزند نہیں پہنچنے دے گا اور یہ تمہارے لیے ایک پلس پوائنٹ ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہاری طرف سے مایوس ہوجائے' تم اس تک رسائی حاصل کرلو۔ وہ جانتا ہے' تم ساحل تک پہنچنے کی پوری کوشش کرو گے..... اور اسی کوشش کے دوران میں وہ تمہیں اچک لے گا لہٰذا پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے!''

میں اس وقت ساحل کے بارے ہی میں سوچ رہا تھا جب ڈاکٹر مونگ نے یہ بات کی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میری سوچ پڑھ رہا ہو۔ اگر ایسا نہیں بھی تھا تو بھی ڈاکٹر کچھ نہ کچھ ضرور کررہا تھا۔ اس نے اپنے بڑے محترم سانگ فو کی صحبت میں عمر گزاری تھی۔ سانگ فو کی روحانی اور باطنی صلاحیتوں کا میں بھی معترف تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اب ڈاکٹر مونگ ہی ''بڑا'' تھا۔ اس کی پُراسرار صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں تھا۔ میں نے اس سے نہیں پوچھا کہ وہ ساحل اور ربی کے بارے میں مزید کیا جانتا ہے۔

''تھوڑی دیر بعد ربی سے میری بات ہونے والی ہے۔'' میں نے کہا ''اس نے کچھ عرصے سے مجھے جس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے وہ کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ مجھے تو وہ حاصل کرسکے گا یا نہیں لیکن میں اپنی ساحل تک ضرور پہنچ جاؤں گا۔ مجھے ہر صورت اسرائیل جانا ہوگا۔''

میرا لہجہ اتنا ٹھوس تھا کہ خود مجھے بھی اپنی آواز اجنبی سی محسوس ہوئی۔ ساحل کے حصول کے لیے بہت آگ بگولی ہوچکی تھی۔ اگر ربی بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ قیمتی پتھروں پر رال نہ ٹپکا رہا ہوتا تو وہ ساحل کو اسرائیل سے نکال کر کھٹمنڈو تک بھی نہ بھیجتا۔ یہاں کھٹمنڈو میں



اسے تلخ تجربات سے گزرنا پڑا تھا۔ وہ اپنے ارادے سے باز آیا تھا یا نہیں لیکن یہ ضرور اس پر واضح ہوگیا تھا کہ اگر وہ پانچ نایاب پتھروں کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اپنے قبضے میں کرنا ہوگا۔ ایک میں ہی ایسا شخص تھا جو ان انمول پتھروں کو عبادت گاہ کے تہ خانے سے نکال کر باہر لاسکتا تھا..... اور مجھے قابو کرنے کے لیے ساحل کو اپنی تحویل میں رکھنا بہت ضروری تھا لہٰذا یہ بات طے تھی کہ وہ اب ساحل کو اسرائیل سے باہر نہیں نکالے گا' مجھے ہی اپنی جانِ تمنا تک پہنچنا ہوگا۔

یہ تمام تر خیالات ایک سیکنڈ میں میرے ذہن سے گزرے' اگلے ہی لمحے ڈاکٹر مونگ کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''وجدان! تم نے اسرائیل کا ذکر کیا ہے تو یہ بات ذہن میں نقش کرلو کہ اس وقت کھٹمنڈو میں اسرائیل ایمبیسی پوری طرح متحرک ہوچکی ہے۔ تم یہودیوں کی طاقت اور وسیع اختیارات سے بخوبی واقف ہو۔ تمہیں اور لی یان کو کھٹمنڈو کے چپے چپے پر تلاش کیا جارہا ہے۔'' وہ ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''میں نہیں جانتا' تم نے آیندہ کے لیے کیا لائحہ عمل ترتیب دیا ہے لیکن جب تک کھٹمنڈو میں ہو' تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میری مانو تو ایک آدھ دن کے لیے بالکل منظر سے آؤٹ ہوجاؤ۔ کاشانوک اس سلسلے میں تمہاری ہر قسم کی مدد کرسکتا ہے۔''

یقیناً اسی نوعیت کی ہدایات اس نے کاشانوک کو بھی دے رکھی ہوں گی۔ میں نے ڈاکٹر مونگ سے سرسری لہجے میں کہا ''ٹھیک ہے' میں تمہارے مشورے پر غور کروں گا۔''

''لی یان کا بہت خیال رکھنا۔'' اس نے سفارش کرنے والے انداز میں مجھے تاکید کی۔

میں نے ترچھی نظر سے اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی لی یان کو دیکھا اور کہا ''بہت خیال رکھا ہوا ہے۔''

الوداعی کلمات کے بعد ہمارے درمیان سیلولر رابطہ موقوف ہوگیا۔ جب ہم بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ سے رخصت ہوئے تھے تو اس وقت بھی ڈاکٹر مونگ نے لی یان کا خیال رکھنے کے سلسلے میں مجھے تاکید کی تھی اور اس کی یہ تاکید خالی از علت نہیں تھی۔ لی یان میرے مشن میں شامل تھی اور اسی شمولیت نے اس کے شوہر شون کی جان لے لی تھی۔ اب وہ اس دنیا میں بالکل تنہا تھی۔ اس کا خیال رکھنا مجھ پر لازم ہوچکا تھا۔ ڈاکٹر مونگ اگر نہ بھی کہتا تو میں اس ذمے داری میں کوئی کوتاہی نہ برتتا۔

ان لمحات میں شون کی خواہش شدید میرے ذہن میں پھر گئی۔ اسے اولاد کی بڑی تمنا تھی لیکن اس سلسلے میں لی یان اس سے تعاون پر آمادہ نہیں تھی۔ ان کی شادی کو لگ بھگ چار سال رہی لیکن وہ اولاد ایسی نعمت سے محروم ہی رہے۔ اس دوران میں ضد کرکے' لی یان نے دو تین مرتبہ ابارشن کرالیا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ اسے بچوں سے نفرت ہو۔ وہ بچہ تو چاہتی تھی لیکن ان طویل مراحل کو طے کرتے ہوئے وہ گھبراتی تھی جن سے گزرے بغیر کوئی عورت فطری ماں نہیں بن سکتی۔ اس کا رجحان اڈاپشن کی جانب تھا مگر شون اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ان کی شادی شدہ زندگی کے یہ چار سال بڑی جذباتی اور نفسیاتی کشمکش میں گزرے تھے۔ اس سلسلے میں شون کا مطالبہ جائز تھا مگر پتا نہیں' لی یان اپنے سینے میں کس قسم کی ماما چھپائے بیٹھی تھی!

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور موبائل فون کا شانوک کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''تم میری نظر میں معتبر تو ہوگئے ہو۔ اب یہ بھی بتاؤ' ہمیں کہاں لے کر جارہے ہو؟''

کاشانوک بڑی روانی سے انگلش بولتا تھا۔ اس نے جواب دیا ''فی الحال ہم بودھ ناتھ ویلی کی طرف جارہے ہیں۔ آیندہ کا پروگرام وہاں پہنچنے کے بعد ترتیب دیں گے۔''

''کیا یہ ویلی بودھ ناتھ اسٹوپا کے نزدیک ہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے بتایا ''اسٹوپا کے گردونواح میں زیادہ تر بدھسٹ آباد ہیں اسی لیے یہ علاقہ ایک وادی کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ بودھ ناتھ اسٹوپا کی موجودگی کے باعث یہ وادی ''بودھ ناتھ ویلی'' کہلاتی ہے۔'' ویلی میں میرا ایک محفوظ ٹھکانا ہے جہاں تم بے فکری سے جتنا چاہو' وقت گزار سکتے ہو۔''

اس گفتگو کے دوران میں کاشانوک نے ٹیکسی کو مختلف سڑکوں پر سے گزارتے ہوئے بالآخر رنگ روڈ پر ڈال دیا تھا۔ بودھ ناتھ کا اسٹوپا شہر کے شمال مشرقی حصے میں آخری کنارے پر واقع تھا۔ اس کے جنوب میں کھٹمنڈو کا تری بھون انٹرنیشنل ائرپورٹ تھا۔ یہ سارا علاقہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ مختصر بات چیت کے بعد کاشانوک خاموش ہوگیا تو میں لی یان کی طرف متوجہ ہوا۔

بودھ ناتھ ویلی تک پہنچنے میں ابھی کافی وقت باقی تھا۔ میں نے اس سے کہا ''تم بور تو نہیں ہورہی ہو؟''

میرے استفسار پر اس نے الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھا اور دھیمے لہجے میں بولی ''نہیں' بوریت والی کیا بات ہے؟''

''ٹھیک ہے' تم بیٹھو..... میں آتا ہوں۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

وہ چونک اٹھی ''تم کہاں جارہے ہو وجدان؟''

''ابھی واپس آکر بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

اس کی الجھن دوچند ہوگئی۔

میں نے معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا اور ٹیکسی کی نشست سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اب میری اس عادت کی عادی ہوگئی تھی۔ اسے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ میں بند آنکھوں کے پیچھے کون سا کھیل کھیلتا ہوں لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ میں دھیان گیان کرتا ہوں۔ وہ میری بہت سی دیکھی اور ان دیکھی صلاحیتوں سے یکساں طور پر متاثر تھی۔

جانوس نے مجھے جو تین پوسٹ کارڈ تصاویر دکھائی تھیں۔ ان میں ایک تصویر جوگندر پال کی بھی تھی۔ میں جوگندر کی تازہ ترین خبر لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مجھے شک تھا کہ اسرائیلی جھنڈے والی گاڑی کے علاوہ جو دو گاڑیاں شیوالی اسٹریٹ میں داخل ہوئی تھیں ان میں جوگندر پال اور اس کے آدمی ہوسکتے تھے۔ اس وقت اسرائیل ایمبیسی میں' ربی کے اشارے پر ایک ہلچل سی مچی ہوگی۔ دیکھنا تو چاہیے تھا' شیوالی اسٹریٹ کے بنگلا نمبر ہے۔ ٹو ڈبل زیرو میں کیا ہورہا ہے؟

جوگندر پال کے ماحول تک میں پہلے بھی رسائی حاصل کرچکا تھا لہٰذا اس سلسلے میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا اور اس کے خدوخال کو ذہن میں لاتے ہی میں تیسری آنکھ کے توسط سے بنگلا نمبر ہے۔ ٹو ہنڈرڈ میں پہنچ گیا۔

وہاں ایک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ کوئی درجن بھر افراد ادھر سے ادھر چکراتے پھر رہے تھے۔ یقینی بات تھی کہ انہوں نے وجے' راجیش' جانوس ڈین ہارو نے' کلاڈیا اور اس سیکیورٹی گارڈ کی لاشیں دریافت کرلی ہوں گی جو لی یان کے ہاتھوں لقمۂ اجل بنا تھا۔ جوگندر پال کو جانوس کے ذریعے بنگلے میں میری سرگرمی کی اطلاع مل گئی تھی۔ ازیں علاوہ' میں نے ربی کے کسی عضیلے بی اے سے جس انداز میں بات کی تھی وہ بھی میری ''کارکردگی'' کو سمجھنے کے لیے کافی تھا۔ میں سب کو چھوڑ کر جوگندر پال سے چپک گیا جو چٹی چمڑی والے دو افراد کے ساتھ ایک کمرے میں کوئی خفیہ میٹنگ کررہا تھا۔ ان دونوں سفید فام افراد کا تعلق یقیناً اسرائیل ایمبیسی سے تھا۔ میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو تو نہیں سن سکتا تھا البتہ' میرا اندازہ تھا کہ ان کے درمیان اس وقت میں ہی موضوع بنا ہوا ہوں گا۔ وہ لوگ جلد از جلد مجھے چھاپنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھے۔

میں نے ان سب پر لعنت بھیجی اور اس ماحول سے نکل آیا۔ مجھے جو کرنا تھا وہ کرگزرا تھا۔ اب ان کی باری تھی۔ مجھے خاموشی سے ان کا تماشا دیکھنا تھا۔

میں نے بدستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے تھرڈ آئی کو تھوڑی اور زحمت دی اور پلک جھپکتے میں اپنی رگِ جاں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت بھی اسی کمرے میں تھی جہاں میں نے آج سہ پہر میں اسے دیکھا تھا مگر اس وقت وہ جاگ رہی تھی۔ میں نے دیکھا' وہ باہوش وحواس کھانے میں مصروف تھی۔ اس لمحے کھنٹڈو میں شام کے پانچ' سوا پانچ بجے تھے۔ اس حساب سے وہاں اسرائیل میں دوپہر کا لگ بھگ ایک بجا ہوگا۔ یہ لنچ کا وقت تھا اور ساحل بڑے سلیقے طریقے سے لنچ کررہی تھی۔

کھٹمنڈو کے مقامی وقت کے مطابق سہ پہر تین بجے جب میں نے ساحل کو جھانکا تھا تو اس وقت بیڈروم میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا لیکن اس وقت یہ کمرا بابا قاعدہ پوری طرح روشن تھا۔ میں نے ساحل کے ماحول میں رہتے ہوئے نگاہ دوڑا کر اس بیڈروم کا تنقیدی جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی کہ ساحل کے سوا وہاں اور کوئی بندہ بشر موجود نہیں تھا۔ میں نے سوچا تھا' اگر اور کوئی شخص وہاں دکھائی دیتا تو میں اس کا ماحول پکڑ کر اس بیڈروم سے باہر نکل جاتا' پھر یہ جاننے میں مجھے قطعاً کوئی پریشانی نہ ہوتی کہ ساحل والا بیڈروم کس عمارت میں واقع ہے..... اور وہ عمارت قتل ابیب کے کس حصے میں پائی جاتی ہے۔

مجھے یہ معلوم تھا' اسرائیل میں ربی نے اپنا ٹھکانا تل ابیب میں بنا رکھا تھا اور یہ بھی یقینی تھا کہ ساحل کو اس نے خود سے دور نہیں ٹھہرایا ہوگا۔ مجھے اول آخر ساحل تک پہنچنا تھا اور میری آیندہ منزل اسرائیل کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ مجھے قوی امید تھی' یہودیوں کی اس سرزمین پر قدم رکھنے سے پہلے میں ساحل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کوئی لائٹ ہاؤس دریافت کرہی لوں گا۔

ویسے ایک بات سے مجھے بڑا اطمینان حاصل ہوا تھا کہ اب میں بہ آسانی اپنی ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہونے لگا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے ربی نے اپنے کسی پراسرار عمل کے ذریعے میری تیسری آنکھ کی راہ میں حد درجہ رکاوٹیں ڈال رکھی تھیں۔ میرے تصور کی پرواز اپنی منزل تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے ہی دم توڑ جاتی..... مگر اب ایسا نہیں ہورہا تھا اور..... یہ بہت اچھا ہورہا تھا۔



میں بڑی لگاوٹ اور توجہ سے ساحل کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ہمیں ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے ہوئے مدتیں گزر گئی تھیں۔ کراچی میں جب وہ مجھ سے جدا ہوئی اس کے بعد سے میری زندگی ایک عذابِ مسلسل بن کر رہ گئی تھی۔ میں نے اس کی یاد میں پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا اور نہ ہی آنکھ بھر کر سو سکا تھا۔ رسم دنیا اور دستورِ زمانہ الگ بات ہے۔ وہ اپنے ساتھ ہی میرا سب کچھ بھی لے گئی تھی۔ اس کے بغیر میں خود کو خالی خالی سا محسوس کرتا۔ مجھے یوں لگتا تھا جیسے میری زندگی کا کوئی مقصد نہ رہا ہو۔ وہ میری زندگی کا حاصل تھی مگر مجھے حاصل نہیں تھی۔ کیا میں زندہ تھا؟

آہ! کتنی راتیں میں اس کی صورت دیکھے بغیر سویا تھا اور کتنی مجبتیں میری آنکھوں نے اس چہرے کو دیکھے بنا آغاز کی تھیں۔ ان بے کیف صبحوں اور روکھی پھیکی شاموں کے ساتھ میری زندگی گویا ایک رستا ہوا ناسور بن گئی تھی جسے ساحل کا مرہم ہی شفا دے سکتا تھا۔

میں ساحل کے بارے میں سوچتے ہوئے یک ٹک اسے دیکھتا جارہا تھا۔ وہ میری دسترس سے باہر تھی۔ میں ہاتھ بڑھا کر اسے چھو نہیں سکتا تھا' دور بیٹھ کر دیکھنے پر مجبور تھا اور وہ بھی تصور کی نگاہ سے۔ انسان کے بس میں جتنا ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔ میں بھی تخیل کی نگاہ سے اسے چومنے لگا۔ ان لمحات میں وہ مجھے ایک ہاتھ کی دوری پر بیٹھی محسوس ہوئی۔ انسان کا تخیل اگر طاقتور ہو تو ہر شے سمٹ کر اس کی آنکھ میں آجاتی ہے۔ ساحل بھی میری آنکھ بن گئی تھی۔

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی کھینچ کر ساحل کو مجھ سے جدا کررہا ہو۔ میں نے بڑی مضبوطی سے اسے تھام لیا لیکن یہ مضبوطی کسی کام نہ آئی۔ وہ میرے تصور کی گرفت سے نکلتی چلی گئی۔ دور..... اور دور..... پھر وہ نگاہ تصور سے اوجھل ہوگئی۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔

اسی لمحے ایک مانوس قہقہہ میری سماعت سے ٹکرایا۔ میں نے اس نقرئی آواز کو سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں شناخت کرلیا۔ وہ ٹیلگری کا مخصوص قہقہہ تھا۔ میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

میں ٹیکسی کی عقبی نشست پر لی یان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت میری ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نگاہ ملی تو اس نے تشویش بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

''کوئی پرابلم ہے وجدان؟''

''نو پرابلم!'' میں نے مختصر جواب دیا اور ٹیکسی کے باہر دیکھنے لگا۔

کاشانوک کی ٹیکسی اس وقت تارا گون ہوٹل کے قریب سے گزر رہی تھی۔ بودھ ناتھ ویلی' تارا گون ہوٹل سے زیادہ دور نہیں تھی' گویا ہم اپنی منزل پر پہنچنے ہی والے تھے۔ میں گہری سنجیدگی سے اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔

اس بات میں کسی شک کی گنجائش تلاش کرنا ناممکنات میں سے تھا کہ میں نے ٹیلگری کا ہی مخصوص قہقہہ ساعت کیا تھا۔ وہ ایک سو ایک فیصد ٹیلگری تھی۔ میں اس کی آواز کو لاکھوں کروڑوں آوازوں میں بالکل الگ پہچان سکتا تھا۔ اس سلسلے میں مجھے کوئی دھوکا نہیں ہوسکتا تھا۔ میں بے طرح' پرجتوں کی اس ملکہ کے بارے میں سوچنے لگا اور اسی لمحے ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہوا۔

میں نے ٹیکسی کی اندرونی فضا میں ایک مخصوص خوش بو رچی بسی محسوس کی۔ میں اس خوش بو سے اچھی طرح آشنا تھا۔ یہ ٹیلگری کے وجود کی منفرد مہک تھی۔ وہ جس ماحول میں بھی جاتی اسے مہکا کر رکھ دیتی تھی..... تو کیا ٹیلگری تھوڑی دیر پہلے اس ٹیکسی میں موجود تھی؟

اس سوال نے میرے اندر بے چینی بھر دی۔ میں بے قرار ہوکر ٹیلگری کے بارے میں سوچنے لگا۔ کوئی اور اس کے بدن کی نشیلی خوشبو کو چکھ سکتا تھا اور نہ ہی اپنا سکتا تھا۔ میں بارہا اس طلسمی خوشبو کے تجربے سے گزرا تھا اور وہ رات تو میری زندگی کی ایک ناقابلِ فراموش رات تھی جب کے' ڈی' اے اسکیم ون کے ایک بنگلے میں اس نے مجھے لذتِ حیات سے روشناس کرایا تھا۔ وہ میری زندگی کا ایک انوکھا اور منفرد تجربہ تھا۔

میں نے محسوس کیا' اس دوران میں لی یان مسلسل میرا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے چہرے کے تاثرات سے میری بدلتی ہوئی کیفیت کا اندازہ لگایا تھا۔ میں اس کی معیت میں پہلے بھی دو تین مرتبہ ایسی کیفیت سے گزرا تھا اور جب اس نے مجھ سے استفسار کیا تو میں ''کچھ نہیں.....!'' کہہ کر ٹال گیا تھا۔ اس دفعہ اس کے استفسار کا انداز بالکل جدا تھا۔

''وجدان! کوئی یاد آرہا ہے؟'' اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں گڑبڑا کر رہ گیا ''مجھے کون یاد آئے گا!'' میں نے جلدی سے کہا۔

''کوئی یاد آنے والی شے.....؟'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''پتا نہیں' تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟'' میں جھلا کر رہ گیا۔

''میں کلاڈیا کی بات کررہی ہوں!'' وہ معنی خیز انداز

میں بولی۔

''اوہ!'' میں بس اتنا ہی کہہ سکا۔

وہ زیرلب مسکرادی۔

میں اس کی شوخ مسکراہٹ اور شریر نظر کی تاب نہ لا سکا اور ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔ نگاہ چرانے کا اس سے زیادہ فوری طریقہ میری سمجھ میں نہ آسکا۔

کلاڈیا کے حوالے سے وہ پہلے بھی مجھے چھیڑ چکی تھی۔ اگرچہ یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ ہم ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے لیکن لی یان کا انداز ایک مخصوص پہلو کی جانب اشارہ کررہا تھا اور میں بخوبی سمجھ رہا تھا' وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔

عورت بڑی زود حس اور کھوجی فطرت کی مالک ہوتی ہے۔ مرد کو جس بات کا شک ہو' وہ اس بارے میں پُریقین ہوتی ہے۔ کلاڈیا کے حوالے سے سوال کرتے ہوئے' لی یان کی آنکھوں میں ابھرنے والے تاثرات چغلی کھاتے تھے کہ اس نے میری چوری پکڑلی تھی!

☆☆☆

بودھ ناتھ کا اسٹوپا کھٹمنڈو کے شمال مشرقی حصے میں شہر کے آخری کنارے پر واقع ہے۔ اس کے گرداگرد بدھ مت افراد کی ایک بڑی تعداد آباد ہے اس طرح بودھ ناتھ ویلی وجود میں آگئی ہے۔ ویلی میں بسنے والے بدھ مت کی اکثریت کا تعلق تبت سے ہے۔ کاشانوک خود بھی اسی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اتفاق سے وہ بھی تبت سے آکر کھٹمنڈو میں آباد ہوا تھا۔ ویلی میں رہنے والے نوّے فیصد بدھ مت غالیچہ بافی کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ کاشانوک ہمیں ویلی کے اندر سے گزارتے ہوئے آخری سرے پر لے گیا اور ایک گھر کے سامنے لے جاکر ٹیکسی روک دی۔

اس گلی میں بمشکل پانچ چھ گھر ہوں گے۔ کاشانوک نے ہمیں ٹیکسی میں سے اترنے کو کہا اور خود بھی ہمارے ساتھ ہی باہر آگیا۔ ہم دونوں ٹیکسی کے قریب ہی ایک طرف کھڑے ہوگئے تو کاشانوک نے اس گھر کے دروازے پر دستک دے دی۔

میں نہیں جانتا تھا' وہ کس کا گھر ہوگا۔ راستے میں کاشانوک نے صرف اتنا بتایا تھا' وہ ہمیں اپنے کسی خفیہ اور محفوظ ٹھکانے پر لے جارہا ہے۔ عین ممکن تھا' یہی گھر اس کا ٹھکانا ہو۔

دستک کے جواب میں ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ میرے اندازے کے مطابق' تبتی نقوش والے اس بوڑھے شخص کی عمر پچپن اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی لیکن میرا یہ اندازہ سراسر غلط بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ تبت میں رہنے والے بڑی عمدہ صحت اور طویل عمر پاتے ہیں۔ عین ممکن تھا' وہ شخص پچاسی یا نوّے کے پیٹے میں ہو۔

اس شخص نے عقیدت اور احترام کے جذبات کے ساتھ کاشانوک کا استقبال کیا۔ ٹھیک ایک منٹ کے بعد ہم اس گھر کے اندر موجود تھے۔ کاشانوک ہمیں ایک کمرے میں لے آیا اور کہا۔

''آپ لوگ جب تک جی چاہے' یہاں رہ سکتے ہیں۔ دشمن کا بھولے سے بھی اس طرف دھیان نہیں جائے گا۔ میرا یہ ٹھکانا ہر طرح سے محفوظ اور آرام دہ ہے۔''

میں نے ایک اہم سوال کیا ''یہ بوڑھا کون ہے؟''

''میرا ملازم ہے۔'' کاشانوک نے بتایا ''یہ اسی گھر کے ایک کمرے میں رہتا ہے۔ میری غیر موجودی میں یہ یہاں کی چوکیداری کرتا ہے۔ اس کا نام فلوجی ہے۔ تم فلوجی پر بھروسا کرسکتے ہو۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''آؤ' پہلے میں تم لوگوں کو اس گھر کا معائنہ کرادوں۔''

ہم اس کے ساتھ ہولیے۔

وہ گھر چار بیڈرومز اور ایک ڈرائنگ روم پر مشتمل تھا۔ ڈرائنگ روم اور ایک چھوٹا بیڈروم بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی دائیں بائیں واقع تھے۔ مذکورہ چھوٹے بیڈروم میں فلوجی رہتا تھا۔ دیگر تین بیڈرومز گھر کے عقبی حصے میں واقع تھے جن کے آگے ایک کشادہ صحن تھا۔ کاشانوک نے مجھے بتایا کہ اس گھر کو وہ ''پے انگ گیسٹ ہاؤس'' کے طور پر استعمال کررہا تھا۔ بودھ ناتھ اسٹوپا کی یاترا کے لیے دور دراز سے آنے والے لوگ انتہائی کم کرایے پر وہاں قیام کرتے تھے۔ قیام کے ساتھ ساتھ وہاں طعام کی سہولت بھی مہیا تھی۔ یہ کام فلوجی خود اپنے ہاتھوں سے کرتا تھا جب کبھی کسی خاص تہوار کا موقع ہوتا تو بودھ ناتھ ویلی یاتریوں سے بھر جاتی تھی۔ ان دنوں کاشانوک کا گیسٹ ہاؤس بھی آباد ہوجاتا تھا ورنہ اکّا دکّا افراد ہی وہاں قیام کرتے تھے۔ آج کل وہ گیسٹ ہاؤس مہمانوں کے وجود سے خالی تھا۔

کاشانوک ہمیں گھر میں گھما پھرا کر واپس کمرے میں لایا تو میں نے اس سے پوچھا ''تم نے فلوجی کو ہمارے بارے میں کیا بتایا ہے؟''

''میں نے مختصر الفاظ میں اسے تمہارے بارے میں خصوصی ہدایات دے دی ہیں۔'' کاشانوک نے جواب



دیا ''تم لوگ میرے خاص مہمان ہو۔ تم دونوں جب تک یہاں قیام کرو گے' فلوجی تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھے گا اور اس دوران میں وہ کسی اور مہمان کو بھی گیسٹ ہاؤس میں نہیں ٹھہرائے گا۔ وہ بہت اچھا باورچی بھی ہے۔ تم مقامی کھانوں کے علاوہ فرمائش کرکے بھی اس سے کوئی ڈش تیار کرواسکتے ہو۔ مجھے امید ہے تمہیں یہاں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔''

کاشانوک کی باتوں سے میں نے محسوس کیا کہ وہ ہمیں وہاں چھوڑ کر کہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا ''تم کہاں جارہے ہو؟''

''مجھے فوری طور پر نیکسل والے فلیٹ پر جانا ہوگا۔'' اس نے بتایا ''وہاں کے حالات اور معاملات کو نارمل انداز میں نبٹانا ضروری ہے۔ آن ریکارڈ میں جانوس کا ایک خاص آدمی ہوں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ میری وفاداریاں ڈاکٹر مونگ کے لیے ہیں لہٰذا مجھے وہاں بہت سے معاملات کو نمٹانا ہوگا۔ دشمنوں کے بیچ رہتے ہوئے مجھے تازہ ترین حالات کی خبر بھی رہے گی۔ میں اب کل صبح ہی اس طرف آؤں گا۔ تم لوگ اطمینان سے یہاں آرام کرو..... اور اگر گھر سے باہر نکلنے کا موڈ ہو تو بہت زیادہ محتاط رہنا۔ ویلی سے باہر قدم نکالنے کی کوشش نہ کرنا۔ میرے خیال میں اس ویلی کے اندر تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے' میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''تم کل جب یہاں آؤ تو میرا ایک کام کرتے آنا۔''

''ہاں' ہاں.....'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے جینز کی جیب میں سے موبائل فون نکال کر اسے دکھایا اور کہا ''مجھے اس سیل کا چارجر چاہیے ہوگا!''

جانوس نے مجھے اور لی یان کو جو موبائل فونز دیے تھے وہ ایک ہی کمپنی کے تھے لہٰذا ایک چارجر ہم دونوں کے استعمال میں آسکتا تھا۔ جانوس کے ساتھ ہی اس کی یادداشت اور معاملات بھی فنا ہوگئے تھے چنانچہ ہم ان موبائل فونز کو بے فکری سے اپنے کام میں لاسکتے تھے۔ اس بات کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا کہ فوری طور پر کوئی ہمارے کنکشنز کو بند کروادے گا۔ جب تک گاڑی چل سکتی تھی اسے چلانا چاہیے تھا۔

کاشانوک نے ہائی فائی ٹرائی بینڈ جی ایس ایم موبائل فون کو ہاتھ میں لے کر تعریفی نگاہ سے دیکھا اور بولا ''ٹھیک ہے' میں اس کمپنی کا چارجر لے آؤں گا..... اور اسکریچ کارڈز بھی۔'' پھر ایک لمحے کا توقف دے کر اس نے پوچھا ''تمہارے پاس لائن کون سی ہے؟''

میں نے اسے اپنے موبائل کا نمبر بتادیا اور کہا ''اسے نوٹ کرلو۔ کسی ہنگامی صورت میں کام آئے گا۔ لی یان کے پاس بھی اسی کمپنی کی لائن ہے۔''

اس نے میرا نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کرنے کے بعد اپنا نمبر بھی مجھے دے دیا اور بولا ''نیکسل والے اپارٹمنٹ میں تم لوگوں کا سامان بھی رکھا ہے۔ میں وہ بھی ساتھ لے آؤں گا۔ ویسے اس کمرے کی الماری میں میرے کچھ کپڑے رکھے ہیں۔ فی الحال تم ان سے گزارہ کرلو۔ میں کبھی کبھی ایک آدھ رات یہاں بھی ٹھہر جاتا ہوں۔''

''گزارہ تو ہم کرہی لیں گے لیکن تم ہمارے سامان کو اسی اپارٹمنٹ ہی میں رہنے دو تو اچھا ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''جانوس نے جو گندرپال کو ہمارے بارے میں سب کچھ بتا رکھا تھا لہٰذا کوئی بھی کام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ شک تمہاری طرف چلا جائے۔ تم ہمارے سامان کو نارمل انداز میں جوں کا توں وہیں چھوڑ دو ہاں البتہ' موبائل فونز والی پیکنگ کو پہلی فرصت میں ضائع کردینا۔''

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ میں کل آتے ہوئے تمہارے لیے' ضروری سامان اور کپڑوں وغیرہ کا بندوبست بھی کردوں گا۔''

اس کے بعد وہ اپنی ٹیکسی میں وہاں سے رخصت ہوگیا۔

کاشانوک کے جانے کے بعد فلوجی ہمارے پاس آیا اور رات کے کھانے کے بارے میں پوچھنے لگا۔ وہ گزارہ چلاؤ انگریزی بول لیتا تھا۔ میں نے اس سے جو بھی مختصر گفتگو کی اس سے اندازہ ہوا کہ وہ ایک بردبار اور معاملہ فہم انسان تھا۔ میں نے اسے کھانے کے بارے میں بتادیا کہ دو گھنٹے بعد کھائیں گے۔ وہ ہمیں اس کمرے میں چھوڑ کر گھر کے دوسرے حصے میں چلا گیا۔

میں نے لی یان سے کہا ''کیا نہانے کا موڈ ہے؟''

ہم نے ایک بجے دوپہر نیکسل والے اپارٹمنٹ میں بھرپور ہاتھ لیا تھا لیکن جو گندرپال والے بنگلے میں ہم جن حالات سے گزرے' وہ ایک طویل شاور کا تقاضا کررہے تھے۔ تھکن نے ہمارے جسموں کو بے حال کررکھا تھا۔ پچھلے دو دن سے ہم مارا ماری میں اس قدر مصروف رہے تھے کہ پوری طرح آرام کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ اس حوالے سے آنے والی رات ہمارے لیے کسی تحفے سے کم نہیں تھی۔ ہم بے فکری سے اپنی نیند پوری کرسکتے تھے..... اور سونے سے قبل اگر گرم شاور لے لیتے تو یہ سونے پہ سہاگا والی بات

ہوتی۔

''اس میں موڈ کی کیا بات ہے۔'' اس نے جواب میں کہا ''میں ایک بھرپور باتھ کی ضرورت محسوس کررہی ہوں لیکن کیا نہانے کے بعد بھی ہم یہی لباس دوبارہ پہنیں گے؟''

اس کا سوال بہت اہم تھا۔ جواب دینے سے پہلے میں اس دیوار گیر الماری کی جانب بڑھ گیا جس کا ذکر کاشانوک نے کیا تھا۔ میں نے مذکورہ چوبی الماری کھول کر اندر جھانکا۔ وہاں اچھے خاصے کپڑے موجود تھے جو باقاعدہ کسی لانڈری سے دھل کر آئے تھے۔ ان میں زیادہ تعداد جینز اور ہر قسم کی شرٹس کی تھی۔ ایک جانب بینگر پر دو گرم جیکٹس بھی ٹنگی دکھائی دیں۔ جینز ایک ایسا لباس ہے جسے مرد وزن ایک سا استعمال میں لاسکتے ہیں۔ کاشانوک کی ہائیٹ ہم دونوں کے درمیان تھی۔ اس کی جینز میرے جسم پر تو چل جاتی البتہ' لی یان کو پائنچے فولڈ کرنا پڑتے۔ تھوڑا سا مسئلہ کمر کے ساتھ بھی پیش آسکتا تھا بہرحال مجبوری شکریے کا نام ہے۔ سو کررات گزارنے کے لیے وہ لباس برا نہیں تھا۔

''کام بن گیا!'' میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''پہلے تم شاور لے لو۔ بعد میں' میں لوں گا اور اپنے لیے کسی لباس کا بھی انتخاب کرلوں۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے الماری کی جانب اشارہ کردیا ''نہانے کے بعد تمہیں میلا لباس پہننے کی ضرورت نہیں۔''

لی یان نے نظریہ ضرورت کے تحت اپنے لیے لباس منتخب کرلیا۔ جب وہ واش روم کی طرف جانے لگی تو میں نے کہا ''اپنا سیل مجھے دے دو۔''

اس نے اپنی جیب میں سے موبائل فون نکال کر میرے حوالے کردیا۔

میں اپنے سیل کو کافی استعمال کرچکا تھا لہٰذا اس کی بیٹری تقریباً ختم ہوچکی تھی۔ جب کہ لی یان کے سیل کی بیٹری فل چارج شو کررہی تھی اس نے موبائل فون کو برائے نام ہی استعمال کیا تھا اور وہ بھی کال سننے کی حد تک۔

اس وقت میں ربی موشے ہائمن سے ہم کلام ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے جوگندر پال کے بنگلے میں سے اس تک یہ اطلاع پہنچا دی تھی کہ وہ اپنے موبائل کو آن رکھے۔ میں تھوڑی دیر بعد اس سے رابطہ کروں گا..... اور یہ تھوڑی دیر اب لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹے میں بدل چکی تھی۔

میں ایک آرام چیئر پر ایزی ہوکر بیٹھ گیا اور لی یان والے موبائل سے' ربی موشے ہائمن کے سیل پر فون کیا۔ شاید وہ بڑی بے تابی سے میری کال کا انتظار کررہا تھا۔ پہلی گھنٹی پر ہی اس نے ریسپشن دیا۔

''ہیلو!'' اس کی مخصوص آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''ہیڈ آفنرنون موشے ہائمن!'' میں نے کہا ''تم قیلولہ تو نہیں کررہے تھے؟''

''اوہ' یہ تم ہو!'' اس نے میری آواز پہچان لی۔

''کیا کوئی اور بھی ہوسکتا ہے؟'' میں نے سلگانے والے انداز میں کہا۔

''تم نے اپنے جرائم میں بڑا سنگین اضافہ کرلیا ہے وجدان!'' وہ پھنکار سے مشابہ آواز میں بولا۔ میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''اور تم قدم قدم پر نیکیاں کمارہے ہو نا؟''

وہ میرے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا ''بتاؤ' تم نے ڈین اور کلاڈیا کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

''میرا خیال ہے تمہیں ان کے حسرت ناک انجام کی خبر مل چکی ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''وہاں جو گندر پال کے بنگلے پر اسرائیل ایمبیسی کے عملے کے چند افراد موجود ہیں جو تمہارے اشارے پر ہی حرکت میں آئے ہیں۔ تم یوں انجان بن کر اپنا دامن بچانے کی کوشش نہ کرو!''

''ہوں!'' اس نے گمبھیر آواز میں کہا ''تم نے جوگندر پال کے بنگلے کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے وہاں سے کافی دور ہو؟'' وہ ٹٹولنے والے انداز میں بولا۔

''اس بنگلے سے تو کیا' میں تمہارے وہم وگمان سے بھی دور نکل چکا ہوں۔'' میں نے اسے چکر دینے کی خاطر کہا ''تمہاری اطلاع کے لیے بتادوں کہ میں اس وقت گھنٹڈو سے باہر..... بلکہ نیپال سے باہر جاچکا ہوں۔''

''ناممکن!'' وہ قطعیت سے بولا ''تم ایسا نہیں کرسکتے۔''

''تم کسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے لیے میری طرف سے آزاد ہو۔'' میں نے کہا۔

وہ بڑی رعونت سے بولا ''میں نے گھنٹڈو میں تمہارے لیے ایسا جال بچھا دیا ہے کہ تم اب کسی بھی راستے وہاں سے باہر نہیں جاسکتے۔ بہت جلد تمہیں پکڑ لیا جائے گا۔''

''ایسے کئی جال تم نے امریکا میں بھی' میری راہ میں بچھائے تھے۔'' میں نے اس کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہا ''لیکن دیکھ لو' میں نے کس طرح تمہارے جالوں کا سواستیاناس مار کے رکھ دیا۔'' میں ایک لمحے کے لیے رکا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہاری تعلیاں سننے کے لیے فون نہیں کیا۔ بتاؤ میری ساحل کو کب واپس کررہے ہو؟''



''تم جب چاہو گے' ساحل مل جائے گی!''

''میں نے کب اس کی چاہت نہیں کی؟''

''تمہاری چاہت کھوکھلی ہے وجدان!''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا ''میں تمہیں ایک شرط پر ساحل دینے کو تیار ہوں۔''

''اور وہ شرط یہ ہے کہ میں خود کو تمہارے حوالے کردوں۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''پہلے یہی شرط تھی لیکن اب میں نے تمہاری خاطر اپنے مطالبے کو تھوڑا نرم کرلیا ہے۔''

''میں تمہاری نرمی کا لفظی مظاہرہ دیکھنے کو بے قرار ہوں۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا ''بتاؤ تم مجھ پر کون سی مہربانی کرنے والے ہو؟''

وہ میرے ترش الفاظ کو برا منہ بنائے بغیر پی گیا اور گمبھیر انداز میں بولا ''وجدان! تم نے مجھے' یہودی قوم کو اور امریکا کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ تمہارے جرائم کی فہرست اتنی طویل اور سنگین ہے کہ تمہیں کم از کم پانچ سو سال کی سزائے سخت ملنی چاہیے.....''

''جانتا ہوں۔'' میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''تم لوگوں نے مجھے ''امریکا دشمن'' کا ٹائٹل دے رکھا ہے۔ میں تمہاری نظر میں دہشت گرد نمبر ون ہوں اور تمہارے لیے ''موسٹ وانٹیڈ'' کی حیثیت اختیار کرچکا ہوں لیکن یہ بھی تو دیکھو یہ سب کچھ تم ہی لوگوں کا کیا دھرا ہے!''

میں ایک لمحے کے لیے سانس لینے کو رکا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ''میں نے جو کچھ بھی کیا' حفاظتِ خود اختیاری میں کیا یا پھر تمہاری اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لو۔ تم لوگ جو بھی کروہ جرائم کی بیخ کنی کہلائے گا اور تمہاری زیادتی وظلم کے خلاف اگر کوئی آواز بلند کرے تو تم لوگ اسے دہشت گرد قرار دے دیتے ہو۔ تمہارا یہ خود ساختہ اصول بہت ہی منافقانہ اور ظالمانہ ہے۔ درحقیقت تم لوگ اس زمین کے سب سے بڑے غنڈے اور دہشت گرد ہو۔''

میں نے دل کا غبار نکالنے کے لیے ربی کو کھری کھری سناڈالیں۔ وہ متحمل لہجے میں بولا ''وجدان! تم بہت عمدہ جذباتی تقریر کرلیتے ہو۔ بہرحال میں تمہیں بتا رہا تھا کہ تمہارے سلسلے میں' میں نے اپنی پالیسی کو بڑی حد تک نرم کرلیا ہے۔ میں تمہارے سنگین ترین تمام جرائم معاف کرنے کو تیار ہوں اور اس کے ساتھ ہی ساحل کو بھی تمہارے حوالے کردوں گا۔ بس تمہیں میری صرف ایک بات ماننا ہوگی۔''

''جلدی سے وہ بات بھی بتادو۔'' وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ''مجھے صرف وہ پانچ نایاب پتھر چاہئیں جو بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے میں محفوظ ہیں۔ ایک ہاتھ دو' ایک ہاتھ لو..... کے اصول کے مطابق' تم وہ پتھر میرے حوالے کردو میں ساحل کو تمہیں سونپ دوں گا۔''

وہ کم بخت میری ساحل کو رنگ برنگ پتھروں میں تول رہا تھا' ایک انسان کو مٹی میں رول رہا تھا۔ اس کی بات سن کر میں تاؤ میں آگیا۔ میں نے کٹیلے لہجے میں کہا۔

''تم تو اس دنیا کے سب سے زیادہ بااختیار انسان ہو۔ پھر ایک معمولی سے کام کے لیے میرے محتاج کیوں ہو؟''

''یہ معمولی کام نہیں ہے وجدان!'' اس کی آواز میں بلا کا ٹھہراؤ تھا ''میرے تجربے اور مشاہدے نے مجھے بتایا ہے' یہ کام اتنا سہل نہیں جتنا یہ ظاہر دکھائی دیتا ہے..... اور میں اس نتیجے پر بھی پہنچ گیا ہوں کہ یہ مشکل کام تمہارے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا!''

گویا ربی موشے ہائمن نے کھل کر اپنی ناکامی... کا اعتراف کرلیا تھا۔

میں نے کہا ''ربی! تم بھی عجیب متضاد باتیں کررہے ہو۔ ایک طرف کہتے ہو' تم نے مجھے ٹریپ کرنے کے لیے گھنٹڈو کے چپے چپے پر پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جانب یہ بھی وعدہ کررہے ہو کہ اگر میں عبادت گاہ کے تہ خانے سے وہ پانچ قیمتی پتھر نکال کر تمہارے حوالے کردوں تو تم بڑی شرافت سے میری ساحل کو آزاد کردو گے۔ یہ منافقانہ پن کی انتہا نہیں ہے؟''

''تمہاری سمجھ کا ہیر پھیر ہے وجدان!'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا ''ورنہ میں نے تو ایک نہایت ہی سمپل بات کی ہے۔ تم جذبات میں بہے جارہے ہو۔ شاید تم نے میری بات کو توجہ سے نہیں سنا۔''

میں نے کہا ''میں توجہ سے سنوں یا عدم توجہی سے' اس سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی اور سچی بات تو یہ ہے کہ تم مجھے کوئی نیا فریب دینے کی کوشش میں ہو۔''

''میں تمہاری بدگمانی کا کوئی علاج نہیں کرسکتا۔'' وہ برہمی سے بولا۔

میں نے کہا ''علاج کی مجھے نہیں بلکہ تمہیں ضرورت ہے اور تمہارا علاج میں ہی کروں گا۔''

''تم الٹی کھوپڑی کے آدمی ہو۔'' وہ میرے الفاظ کی کڑواہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا ''میں نے تم سے ایک سیدھی اور کھری بات کی ہے۔ تم پتا نہیں' کیا کیا مطلب نکال رہے ہو؟''

''تم اور سیدھے..... اور کھرے بھی!'' میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا ''میرا قہقہہ لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''قہقہہ لگانا یا رونا' یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔'' وہ خفگی آمیز لہجے میں بولا ''میں اپنی پیشکش کو دہرا رہا ہوں۔ میری بات کو غور سے سنو۔''

میں نے کچھ نہ کہا اور سیل کو کان سے لگائے خاموش بیٹھا رہا۔

اسی دوران میں لی یان واش روم سے نکل آئی۔ مجھے سیل کے ساتھ مصروف دیکھ کر وہ چپکے سے بیڈ کے کنارے پر آ بیٹھی۔ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ربی کی جانب متوجہ ہوگیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''وجدان! اگر تم میرے مطلوبہ پانچوں پتھر عبادت گاہ کے تہ خانے سے نکال لاؤ تو میں' جہاں تم کہو گے تمہاری ساحل کو وہیں پہنچا دوں گا۔ پہلے تم ساحل کو وصول کرنا پھر پتھر میرے آدمی کے حوالے کر دینا۔ بولو منظور ہے؟''

''اور اس کے بدلے تم میری اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کر دو گے؟''

''بالکل!'' وہ قطعیت سے بولا ''تم اسے ایک صاف شفاف قسم کی سودے بازی سمجھ لو۔''

''میں اپنی مرضی سے سودا گری کرتا ہوں۔'' میں نے کہا ''اس لیے تمہاری پیشکش مجھے منظور نہیں۔''

''تم اپنی زندگی کے آخری گولڈن چانس کو گنوا رہے ہو!'' اس کے لہجے میں دھمکی شامل ہوگئی۔

میں نے اسی کے انداز میں کہا ''میں اپنا اچھا برا بخوبی سمجھتا ہوں۔ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو کہ وہ قیمتی پتھر تم اپنی زندگی میں کبھی حاصل کر سکو گے۔ تم انہی کے تصور میں حسرت ناک موت مرو گے۔''

کاش اس وقت میں وڈیو فون پر ربی سے ہم کلام ہوتا۔ میرے تیکھے الفاظ نے اس کے چہرے کے نقوش کو جس طرح بگاڑا ہوگا وہ نظارہ بڑا محظوظ کن ثابت ہو سکتا تھا۔ میں تصور میں اسے پیچ و تاب کھاتے ہوئے دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

''وجدان! میرے پاس طاقت اور اختیار کی کوئی کمی نہیں اور تم جوانی و تجربے کی طاقت سے مالا مال ہو۔ یاد رکھو' جب بھی اختیار اور جوانی کی طاقت آپس میں ٹکراتی ہے تو بڑی آفت مچاتی ہے پھر سب کچھ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔''

''یہ دونوں قوتیں پچھلے کچھ عرصے سے آپس میں ٹکراتی چلی آ رہی ہیں۔'' میں نے معتدل انداز میں کہا ''اور فریقین اس ٹکراؤ سے خاطر خواہ نقصان بھی اٹھا رہے ہیں۔ تم اس وقت مجھے کون سی نئی پٹی پڑھا رہے ہو؟''

''افسوس.....!'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا ''اس وقت تمہارا دماغ کام نہیں کر رہا اس لیے فائدے کی کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی بہرحال' میں نے تمہارے سامنے جو پیشکش رکھی ہے وہ محدود مدت کے لیے ہے۔ اس کے بعد ہمارے درمیان مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔''

میں نے دوٹوک انداز میں اس پر واضح کر دیا ''دیکھو موشے ہائمن! یہ محترم اور قابل صد تقلید ربی تم دوسروں کے لیے ہو گے۔ میں اول آخر تمہیں اپنا دشمن سمجھتا ہوں چنانچہ اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میں تمہاری کسی چال میں آ جاؤں گا۔ ان پانچ پتھروں کی طرف سے تو تم منہ دھو رکھو..... اور مجھے بھی دوست بنانے کی کوشش ترک کر دو۔''

میں سانس لینے کے لیے تھوڑا متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ''سچی بات یہ ہے کہ تم ان پتھروں کے حصول کے سلسلے میں بری طرح مایوس اور ناکامیاب ہو چکے ہو اس لیے میری منت خوشامد پر مجبور ہو جبکہ میں نے کبھی مایوس ہونا نہیں سیکھا۔ مجھے پورا یقین ہے' میں ایک دن اپنی ساحل کو تمہارے چنگل سے ضرور آزاد کرا لوں گا..... اور وہ دن اب زیادہ دور نہیں ہے۔ کیپ ان مائنڈ موشے ہائمن!''

اس نے جھلا کر فون بند کر دیا۔ یہ بھی اس کی ناکامی... کا ایک بین ثبوت تھا۔

یہودیوں کی چالبازی اور مکاری پوری دنیا میں مشہور ہے۔ میں اگر یہ سوچتا کہ ربی میرے لیے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتا ہے تو ایسا سوچنا سراسر حماقت ہوتی۔ اس کی رگوں میں کینہ پرور اور منتقم المزاج خون دوڑ رہا تھا۔ وہ میری ہمدردی اور بھلائی کے بارے میں کیسے سوچ سکتا تھا۔ امریکا اور پوری یہودی قوم مجھے ایک خطرناک دہشت گرد قرار دے چکے تھے۔ یہ لوگ تو اپنے خلاف ایک لفظ بولنے والے کو معاف نہیں کرتے۔ اس پر ڈھیروں الٹے سیدھے مقدمے بنا کر ساری زندگی کے لیے آہنی سلاخوں کے پیچھے فٹ



کر دیتے ہیں۔ میں نے تو ربی اور اس کی لابی کو جتنا نقصان پہنچایا تھا وہ دن رات اس کے شمار میں مصروف تھے اور اسے ضرب در ضرب کرنے کے چکر میں تھے۔ میں ربی کی کسی سازشانہ چال میں کیونکر آ جاتا۔

لی یان میرے اور ربی کے درمیان جاری رسا کشی سے پوری طرح آگاہ ہو چکی تھی۔ وہ بھی ربی کے لیے اپنے دل و دماغ میں بہت زیادہ غصہ رکھتی تھی۔ اس کے شوہر کی المناک موت کا ذمے دار بھی ربی ہی تھا۔ میں نے سیل کو آف کر کے ایک طرف رکھا تو وہ میری جانب متوجہ ہوگئی۔

میں نے اسے مختصر الفاظ میں' ربی سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ گفتگو کا آخری حصہ اس نے بھی سن لیا تھا۔ میری بات مکمل ہوئی تو اس نے کہا۔

''وجدان! ربی کسی بھی طریقے سے تمہیں اپنے قابو میں کرنا چاہتا ہے۔ یہ نئی چال بھی اس نے اسی سلسلے میں چلی ہے۔''

میں نے کہا ''میں اس کی چالبازیوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔''

''تم نے اس سے ساحل کی خیر خیریت بھی پوچھی؟''

''ہاں' وہ اس کی قید میں ٹھیک ہے۔''

لی یان کو مطمئن کرنے کے لیے میں نے یہ بات اپنی طرف سے کہہ دی تھی۔ اس کے علم میں نہیں تھا کہ میں ٹیکسی میں سفر کے دوران میں ساحل کی خیریت معلوم کر چکا تھا۔ وہ یہ تو سمجھ گئی تھی کہ میں جب بھی آنکھیں بند کرتا ہوں تو کسی خاص کام میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ کس کام میں.....؟ شاید اس بات کا اسے ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں تھا۔ لی یان جتنی میرے تجربے میں آئی تھی اس کی بنا پر میں نے اسے بھروسے کے قابل پایا تھا۔ اس نے اب تک ڈٹ کر میرے دشمنوں کا صفایا کیا تھا۔ مجھے یقین تھا' وہ میری خاطر اپنی جان کو تو داؤ پر لگا سکتی ہے لیکن مجھے نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس کے بارے میں' میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ کسی مناسب موقع پر میں اسے اپنی آنکھیں بند کرنے کے ''راز'' سے آگاہ کر دوں گا تاکہ اس کا ذہن خوامخواہ کسی الجھن میں گرفتار نہ ہو۔

لی یان ایک بھرپور ہاتھ لے چکی تھی۔ اب میری باری تھی۔ ربی موشے ہائمن نے اپنی منافقانہ باتوں سے میرے دماغ کا درجۂ حرارت خاصا بلند کر دیا تھا۔ لوہا' لوہے کو کاٹتا ہے۔ میں بھی گرم شادر کے ذریعے اپنے وجود میں پھیلی ہوئی تپش کو ٹھنڈا کرنے لگا۔

رات کا کھانا ہم نے آٹھ بجے کھایا۔ کاشانوک نے فلوجی کی بجا تعریف کی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں واقعی بہت لذت تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لی یان سے کہا۔

''باہر کا راؤنڈ لگانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''اس ڈریس میں تو میں ہرگز باہر نہیں نکلوں گی۔'' اس نے جینز کی طرف اشارہ کیا۔

میں زیرِ لب مسکرا کر رہ گیا۔ وہ تھوڑا سا خفیف ہوئی تاہم خاموش رہی۔

بات دراصل یہ تھی کہ کاشانوک کا لباس میرے لیے تو بڑی حد تک مناسب رہا تھا۔ جینز کی لمبائی ویسے بھی کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے جس نے ہمارے درمیان قامت کے تفاوت کا مسئلہ حل کر دیا تھا لیکن لی یان اس سلسلے میں خاصا ان ایزی محسوس کر رہی تھی۔ اس نے جینز کے پائنچے تو موڑ لیے تھے لیکن ویسٹ' پرابلم کر رہی تھی حالانکہ اس نے جینز میں بیلٹ بھی لگا لیا تھا۔ کمر میں ایک دو انچ کا فرق ہو تو چل جاتا ہے مگر چار پانچ انچ کا فرق بیلٹ لگانے کے باوجود بھی ایک مصیبت کھڑی کر دیتا ہے۔ نتیجتاً' ہم نے گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ پورا دن اور اس سے گزشتہ والی رات ہم نے مسلسل سفر اور مار ماری میں گزاری تھی۔ اس دوران میں اگرچہ عبادت گاہ کی طرف سے گھنٹنڈ آتے ہوئے ہمیں تھوڑی نیند پوری کرنے کا موقع ملا تھا لیکن کسی آرام دہ بستر پر دراز ہو کر لی جانے والی پُرسکون نیند اور جیپ کی ہچکولے دار سیٹ پر مجبوری کی حالت میں آ جانے والی نیند میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے چنانچہ جب ہمارے پیٹ میں خوش ذائقہ کھانے نے جگہ بنائی اور ہمارے سامنے فی الحال کوئی مصروفیت بھی دکھائی نہ دی تو جسم و جان کی ساری تھکن اچانک ہی ہم پر حملہ آور ہوگئی۔

لی یان نے ایک طویل جماہی لیتے ہوئے کہا ''میرا تو جی چاہ رہا ہے' ایسی لمبی تان کر سوؤں کہ پھر روزِ حشر ہی آنکھ کھلے۔''

''تم لمبی تان کر ضرور سو جاؤ لیکن روزِ حشر کو ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے اس کی نیند بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''بس زیادہ سے زیادہ کل صبح تک بیدار ہو جانا۔ ہمیں آئندہ کا پروگرام بھی بنانا ہے۔ میں تمہارے جاگنے کے انتظار میں قیامت تک یہاں بیٹھا نہیں سو سکتا۔''

اس لطیف مذاق پر وہ دھیرے سے مسکرا دی اور کمرے

میں چاروں جانب نگاہ دوڑاتے ہوئے بولی ''ہم سوئیں گے کس طرح؟''

میں اس کے سوال کی تہ میں پہنچ گیا۔ اس کمرے میں درمیانے سائز کا صرف ایک ہی بیڈ بچھا ہوا تھا۔ اس بیڈ کے علاوہ ایک آرم چیئر، چھوٹی سی ڈریسنگ ایک دیوار گیر چوبی الماری وہاں موجود تھی۔ کمرے کا فرش قالین پوش تھا۔ لی یان نے ایک بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے سونے والی بات کی تھی۔ میں ناراض وقت کی کلفت کو دھونے کے لیے تھوڑا غیر سنجیدہ ہوگیا' لی یان سے تفریح لیتے ہوئے کہا۔

''سونے کا ایک نہایت ہی آسان ٹوٹکا مجھے معلوم ہے!''

وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی ''تم کون سے ٹوٹکے کی بات کررہے ہو؟''

''کہیں بھی کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر یا پھر دراز ہوکر آنکھیں بند کرلو۔'' میں نے انتہائی سنجیدہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا ''اور بس..... سوجاؤ۔''

''وجدان! کیا تم ایسے حالات میں بھی مذاق کرلیتے ہو؟'' وہ حیرت سے بولی۔

میں نے بھی حیران ہوکر پوچھا ''کیا ہنسی مذاق کے لیے کسی خاص قسم کے حالات درکار ہوتے ہیں؟''

''مم..... میرا مطلب تھا کہ.....''

''مطلب کی بات بعد میں کریں گے۔'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''فی الحال' سب سے اہم موضوع اور ضرورت ہماری نیند ہے۔ شرافت سے اس بیڈ پر لیٹ جاؤ اور پلک جھپکتے میں وادیٔ نیند میں اتر جاؤ۔''

''اور تم.....!'' وہ میری جانب انگلی اٹھاتے ہوئے بولی ''کیا تمہارا سونے کا ارادہ نہیں ہے؟''

''میں آرم چیئر پر اپنی نیند پوری کرلوں گا۔'' میں نے سادگی سے جواب دیا۔

وہ معنی خیز انداز میں بولی ''یہ آرام چیئر نہیں' آرم چیئر ہے!''

''تم نے سنا نہیں' نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے؟''

''تو پھر اس سولی پر مجھے ہی چڑھنے دو۔''

''یہ نہیں ہوسکتا لی یان!''

''کیوں نہیں ہوسکتا؟''

میں نے اس سے بحث میں الجھنا مناسب نہ سمجھا اور ٹالنے والے انداز میں کہا ''میں تھوڑی دیر بعد سوؤں گا۔ اگر آرم چیئر پر نیند نہ آسکی تو نیچے قالین پر لیٹ جاؤں گا۔ فی الحال میں فلوجی سے تھوڑی گپ شپ کرنے جارہا ہوں۔ تم اطمینان سے بیڈ پر سوجاؤ۔''

اس نے بھی زیادہ مزاحمت نہیں کی اور جاکر بستر پر دراز ہوگئی۔ میں کمرے سے جانے لگا تو اس نے کہا ''جلدی آجانا وجدان!''

''کیا تمہیں میری غیر موجودی میں ڈر محسوس ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولی ''میں تمہارے آرام اور نیند کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے' میں تمہاری بات کو ذہن میں رکھوں گا۔'' میں نے اس پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا ''بہرحال' میرا اتنا خیال رکھنے کا بہت بہت شکریہ۔''

وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی۔ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔

کاشانوک نے فلوجی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ اعتماد اور بھروسے کا آدمی ہے لیکن میں اس رائے پر آنکھیں بند کرکے یقین نہیں کرسکتا تھا۔ ہم جس نوعیت کے سنگین حالات سے گزر رہے تھے ان میں بعض اوقات اپنے سائے کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھنا پڑتا ہے کہ کہیں یہ ہمارے کسی دشمن کا ہیولا تو نہیں۔ لہٰذا فلوجی کو چیک کرنا ازحد ضروری تھا۔

فلوجی اس گھر اور گھر میں قیام کرنے والوں کی حفاظت اور نگہداشت پر مامور تھا لہٰذا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو وہ جاگ رہا تھا۔ اس کا کمرا آٹھ بائی دس فٹ کا رہا ہوگا۔ یہ گھر کے ابتدائی حصے میں لمبوترے ڈرائنگ روم کے سامنے واقع تھا۔ ڈرائنگ روم کی پیمائش میرے اندازے کے مطابق کوئی آٹھ ضرب چوبیس فٹ کے قریب تھی جس کے ایک حصے میں بڑی سی ڈائننگ ٹیبل بھی بچھی ہوئی تھی۔ ہم نے ڈنر اسی ٹیبل پر کیا تھا۔ مذکورہ ٹیبل پر بیک وقت درجن بھر افراد بیٹھ کر کھانا کھاسکتے تھے۔ ڈرائنگ کم ڈائننگ روم کی سیٹنگ پے ان گیسٹ ہاؤس کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی گئی تھی۔

میں لگ بھگ آدھے گھنٹے تک فلوجی کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہا اور کاشانوک کی رائے سے اتفاق کرنے کو تیار ہوگیا۔ فلوجی اپنے کام سے کام رکھنے والا ایک سادہ مزاج' فرض شناس اور وفادار شخص تھا۔ اس کی عمر کے بارے میں میرا خدشہ بالکل درست ثابت ہوا۔ میں نے اس کی صورت کو دیکھتے ہوئے بچپن سے ساٹھ تک کا اندازہ قائم

کیا تھا لیکن وہ میرے خدشے کے عین مطابق ستر کا نکلا تھا۔ تبت اور چین کے باسی خاصے عمر دراز اور عمر چور واقع ہوئے ہیں۔

جب میں فلوجی کو شب بخیر کہہ کر اپنے کمرے میں واپس آیا تو ایک حیرت انگیز منظر نے میرا استقبال کیا۔ کمرے کی لائٹ آن تھی اور لی یان سکڑی سمٹی ہوئی آرم چیئر کے اندر گھسی بیٹھی تھی۔ میں یہی سمجھا شاید وہ میرے انتظار میں جاگ رہی ہے۔ اس نے کہنے کو تو کہہ تو دیا تھا کہ اسے کمرے میں ڈر محسوس نہیں ہوگا لیکن اس حوالے سے میں عورتوں کی ایک مخصوص نفسیات سے بخوبی واقف تھا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے بہ آہستگی اسے آواز دی ''لی یان.....!''

جب اس نے میری پکار کا جواب نہ دیا تو میری جرأت دو چند ہوگئی۔ کرسی کی پشت میری جانب تھی چنانچہ میں فوری طور پر اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں لپک کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ گھٹنوں کو پیٹ میں دبائے اور ٹھوڑی کو سینے پر ٹکائے بے خبر سو رہی تھی۔ میں جب فلوجی کی طرف گیا تھا تو وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میری جانے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر اس کرسی میں دھنسی تھی اور مقصد بھی صاف نظر آرہا تھا۔ وہ چاہتی تھی، میں آرام سے بیڈ پر سو جاؤں۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ میں آرام سے پھیل کر پورے بیڈ پر سوؤں اور وہ بے سکونی سے آرم چیئر میں گھسی رہے وہ موسم سرما کی ایک سرد رات تھی۔ سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے کمرے میں ہیٹنگ سسٹم موجود تھا لیکن اس کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ اوڑھنا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لیے وہاں گرم کمبل موجود تھے۔

میں چند لمحے خاموش کھڑا سوئی ہوئی لی یان کو دیکھتا رہا۔ اس کی سانس لینے کی آواز کمرے میں ابھر رہی تھی جس سے پتا چلتا تھا، وہ گہری نیند میں ہے۔ پہلے میرے جی میں آئی کہ اسے جگا کر بستر کی طرف جانے کو کہوں لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کردیا۔ بیدار ہونے کے بعد وہ ضد کرسکتی تھی کہ میں ادھر بستر پر سو جاؤں۔

میں ایک فوری خیال کے تحت نیچے جھکا اور دونوں طرف سے ہاتھ ڈال کر اسے اپنی آغوش میں بھر لیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ میری اس عمل سے کہیں اس کی آنکھ نہ کھل جائے۔ میرا خدشہ غلط ثابت ہوا۔ میں نے اسے کسی بے خبر سوئے ہوئے بچے کے مانند اٹھا کر کرسی سے باہر نکال لیا۔ میرا ایک بازو اس کی گردن کے نیچے اور دوسرا گھٹنوں کے نیچے تھا۔ میں نے اسی طرح اٹھائے اٹھائے اسے لاکر دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔

وہ واقعی گہری نیند میں تھی۔ میں نے گٹھری کی صورت جیسے ہی اسے بستر پر ڈالا وہ اسی پوزیشن میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ میں نے گھٹنوں پر مڑی ہوئی اس کی ٹانگوں کو بہ آہستگی سیدھا کردیا اور اسی وقت مجھے چونک جانا پڑا۔

لی یان نے جینز کو کمر پر سہارا دینے کے لیے چوڑے بکل والا بیلٹ لگا لیا تھا اور احتیاط میں وہ اس حد تک گزر گئی کہ اس نے بیلٹ کو کچھ زیادہ ہی ٹائٹ کردیا تھا۔ شکم سیری کے بعد ظاہر ہے، پیٹ کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے لہٰذا وہ بیلٹ ضرورت سے زیادہ ٹائٹ ہوگیا تھا، خاص طور پر اس کا چوڑا دھاتی بکل لی یان کے پیٹ میں بڑی بے دردی سے دھنسا ہوا تھا۔ وہ گہری نیند میں نہ ہوتی تو اس دھکن کو فوراً محسوس کرلیتی۔ میں نے بے خبری کی اس تکلیف سے اسے نجات دلانے کا فیصلہ کرلیا۔

میں نے بہ آہستگی وہ بیلٹ کھول ڈالا۔ اس کی کمر جکڑ سے آزاد ہوگئی اور جینز، عرب گلوکارہ شاکرہ کی جینز کا نقشہ پیش کرنے لگی۔ میں نے یک لخت اس کے پیٹ پر سے نگاہ ہٹائی اور اسے گرم کمبل اوڑھانے کے بعد آرم چیئر کی طرف آگیا۔ لی یان کی کیفیت کو دیکھ کر میری کن پٹیاں سلگنے لگی تھیں۔

میں آرم چیئر میں بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یوگا کے مخصوص سانس لینے کے انداز میں جب میں نے ان ہیل اور ایگزہیل کیا تو میرے وجود میں پھیلنے والے انتشار کو قرار آگیا۔ پرانا یام کی مشق نے مجھے شانت کردیا۔

میں تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموش بیٹھا رہا پھر آنکھیں کھول دیں۔ اسی لمحے مجھے خیال آیا کہ ذرا ٹیلگری کی خبر لینا چاہیے۔ اس نے یہ کیا تماشا لگا رکھا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ چپ چپاتے میرے پاس آنے لگی تھی حالاں کہ کراچی میں جب ہماری آخری بالمشافہ ملاقات ہوئی تھی تو اس نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ وہ اب ازخود بھی میرے پاس نہیں آئے گی بلکہ مجھے اپنے پاس ہمالیہ کی گود میں آنے پر مجبور کردے گی اور اس وقت میں ہمالیہ کی گود سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر کھٹمنڈو میں تھا۔ ان حالات میں خوامخواہ ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا تھا کہ کہیں میں ٹیلگری کے چلائے ہوئے کسی چکر میں ٹریپ ہو کر تو ادھر کھنچا چلا نہیں آیا؟

بہ ظاہر ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میرے امریکا سے کھٹمنڈو تک پہنچنے کی ٹھوس وجوہات تھیں اور اس مشن میں میرے



ساتھ اور بھی بہت سارے لوگ شامل تھے لیکن ملکۂ کوہ سار ٹیلگری سے بھی کچھ بعید نہیں تھی۔ وہ عظیم ساحرہ تھی اور ہر قسم کا سحر پھونکنا جانتی تھی۔ افسوس کہ اس کا کوئی جادو مجھ پر نہ چل سکا اور اسی سبب وہ مجھ سے خفا ہو کر چلی گئی تھی۔

میں کچھ عرصہ پہلے تک یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھ سے ناراض ہے لیکن اس کی دوبارہ پُراسرار آمد و شد نے مجھے مخمصے میں ڈال دیا تھا۔ اگر واقعی وہ مجھ سے خفا تھی تو دوبارہ میرے پاس کیوں آنے لگی تھی اور اگر ناراض نہیں تھی تو پھر وہ پُراسرار انداز میں خاموشی سے آکر کیوں چلی جاتی تھی۔ ابھی شام میں، جوگندر پال کے بنگلے سے اس طرف آتے ہوئے بھی میں نے ٹیکسی میں اس کی موجودی کو محسوس کیا تھا۔ اس کے بدن کی مخصوص خوش بو میری سانسوں کے راستے تن من میں اتر کر مجھے سرشار کرگئی تھی۔ پتا نہیں، یہ کیسا طلسم تھا؟

میں اس ساحرہ کے بارے میں جتنا بھی سوچتا، ذہن اتنا ہی الجھتا چلا جاتا۔ تیسری آنکھ کے توسط سے میں نے جب بھی اس کے ماحول میں جھانکنے کی کوشش کی، مجھے کام یابی حاصل نہیں ہوسکی تھی۔ اس مرتبہ بھی مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

ابھی تک ٹیلگری اور ربی موشے ہائمن ہی دو ایسی ہستیاں تھیں جن تک میں اور میری تھرڈ آئی رسائی حاصل نہیں کرسکی تھی اور یہ دونوں اپنے شعبے کے مہا ساحر تھے۔ پتا نہیں، انہوں نے میری رسائی کی راہ میں اپنے عمل کی کون سی دیوار چین اٹھا رکھی تھی!

ربی کا خیال آئے اور ساحل کی یاد نہ ستائے، یہ بھلا کیسے ہوسکتا تھا! میں نے بند آنکھوں کے پیچھے تھرڈ آئی کو زحمت دی اور پلک جھپکتے اسی مہلت میں ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اسرائیل کے وقت کے مطابق اس لمحے شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ ساحل اسی کمرے میں دکھائی دی جہاں گزشتہ دو مرتبہ میں نے اسے پایا تھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ٹی وی پر اس وقت اسپورٹ کا کوئی پروگرام نشر کیا جارہا تھا۔ حسبِ معمول وہ کمرے میں تنہا تھی۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ میں جب بھی اس کے ماحول میں پہنچتا تو وہ اکیلی ہوتی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کمرے میں قدم ہی نہ رکھتا ہو۔ کھانا اور اس کی ضرورت کی دیگر اشیا تو اسے کسی انسان کے توسط ہی سے پہنچائی جاتی ہوں گی!

میں بڑی دل چسپی اور دل ربائی کے ساتھ اسے ٹی وی دیکھتے ہوئے تکتا رہا۔ وہ بہت ہی پُرسکون اور مطمئن نظر آرہی تھی۔ ان لمحات میں مجھے اس پر بہت پیار آیا۔ جی میں آئی کہ میں کوئی پرندہ بن جاؤں اور پرواز کرتے ہوئے آن واحد میں اپنی ساحل تک پہنچ جاؤں مگر عملاً یہ ممکن نہیں تھا چنانچہ میں دل مسوس کر رہ گیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے خود کو تسلی دی کہ چلو، یہ بھی غنیمت ہے کہ میں اس تک تصوراتی رسائی حاصل کرنے کے قابل ہوگیا ہوں ورنہ پہلے تو ربی نے ظلم کی انتہا کر رکھی تھی۔

میں نے دل ہی دل میں ساحل کو بڑی محبت سے پکارا ..... فکر نہ کرو تمہاری اسیری کے بہت ہی کم دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں بہت جلد تمہارے پاس اسرائیل پہنچنے والا ہوں اور تمہیں ربی موشے ہائمن کی قید سے نکالنے والا ہوں۔ ہماری جدائی کی گھڑیاں اختتام پذیر ہورہی ہیں۔ اب کوئی ہمیں ملنے سے روک نہیں سکتا!

میں جانتا ہوں، میرے یہ جذبات اور عزائم ساحل تک نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن اس اظہار سے میں خود کو بہت پُرسکون محسوس کرنے لگا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں واقعی چند روز بعد اپنی ساحل کے پاس ہوں گا۔ ان احساسات کا تعلق میری سوچ اور ارادے سے تھا۔ میں نے ہر قیمت پر اسرائیل میں داخل ہونے کا مصمم فیصلہ کرلیا تھا اور مجھے صددفی صد یقین تھا، میں ایسا کرگزروں گا!

میں نے آنکھیں کھولیں تو لی یان سے نظریں چار ہوئیں۔ اسے اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی میں نے اسے گہری نیند میں اس کرسی میں سے نکال کر وہاں بیڈ پر پہنچایا تھا۔ پتا نہیں، وہ کب اور کیسے بیدار ہو کر میرے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔ میری الجھن اور حیرت زبان پر آگئی۔

''لی یان! تم گہری نیند سو رہی تھیں؟'' میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

وہ خمار آلود جماہی لیتے ہوئے بولی ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں واقعی بے خبر سو رہی تھی۔ پتا نہیں اس کرسی سے بیڈ پر کیسے پہنچ گئی!''

''میں نے تمہیں اٹھا کر وہاں ڈالا تھا'' میں نے وضاحت کی۔

''کمال ہے مجھے ذرا پتا نہیں چلا!'' اس نے سرخی مائل آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے کہا ''اس لیے کہ تم ہاتھی گھوڑے بیچ کر سو رہی تھیں۔''

''تم کب واپس آئے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''پندرہ بیس منٹ ہوئے ہوں گے۔''

اس نے ایک اور مخمور جماہی لی اور خاصی بے تکلفی سے بولی ''چلو یہ کرسی خالی کردو۔ میں یہاں سوؤں گی۔'' اس کا لہجہ حتمی تھا ''تم ادھر بیڈ پر جا کر سو جاؤ۔''

''یہ مناسب نہیں کہ میں بیڈ پر سوؤں اور تم کرسی میں پڑی اکڑتی رہو۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی یہ ٹھیک نہیں سمجھتی ہوں کہ تم کرسی پر بے آرام ہوتے رہو۔''

''چلو میں نیچے قالین پر بستر لگا لیتا ہوں۔''

''پھر میں بھی نیچے ہی سو جاتی ہوں۔''

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''ہم دونوں ایک جیسے تھکے ہوئے ہیں اور تمہارا تو بازو بھی زخمی ہے۔ تمہیں مجھ سے زیادہ آرام دہ بستر کی ضرورت ہے یا تو ہم دونوں بیڈ پر سوئیں گے یا پھر نیچے قالین پر۔ میں تمہیں تکلیف میں ڈال کر آرام نہیں کروں گی۔''

اس کے لہجے کی قطعیت نے مجھے باور کرا دیا کہ اگر میں نے اس کی تجویز پر غور نہ کیا تو وہ خود بھی بے آرام ہوگی اور مجھے بھی بے آرام کرے گی۔ ہمیں آرام اور پُرسکون نیند کی اشد ضرورت تھی لہٰذا اس کی بات ماننے پر تیار ہوگیا۔

بیڈ کی موجودگی میں' قالین پوش فرش پر رات بسر کرنا خاصا ناں ٹیکنیکل تھا چنانچہ ہم بستر پر ڈبل گرم کمبل میں دبک کر موسم کی شدت کا مقابلہ کرنے لگے۔

☆☆☆

اگلی صبح بڑی اجلی اور نکھری نکھری سی تھی!

گزشتہ رات کے بھرپور آرام اور پُرسکون نیند نے ہمارے جسم میں سرایت کرنے والی تھکن کو چپکے سے زائل کر دیا تھا۔ ہم خود کو بہت ہلکا پھلکا اور زندگی سے معمور محسوس کر رہے تھے۔ ٹھنڈے ٹھار موسم میں گرم شاور نے ہمارے بدن میں مزید تازگی بھر دی۔ اس دوران میں فلوجی نے ہمارے لیے ناشتا لگا دیا۔

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے تو کاشانوک آ گیا۔ وہ آج بھی اسی ٹیکسی سے آیا تھا جس کے ذریعے کل شام ہم یہاں پہنچے تھے۔ میں اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''کیا فارغ وقت میں تم یہ شغل بھی کرتے ہو؟''

وہ میرا اشارہ نہ سمجھ سکا اور اُلجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے' کیا تم ٹیکسی ڈرائیوری بھی کرتے ہو؟''

اس نے نفی میں گردن ہلائی اور بولا ''یہ میرے ایک دوست کی ہے۔ ہنگامی حالات میں استعمال کے لیے میں کبھی کبھار اس سے لے لیتا ہوں۔ اس قسم کی صورتِ حال میں یہ خاصی محفوظ سواری ہے۔''

وہ بالکل درست کہہ رہا تھا۔ میں نے استفسار کیا ''شہر کی کیا خبریں ہیں؟''

''گھٹنڈو شہر اپنی جگہ پر قائم و دائم ہے۔'' اس نے جواب دیا ''لیکن تم دونوں کے لیے حالات انتہائی ناسازگار ہو چکے ہیں۔ شہر کے ایک ایک انچ پر تمہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ دہاں جو گندر پال کے بنگلے پر جو کچھ ہوا ہے' اس پر پولیس ہیڈ کوارٹر میں بڑی افراتفری مچی ہوئی ہے۔ دو اسرائیلی معزز افراد کا بہیمانہ قتل کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کے علاوہ ایک دلچسپ بات بتاؤں تمہیں!''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا اور سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں جواب میں خاموش رہا تو وہ خود ہی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ جانوس اور جوگندر پال آپس میں بدترین حریف ہیں۔ بنگلا نمبر جے ٹو ہنڈرڈ میں پیش آنے والا خونچکاں واقعہ پریس سے چھپا نہیں رہا۔ عوام کی سوچ یہ رخ اختیار کر رہی ہے کہ اس واردات میں ہو نہ ہو جوگندر پال ہی کا ہاتھ شامل ہے۔''

''اوہ!'' میں نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''جوگندر بے چارہ تو بڑی مصیبت میں آ گیا ہوگا!''

''ہاں' عوامی سطح پر یہی صورتِ حال ہے۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''لیکن جوگندر پال کو اس کی زیادہ پروا نہیں۔ وہ جن طاقت ور اسرائیلیوں کا آلۂ کار بنا ہوا ہے وہ حقیقت سے واقف ہیں لہٰذا جوگندر کے لیے پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ وہ عوامی ردِعمل سے بخوبی نمٹ لے گا۔ پولیس والے اسے پریشان نہیں کر رہے' اس کے لیے یہ اطمینان بخش بات ہے۔''

''اس کا مطلب ہے' پولیس والے بھی یہودی لابی کے دباؤ کے تحت کام کر رہے ہیں؟'' لی یان نے پہلی مرتبہ ہماری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

کاشانوک اثبات میں گردن ہلا کر رہ گیا۔

میں نے پوچھا ''تمہارے لیے یہاں کے حالات کیسے ہیں۔ تم جانوس کے خاص آدمی تھے؟''

''جوگندر پال یہ بات جانتا ہے کہ میں جانوس سے وابستہ تھا۔'' اس نے جواب دیا ''لہٰذا اس نے مجھ سے رابطہ



کر کے مجھے اپنے بنگلے پر پیش آنے والے واقعے کے بارے میں مختصراً بتایا ہے اور تاکید کی ہے کہ میں اب اس کے پاس آ جاؤں ورنہ میری جان کو بھی خطرہ ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ بنگلے پر رکھنا چاہتا ہے۔''

''پھر تم نے اس کی تجویز کے جواب میں کیا کہا؟'' میں نے استفسار کیا۔

''ہمارے درمیان گزشتہ رات بات ہوئی تھی۔'' کاشانوک نے بتایا ''اور میں نے اس سے کہا تھا کہ میں کل کسی وقت اس کے پاس آ جاؤں گا..... یعنی آج.....!'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''میں اگر جوگندر کے بنگلے پر یا اس کے ساتھ رہوں گا تو مجھے اس کی سرگرمیوں کی تازہ ترین اطلاعات ملتی رہیں گی۔ اس طرح میں تمہیں ان کی ممکنہ منصوبہ بندی سے آگاہ کرتا رہوں گا۔ ہمارے درمیان سیٹلر رابطہ رہے گا تو کافی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ تمہارے خیال میں' میں نے درست فیصلہ کیا ہے نا؟''

''تم پہلے بھی دشمنوں کی صفوں میں گھسے بیٹھے تھے اور یہ بھی اسی نوعیت کا فیصلہ ہے۔'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا ''ویسے اس سلسلے میں تمہیں ڈاکٹر مونگ سے مشورہ کرنا چاہیے!''

''اس سے میں مشورہ کر چکا ہوں۔'' اس نے بڑے رسان سے کہا ''اسے میرا یہ فیصلہ بہت پسند آیا ہے۔''

''پھر تو ٹھیک ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا پھر پوچھا ''تم آج کب تک جوگندر پال کی طرف روانہ ہو گے؟''

''میں نے دوپہر کے بعد ادھر جانے کے بارے میں سوچا ہے۔''

''ہمارے کام کا کیا ہوا؟'' میں نے سوال کیا۔

جواب دینے کے بجائے اس نے ایک درمیانے سائز کے بیگ کو کھول لیا۔ یہ بیگ وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس بیگ میں ہمارے لیے کی گئی تازہ ترین شاپنگ کا سامان بھرا ہوا تھا۔ یہ سامان ہمارے لباس' میک اپ کی ضروری اشیا اور موبائل چارجر پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے موبائل فون میں جو سیلولر لائن استعمال ہو رہی تھی اس کے مختلف اسکریچ کارڈز بھی شامل تھے۔ بیگ کے اندر' گھٹنڈو سے شائع ہونے والا صبح کا ایک اخبار بھی رکھا تھا۔ کاشانوک نے وہ اخبار نکال کر ہمارے سامنے پھیلا دیا اور ہمارے بارے میں چھپنے والی خبروں کی نشان دہی کرنے لگا۔

ان خبروں کے مطابق' وجدان نامی ایک خطرناک پاکستانی دہشت گرد پچھلے دو تین دن سے گھٹنڈو میں سرگرمِ عمل تھا۔ وہ اپنی ایک فلپائنی ساتھی لی یان کے ہمراہ امریکا سے یہاں پہنچا تھا۔ ان دونوں مجرموں نے وہاں امریکا میں بھی متعدد وارداتیں کی تھیں۔ ان کی زندگی کا مقصد امریکا خصوصاً یہودیوں کو شدید ترین نقصان پہنچانا ہے۔ ہمارے مشن کو انتہائی خوفناک قرار دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ڈین ہاروے اور کلاڈیا کی موت کا بڑا وحشت ناک نقشہ کھینچا گیا تھا۔ جوگندر پال کے بنگلے پر جو واقعات پیش آئے انہیں یہ پانگ دہل ہم سے منسوب کر کے گھٹنڈو کے عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ ہم پر گہری نظر رکھیں اور ہم جہاں کہیں بھی دکھائی دیں' وہ فوراً پولیس کو مطلع کر دیں۔ ان خبروں کے ساتھ ہی میری اور لی یان کی تصاویر بھی شائع کی گئی تھیں جو یقیناً ربی کے احکام پر متعلقہ افراد نے اخبار والوں کو فراہم کی ہوں گی۔

ہمیں انتہائی خطرناک ثابت کرنے کے لیے اخبار نے دو چار اور واقعات بھی ہم سے جوڑ ڈالے تھے جن میں جانوس کے باڈی گارڈ ڈرائیور سنگھا کی موت' کماری چوک پر پیش آنے والے خون ریز واقعات' رتنا پارک کے بنگلے میں پھیلنے والی ابتری' ہائی وے پر ہونے والی معرکہ آرائی' بستی میں رونما ہونے والا خونچکاں واقعہ اور بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں برپا ہونے والی قیامت شامل تھی۔ عوام کے دلوں میں ہمارے لیے غم و غصے کو اجاگر کرنے کے لیے عبادت گاہ کے تقدس وغیرہ کا بڑھ چڑھ کر ڈھنڈورا پیٹا گیا تھا۔

ویسے یہودی بڑے ہی شاطر اور مکارانہ ذہنیت کے مالک ہیں۔ یہ حالات کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنا جانتے ہیں۔ اس اخبار کی خبروں میں ہمارے کردار کو بالکل الٹ کر منفی انداز میں پیش کیا گیا تھا جس کی تردید کے لیے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ہماری ایسی کوئی بھی حرکت خود ہمارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوتی۔ سامنے آتے ہی ہمیں دھر لیا جاتا۔

عوام کا ذہن بنانے میں اخبارات اور نیوز چینلز کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے اور اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر امریکا کی اجارہ داری ہے۔ آپ اسے صحافت اور سیاست کا عالمی غنڈا کہہ سکتے ہیں۔ عوام چاہے کسی بھی ملک کی ہو وہ ''بے چاری'' ہی ہوتی ہے۔ ان کا وژن محدود ہوتا ہے۔ وہ حالات اور تصادیر کے پیچھے چھپے ہوئے حقائق تک رسائی نہیں رکھتے چنانچہ اخباری خبروں

کی سنسنی خیزی کو دیکھتے ہوئے وہ اسی پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ آج کے اخبارات میں شائع ہونے والی ہماری خبروں نے عوام کے دلوں میں ہمارے لیے نفرت بھر دی ہوگی۔ خصوصاً عبادت گاہ میں پیش آنے والے واقعات نے انہیں جذباتی صدمات سے دوچار کیا ہوگا اور..... ان کی نظر میں اس افسوس ناک واقعے کے ذمّے دار صرف اور صرف ہم تھے!

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور اخبار کو ایک طرف پھینک دیا۔ کاشانوک نے کہا ''یہ تو وہ باتیں ہیں جو عوام تک پہنچائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ نیپالی پولیس کے ذریعے یہودی تم لوگوں کے خلاف جو کارروائی کروا رہے ہیں وہ زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے تم حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔''

''میں تو جہاں بھی جاتا ہوں' حالات خود بخود سنگین ہو جاتے ہیں۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

وہ بولا ''ظاہر ہے' یہ اخبار بودھ ناتھ ویلی میں بھی پہنچا ہے۔ یہاں بدھ مت افراد کی اکثریت آباد ہے اور یہ لوگ عبادت گاہوں کے تقدس کے حوالے سے بہت حساس ہوتے ہیں۔ میں چونکہ خود بھی بدھسٹ ہوں اس لیے یہ بات زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ عوام چونکہ حقائق کی اصل تصویر سے عموماً بے خبر ہوتی ہے لہٰذا اس ویلی کے لوگ بھی اس وقت تم دونوں کے خلاف بھرے بیٹھے ہوں گے۔ ان حالات میں میرا مشورہ یہی ہے کہ تم لوگ اس گھر سے فی الحال باہر نکلنے کی غلطی نہ کرنا ورنہ کوئی بھی شخص اپنے مذہبی جذبات سے مغلوب ہو کر یا پھر کسی انعام کے لالچ میں تمہارے لیے کوئی سنگین مسئلہ کھڑا کر سکتا ہے!''

میں کاشانوک کی بات کو بڑی وضاحت سے سمجھ رہا تھا۔ یہودی لابی مقامی پولیس کو ٹائٹل پر رکھ کر یہاں بھی ہمارے خلاف سرگرم ہو گئی تھی۔ یہ ربی کا اصلی چہرہ تھا۔ وہ منافقت کا نقاب لگا کر بڑے دوستانہ انداز میں مجھ سے سودے بازی بھی کر رہا تھا اور دوسری طرف میرے خلاف اس کی سنگین کارروائی بھی جاری تھی۔ اگر میں یہودی ذہنیت اور ربی کی مکاری سے آگاہ نہ ہوتا تو اس کی باتوں پر یقین کر کے کسی بھی لمحے بے موت مارا جاتا۔

میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا ''کاشانوک! فلوجی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اس کے دل میں انعام حاصل کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہو سکتی؟''

''وہ سب سے زیادہ مجھ پر اعتبار کرتا ہے۔'' وہ پُراعتماد لہجے میں بولا ''میں اسے حقیقت سے آگاہ کر دوں گا۔ لہٰذا تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''ہوں!'' میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

کاشانوک نے پوچھا ''وجدان! ویسے تمہارے ذہن میں آئندہ کے لیے کیا پروگرام ہے؟''

''میں پہلی فرصت میں کھٹمنڈو سے نکل کر اسرائیل پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''اس کے لیے تمہیں ایک آدھ دن انتظار کرنا ہوگا۔'' اس نے کہا۔

''ڈاکٹر مونگ نے کہا تھا' تم اس سلسلے میں میری ہر قسم کی مدد کرو گے۔'' میں نے کہا ''مجھے نیپال سے اسرائیل تک پہنچنے کے لیے اہم کاغذات کی ضرورت پیش آئے گی جن میں سرِ فہرست پاس پورٹ کا معاملہ ہے۔''

''کیا تم دونوں ایک ساتھ ہی اسرائیل جانا چاہتے ہو؟''

''ڈاکٹر مونگ کی خواہش تو یہی ہے!''

کاشانوک ڈاکٹر مونگ کے لیے کام کرتا تھا اور اس کا وفادار تھا۔ وہ ڈاکٹر کی خواہش کے آگے دم مارنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا' ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے کہا ''تم دونوں کے ضروری کاغذات اور پاس پورٹس وغیرہ بنوانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن میں اس سلسلے میں تم دونوں کو ایک مشورہ دینا چاہوں گا اور اس کی ایک وجہ بھی ہے۔''

''پہلے وجہ بتاؤ اور پھر مشورہ دو۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بولا ''کھٹمنڈو کے حالات کا تم نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق' کھٹمنڈو سے باہر نکلنے والے ہر فضائی اور زمینی راستے پر' تمہاری تلاش کے لیے انتہائی سخت چیکنگ کا بندوبست کر دیا گیا ہے' خصوصاً کھٹمنڈو ائرپورٹ تو تمہارے لیے بہت خطرناک ہو چکا ہے اور اسرائیل جانے کے لیے تمہیں ائرپورٹ کو استعمال کرنا ہوگا۔'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اب میرا مشورہ بھی سن لو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی اور ملک سے اسرائیل کے لیے پرواز کرو۔''

''یعنی تمہارا مطلب ہے' ہم نیپال سے پہلے کسی اور ملک میں جائیں؟''

''بالکل' میرا یہی مطلب ہے!'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔



لی یان نے کہا ''آئیڈیا اچھا ہے۔ ہمارے دشمنوں کی نگاہیں کھٹمنڈو یا زیادہ سے زیادہ نیپال کے ائرپورٹس پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر ہم کسی طرح نیپال سے نکل کر کسی اور ملک میں پہنچ جائیں تو وہاں سے زیادہ محفوظ انداز میں اسرائیل کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔''

''میرے ذہن میں بھی یہی ہے۔'' کاشانوک نے کہا ''میں چاہتا ہوں' تم دونوں کے پاس پورٹس اور دیگر ضروری کاغذات بھی اسی ملک کی مناسبت سے تیار کروائے جائیں جہاں سے تم اسرائیل روانہ ہو گے تاکہ تمہارے دشمنوں کو ذرا سا بھی شک نہ ہو اور تم بخیر و عافیت اسرائیل پہنچ جاؤ۔''

میں نے تعریفی نگاہ سے کاشانوک کو دیکھا۔ آئیڈیا وہ واقعی بہت عمدہ لایا تھا۔ میں نے پہلی ملاقات میں' اس کی آنکھوں میں ذہانت کی جو چمک دیکھی تھی وہ اب اس کا عملی ثبوت بھی دے رہا تھا۔ تاہم میرے ذہن میں کچھ باتیں کھٹک رہی تھیں۔ اپنی تسلی کے لیے میں نے اس سے پوچھ لیا۔

''تمہارے خیال میں نیپال سے نکل کر ہمیں کس ملک میں جانا چاہیے اور کیا وہاں تمہارے لیے یہ آسانی ہوگی کہ تم ہمارے پاسپورٹس اور دوسرے ضروری کاغذات تیار کروا سکو؟''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''نیپال سے قریب ترین ممالک میں انڈیا' بنگلہ دیش' بھوٹان اور تبت کا شمار ہوتا ہے اور..... میرے خیال میں' ان میں تبت ایک ایسا ملک ہے جہاں کام کرنے کے لیے مجھے زیادہ سے زیادہ آسانیاں حاصل ہوں گی۔ میں خود بھی تبت کے مشہور شہر لہاسا کا رہنے والا ہوں۔ میں اپنے تعلقات کے زور پر وہاں کی مناسبت سے تمہارے ضروری کاغذات تیار کروا سکتا ہوں۔ اگر تم دونوں کو تبت کی شہریت حاصل ہو جائے تو پھر لہاسا سے اسرائیل کی طرف موو کرنا تمہارے لیے انتہائی آسان اور محفوظ ہو جائے گا۔''

تبت' نیپال کے شمال میں واقع تھا۔ میں نے اس پُراسرار سرزمین سے متعلق بہت سی حیرت انگیز داستانیں سن رکھی تھیں۔ کاشانوک نے تبت کا ذکر کیا تو از خود میرے دل میں خواہش جاگی کہ مجھے وہاں ضرور جانا چاہیے۔ ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے میں نے کاشانوک سے پوچھا۔

''کیا لہاسا سے اسرائیل کے لیے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ ہے؟''

''میں معلوم کر لوں گا۔'' وہ ہونٹ سکیڑتے ہوئے بولا۔

''ویسے لہاسا (LHASA) اور کھٹمنڈو کے درمیان تو باقاعدہ پروازیں آتی جاتی ہیں۔''

میں نے استفسار کیا ''کھٹمنڈو سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکابندی کر دی گئی ہے اور بڑی شدومد سے ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہم کھٹمنڈو سے تبت تک کیسے پہنچیں گے؟''

''اس مسئلے کا حل میں سوچ چکا ہوں۔'' وہ گمبھیر آواز میں بولا ''کھٹمنڈو سے تبت کی طرف اور تبت سے ادھر بدھ یاتریوں کے چھوٹے بڑے قافلے سفر کرتے رہتے ہیں خصوصاً بودھ ناتھ کے اسٹوپا میں ان کا لازمی آنا ہوتا ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں' آج کل میں ادھر سے کون سا قافلہ تبت کی طرف جا رہا ہے۔ چاہے ہمیں ایک دو دن تک انتظار کیوں نہ کرنا پڑے لیکن یہ ذریعۂ سفر ہمارے لیے زیادہ محفوظ رہے گا۔''

''کیا ہم ٹرین کے ذریعے کھٹمنڈو سے تبت تک نہیں جا سکتے؟'' لی یان نے پوچھا۔

میں نے اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا ''نیپال میں ریلوے کا نظام وجود نہیں رکھتا لہٰذا ٹرین کے چلنے یا رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

کاشانوک مزید دس منٹ تک ہمارے پاس رکا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا ''میں معلومات حاصل کر کے گھنٹے' دو گھنٹے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بدھ یاتریوں کا کوئی قافلہ کب یہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔''

میں نے کہا ''کاشانوک! تمہارے ترتیب دیے ہوئے پروگرام کے مطابق تو تم بھی ہمارے ساتھ تبت جاؤ گے۔ کیا اس صورت میں یہاں کھٹمنڈو میں تمہارے لیے مسائل کھڑے نہیں ہو جائیں گے۔ جوگندر پال تمہارے لیے کوئی مشکل تو پیدا نہیں کر دے گا؟''

''ہرگز نہیں۔'' وہ بے پروائی سے بولا ''جوگندر نے مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی پیشکش کی ہے۔ میں نے ڈاکٹر مونگ کی ہدایت کے مطابق' جوگندر سے ہامی بھر لی ہے۔ اس فیصلے کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ جوگندر مجھے زبردستی اپنے ساتھ تو نہیں رکھ سکتا۔ میں نے تو ادھر کی ''خیر خبر'' رکھنے کے لیے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا تھا' بہرحال!'' وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے رکا پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''اس سلسلے میں مجھے ڈاکٹر مونگ سے ضرور مشورہ کرنا ہوگا۔''

میں نے کہا ''یہ تو تمہارے فرائض کا حصہ ہے۔''

ہم سے دوبارہ رابطہ کرنے کا وعدہ کر کے وہ وہاں سے

رخصت ہوگیا۔

کاشانوک کے جانے کے بعد ہم اس بیگ کا معائنہ کرنے لگے جو وہ ہمارے لیے لایا تھا۔ وہ میرے اور لی یان کے آؤٹ فٹ کا خیال رکھتے ہوئے مختلف لباس بھی خرید لایا تھا۔ لی یان نے اپنے ناپ کی ایک جینز اٹھائی اور بڑبڑاتے ہوئے واش روم کی جانب لپک گئی۔

''میں پہلے اس تنبو سے تو نجات پاؤں!''

تنبو کا لفظ اس نے شاکرہ فیم اس جینز کے لیے استعمال کیا تھا جو اس کی کمر پر بے حد ڈھیلی تھی۔ میں بے ساختہ زیرِ لب مسکرا کر رہ گیا۔ وہ جھنجلاہٹ میں گویا' شاکرہ سے شکریہ بننے جارہی تھی!

میں نے اپنے موبائل فون کو چارجنگ پر لگانے کے لیے جیب سے نکالا تو ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اس کا اسکرین بالکل ڈیڈ ہورہا تھا جیسا کہ عموماً موبائل کو آف کرنے کے بعد ہوجاتا ہے لیکن مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے سیل کو آف نہیں کیا تھا۔

میرے ذہن میں خیال ابھرا کہ ممکن ہے بیٹری ختم ہوجانے کے بعد یہ خود بخود آف ہوگیا۔ میں نے اس خیال کی تصدیق کے لیے لی یان کے موبائل کا معائنہ کیا تو وہاں بھی یہی کیفیت دیکھنے میں آئی۔ اب میری حیرت دو چند ہوگئی۔ میں نے رات اسی سیل پر ربی سے بات کی تھی اور بات کے اختتام پر سیل مناسب بیٹری شو کررہا تھا۔ جب یہ الجھی ہوئی صورتِ حال میری سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے دونوں موبائل کو ایک طرف رکھ دیا اور لی یان کے' واش روم سے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ باہر آئی اور میری ''فرمائش'' پر اس نے اپنے اور میرے موبائل کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد یہ فتویٰ صادر کردیا ''سم کارڈز کام نہیں کررہے۔ لگتا ہے' ہمارے کنکشنز کو منسوخ کردیا گیا ہے!''

سیل کے حوالے سے میری معلومات لی یان سے زیادہ نہیں تھیں۔ لہٰذا اس کے فتوے کو ماننا پڑا اور اس کے ساتھ ہی میرا دھیان ربی موشے ہائمن کے وسیع و عریض اختیارات کی طرف چلا گیا۔ میں نے رات لی یان والے موبائل سے ربی کو کال کی تھی۔ لازمی بات ہے' یہ نمبر اس کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ یہ دونوں موبائل فون' ہمیں جہنم مکانی جانوس نے فراہم کیے تھے گویا ان کے کنکشنز اسی کے حاصل کردہ تھے۔ میں نے جو گندر پال والے بنگلے میں جانوس سے تمام تر گفتگو اپنے سیل سے کی تھی لیکن میرا نمبر اس کی کال ریسیونگ سے نہیں پکڑا جاسکتا تھا۔ میری دہشت نے وہاں بنگلے میں اسے اتنا بوکھلا دیا تھا کہ اس نے اپنا سیل ایک دیوار سے دے مارا تھا جس کے نتیجے میں اس کی بیٹری نکل کر دور جا گری تھی' گویا ریسیونگ ریکارڈ ایک جھٹکے سے تلف ہوکر رہ گیا تھا۔ ہم دونوں کے نمبر اوپر نیچے کے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا' سیریز کی وجہ سے یہ معلوم کرلیا گیا ہو کہ یہ دونوں کنکشنز جانوس نے حاصل کیے تھے۔

بہرحال' جو بھی صورت رہی ہو' حقیقت یہ تھی کہ ہمارے موبائلز سردست استعمال کے قابل نہیں رہے تھے۔

ہم موجودہ صورتِ حال پر غور و خوض کرتے رہے لیکن اس مسئلے کا کوئی حل سامنے نہ آسکا۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ ہم موبائل کنکشن والوں کے پاس پہنچ جاتے اور انہیں کھری کھری سناتے کہ انہوں نے ہمارے سم کارڈز کیوں بلاک کردیے ہیں۔ یہ گویا' از خود کسی بڑی مصیبت کو گلے لگانے والی بات ہوتی۔ اگر ربی کے اشارے پر ہمارے کنکشنز منسوخ کیے گئے تھے تو پھر اس بات کے قوی امکانات موجود تھے کہ مختلف کسٹمرز سروس سینٹرز پر ہماری گرفتاری کا معقول بندوبست بھی موجود ہوگا۔

دوپہر کے کھانے سے تھوڑی دیر پہلے کاشانوک ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے شکوہ کیا ''میں کافی دیر سے تم دونوں کے نمبرز ٹرائی کررہا تھا لیکن رابطہ نہیں ہوسکا۔ مجبوراً مجھے خود یہاں آنا پڑا۔ کیا تم لوگوں نے اپنے موبائل آف کررکھے ہیں؟''

''ہاں' ہمارے فون آف کردیے گئے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب ہے' دجدان؟'' وہ الجھ کر رہ گیا۔

میں نے وضاحت کردی۔

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر دونوں موبائلز کو مختلف طریقوں سے ''چیک'' کرنے لگا۔ بالآخر ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے ہمارے خدشات کی تصدیق کردی۔ کمپنی کی جانب سے ہمارے سم کارڈز بلاک کردیے گئے تھے۔ یقیناً یہ کام کسی اونچی سورس سے کیا گیا تھا کیونکہ جانوس تو اب زندہ نہیں رہا تھا۔

کاشانوک نے کہا ''دجدان! تم فی الحال میری سم استعمال کرلو۔ میرے پاس ایک ادر کنکشن بھی ہے۔ میں اس سے گزارہ چلالوں گا۔ بعد میں کچھ سوچیں گے۔''

سچی بات تو یہ ہے کہ موبائل فون میری فوری ضرورت نہیں تھی۔ میں جلد از جلد کھٹمنڈو سے نکل کر اسرائیل پہنچنا چاہتا تھا، باقی سب باتیں ثانوی اور فروعی تھیں۔ میں نے



کاشانوک سے کہا۔

''موبائل فون کے موضوع کو بعد میں ڈسکس کریں گے، پہلے تو یہ بتاؤ' ہمیں فون کیوں کررہے تھے؟''

اس نے جواب دیا ''میں نے تم لوگوں کے، بہ حفاظت کھٹمنڈو سے نکل کر تبت پہنچنے کا بندوبست کرلیا ہے کل صبح سات افراد پر مشتمل ایک چھوٹا سا قافلہ بودھ ناتھ اسٹوپا سے روانہ ہوگا۔ اس قافلے میں پانچ مرد اور دو عورتیں شامل ہیں۔ تم دونوں کو شمولیت کے بعد یہ تعداد بڑھ کر نو ہوجائے گی، یعنی چھ مرد اور تین عورتیں میں نے قافلے کے سردار بدھ بھکشو تھا چوکو اعتماد میں لے کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کردیا ہے۔ میری بات اس کی سمجھ میں آگئی ہے لہٰذا پریشانی والی کوئی بات نہیں.....''

''ایک منٹ!'' میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید بولنے سے روک دیا اور کہا ''کیا تم ہمارے ساتھ تبت نہیں جارہے ہو؟''

''میں تو ضرور جاؤں گا'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

''پھر یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ قافلے میں شامل افراد کی تعداد دس ہوجائے گی!''

''اوہ سوری!'' وہ چونک کر بولا ''میں خود کو شمار کرنا بھول گیا تھا''

''لیکن دیکھ لو' ہم ہرگز تمہیں نہیں بھولے'' لی یان نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد کاشانوک ہمیں بدھسٹ قافلے کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگا۔ بدھ بھکشو ''تھاچو'' ان کا راہ نما تھا۔ وہ سب بدھ کے پیروکار تھے اور کھٹمنڈو سے تبت کی طرف جارہے تھے۔ اس طرح کے چھوٹے بڑے قافلے ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے رہتے تھے۔ لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور حتی الامکان ان کی مدد بھی کرتے تھے۔ جس طرح ہر مذہب میں، اس مذہب کے عالم کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ایسے ہی بدھ کے پیروکار بھی ان راہبوں اور بدھ بھکشوؤں کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ یہ جہاں بھی جاتے، ان کے کھانے پینے، اوڑھنے بچھونے اور آرام کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، یہ الگ بات کہ یہ لوگ انتہائی سادہ زندگی گزارتے ہیں اور آرام و آسائش سے انہیں بدھ واسطے کا بیر ہے۔ بہرحال، ہم ایسے کسی قافلے کی معیت میں، دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر بہ حفاظت تبت پہنچ سکتے تھے۔ یہ قدرت کی طرف سے ہمارے لیے ایک سبب بن گیا تھا۔

کاشانوک نے مزید بتایا ''کل علی الصباح یہ قافلہ بودھ ناتھ اسٹوپا سے روانہ ہوجائے گا۔ ہمیں ان کی روانگی سے پہلے قافلے میں پہنچنا ہوگا۔ یہ لوگ یہاں سے سیدھے بدھانلکا نتھا پہنچیں گے۔ مذکورہ مقام کھٹمنڈو سے نو کلومیٹر شمال میں، شیو پوری ہل کے دامن میں واقع ہے۔ ''بدھانلکا نتھا'' میں تھوڑے آرام اور یاترا کے بعد قافلہ آگے روانہ ہوگا اور وہاں سے کم و بیش چار کلومیٹر مزید شمال میں سفر کرنے کے بعد ہم سندری جل پہنچ جائیں گے۔'' سندری جل'' پہاڑی آبشاروں پر مشتمل ایک حسین اور دل کش وادی ہے۔ وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے ہم تھوڑا سا زاویہ تبدیل کریں گے اور تبت کی سرحد پر واقع ایک چھوٹے سے قصبے ''کوداری'' پہنچ جائیں گے.....''

''کیا یہ وہی قصبہ کوداری ہے جو چائنا روڈ پر واقع ہے؟'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اضطراری لہجے میں کہا۔

''کوداری'' کے ذکر پر اچانک مجھے مایا متی یاد آگئی تھی۔ میں نے مایا متی کے ساتھ ماضی میں بہت اچھا وقت گزارا تھا۔ مایا متی کھٹمنڈو کے نیکو اسپتال میں نرس تھی۔ وہ تبت کی سرحد کے نزدیک، چائنا روڈ پر واقع کوداری قصبے کی رہنے والی تھی اور کئی سال پہلے کھٹمنڈو میں آبسی تھی۔ مایا متی کو یاد کرکے میرا دل افسردہ ہوگیا کیوں کہ وہ اب آنجہانی ہوچکی تھی!

کاشانوک نے گہری نظر سے مجھے دیکھا اور بولا ''بالکل، میں اسی کوداری کی بات کررہا ہوں۔ کیا تم اس سے واقف ہو؟''

''صرف نام کی حد تک واقف ہوں، وہاں جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا'' میں نے بوجھل آواز میں کہا ''میری ایک دوست کا تعلق اسی قصبے سے تھا جواب زندہ نہیں''

لی یان نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن خاموش رہی۔

کاشانوک نے کہا ''ہمیں اس قافلے میں شامل ہونے کے لیے خاص اہتمام بھی کرنا ہوگا۔ بدھ بھکشوؤں والے مخصوص لباس کا میں بندوبست کرلوں گا لیکن اس سلسلے میں ایک قربانی تمہیں بھی دینا ہوگی دجدان!''

اس نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا تو میں نے پوچھا۔ ''کیسی قربانی؟''

''تمہیں میری طرح سر کے بال منڈوانا ہوں گے!''

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

کاشانوک نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''یہ تمہاری سیفٹی کے لیے بہت ضروری ہے۔ دشمن جتنے خطرناک انداز میں جگہ جگہ تمہارے تلاش میں گھات لگائے بیٹھے ہیں انہیں جُل دینے کے لیے یہ تو کرنا ہوگا۔''

میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ''ٹھیک ہے، میں یہ کرلوں گا۔''

لی یان میرے اس فیصلے پر عجیب سی نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میری نگاہ میں کئی سال پہلے کا ایک ایسا ہی منظر گھوم گیا۔ اس وقت میں بارہ تیرہ سال کا ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ دارا اور اس کے حواری میرے لہو کے پیاسے ہو رہے تھے۔ چاچا پرتاب سنگھ میرے والد کا ایک سچا اور مخلص دوست تھا۔ وہ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے مجھے سنگاپور سے انڈونیشیا اور انڈونیشیا سے تھائی لینڈ لے کر آیا تھا۔ تھائی لینڈ کے شہر بنکاک میں چاچا پرتاب کے استاد محترم مہاراج وانگ ونگ یائے کا ایک بہت بڑا مارشل آرٹس سینٹر تھا۔ چاچا نے مجھے مہاراج کے پاس تربیت کے لیے چھوڑا اور خود زندگی ہار گیا۔ انہی دنوں میرا سر مونڈ دیا گیا تھا اور مجھے مونک والا لباس بھی پہنایا جاتا تھا۔ اب میں بچہ رہا تھا، نہ ہی چاچا... پرتاب سنگھ اور مہاراج وانگ ونگ یائے اس دنیا میں باقی رہے تھے۔ سب کچھ خواب و خیال ہو کر رہ گیا تھا۔

کاشانوک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا ''میں رات کو دیر سے کسی وقت یہاں آجاؤں گا۔ پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم اپنی تیاری مکمل کرلیں گے۔ آپ لوگ اس منصوبے پر عمل کرنے کو تیار رہنا؟''

''ژن!'' میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

میں نے جو فیصلہ سنایا تھا وہ لی یان کے لیے بھی قابلِ قبول تھا۔

کاشانوک نے جانے سے پہلے اپنے سیل میں سے سم کارڈ نکال کر مجھے دے دیا، اور بولا ''تم فی الحال اس سے کام چلاؤ۔ میں دوسرا نمبر استعمال کرلوں گا۔ ہمارے درمیان رابطے کا وسیلہ بہرحال ضرور رہنا چاہیے۔''

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سم کارڈ لے کر اپنے پاس رکھ لیا۔

میں کاشانوک کو گھر کے دروازے پر چھوڑ کر واپس کمرے میں آیا تو لی یان نے گہری نظر سے مجھے دیکھا۔ مجھے اس کی نگاہ میں ایک عجیب سا تاثر ابھرتا دکھائی دیا۔ پتا نہیں، وہ ان لمحات میں کیا سوچ رہی تھی بہرحال، اس کی سوچ مضحکہ خیز ہو سکتی تھی۔

میں نے اس کی ذہنی کیفیت کے بارے میں جاننے کے لیے پوچھ لیا ''کیا بات ہے لی یان! تم مجھے معنی خیز نظر سے کیوں دیکھ رہی ہو؟''

جواب میں وہ بے طرح ہنس دی۔

اس کی اس حرکت پر مجھے اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے قدرے سخت لہجے میں استفسار کیا ''یہ کیا مذاق ہے لی یان؟''

اس نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا اور قہقہے پر قہقہے لگاتی چلی گئی۔ اب میں الجھن محسوس کرنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے ہنسنے کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اس کا جن اتارنا مجھے آ گیا تھا۔ میں نے مجرب منتر پھونکا تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔

جب وہ اعتدال پر آئی تو میں نے پوچھا ''اب بتاؤ، تم مجھے دیکھ کر ہنستی کیوں چلی جا رہی تھیں؟''

''میں تمہیں دیکھ کر تھوڑی ہنس رہی تھی!'' وہ شوخی سے بولی۔

''پھر؟'' میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

''میں تو گنجے وجدان کو دیکھ رہی تھی۔''

میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی ''وجدان! تم سر منڈوا کر کیسے لگو گے؟''

''جیسے دوسرے ''فارغ البال'' لگتے ہیں۔'' میں نے ذومعنی انداز میں کہا ''کاشانوک کو نہیں دیکھا؟''

''کاشانوک کی بات دوسری ہے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی ''اسے تو میں نے اول آخر بغیر بالوں کے ہی دیکھا ہے نا۔ اس لیے میرے ذہن میں اس کا ایک تاثر بن گیا ہے مگر تم.....!''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر پھر ہنسنے لگی۔

میں نے کہا ''گھر کی کھیتی ہے، کچھ ہی دنوں بعد سرسبز و شاداب نظر آنے لگے گی۔''

پتا نہیں، وہ میری بات کے مفہوم تک پہنچی کہ نہیں البتہ اس کی شوخ و شریر ہنسی میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوئی۔ میں مطمئن تھا کہ وہ جنونی انداز کے قہقہوں سے باہر نکل آئی تھی۔ اب اسے کسی مجرب نسخے کی ضرورت نہیں تھی۔

☆☆☆

کسی سرگرم اور عملی انسان کو اگر چند گھنٹوں کے لیے فارغ بٹھا دیا جائے تو وہ خود کو اپاہج سا محسوس کرنے لگتا ہے۔ میری ساری زندگی بے پناہ مصروفیت میں گزری ہے اور مصروفیت بھی ایسی کہ ایک ایک لمحہ میدانِ جنگ کا آئینہ



دار ہے۔ گزشتہ شام سے لے کر اب تک مجھے کوئی سرگرمی دکھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ لہٰذا عجیب سی بیزاری کا احساس ہو رہا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ہم نے ایک بھرپور نیند لی اور سورج غروب ہونے سے کوئی گھنٹا بھر پہلے ہم تیار ہو کر اس گھر سے نکل گئے۔ فلوجی نے ہمارے باہر جانے پر کوئی اعتراض تو نہیں کیا۔ تاہم اس کے چہرے کے تاثرات سے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہمارے اس عمل سے مطمئن نہ ہو۔ یقیناً کاشانوک نے اس سلسلے میں اسے خصوصی ہدایات دے رکھی ہوں گی۔

ہم نے گھر سے باہر نکلتے وقت البتہ، تھوڑی احتیاط ضرور برتی اور وہ یہ کہ اپنے چہروں پر ہلکا پھلکا میک اَپ کرلیا۔ کاشانوک میک اپ کا ضروری سامان تیج چھوڑ گیا تھا جو اب ہمارے کام آ رہا تھا۔ لی یان والے سیل کو گھر ہی میں رہنے دیا اور اپنے سیل میں، میں نے کاشانوک کا دیا ہوا سم کارڈ لوڈ کرلیا تھا۔ اس نے جاتے وقت مجھے اپنا دوسرا نمبر بھی دے دیا تھا۔

کاشانوک کا وہ گھر بودھ ناتھ ویلی کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس علاقے میں تقریباً تمام گھر ایک ہی طرز پر بنے ہوئے تھے۔ ہم پیدل ہی چلتے ہوئے گلی در گلی خاصے فاصلے پر نکل آئے۔ اس سمت بودھ ناتھ کا اسٹوپا اپنی آن بان کے ساتھ سر اٹھائے کھڑا تھا۔ اس اسٹوپا کا شمار دنیا کے چند بڑے اسٹوپاز میں ہوتا ہے۔

اسٹوپا میں اس وقت یاتریوں اور عبادت کے لیے آنے والے مقامی لوگوں کا اچھا خاصا رش تھا۔ ہم بدھ عبادت گاہ کے اندر تو نہیں گئے۔ تاہم باہر ایک محفوظ کونے میں کھڑے لاتعداد افراد کو وہاں آتے جاتے دیکھتے رہے۔ ان لوگوں میں مجھے کوئی بھی شناسا چہرہ دکھائی نہ دیا اور نہ ہی کسی شخص نے ایسی نظر سے ہمیں دیکھا کہ وہ پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

بدھا کے ماننے والے عام طور پر بہت ہی صلح جو اور امن پسند ہوتے ہیں۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہوئے وہ انتہائی سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ بودھ ناتھ ویلی کے باسیوں کا بھی یہی عالم تھا۔ ہم وہاں سے ہٹ گئے اور ویلی کی دوسری گلیوں میں مٹرگشت کرنے لگے۔ یہیں ایک کافی ہاؤس سے ہم نے خوش ذائقہ کافی نوش کی اور واپسی کی راہ لی۔

میں درحقیقت اس ویلی کا جائزہ لینا چاہتا تھا تاکہ جس گھر میں ہم مقیم تھے اس کا محلِ وقوع معلوم ہو سکے اور میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ اب کسی ایمرجنسی کی صورت میں گھر سے باہر نکل کر میرے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

ہم واپس آئے تو فلوجی کچن میں مصروف تھا۔ اس نے ہمیں اطلاع دی کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہمیں رات کا کھانا مل جائے گا۔ لی یان کو میں نے کمرے میں بھیجا اور خود ہی کچن میں رک کر فلوجی سے گپ شپ کرنے لگا۔ میں دراصل اس سے ویلی کی صورتِ حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

کاشانوک نے اسے ہمارے بارے میں تفصیلاً بتا رکھا تھا۔ وہ جانتا تھا' ہمیں کھنٹنڈو میں کس قسم کے حالات درپیش ہیں۔ میری ٹٹول کا مقصد وہ بہ آسانی سمجھ گیا اور اطمینان بخش لہجے میں بولا۔

''ابھی تک تو اس وادی میں سب امن و امان ہی ہے۔ تم لوگوں کی تلاش کے لیے سرگرمی دکھائی نہیں دے رہی' ویسے تمہیں یوں آزادانہ گھومنے کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ تھوڑی احتیاط کرلو گے تو کوئی مسئلہ سر نہیں اٹھائے گا۔''

میں فلوجی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بات چیت میں مصروف رہا۔ وہ اپنی عمر کی ستّر بہاریں گزار چکا تھا۔ تاہم صحت عمدہ تھی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا' اسے زندگی گزارنے کا بھی وسیع تجربہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں لی یان کے پاس آ گیا۔

وہ لباس تبدیل کر چکی تھی اور چہرے پر سے اس نے عارضی میک اپ بھی صاف کر دیا تھا۔ میں نے بھی گرم پانی سے منہ ہاتھ دھویا... پھر ہمارے درمیان تازہ ترین صورتِ حال پر بات چیت ہونے لگی۔ اسی دوران میں کچھ دیر بعد کاشانوک کا فون آ گیا۔

میں نے اپنے سیل پر اس کی کال ریسیو کی۔ اس نے کہا۔

''ڈاکٹر مونگ سے میری بات ہو گئی ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہے کہ میں تم دونوں کے ساتھ تبت جا رہا ہوں۔ میں نے اسے اس قافلے کے بارے میں بھی تفصیلاً بتا دیا ہے۔ جس میں شامل ہو کر ہم بودھ ناتھ ویلی سے روانہ ہوں گے۔''

''چلو اچھا ہوا کہ ہمارے پروگرام کو ڈاکٹر مونگ کی تائید حاصل ہو گئی۔'' میں نے معتدل لہجے میں کہا ''تم نے جوگندر پال کے حوالے سے بھی ڈاکٹر سے بات کی ہے؟''

میرا آخری جملہ سوالیہ انداز کا حامل تھا۔ اس نے پوچھا ''جوگندر پال کے کون سے حوالے کی بات کر رہے ہو؟''

میں نے جواب دیا ''جوگندر نے تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کی تھی نا۔ کل صبح تم ہمارے ہمراہ یہاں سے روانہ ہو رہے ہو۔ اپنی روانگی کو کس طرح جسٹی فائی کرو گے؟''

''اوہ..... ہاں!'' وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ ''میں نے اس سلسلے میں ڈاکٹر مونگ سے تذکرہ کیا تھا۔ اس نے مشورہ دیا ہے کہ میں جوگندر سے ہفتے بھر کی چھٹی لے لوں۔ اس طرح سارے معاملات بخوبی نمٹ جائیں گے۔''

''پھر تم نے اپنی چھٹی منظور کرالی؟'' میں نے استفسار کیا۔

''میں نے اس سلسلے میں جوگندر پال سے بات کی ہے۔'' اس نے بتایا ''وہ اس بات کے لیے راضی ہوگیا ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ میں چند روز کے لیے اپنے گاؤں جانا چاہتا ہوں' واپس آ کر اس کی خدمت میں جت جاؤں گا۔ اس نے مجھے گاؤں جانے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ کل صبح میں گھنٹنڈو سے نکل جاؤں گا۔''

''لیکن تمہیں تو آج رات کسی وقت ہمارے پاس آنا ہے؟''

''ہاں' وہ تو ہے!'' اس نے جواب دیا۔

''پھر گڑبڑ نہیں ہو جائے گی؟''

''کیسی گڑبڑ؟''

''جوگندر پال تمہارے رات ہی کو غائب ہو جانے پر تشویش میں مبتلا ہو سکتا ہے!'' میں نے کہا۔

وہ بے پروائی سے بولا ''جوگندر پال اس وقت بہت زیادہ مصروف ہے۔ مجھے نہیں امید کہ دوبارہ اس سے میرا سامنا ہو۔ اسے میرے غائب ہو جانے کی خبر نہیں ہو سکے گی۔ اس طرح یہ معاملہ نبھ جائے گا۔''

''تم اس وقت کہاں ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''جوگندر پال کے ایک دوسرے بنگلے پر۔'' اس نے جواب دیا۔

''اوہ! تو کیا تم شیوالی اسٹریٹ میں واقع بنگلا نمبر جے۔ دو سو میں نہیں ہو؟''

''میں اس وقت جوگندر کے جس بنگلے میں ''ڈیوٹی'' دے رہا ہوں وہ شیوالی اسٹریٹ سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔'' کاشانوک نے جواب دیا ''مذکورہ بنگلا اروڑا کا میج کے نزدیک ہے اور اس بنگلے کا نمبر ہے آر۔ ٹو نائنٹی!''

کاشانوک یہ ایک نئی اطلاع دے رہا تھا۔ اروڑا کا میج دراصل دلی بازار' سینٹرل امیگریشن آفس اور رشین ایمبیسی کے وسط میں واقع تھا۔ میں نے اس سے پوچھا ''ادھر سے ادھر تمہاری منتقلی کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

''میں وجہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' کاشانوک نے پُراسرار انداز میں جواب دیا ''اس بنگلے پر میں نے کچھ خفیہ سرگرمیاں محسوس کی ہیں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے' آج رات یہاں کچھ ہونے والا ہے۔''

اس کی بات سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ میں نے زور دے کر کہا ''اپنے کام سے لگے رہو..... اور جیسے ہی کوئی اہم بات تمہیں معلوم ہو' فوراً مجھے اطلاع دینا۔''

''ٹھیک ہے وجدان! میں بعد میں تمہیں کال کروں گا۔'' وہ آواز دبا کر بڑے محتاط انداز میں بولا ''کوئی میری طرف آ رہا ہے۔''

''وش یو گڈ لک!''

میرے دعائیہ کلمات کے ساتھ ہی اس نے سیلولر رابطہ منقطع کر دیا۔

کاشانوک کے اس مبہم مگر سنسنی خیز انکشاف نے مجھے بے چین کر دیا۔ اس تمام تر گفتگو کے دوران میں لی یان میرے قریب موجود رہی تھی۔ میں نے میل کو ایک طرف رکھا تو وہ میرے چہرے پر پھیلی ہوئی تشویش کو دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ وہ یک طرفہ گفتگو سن پائی تھی اس لیے بھی زیادہ الجھ رہی تھی۔

''خیریت تو ہے وجدان؟''

میں نے مختصر الفاظ میں اسے صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

میں چونکہ خود بھی اس بارے میں ابھی زیادہ نہیں جانتا تھا لہٰذا ہماری گفتگو قیاسات تک محدود رہی۔ اسی دوران میں فلوجی نے ہمیں اطلاع دی کہ رات کا کھانا میز پر لگایا جا چکا ہے۔

سرد موسم میں انسانی جسم کو زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا نظام انہضام کی کارکردگی کئی گنا بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں زیادہ بھوک لگتی ہے۔ ہم نے دوپہر کے کھانے کے بعد ایک لمبی چوڑی نیند لی تھی اس کے باوجود بھی میں اس وقت اچھی خاصی بھوک محسوس کر رہا تھا۔

ہم نے ڈٹ کر ڈنر کیا اور ایک مرتبہ پھر اپنے کمرے میں آ گئے۔ فلوجی نے ڈائننگ کم ڈرائنگ روم ہی سے ہمیں



''گڈ نائٹ'' بول دیا۔ میں نے اسے تاکید کی کہ وہ جب تک جاگ رہا ہے' پوری طرح چوکنا رہے اور سونے سے پہلے کھڑکیوں دروازوں کو اچھی طرح چیک کر لے۔

''آپ فکر نہ کریں جناب۔'' وہ سینہ پھلاتے ہوئے بولا ''میں نصف صدی سے چوکیداری اور نگرانی کا کام کر رہا ہوں۔ آپ پورے اطمینان کے ساتھ جا کر سو جائیں۔ رات کو جس وقت بھی کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو' آپ بے دھڑک میرے پاس آ سکتے ہیں۔ میں' رات میں نہیں بلکہ دن میں نیند پوری کر لیتا ہوں۔''

کمرے میں آنے کے بعد ہم نے دروازے کو بند کر لیا۔ اس وقت ہم دونوں میں سے کسی کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی لہٰذا فوری طور پر سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم گزشتہ رات اور آج دن میں کئی روز کے بعد پُرسکون نیند سو سکے تھے' ایک گہری اور آسودگی سے بھرپور نیند!

لی یان نے نرسنگ کورس کر رکھا تھا اور میڈیکل کے شعبے میں اس کی معلومات اور تجربہ کسی کوالی فائیڈ ڈاکٹر سے کم نہیں تھا۔ ذرا فرصت میسر آئی تو وہ میرے بازو کی تیمارداری میں لگ گئی۔ کاشانوک سے ہم نے فرسٹ ایڈ کا ضروری سامان بھی منگوا لیا تھا جو اس وقت کام آ رہا تھا۔

ڈاکٹر مونگ کے ساتھ رتنا پارک والے بنگلے سے ہائی وے والی بستی کی طرف جاتے ہوئے دشمنوں سے جو مارا ماری ہوئی تھی اس میں میرے بائیں بازو کا ٹرائی سیپس زخمی ہو گیا تھا جو اس وقت لی یان کے ہاتھوں تیمارداری کا ''لطف'' اٹھا رہا تھا۔ لی یان کی شخصیت میں کئی تضاد پائے جاتے تھے۔ وہ ایک طرح سے مجموعۂ تضادات بن کر رہ گئی تھی۔ میدانِ کارزار میں وہ مارشل آرٹس کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے مدِمقابل کے چھکے چھڑا دیتی تھی لیکن ہر نوعیت کی تیمارداری کے دوران میں وہ موم کی گڑیا بن جاتی' نازک اور نرم و ملائم۔ معمولی سی آنچ اس کی نرمی میں کئی گنا اضافہ کر دیتی۔ اسے پگھلتے دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ وہی لی یان ہے' عملی میدان میں جس کے ہاتھ پاؤں تیز دھار خنجروں کے مانند شمشیریں کرتے ہوئے دشمنوں کا صفایا کرتے چلے جاتے ہیں۔

جب تک وہ میری مرہم پٹی میں مصروف رہی' میں اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کی انگلیوں میں مسیحائی کا ایسا انداز اور لمس کا ایسا گداز پنہاں تھا کہ اس کے چھوتے ہی بیمار خود کو شفایاب ہوتا محسوس کرنے لگتا۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہوئی تو مجھ سے پوچھا۔

''یہ مایا متی کون تھی؟''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ دن میں جب کاشانوک نے کوواری قصبے کا ذکر کیا تو میں نے اسے بتایا تھا کہ میری ایک دوست کا تعلق بھی اسی قصبے سے تھا۔ کاشانوک کے جانے کے بعد لی یان نے میری اس دوست کا نام پوچھ لیا تھا اور مزید تفتیش اب کر رہی تھی۔ میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

''تمہاری طرح مایا متی بھی ایک نرس تھی..... اور میری ایک اچھی دوست تھی۔''

''کیا تم مجھے بھی اپنی ایک اچھی دوست سمجھتے ہو؟'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

''اس میں شک والی کون سی بات ہے؟'' الٹا میں نے اسی سے پوچھ لیا ''کیا تم ایسا محسوس نہیں کرتی ہو؟''

''میں اپنے نہیں' تمہارے احساسات جاننا چاہتی ہوں؟'' وہ ڈٹی رہی۔

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''ہم قربت کی جن منزلوں سے گزر چکے ہیں وہ مضبوط دوستی کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ میں اپنے احساسات کو اس سے زیادہ واضح انداز میں بیان نہیں کر سکتا۔''

''ہوں!'' وہ ایک معنی خیز سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''کیا تم مایا متی کے بھی اتنے ہی گہرے دوست تھے؟''

میں نے نفی میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

اس کے چہرے پر ایک بے نام سا اطمینان جھلکنے لگا' پھر وہ مایا متی کے بارے میں کرید کرید کر پوچھنے لگی۔ میں نے اس کی تشفی کی خاطر بتایا کہ مایا متی کا تعلق بدھ مت سے تھا۔ وہ تبت کے سرحدی قصبے کوواری (KODARI) کی رہنے والی تھی اور کھٹمنڈو کے معروف ''ٹیکو اسپتال'' میں بطور نرس کام کرتی تھی۔ یہاں کھٹمنڈو میں اس کی رہائش آرنیکو ہائی وے پر' اندرا چوک سن کوسی بازار میں تھی۔ مجھے اس کے گھر میں رہنے کا اتفاق بھی ہوا تھا۔

''تم نے بتایا ہے' مایا متی اب اس دنیا میں باقی نہیں۔'' لی یان کی کرید کا سلسلہ جاری رہا ''اس کی موت کیسے واقع ہوئی تھی؟''

''اسے میری دوستی نے مار ڈالا۔'' میں نے بوجھل آواز میں کہا ''میں جہاں بھی جاتا ہوں' اپنے تعاقب میں دشمنوں کی ایک فوج کو بھی لے جاتا ہوں چنانچہ مجھ سے دوستی رکھنے والے خاصے متاثر ہوتے ہیں۔ یہاں کھٹمنڈو میں اور نیپال کے دیگر علاقوں میں ناگ پال اور اس کے غنڈوں

سے میری طویل معرکہ آرائی رہی تھی۔ وہ بھی اسی چپقلش کی بھینٹ چڑھ گئی۔''

لی یان کافی دیر تک خاموش نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر عام سے لہجے میں بولی ''وجدان! ذرا سوچ کر بتاؤ' تمہیں دوست بنانے میں زیادہ وقت لگتا ہے یا دشمن بنانے میں؟''

''تم بھی پچھلے کچھ عرصے سے میرے ساتھ ہو!'' میں نے جواب دینے کے بجائے الٹا اسی سے استفسار کر ڈالا ''تم نے میری دوستیوں اور دشمنیوں کو بنتے اور بگڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے؟''

''میرا خیال ہے' تم دوست زیادہ آسانی سے بنا لیتے ہو۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''بلکہ تمہیں تو دشمنوں کو بھی دوست بنانے کا فن آتا ہے۔ میں اس سلسلے میں تازہ ترین مثال پیش کرسکتی ہوں۔''

لی یان کے آخری جملے نے مجھے کھٹکنے پر مجبور کردیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی شرارت کے موڈ میں ہو۔ میں نے اس کی شریر سوچ کو بے نقاب کرنے کے لیے سادگی سے کہا ''ہاں' وہ تازہ ترین مثال کیا اور کس کی ہے؟''

''بھئی' میں کلاڈیا کی بات کررہی ہوں۔'' اس کے لبوں پر تبسم کھیلنے لگا۔

تو ثابت ہوگیا' میرا کھٹکنا بے سبب نہیں تھا۔ وہ کلاڈیا کے حوالے سے مجھے ''کہنی' مارنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ میں مزید انجان بن گیا اور بڑی شرافت سے اپنی ''پسلی'' پیش کرتے ہوئے کہا ''ہاں' تو کیا ہوا تھا کلاڈیا کو؟''

''یہ بھی میں ہی بتاؤں؟'' وہ تیز نظر سے مجھے گھورنے لگی۔

''اور کون بتائے گا؟'' میں نے کہا ''یہ ذکر کس نے نکالا ہے!''

وہ اچانک پٹری بدلتے ہوئے بولی ''سیدھی سی بات ہے۔ کلاڈیا ایک خطرناک دشمن کی حیثیت سے تمہارے سامنے آئی اور اس نے شیوالی اسٹریٹ والے بنگلے پر اپنی بھرپور دشمنی کا ثبوت بھی دیا لیکن جب ہم بڑے ہال میں مورچے لگائے بیٹھے تھے تو تم نے کلاڈیا کی دشمنی کو دوستی میں بدل دیا۔ وہ تمہاری ایسی فرماں بردار دوست بن گئی کہ تمہارے اشاروں پر ناچنے لگی۔ تم نے کہا ''خاموش! میں آواز نہیں سنوں..... اور وہ واقعی خاموش ہوگئی؟''

میں لی یان کی چھیڑ خانی کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ رہا تھا۔ اس کی بات کے اختتام پر میں نے بھی ایک داؤ مار دیا ''لی یان! میں نے تو لمحاتی اور عارضی طور پر کلاڈیا کو خاموش کیا تھا مگر تم نے میری تازہ بہ تازہ دوست کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا؟''

''کیا تمہیں کلاڈیا کی موت کا دکھ ہورہا ہے؟''

''میرا خیال ہے' حسین اور دلکش چیزوں کے فنا ہونے کا سب کو دکھ ہونا چاہیے۔''

میرے منہ سے کلاڈیا کی تعریف لی یان کو اچھی نہ لگی' جلدی سے بولی ''ہاں' تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''

میں نے کہا ''ویسے تو اپنے اپنے خیال اور محسوسات کی بات ہے لیکن میرے نزدیک ایک سچے آرٹسٹ کو خوددار اور حسن پرست ہونا چاہیے۔ ہم دونوں مارشل آرٹسٹ ہیں۔ کیا تم میرے خیالات کی نفی کرتی ہو؟''

میں نے اس سے خاصا مشکل سوال کر ڈالا تھا لیکن وہ جواب دینے کے مرحلے سے بچ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ زبان کھولتی' میرے سیل کا بزر بج اٹھا۔

میں نے سیل کو فوراً ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اس کے ڈسپلے پر کاشانوک کا نمبر فلیش کررہا تھا۔ میں نے لیس کا بٹن پریس کرنے کے بعد سیل کو کان سے لگالیا اور کہا ''ہیلو!''

''ہیلو وجدان!'' کاشانوک کی مانوس آواز میری سماعت میں سرسرائی ''میں اس وقت لمبی چوڑی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ کیا تم فوری طور پر اس بنگلے میں آسکتے ہو؟''

کاشانوک کے انداز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پوچھا ''آخر ہوا کیا ہے؟''

''مجھے بڑی پکی خبر ملی ہے کہ آج رات دس بجے اس بنگلے پر تمہارے سلسلے میں ایک خفیہ ہنگامی اجلاس ہونے والا ہے۔'' کاشانوک نے انکشاف انگیز لہجے میں کہا ''اس ایمرجنسی میٹنگ میں جوگندر پال کے علاوہ چند اسرائیلی معزز افراد بھی شرکت کریں گے۔ یہ تمام وہ لوگ ہیں جو بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں ہونے والی مذموم کارروائیوں میں بلاواسطہ یا بالواسطہ ملوث رہے ہیں۔ میں انہیں آج ہی فنا کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہوں اور اس نیک کام کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

جو لوگ بدھ مونسٹے ہائمن کے ایما پر بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ میں کسی بھی قسم کی تخریبی کارروائی میں شامل رہے تھے' وہ براہِ راست میرے بھی دشمن تھے کیونکہ پچھلے چند دنوں میں انسانی خون کے زیاں سے یہاں جو کھیل کھیلا جارہا تھا اس میں میری ساحل کو ایک مہرے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ مجھے اس بات کا بڑا قلق تھا اور یہ قلق



میری روح میں کسی پھانس کے مانند پیوست تھا۔ ان تمام ''ذمے دار'' افراد کو سزا دینا میرا فرض بنتا تھا۔ اس طرح ربی کا کچھ نہ کچھ قرض ''چکتا'' کیا جاسکتا تھا۔ اس سنگین خیال نے میرے وجود میں سنسنی سی دوڑا دی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کاشانوک سے پوچھا۔

''تم مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟''

''ہر قسم کی!'' وہ اٹل لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے' میں آرہا ہوں۔'' میرے لہجے میں بھی قطعیت شامل ہوگئی۔

''ایک کام کرتے آنا۔'' اس نے اضطراری انداز میں کہا ''میری کپڑوں والی الماری کے زیریں حصے میں دھماکا خیز مواد کی اچھی خاصی مقدار موجود ہے۔ وہ بھی اپنے ساتھ لے آنا۔ اسی خانے میں آتشیں اسلحہ بھی رکھا ہوا ہے۔ اس میں سے اگر کسی ہتھیار کی ضرورت محسوس کرو تو اپنے پاس رکھ لینا۔'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اس سلسلے میں' میں نے ڈاکٹر مونگ سے بھی بات کرلی ہے۔ وہ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا فیور کررہا ہے۔ یہودیوں نے ہماری عبادت گاہ کے تقدس کو پامال کرکے جس طرح درجنوں افراد کا خون بہایا ہے' اس کے لیے انہیں سخت ترین سزا ملنی چاہیے اور یہ موقع اس کام کے لیے انتہائی موزوں ہے۔''

پھر وہ مجھے الماری کے خفیہ خانے کو کھولنے کے لیے خصوصی ہدایات دینے لگا۔ میں نے اس کی بات پوری توجہ سے سنی اور کہا ''تم فکر نہ کرو۔ میں وہ میٹنگ شروع ہونے سے پہلے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت رات کے نو بجے ہیں۔ ہمارے پاس پورا ایک گھنٹا پڑا ہے۔ بتاؤ' میں کہاں آکر تم سے ملوں؟''

''میری ڈیوٹی بنگلے کے عقبی حصے میں لگائی گئی ہے۔ میرے علاوہ ایک اور شخص بھی وہیں متعین ہے لیکن مجھے یہ سہولت حاصل ہے کہ بوقتِ ضرورت میں بنگلے کے اندر بھی آجاسکتا ہوں۔ میں نے اپنے سیل کو سائیلنٹ الرٹ پر لگا رکھا ہے اور اس کی جملہ گھنٹیوں کو بھی آف کردیا ہے۔ تم بنگلے کی عقبی سمت میں پہنچ کر مجھے بیل مار دینا پھر میں تم سے ضروری سامان لینے اور تمہیں اندر پہنچانے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لوں گا۔''

ایک لمحے کو رک کر اس نے مجھے بنگلے کی لوکیشن بتائی ''بنگلا نمبر آر۔ ٹو زیرو اروڑا کا مچ اور سینٹرل ایمیگریشن آفس کے درمیان واقع ہے۔ اس کی پشت شمالی سمت میں' دلی بازار کی طرف پڑے گی۔''

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ٹھیک ہے' میں آرہا ہوں۔''

سیلولر رابطہ ختم ہوا تو مجھے لی یان کے سامنے حالات کی وضاحت کرنا پڑی۔

وہ حتمی لہجے میں بولی ''وجدان! میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی۔''

''تمہارا وہاں کوئی کام نہیں ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''تم ادھر ہی آرام کرو' میں بہت جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔''

''نہیں وجدان!'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے رات والی ضد پر اتر آئی ''یا تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی یا پھر تم بھی ادھر ہی رہو گے۔''

میں نے کہا ''لی یان! صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرو!''

''سمجھنے کے بعد ہی تو کہہ رہی ہوں۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

لی یان مجھے بدلی بدلی سی نظر آئی۔ بولڈ اور بے باک تو وہ پہلے بھی تھی۔ امریکی معاشرت انسان کو اور کچھ دے یا نہ دے لیکن بولڈ نیس اور بے باکی ضرور دیتی ہے مگر گزشتہ رات کے تجربے کے بعد سے میں اس میں ایک خاص قسم کی تبدیلی محسوس کررہا تھا۔ اس کا انداز جل ککڑی کا سا ہوگیا تھا۔ مجھے یوں لگنے لگا جیسے وہ میرے کندھوں پر سوار ہو۔

یہ موقع ایسا نہیں تھا کہ میں بحث میں پڑ کر وقت برباد کرتا۔ جب وہ کسی بھی طور سمجھنے میں نہ آئی تو میں نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کرلیا۔

کاشانوک نے اپنی الماری میں سے دھماکا خیز مواد لانے کو کہا تھا۔ میں نے دیوار گیر چوبی الماری کو کھول لیا پھر اس کی ہدایت کے مطابق زیریں دراز کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔ دراز والا ہاف باکس نما چوکھٹا پوری طرح باہر نکل آیا تو اس کے نیچے مجھے وہ خفیہ خانہ نظر آگیا جس کا ذکر کاشانوک نے کیا تھا۔ میں نے اس کی بتائی ہوئی ٹیکنیک استعمال کرکے مذکورہ خفیہ خانے کو کھول لیا۔

اس خانے کے اندر چھوٹے بڑے ہر قسم کے آتشیں ہتھیار موجود تھے۔ میں نے ایک خوب صورت پسٹل کا انتخاب کرلیا۔ لی یان کے پاس جانوس جہنم مکانی کا فراہم کردہ ننھا سا لیڈی پسٹل موجود تھا۔ اس خانے میں آتشیں

ہتھیاروں کے علاوہ وافر تعداد اور مقدار میں آتش گیر دھماکا خیز مواد بھی موجود تھا۔ جس میں ٹائم بم' ہینڈ گرینیڈ ڈائنا مائٹ اور بارودی سرنگیں شامل تھیں۔ میں نے حالات اور موقع کی مناسبت کو دیکھتے ہوئے بارودی سرنگوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور کاشانوک کی فرمائش پوری کرتے ہوئے ٹائم بم ڈائنا مائٹ اور ہینڈ گرینیڈ کی بھاری مقدار اس بیگ میں بھرلی جس میں آج صبح کاشانوک ہمارا سامان لے کر آیا تھا۔ اس خطرناک اسلحے کو محفوظ کرنے کے لیے میں نے بیگ میں اوپر سے نیچے تک اپنے اور لی یان کے میلے کپڑوں کی ایک دبیز تہ لگادی۔

ٹھیک دس منٹ بعد ہم گرم لباس میں ملبوس ہوکر پوری تیاری کے ساتھ گھر سے نکل پڑے۔ ہماری اس ہنگامی روانگی پر فلوجی نے حیرت کا اظہار کیا لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ ہم اس کے صاحب کے بلانے پر اس کے پاس جارہے ہیں اور جلد ہی تینوں واپس آجائیں گے تو وہ قدرے مطمئن ہوگیا۔

ہم پیدل چلتے ہوئے بودھ ناتھ ویلی سے باہر آگئے پھر مین روڈ پر آتے ہی ہمیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ ٹیکسی والے سے میں نے دلی بازار چلنے کو کہا اور ہم دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

ٹیکسی میں سفر کے دوران میں میرے اور لی یان کے درمیان کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں زیادہ تر کھڑکی سے باہر ہی دیکھتا رہا۔ رات زیادہ نہیں بھیگی تھی۔ تاہم موسم کی شدت نے لوگوں کو گھروں کے اندر بند رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ سڑکوں اور بازاروں کی وہ رونق کہیں نظر نہیں آرہی تھی جو دن میں دیکھنے کو ملتی تھی۔

ہماری ٹیکسی تارا گون ہوٹل کے پاس سے گزری۔ ہوٹل کے نیون سائن نے ٹھٹھرتی ہوئی رات میں زندگی اور تابندگی کا یقین دلایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم رنگ روڈ پر تھے۔ کھٹمنڈو میں کہیں سے کہیں بھی جائیں' گا ہے بہ گا ہے رنگ روڈ سے ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ اس سڑک نے کسی بیلٹ کی طرح پورے کھٹمنڈو کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

گوسالا کے قریب سے ہم نے رنگ روڈ کو چھوڑ دیا اور داور کا وبلیج کامپلیکس کے پاس سے گزرتے ہوئے بانیسور کے علاقے میں پہنچ گئے۔ چند لمحات کے بعد بورس ریسٹورنٹ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہماری ٹیکسی نے دریائے دھوبی کھولا کو عبور کیا پھر کچھ ہی دیر بعد ہم رشین ایمبیسی اور اروڑا کامپلیکس کے درمیان سے گزر کر سیدھے دلی بازار پہنچ گئے۔

دلی بازار میں ہم نے ٹیکسی والے کو فارغ کردیا اور پیدل ہی اپنی منزل کی جانب چل پڑے۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے رات ہم بنگلا نمبر آر۔ ٹو نٹی کے پچھواڑے موجود تھے۔

میں نے جینز کی جیب میں سے سیل نکالا اور کاشانوک کے نمبر پنچ کرنے لگا۔

☆☆☆

چبی لوشے جائمن المعروف بہ ربی موشے ہائمن کے اشارۂ ابرو پر نیپال کی دھرتی نے پچھلے چند دنوں میں مجھے ان گنت صدمات سے دوچار کیا تھا۔ ماضی میں ناگ پال نے مجھے اسی سرزمین پر ننگی کا ناچ نچا رکھا تھا۔ میں نے ناگ پال اور اس کے چوں کا جو عبرت ناک حشر کیا تھا اس کا احوال آپ اس داستان کے ابتدائی حصے میں پڑھ چکے ہیں۔ اب ربی کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلیوں کا نمبر تھا۔ میں انہیں ایسے زخم دینا چاہتا تھا جنہیں وہ زندگی بھر چاٹتے رہیں اور ان زخموں کی ٹیس ربی تک بھی پہنچتی رہے۔

میرے فون کے ٹھیک دس منٹ بعد کاشانوک ہمارے پاس موجود تھا۔ وہ میرے ساتھ لی یان کو دیکھ کر چونکا تاہم اس نے کوئی تبصرہ یا اعتراض نہیں کیا۔ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

''ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہم نے دس پندرہ منٹ کے اندر ہی تمام امور نمٹانا ہیں۔ میں واپس اندر جارہا ہوں۔ وہاں کے حالات کو سازگار بنانے کے بعد میں تمہیں بیل دوں گا۔ اس کے بعد تم بنگلے کی عقبی دیوار..... کود جانا۔ باقی معاملات میں خود سنبھال لوں گا۔''

''مشن کی تکمیل کے بعد' واپسی کے بارے میں بھی تم نے کچھ پلان کررکھا ہے یا نہیں؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے بتایا'' دو بنگلے چھوڑ کر سامنے والی طرف اروڑا کامپلیکس کے قریب میری ٹیکسی کھڑی ہے۔ وہی ٹیکسی جس میں تم دونوں کو میں نے شیوالی اسٹریٹ سے بودھ ناتھ ویلی پہنچایا تھا۔''

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات تیرھویں (آخری) حصے میں
ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس کے ساتھ ہی شائع ہورہا ہے۔